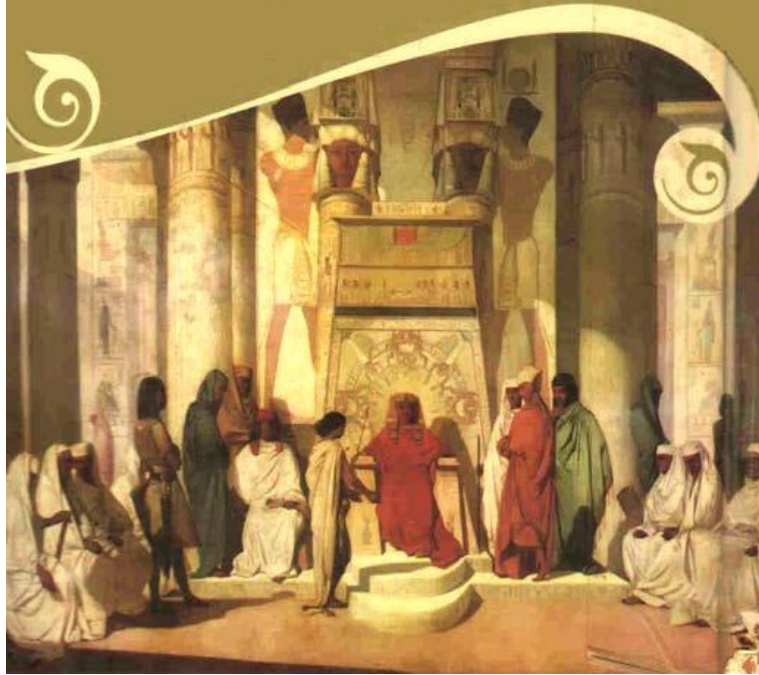


فرعون موسیٰ علیہ السلام

www.pdfbooksfree.blogspot.com

اسلم راہی ایم اے



5

تیرھویں صدی قبل مسیح کے اُس گرم ترین دن کا سورج غروب ہونے کے لئے
جنگ رہا تھا۔

ایسے میں مصر کا فرعون رمیس اپنے مرکزی شہر ممفس میں دریائے نیل کے
انارے قصر میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کا دربان اُس کے کمرے
کے دروازے کے سامنے نمودار ہوا۔ اُس دربان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جو اُس کے
قد کے برابر تھا اور جس کا اوپری حصہ سانپ کے پھن کی مانند تھا۔ دروازے کے سامنے
جانے کے بعد اُس دربان نے اپنے آپ کو اپنے عصا سمیت خوب زمین کی طرف
بھکایا، پھر سیدھا کھڑا ہوا اور فرعون رمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خداوند! شام کی سیتانی سلطنت کی طرف سے ایک سفیر آیا ہے۔ اُسے
یستانیوں کے بادشاہ متی وزا نے کسی خاص مقصد اور کسی منصوبہ بندی کے تحت آپ کی
خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اگر حکم ہو تو اُسے پیش کروں۔“ اپنے دربان کے ان الفاظ
کے جواب میں رمیس نے کچھ سوچا۔ اُس کے بعد فرعون رمیس اپنے دربان کو
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”وقت ضائع کئے بغیر اُسے ہمارے پاس لے کر آؤ۔“

اس پر اُس دربان نے پھر پہلے کی طرح رمیس کو تعظیم دی۔ پھر وہ وہاں سے
بہت گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُس سفیر کو لے کر آیا جس کا ذکر اُس نے فرعون سے کیا
تھا۔ اُس سفیر نے بھی آکر دربان ہی کے انداز میں رمیس کو تعظیم دی۔ رمیس نے
اُسے آگے آنے کے لیے کہا۔ چنانچہ وہ سفیر آگے بڑھا اُسے مخاطب کر کے رمیس نے
پوچھا۔

”میرے دربان نے مجھے بتایا ہے کہ تجھے یستانیوں کے بادشاہ متی وزا نے میری
طرف روانہ کیا ہے: کہو، کیا معاملہ ہے؟ کیا اُسے کسی کام کے سلسلے میں میری مدد کی

معیاری اور خوبصورت کتابیں
باجہتمام محمد علی قریشی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار اول 2011ء

مطبع نیر اسد پریس لاہور

کمپوزنگ کلاٹکس گرافکس

قیمت 400/- روپے

”یہ شہر شوش ہے اور ان تین اہداف کو حاصل کرنے کے بعد اے بادشاہ، حتیٰ ایسا نہ ہو، ایسی طاقت اور قوت پکڑیں گے کہ وہ چوتھے ہدف کے طور پر آپ کے علاقوں کا رخ کریں گے۔“

اے بادشاہ! ان حالات میں ہمارے بادشاہ متی وزانے مجھے سفیر بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے تاکہ آپ سے یہ گزارش کی جائے کہ حتیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے سیتانیوں کی مدد کی جائے۔ اے بادشاہ! اس سلسلے میں سیتانی اور بابل کے کاہنوں کے درمیان صلاح مشورہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ دونوں حکومتیں چاہتی ہیں کہ اس اہمیت میں آپ سے مدد کی جائے تاکہ حتیوں کے حملوں کا سدباب کیا جاسکے۔ حتیوں نے بار بار ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیکن ہمارے ایک سالار نے جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں پسپا کر دیا۔ اُس کے بعد انہوں نے بابل کے بادشاہ کو کئی بار ہدف بنانا چاہا لیکن بابل کے علاقوں کے سپہ سالار ہزال جو ابھی نو عمر ہے، نے کمال جرأت مندی کا ثبوت دیا اور اُس نے حملہ آور حتیوں کو اپنے مقاصد میں ناکام کر دیا۔

میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ یہ حتیوں کے ابتدائی حملے ہیں اور ان حملوں کے دوران وہ بابل اور سیتانیوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ اب وہ اندازہ لگا چکیں گے تو پھر فیصلہ کن انداز میں اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ترک تاز شروع کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سفیر جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک فرعون رمیسس نے ہر سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر سیتانی سلطنت کے سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”مطمئن رہو، ہمارے مرکزی شہر ممفس میں تین دن قیام اور آرام کرو۔ اس دوران ہم ایک ایسا لشکر تیار کریں گے جو تمہارے ساتھ شال کا رخ کرے گا۔ سیتانیوں اور بابلیوں کے ساتھ مل کر حتیوں کی طاقت اور قوت اور ان کے حملوں کا مقابلہ کرے گا۔“

فرعون رمیسس کے ان الفاظ پر سیتانیوں کا وہ سفیر خوش ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ رمیسس نے اپنے دربان کو مخاطب کیا۔

”اس سفیر کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کے قیام اور طعام کا عمدہ انتظام کرو۔ یہ

ضرورت ہے؟“

اس پر وہ سفیر بڑی نرمی اور انکساری میں کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ درست ہے مصر کے عظیم بادشاہ شال کی طرف سے ایک ایسا طوفان اٹھ رہا ہے جو اپنے سامنے آنے والی سیتانیوں، بابلیوں، عیلامیوں اور دوسرے حکمرانوں کی سلطنت کو پامال کرتا ہوا صحرائے سینا کا رخ کرے گا۔ عظیم بادشاہ! اگر اُس طوفان کا رخ نہ موڑا گیا، اُس کے سامنے بندھ نہ باندھا گیا تو پھر شال کی سلطنتوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد وہ طوفان مصر کے لئے بھی خطرے کا پیش خیمہ بن جائے گا۔“ وہ سفیر جب خاموش ہوا، تب فرعون رمیسس جستجو بھرے انداز میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا کہ تم کس طوفان کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

اُس پر وہ سفیر پھر رمیسس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”مالک! اناطولیہ کے میدانوں میں گمنامی کی زندگی بسر کرنے والے، حتیٰ ایک بہت بڑی طاقت اور قوت بن چکے ہیں۔ انہوں نے اناطولیہ کے وسیع میدانوں کے علاوہ اُس سے ملحقہ شمال مشرقی علاقوں پر بھی قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب اُن کے دستے ہم سیتانیوں کے علاقوں پر بھی گاہے گاہے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اگر اُن کے ان حملوں کو روکا نہ گیا تو وہ ایک بڑا مسئلہ کر کے سیتانیوں کی سلطنت کو تباہ کر دیں گے۔ اس لئے کہ سیتانی تعداد اور قوت میں اُن سے کم ہیں۔ اس وقت وہ گاہے گاہے حملہ آور اس لئے ہو رہے ہیں کہ وہ سیتانیوں کے علاوہ سیتانیوں کی سلطنت کے ہمسائیوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ مصر کے عظیم بادشاہ! اس وقت حتیٰ اپنے سامنے دو ہدف رکھتے ہیں اور اُن دو اہداف کو حاصل کرنے کے بعد وہ تیسرے ہدف کی طرف بڑھیں گے اور تیسرے کے بعد چوتھے کی طرف بڑھیں گے۔“

”کون سے اہداف؟“ فرعون نے غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

اس پر وہ سفیر پھر بولا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! حتیوں کا پہلا ہدف ہم سیتانی ہوں گے۔ اُن کا دوسرا ہدف بابل کے سامی حکمران ہوں گے۔ اُن کا تیسرا ہدف عربوں کی عیلامی سلطنت ہوگی جن کا

جاتا ہے۔ اُس کے علاوہ اُس کے سارے خاندان کی لاشیں بھی اُسی سے کے انداز میں خاک کر کے رکھی جاتی ہیں۔ اکثر اہرام میں بادشاہوں کے خزانے، مال و دولت اور دوسرا قیمتی سامان بھی رکھا جاتا ہے۔ یہ اہرام تعمیر کرنے کی ایک وجہ ہے اور ان اہرام کو تعمیر کرنے کی دوسری وجہ دریائے نیل ہے۔“ دربان کے ان الفاظ پر سیتانی سفیر چونکا اور کہنے لگا۔

”میں دریائے نیل کو اچھی طرح دیکھ چکا ہوں لیکن ان بڑے بڑے جنازوں کو انہیں تم اہرام کہتے ہو، تعمیر کرنے میں دریائے نیل کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“ اس پر دربان پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”سنو، میں تمہیں اس کی تفصیل بتاتا ہوں۔“

اس پر وہ سفیر غور سے دربان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ دربان سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائی! یوں جانو، ہماری یہ سرزمین جسے مصر کہتے ہیں، یہ دریائے نیل کا تحفہ ہے۔ یہ بات پہلے زمانے میں بھی صحیح تھی اور آج بھی صحیح ہے۔ دریائے نیل کا پانی مصریوں کے لئے آبِ بقا سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ اس خطے میں بارشیں نہیں ہوتیں اور لوگوں کی زندگی کا دارومدار اسی دریا پر ہے اور وہ اسی دریا کا پانی پیتے ہیں۔“

”یہی دریا ان کی زمینوں کو زرخیز بناتا ہے، آبِ پاشی کے لئے پانی فراہم کرتا ہے، اُن کی نقل و حرکت کے لئے سب سے آسان ذریعہ بھی وہی ہے۔ یہ دریا اگر سوکھ جائے تو مصریوں کے لئے جینا محال ہو جائے۔ دوسرے ملکوں میں تو عام طور پر ایک سے زائد بڑے دریا اور کئی چھوٹی چھوٹی ندیاں ہوتی ہیں لیکن مصر کا واحد دریا نیل ہی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ دربان نکا، اُس کے بعد سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”میرے بھائی! یہ دریا جنوب میں یوگنڈا کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور افریقہ کے اتر و قد صحرائے عظیم میں ایک آبی لکیر بناتا ہوا بحرِ روم میں گر جاتا ہے۔ مصری سرحد میں داخل ہونے پر دریائے نیل پانچ سو میل تک کی خشک اور اونچی سطح مرتفع کے درمیان گزرتا ہے جو زیادہ چوڑا نہیں۔ لہذا وہاں کے باشندے اسی خشک وادی میں رہنے پر مجبور

تین دن ہمارے ہاں ایک محترم مہمان کی حیثیت سے رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے سالاروں میں سے جو شخص اور سیرم دونوں کو میرے پاس بھیجو۔“

فرعون کا یہ حکم پا کر اُس کا دربان اُس سفیر کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فرعون کے دونوں بڑے سالار جو شخص اور سیرم دونوں اُس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ فرعون کو انہوں نے تعظیم دی۔ اُن کی تعظیم کا جواب دیتے ہوئے فرعون نے انہیں اپنے سامنے خالی نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ دونوں سالار آگے بڑھ کر بیٹھ گئے۔ اُس کے بعد جو بیٹنام سیتانی سلطنت کا سفیر لے کر آیا تھا، اُس کی تفصیل رمیسس نے اپنے دونوں سالاروں سے کہی۔ اُس کے بعد رمیسس کچھ دیر تک اپنے اُن دونوں سالاروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا رہا۔ پھر یہ طے پایا کہ ایک لشکر مصری سالار سیرم کے حوالے کیا جائے گا اور تین دن بعد اُس لشکر کو لے کر سیرم سیتانی سلطنت کے سفیر کے ساتھ شال کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد دونوں بڑے سالار جو شخص اور سیرم لشکر کی تیاری کے لئے رمیسس کے پاس سے اُس کی طرف سے اجازت ملنے پر اٹھ کر چلے گئے تھے۔



دربان سیتانیوں کے سفیر کو ممفس شہر کے شاہی مہمان خانے میں لے کر گیا اور اُس کے قیام کا بندوبست کیا۔ جب وہ اُس کے لئے کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے نکلنے لگا، تب سفیر نے اُس دربان کو مخاطب کر کے روکا۔ دربان مڑ کر جب اُس کے پاس آیا تب سفیر نے اُسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز! تمہاری ان سرزمینوں میں داخل ہونے کے بعد میں نے تمہارے ہاں اونچے اونچے خزانے اور بڑے بڑے مینار دیکھے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیوں بنے ہیں اور ان کی کیا افادیت ہے۔ کیا تم ان سے متعلق مجھے کوئی تفصیل کہو گے۔“

اس پر وہ مصری دربان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”یہ چیزیں جو تم نے دیکھی ہیں، جنہیں تم اونچے اونچے خزانے کہتے ہو، یہ اہرام ہیں۔ یاد رکھنا مصر میں یہ اہرام دو وجوہات کی بنا پر تعمیر کئے جاتے ہیں: پہلا یہ کہ بادشاہ اپنے لئے اہرام تعمیر کرتا ہے اور اس اہرام کے اندر اُس کی لاش کو حوط کر کے رکھا

ہیں۔ البتہ جب دریا ہمارے اس مرکزی شہر ممفس کے پاس پہنچتا ہے تو پہاڑیاں دور ہٹ جاتی ہیں، وادی بہت کشادہ ہو جاتی ہے، آگے بڑھ کر دریا کی کئی شاخیں بن جاتی ہیں اور دریا کا پانی ان شاخوں میں بٹ کر چار سو میل لمبے ڈیلٹا کو میراب کرتا ہے۔ ڈیلٹا کا علاقہ دراصل اُس مٹی سے بننا ہے جو دریائے نیل اپنے ساتھ بہا کر لاتا ہے۔ اس مٹی کا رنگ سیاہ ہے اور وہ جنوبی خطے کی نسبت زیادہ زرخیز ہے۔ جب تک مصر میں متحدہ بادشاہت قائم نہیں ہوئی تھی اور اُس وقت شمال اور جنوب میں مختلف حکومتیں تھیں، اُن دنوں شمال اور جنوب کی ریاستیں اسی ڈیلٹا کی خاطر ہی اکثر آمادۂ جنگ رہتی تھیں اور یہ آج سے کئی ہزار سال پہلے کی بات ہے۔

”میرے بھائی! تو نے اپنی سرزمینوں کے دریاؤں دجلہ اور فرات کو دیکھ رکھا ہوگا۔ نیل اُن کے برعکس بڑا شائستہ، قابل اعتبار اور نرم رو دریا ہے۔ اگست کے مہینے میں جب وسطی افریقہ کے پہاڑوں پر بارش شروع ہوتی ہے تو دریا آہستہ آہستہ چڑھنے لگتا ہے۔ بارش کا یہ پانی تنجر کو اسوان پہنچتا ہے اور اکتوبر کے قریب قاہرہ تک آتا ہے اور کیا بجل اور معمولات میں کوئی فرق آجائے۔ اگر فرق آجائے تو ملک میں قحط پڑ جاتا ہے۔

”سلاط آتا ہے تو دریائے نیل کی ساحلی زمین میلوں تک پانی سے ڈھک جاتی ہے۔ دو تین مہینوں کے بعد جب دریا اترتا ہے تو زمین پر اپنے پیچھے مٹی کی نہایت زرخیز ایک تہہ چھوڑ جاتا ہے اور اسی زرخیز مٹی پر کاشت ہوتی ہے۔ بقیہ مصریوں جانو بے آب و گیاہ ریگستان ہے۔ میرے بھائی، مصر کے لوگ اس دریا کی فیض رسائیوں کا جتنا احسان مانیں کم ہے اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ ابتدائی دور میں مصری دریا کے بہاؤ کی سمت منہ کر کے عبادت کیا کرتے تھے کیونکہ وہ اس دریا کو اپنا رزاق سمجھتے تھے۔

”بھائی سن! دریا میں جب طغیانی آتی ہے تو یہ طغیانی دریائے نیل کے دونوں کناروں سے باہر میلوں تک پھیل جاتی ہے۔ پانی کے اس سیلابی ریلے اور پھیلاؤ کی وجہ سے کسان اور کاشت کار اپنی فصلیں کاشت نہیں کر سکتے اور انہیں یہ تین مہینے بالکل بے کار رہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مصر کے حکمرانوں نے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے کہ کسانوں کو مصروف رکھنے کے لئے اور انہیں خوراک مہیا کرنے کے لئے ان تین مہینوں کے دوران اہرام تعمیر کئے جاتے شروع کر دیئے جاتے ہیں۔ ایسا مصر کے فرعون اس لئے کرتے

جہاں تک مصر کے فرعون رمیس کا تعلق تھا تو یہ مصر کے ایشیوس حکمران خاندان کا تیسرا بادشاہ تھا۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ رمیس کا باپ تھا۔ اُس کا نام بھی رمیس تھا جو تاریخ کے اوراق میں رمیس اول کے نام سے مشہور ہوا۔ رمیس اول کے مرنے کے بعد اُس کا بھائی سیتی فرعون کی حیثیت سے مصر کے تخت و تاج کا مالک بنا اور جب سیتی مر گیا۔ تب یہ رمیس مصر کا فرعون ہوا۔ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اسی رمیس ہی کے دور میں ہوئی تھی۔ بہر حال، رمیس نے اپنے سپہ سالار سیرم کی کمانداری میں ایک خاصا بڑا لشکر شمال کی طرف روانہ کیا تھا۔ چونکہ سیتانیوں اور بائبل کی کاسی قوم نے مہینوں کے خلاف رمیس سے مدد طلب کی تھی۔ رمیس دو وجوہات کی بنا پر اس مدد کے لئے تیار ہوا: پہلی یہ کہ اُسے خدشہ تھا کہ اگر سیتانی اور کاسی حکمران صلیوں کے سامنے سرنگوں ہو گئے تو پھر جتنی اتنی طاقت اور قوت پکڑ جائیں گے کہ براہ راست وہ صحرائے سینا سے ہوتے ہوئے، مصری حدود کو پامال کرنا شروع کر دیں گے۔

سیتانیوں اور کاسیوں کی مدد کرنے کے لئے رمیس کی رضامندی کی ایک دوسری بڑی وجہ بھی تھی اور وہ یہ تھی کہ ماضی میں نہ صرف یہ کہ سیتانیوں کی لڑکیاں فرعونوں کے حرم میں رہیں تھیں بلکہ بائبل کے کاسی حکمرانوں کی کچھ لڑکیاں بھی بائبل حکمرانوں سے بیاہی گئی تھیں۔ چونکہ مصر کے ساتھ سیتانی اور کاسیوں کا ایک ازدواجی تعلق رہا تھا جس کی بناء پر رمیس بخوشی سیتانی اور کاسیوں کی مدد کے لئے تیار ہو گیا۔

جہاں تک سیتانی سلطنت کا تعلق ہے تو یہ لگ بھگ پندرہ سو قبل مسیح کے آس پاس قائم ہوئی۔ سیتانی سلطنت مختلف اقوام کا ایک مجموعہ تھا۔ اس میں بہت سی نمایاں اور جنگجو قومیں شامل تھیں جنہوں نے مل کر ایک طاقتور سلطنت قائم کر لی تھی اور یہ سلطنت بقول مؤرخین اس درجہ طاقتور بن گئی تھی کہ ایک وقت میں اس کی حدیں بحر روم سے ایران تک اور شمال میں وہ سارے مقامات جن پر بعد میں آشوری قوم نے حکمرانی کی، ان کی مملکت میں شامل تھیں۔ سیتانیوں کا مرکزی شہر اشوکاکی تھا اور مؤرخین کا خیال ہے

ہیں۔ اگر تین مہینے نیل سیلابی حالت میں رہے اور کسان بے کار پڑے رہیں، اس طرح وہ بے کار کسان بھوک اور قحط کا شکار ہو کر مصر کے اندر ہجرت کر آتی اور قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا بازار بھی گرم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کسانوں کو مصروف رکھنے کے لئے اور انہیں بھوک اور گرسنگی سے بچانے کے لئے مصر کے فرعون یہ اہرام تعمیر کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ اس میں کام کرنے والے کسانوں کو اُن کا معاوضہ ملے اور دریائے نیل کی سیلابی حالت کے تین مہینوں کے دوران وہ اپنی روزی کما سکیں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد وہ دربارن سفیر کے کھانے کا اہتمام کرنے کو چلا گیا تھا۔

.. بہر حال، اُس سیتانی سفیر نے اس ممفس شہر کے شاہی مہمان خانے میں قیام کر لیا تھا۔ جہاں تک ممفس شہر کا تعلق ہے تو یہ مصر کا بڑا قدیم شہر تھا جس وقت مصر پر تین سلطنتیں تھیں: ایک شمالی، ایک وسطی اور ایک جنوبی۔ مصر میں تب وسطی مصر کے بادشاہ ممفس نے چار ہزار سات سو ستر قبل مسیح ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے جنوبی مصر کے حکمران سمائٹ پر حملہ کیا۔ سمائٹ کو اُس نے شکست دی اور یوں ممفس نے جنوبی مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب وسطی اور جنوبی حصوں پر اُس کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اُس کے بعد وہ شمالی مصر پر حملہ آور ہوا اور اُسے بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ یوں پہلی بار مصر میں ایک متحدہ بادشاہت قائم ہوئی اور اسی بادشاہ ممفس نے ممفس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ آج کل ممفس دریائے نیل کے دامن میں قاہرہ سے پندرہ میل جنوب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن اب سے چھ ہزار سال پہلے مصر کا دارالسلطنت ہونے کے باعث اس شہر کو ہی اہمیت حاصل تھی جو مورابی کے عہد میں بابل کو حاصل ہوا کرتی تھی۔

بہر حال، تین یوم کے بعد اُس سیتانی سفیر کے ساتھ مصر کے فرعون رمیس نے اپنا ایک لشکر شمال کی طرف روانہ کیا۔ اس لشکر کا سالار اعلیٰ اُس کا کماندار سیرم تھا۔ چنانچہ سیرم لشکر لے کر صلیوں کی بلغار کو روکنے کے لئے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اُس سفیر کے ہمراہ شمال کی طرف بڑھا تھا۔



۱۔ یہ مقام اسی جگہ تھا جسے آج کل قنارہ کہتے ہیں۔ اور یہ دریائے خیابور کے کنارے مل اُنات اور حران شہر کے مشرق میں ہے۔

مصری لوگ سیتانی سلطنت کو نہا رین بھی کہہ کر پکارتے تھے۔ غالباً یہ وہی زمین ہے جسے تل المہارنہ میں کھدائی کے دوران ملنے والی تختیوں میں سو باتوں یعنی باتوں کی سر زمین لکھا گیا تھا۔

سیتانیوں کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنی طاقت اور قوت میں بھی خوب اضافہ کیا تھا۔ سیتانیوں کا طاقتور بادشاہ تو شرت تھا جس نے سیتانیوں کی سلطنت کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اسی تو شرت نے مصر کے فرعون آمون حوتب ثالث اور آمون حوتب رابع کے نام خطوط بھی لکھے۔ یہ خطوط تیرہ سو پچتر اور تیرہ سو پچاسی قبل مسیح کے دوران لکھے گئے تھے اور مصر میں تل المہارنہ کے نام پر جو کھدائی ہوئی ہے، وہاں سے جو تختیاں ملی ہیں، اُن لہجوں پر ان خطوط کے مضامین واضح آتے ہیں۔ یہ خطوط پرانی عکادی زبان میں تھے جو اُس زمانے میں بین الاقوامی زبانِ بابل کی جانی تھی۔ اس کے علاوہ اسی سیتانی سلطنت کے عظیم بادشاہ تو شرت کی ایک تین مصر کے فرعون حوتب ثالث کے حرم میں بھی تھی اور اس لڑکی کی شادی حوتب ثالث ہوئی تھی اور حوتب ثالث کی وفات پر اسی تو شرت کی لڑکی سے مصر کے فرعون آمون حوتب رابع نے شادی کر لی تھی۔

کھدائی کے دوران جو مواد ملا ہے، اُس میں ایک خط بھی ملا ہے جو سیتانیوں کے بادشاہ تو شرت نے مصری فرعون آمون حوتب ثالث کے نام لکھا تھا۔ اُس خط کا مضمون یہ تھا اس طرح تھا:

”میرے بھائی عظیم الشان بادشاہ مصر کے نام!

میرا داماد جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، میں اُس سے محبت رکھتا ہوں۔

تو شرت جو عظیم الشان بادشاہ اور تیرا خسر ہے اور کہتا ہے، وہ تیرا محبت ہے، انسان کا بادشاہ ہے، تیرا بھائی ہے۔

میں بخیریت ہوں، اُمید ہے تو بھی بخیریت ہوگا، تیرے عیال باخیریت ہوں۔ میری بہن، تیری دوسری بیویاں، تیرے بیٹے، تیرے جنگی رکھ، تیرے گھوڑے، تیرا فوج، تیری سرزمین، تیرے تمام مقبوضات، تجھ پر بہت بہت سلام۔

چوہوں قبل مسیح میں سیتانی سلطنت کی حالت پھر نازک تر ہو گئی تھی۔ شمالی جانب
 حتیوں کی قوت ابھر رہی تھی، جنوبی جانب مصری سلطنت کی حدود وسیع ہو رہی تھیں۔
 سیتانی سلطنت کے نامور اور طاقتور بادشاہ تو شرت کے دور ہی میں حتیوں نے سیتانی
 سلطنت کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا اور تو شرت کی
 وفات کے بعد جب اُس کا بیٹا متی وزا سیتانیوں کا بادشاہ ہوا، تب بھی حتی سیتانیوں
 کے خلاف ترک تاز اور حملے جاری رکھے ہوئے تھے۔ یہی سیتانیوں کا بادشاہ متی وزا تھا
 جس نے اپنا قاصد بھیج کر مصر کے فرعون رمیسس سے حتیوں کے خلاف مدد طلب کی
 تھی۔

جہاں تک حتی قوم کا تعلق ہے تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ حتیوں کے جو خدو خال
 یادگاروں میں محفوظ ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شمال کی ایک قوم حوریوں سے ملے
 جلتے ہیں۔ یہ لوگ اصلاً اناطولیہ کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے جسے دریائے ہالیس کا
 علاقہ کہا جاتا تھا اور اناطولیہ کے بجائے وہ اپنے وطن کا نام حتی بتاتے تھے اور ان کے
 مرکزی شہر کا نام متوشاش تھا۔ متوشاش کے معنی ہیں حتیوں کا شہر۔ آج کل اسے
 بوغازکونی کہتے ہیں جو انقرہ شہر سے نوے میل مشرق میں ہے۔

متی عبرانی کا لفظ ہے۔ کہتے ہیں ابتداء میں ان حتیوں کا مرکزی شہر کشار شہر تھا
 جس کا سراغ اب تک نہیں لگایا جاسکا۔

حتیوں نے پہلے پہل ایک ہزار پانچ سو پچانوے قبل مسیح میں ایک نمایاں جنگی
 کارنامہ سرانجام دیا اور وہ تاریخ کے شہنشاہ پر نمودار ہوئے۔ یعنی ان کے ایک بادشاہ
 مرشلس اول نے ہابل پر حملہ کیا، اسے لوٹا اور وہاں کے پہلے حکمران خاندان کا خاتمہ
 کر دیا جس سے سمورانی کا تعلق تھا۔

اس مرشلس نے جلیا یعنی حلب بھی فتح کر لیا تھا اور اسے تباہ کر ڈالا تھا۔ اس سے
 بڑھ کر حلب کے باشندوں کو قید کر لیا۔ حدود اور دوسرے شامی دیوتاؤں کو مال غنیمت کے
 طور پر اپنے مرکزی شہر متوشاش بھیج دیا جسے اُس نے اپنا دار الحکومت بنالیا تھا۔ کیونکہ اس
 نے اپنا پہلا دار الحکومت کشار ترک کر دیا تھا۔

اُن دنوں جلیا یعنی حلب شہر نہ صرف حدود دیوتا کی پوجا کا مرکز تھا، بلکہ ایک سلطنت
 کا بھی مرکز تھا جسے بحیثیت کہتے تھے۔ جس زمانے کا یہ ذکر ہے، اس سے ذرا پہلے یہ

نام کا شخص بحیثیت کا حکمران تھا اور بیس چھوٹی چھوٹی ریاستیں اس کے تابع ہوا کرتی
 تھیں۔ اسی دور میں تاریخ کے اوراق میں پہلی بار دمشق کا ذکر ملتا ہے۔

اُس کے بعد حتیوں پر زوال طاری ہوا۔ ہابل جو انہوں نے فتح کیا تھا، وہ اُن
 کا ہی نام کی ایک قوم نے چھین لیا اور حتیوں کو اُن کے علاقوں میں محدود کر دیا۔

حتیوں کی سلطنت کے عروج کا دوسرا دور چودہ سو پچاس سے بارہ سو قبل مسیح تک
 قائم رہا۔ اس عروج کی ابتداء حتیوں کے بادشاہ شوبیلویوما کے تحت اپنے کمال کو پہنچی۔
 ان شوبیلویوما نے سیتانی سلطنت پر حملوں کی ابتدا کر دی تھی اور دوسری طرف اُس نے
 بلکہ شہر کو بھی اپنا ہدف بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے کہ جبکہ کی بندرگاہ سے مصریوں کو
 لبنان کی لکڑی جاتی تھی اور وہ لکڑی مصریوں کے ہاں اُن کے جہازوں اور دوسرے
 کاموں میں استعمال ہوتی تھی۔

اس بادشاہ کی حکومت کے آخری دور میں حتی سلطنت مغربی ایشیاء کی نہایت قوی
 اور طاقتور سلطنت بن چکی تھی۔

اس حتی بادشاہ شوبیلویوما نے صرف جنگی قوت کے استعمال کو کام میں نہیں لیا بلکہ
 حسن تدبیر سے کام لیتا رہا۔ مثلاً ایشیائی علاقوں کو مصر کے خلاف بغاوت پر اکسادیتا
 تھا۔ لبنان اور اُس کے ملحقہ علاقوں کے امیروں کو اُس نے فرعون کے اتحاد سے علیحدہ
 کر دیا۔ ان تدبیروں میں اُسے پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ ایک آموری
 قوم کو بھی اس نے مصریوں کے خلاف ابھارا۔ اُن دنوں مصر پر فرعون اُختاتون کی حکومت
 تھی۔ اُختاتون کیونکہ دوسرے بہت سے کاموں میں مصروف رہا تھا، لہذا اُسے حتیوں
 کے بادشاہ شوبیلویوما کی ان سازشوں اور اُس کی پیش قدمیوں سے متعلق عملی کام کرنے
 کی کوئی مہلت ہی نہ ملی تھی۔

مصر کے فرعون اُختاتون کے دور میں شوبیلویوما نے کافی معلومات حاصل کیں۔
 فرعون اُختاتون کا تعلق مصر کے اٹھارویں حکمران خاندان سے تھا۔

چنانچہ اٹھارویں خاندان کی حکومت ختم ہوئی اور انیسواں شامی خاندان حکمران بنا
 جس کا پہلا بادشاہ رمیسس اول تھا۔ تب اس خاندان نے حتیوں کے خلاف کاررائیوں
 کی ابتداء کی۔ انیسویں خاندان کا پہلا بادشاہ رمیسس اول صرف ایک ہی سال حکومت
 کر سکا۔ کوئی نمایاں کام سرانجام نہ دے سکا۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی سبتی مصر کا

حکمران بنا۔ اُس کے دور میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ اب رمیسس ثانی مصر کا
 فرعون بنا تھا اور اُس نے حتیوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔ دوسری طرف حتیوں کا پیش
 قدمی کرنے والا اور دوسری قوموں سے ٹکرانے والا بادشاہ شوبیلویوما چکا تھا اور اب
 اُس کی جگہ اُس کا بیٹا موتشل حتیوں کا حکمران ہوا اور اسی موتشل کی پیش قدمیوں کو
 روکنے کے لئے رمیسس نے اپنے سالار سیرم کو ایک لشکر دے کر سیتانیوں اور کاسیوں
 کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔

جہاں تک کاسی قوم کا تعلق ہے تو یہ ایران کے مغربی علاقوں کے رہنے والے لوگ
 تھے۔ بنیادی طور پر یہ کرد تھے اور کاسی یا تاریخ کے اوراق میں کاسو کرستان کے
 پہاڑوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے ہابل فتح کر کے کاسیہ سلسلے کی بنیاد ڈالی۔ انہی
 کاسیوں پر حتی بادشاہ کا لشکر ہابل پر حملہ آور ہوا اور کاسیوں سے ہابل چھین کر اُس نے
 ہابل پر قبضہ کر لیا تھا۔

بہر حال، بقول مؤرخین کاسی یا کاسو وہ لوگ تھے جو کرمان شاہاں کے نزدیک
 کرستان کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے ہابل فتح کر کے کاسیہ سلسلے کی بنیاد
 رکھی۔ ہابل پر ان کی حکومت سترہ سو سیزائیس سے گیارہ سو تہتر قبل مسیح تک قائم رہی۔
 جن دنوں حتیوں کے بادشاہ موتشل کا لشکر ہابل اور سیتانی سلطنت کے خلاف ترک تاز
 اور یلغار کر رہا تھا، اُن دنوں ہابل میں کاسیوں کے بادشاہ کا نام برتابورش تھا اور اسی
 برتابورش سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا نے اپنا قاصد
 حتیوں کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے رمیسس کی طرف روانہ کیا تھا اور رمیسس کا
 لشکر اب اپنے سالار سیرم کی سرکردگی میں مصر کے قدیم اور مرکزی شہر ممفس سے نکل کر
 شمال کی طرف بڑھا تھا۔



رمیسس کا سالار سیرم ایک روز سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی کے باہر
 نمودار ہوا۔ اشوکانی نام کا یہ شہر دریائے خابور کے کنارے واقع تھا اور دریائے خابور
 ایران اور نیوا شہروں کے درمیان بلندیوں سے اترتا ہوا جنوب مغرب کی طرف بہتے
 ہوئے دریائے فرات میں جا گرتا تھا۔ سیرم جب اپنے لشکر کے ساتھ اشوکانی شہر کے
 نواح میں پہنچا تو سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا اور اُس کے سالاروں اور امراء نے
 شاندار انداز میں رمیسس کے سالار اور لشکر کا استقبال کیا۔ یہ دیکھ کر رمیسس کا سالار
 سیرم بہت خوش ہوا کہ اُس کی آمد سے پہلے ہی سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا نے شہر سے
 باہر نئے اور عمدہ خیمے نصب کر رکھے تھے۔ خیموں کے اندر ضرورت کی ہر شے مہیا تھی۔
 چونکہ سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا کے منبر رمیسس کے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق
 باقاعدہ اُسے اطلاع کرتے رہے تھے۔ لہذا سیرم جب اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچا تو
 اُن کی خیمہ گاہ نصب ہو چکی تھی۔ پورے لشکر کے لئے کھانا تیار تھا۔ چنانچہ متی وزا نے
 پہلے لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا اور اُس کے بعد لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم
 کیا۔ اُس کے بعد رمیسس کا سالار سیرم سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا اور سالاروں کے
 ساتھ اپنے خیمے میں داخل ہوا تاکہ حتیوں کے خلاف اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے
 اُن سے مشورہ کیا جائے۔

جب سب لوگ خیمے میں بیٹھ گئے، تب سب سے پہلے سیرم نے سیتانی بادشاہ متی
 وزا کا شکریہ ادا کیا کہ اُس کی آمد سے پہلے پہلے اُس کے لشکریوں کے آرام کو مد نظر رکھتے
 ہوئے خیمہ گاہ نصب کر دی گئی تھی اور یہ کہ متی وزا نے کھانے کا بھی عمدہ انتظام کیا تھا۔
 اُس کے بعد متی وزا کو مخاطب کرتے ہوئے سیرم کہنے لگا۔

”میں سب سے بڑا مقصد یہ لے کر آیا ہوں کہ حتیوں کو آپ لوگوں اور بلیوں کی

اُس کے بعد باری باری اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے دونوںوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے متی دوا بول اٹھا۔

”اپنے جن دو سالاروں کا میں نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک یہ میرے دائیں جانب ہے۔ اس کا نام سیاست ہے اور اس کا تعلق بکوس قبائل سے ہے۔ جو میرے بائیں جانب ہے اس کا نام طباش ہے اور یہ اموری قبائل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے کہ سیاستوں کی سلطنت یوں جانو مختلف قبائل کا مجموعہ ہے۔“

سیرم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھا، سیاست اور طباش کی طرف بڑھا۔ اُس کے ایسا کرنے پر سیاست اور طباش بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سیرم نے پہلے آگے بڑھ کر ان دونوں کو گلے لگایا، پُر جوش انداز میں دونوں سے مصافحہ کیا، پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں تم دونوں میرے بہترین مددگار اور معاون ثابت ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ میں تم پر ہم خوب ضرب لگائیں گے اور ماضی میں وہ جو سیاستوں اور بائلیوں کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں، اُس نقصان کی تلافی بھی کریں گے۔ سیاست اور طباش دونوں میرے لئے بڑے سودمند ثابت ہوں گے۔ اس لئے کہ ان علاقوں سے تم خوب واقف ہو، میری رہنمائی بھی کر سکو گے اور اس کے علاوہ تم دونوں کی میرے ساتھ حیثیت میرے چھوٹے بھائیوں کی سی ہوگی۔ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم دونوں عمر میں مجھ سے بہت کم ہو۔“

سیرم کی اس گفتگو سے سیاست اور طباش طمانیت اور خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ سیاستی بادشاہ متی دوا پھر رئیس کے سالار سیرم کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”کیا میں تم کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے بائیں کے بادشاہ برناپور کو بھی اطلاع کرنی چاہیے کہ وہ بھی اپنے سالار ہزائل کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار رکھے۔“

اس پر سیرم کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ نے بائیں کے بادشاہ برناپور کے سالار ہزائل کی بھی تعریف کی ہے اور آپ کی تعریف کی وجہ سے مجھے اُس سے ملنے کا شوق بھی پیدا ہو گیا ہے، اس لئے کہ میں جوں جوں مردوں، اچھے بیچ زون اور جنگ کا تجربہ رکھنے والوں کی قدر کرتا ہوں اور اُن کی

اور تمہارے لشکر کے لئے تیار کی گئی ہے، اس کے بائیں جانب چند خیمے ایسے ہیں جن نے اندر اناج اور تمہارے لشکر کی ضروریات کا سامان بھر دیا گیا ہے۔ ان میں خاتو، تھیلا، کھانے پینے اور خوراک کی چیزیں ہیں اور جہاں تک میرا اندازہ ہے خوراک کے ذخائر تمہارے لشکر کے دستیقے کے لئے کافی ہوں گے۔ اُس کے بعد خوراک کے مزید ذخائر مہیا کر دیئے جائیں گے۔ میں اور میرا عزیز ساتھی اور بھائی طباش کیونکہ ماضی میں میں نے تمہارے ساتھ برسرِ پیکار رہے ہیں، لہذا تمہاری سی روشنی میں میں نے متعلق بھی ڈال دیتا ہوں۔

میں نے بادشاہ ان دونوں متلش ہے۔ اُس کا ایک بھائی ہے، نام اُس کا متولیش ہے۔ یہ دونوں بھائی بڑے شرارتی اور ہمایوں کو تکف کرنے والے ہیں۔ اس وقت میں نے بادشاہ متلش ہے جب کہ متلش نے اپنے چھوٹے بھائی متولیش کو اپنا نائب اور اپنے بعد میں بادشاہ نامزد کر رکھا ہے۔ میں اور طباش ابھی صرف متلش اور اُس کے بھائی متولیش کو ہی جانتے ہیں، اس لئے کہ ان کے چھوٹے بھائی نے لشکر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور وہ مختلف سالاروں کی کمانداری، میں آتے رہے ہیں۔ لہذا میں نے اُن کے نام جانتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاست جب خاموش ہوا، تب شکرگزاری اور توصیفی انداز میں اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سیرم کہنے لگا۔

”عزیز بھائی! اب میں آگیا ہوں، تم دونوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں نے طاقت اور قوت کا بھی اندازہ لگائیں گے اور پھر اگلے کام کرتے ہوئے یہ بھی جان جائیں گے کہ میں نے بڑے بڑے سالاروں سے ہیں جو بائیں اور سیاستی سرحدوں کو ہدف بنانا اپنے لئے فرض اور ثواب خیال کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی متی دوا نے سیاست اور طباش کی طرف مخصوص اشارہ کیا۔ پھر متی دوا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سیرم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم! اب تم اپنے لشکر کے ساتھ آرام کرو، لشکر کو ایک ہفتہ سستانے کا موقع دو۔ اس کے بعد میں نے تمہارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔“ سیرم نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ متی دوا نے اپنے بڑے سالاروں سیاست اور طباش کے علاوہ دوسرے امراء اور

سرزمینوں کے نزدیک نہ آنے دیا جائے۔ ہمارا بادشاہ رئیس چاہتا ہے کہ میں کو اتنا نہ پھیلے دیا جائے کہ آنے والے دور میں وہ سیاستوں اور بائلیوں کو اپنا مطیع اور فرمان بردار بناتے ہوئے مصریوں کے لئے مشکلات کھڑی کر دیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیرم جب رکا، تب سیاستی بادشاہ متی دوا بول اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز! تم جانتے ہو، میں نے جو رئیس کی طرف قاصد بھیجا تھا، وہ قاصد صرف میرا ہی نہیں، بائیں کے بادشاہ برناپور کا بھی پیغام لے کر گیا تھا۔ اس لئے کہ اُس قاصد کو روانہ کرنے سے پہلے میں نے خلاف برناپور کے ساتھ میری طویل ملاقات ہوئی تھی، اس لئے کہ برناپور اپنے محافظ دستوں کے ساتھ یہاں ہمارے مرکزی شہر اشوکانی آیا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد قاصد رئیس کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس لئے کہ جہاں ہمیں میں نے خطرہ ہے، وہاں بائیں کے بادشاہ برناپور کو بھی میں نے خطرات لاحق ہیں۔ اس لئے کہ حتی جہاں ہم سیاستوں کی سرحدوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، وہاں وہ بائیں کی عمل داری میں بھی کھس کر ترک تاز اور لوٹ مار کا سلسلہ کرتے ہیں۔ میرا اور بائیں کے بادشاہ برناپور کا خیال ہے کہ حتی ایسا کر کے میری اور برناپور کی عسکری طاقت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ جب وہ اندازہ لگا چکیں گے تو پھر ایک دم ہم دونوں پر یلغار کر کے ہمارے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

اب تک میں نے اُن کے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ میں نے ان کا نام کے سامنے یوں جانیں تین افراد ہیں جنہوں نے میں نے شاندار انداز میں مقابلہ کیا اور ہر موقع پر ان کی یلغار اور پیش قدمی کو روکا۔“

متی دوا کے ان الفاظ پر سیرم چونکا تھا۔ متی دوا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”وہ تین افراد کون ہیں جو اس سے پہلے میں نے یلغار اور ان کی ترک تاز کو روکتے رہے ہیں؟“ اس پر مسکراتے ہوئے متی دوا پھر بول اٹھا۔

”اُن تین افراد میں سے دو میرے سالار ہیں اور ایک بائیں کے بادشاہ برناپور کا سالار ہے۔ اُس کے سالار کا نام ہزائل ہے۔ بڑا جواں مرد، بیچ زنی میں بے مثال، جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے۔ اگر کا ابھی زیادہ نہیں ہے، آپ یوں جانیں کہ ابھی نومبر ہی ہے۔“

قدر و قیمت اپنی جان کے برابر خیال کرتا ہوں۔ فی الحال بائیں کے بادشاہ برناپور کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے میں آپ کے دونوں سالاروں سیاست اور طباش کے ساتھ میں نے خلاف زور آزمائی کروں گا۔ جب دیکھیں گے کہ حتی ہمارے مقابلے میں بڑے بڑے عساکرانا شروع ہو گئے ہیں، تب اس کی اطلاع برناپور کو دی جائے گی اور پھر برناپور کے سالار ہزائل کو بھی اُس کے لشکر کے ساتھ ہم ملائیں گے اور دیکھیں گے کہ حتی کہاں تک ہمارے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیرم زکا، ایک گہری نگاہ باری باری اُس نے سیاست اور طباش پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”سیاست اور طباش! میں تم دونوں کی شخصیت سے متاثر ہوا ہوں۔ جس وقت تم کھڑے ہو کر مجھ سے بغل گیر ہوئے، میں نے تمہاری شخصیت کا بھرپور جائزہ لیا۔ تم دونوں قد کاٹھ میں بھی خوب ہو، تم دونوں سے بغل گیر ہوتے ہوئے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ تم دونوں بڑے کڑے جسم رکھتے ہو اور دشمن کے خلاف یقیناً تم دونوں میرے لئے دست راست ثابت ہو گے۔ میں اور میرا لشکر ایک لمبا سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہے۔ میں چاہوں گا کہ لشکر کو ایک ہفتہ آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اُس کے بعد سیاست اور طباش کے ساتھ آپ کے تجربوں کی راہنمائی میں، میں اس سمت کا رخ کروں گا جس سمت سے حتی نکل کر بائیں اور سیاستوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”سیرم! میرے عزیز، تم اپنے لشکر کے ساتھ ان علاقوں میں نووارد ہو اور یہ علاقے یقیناً تمہارے لئے نا آشنا ہیں۔ تمہاری راہنمائی تمہاری آسانی کے لئے یہ بتا دوں گا جس خیمہ گاہ میں اس وقت ہم بیٹھے ہوئے ہیں، یہ خیمہ گاہ بالکل دریائے خابور کے کنارے پر ہے اور اسی دریائے کنارے ہی ہمارا مرکزی شہر ہے۔ آپ کی خیمہ گاہ کے دائیں جانب دریائے خابور ہے اور دریائے خابور کے دائیں جانب ہمارا مرکزی شہر اشوکانی ہے۔ میں یہ بھی تم سے کہوں کہ دریائے خابور میں پانی برابر پورا سال رہتا ہے اور دریائے کنارے کے کنارے آپ کی خیمہ گاہ اور دریائے کے بیچ میں ایک لمبی اور وسیع گھوڑ دوڑ ہے جہاں آپ کے لشکر کی گھوڑ دوڑ کے علاوہ جنگی تربیت اور قواعد بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں اپنے بادشاہ متی دوا کی طرف سے یہ بھی کہوں کہ یہ لشکر گاہ جو تمہارے

طرف پیش قدمی کر رہا ہے، اس سے نپٹنے کے لئے ہمیں کیا منصوبہ بندی کرنی چاہیے؟“
سیرم نے سب سے پہلے طباش کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”طباش سب سے پہلے میں تمہارے خیالات جاننے کی کوشش کروں گا۔“

اس پر طباش مسکرایا، ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے سیرم پر ڈالی۔ اُس کے مد سیرم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم! میرے عزیز بھائی، میں کچھ نہیں کہوں گا، اس موقع پر میں پہلی بات تو یہ کہوں گا کہ سیرم مجھ سے عمدہ اور بہتر تیق زن ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ کا بہت اچھا تیق رکھتا ہے۔ جب کبھی بھی اس نے منصوبہ بندی کی، کامیابی ہماری ہی ہوئی۔ لہذا اس تیق پر میں کہوں گا کہ جو سوال تم مجھ سے کر رہے ہو، یہی سیرم سے کرو اور جو منصوبہ ہی سیرم بتائے گا، میرے خیال میں اُس پر عمل کرتے ہوئے ہماری کامیابی یقینی جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیرم زکا، پھر سیرم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”میں یہ نہیں کہتا کہ ماضی میں جس قدر ہمارے ٹکراؤ حتیوں کے ساتھ ہوئے، کامیابی ہمیں ہی ہوئی لیکن جب کبھی اُن کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی تو ہم انہیں کسی خاص مقام یا جگہ پر سیرم کی منصوبہ بندی کی وجہ سے روکنے میں ضرور کامیاب ہو جاتے تھے۔“

اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ حتی انتہا درجے کے جنگجو، خونخوار قسم کے لوگ ہیں۔ دراصل اُن کی خونخواری بڑھ جانے کی ایک وجہ ہے۔ ماضی میں انہوں نے طبشیوں، سیرمائیوں اور بالیوں کے خلاف کئی مواقع پر کامیابی حاصل کی جس کی بناء پر ان کے لشکر یوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان علاقوں میں کوئی قوت اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بہر حال سیرم میرے بھائی، اس سلسلے میں جو فیصلہ ماس کرے گا، میں سمجھتا ہوں وہی آخری ہونا چاہیے اور جو فیصلہ سیرم کا ہوگا، میں اُس سے پوری طرح متفق ہوں گا۔“

طباش کے اس جواب پر کچھ دیر تک سیرم مسکراتے ہوئے تو صغی انداز میں اُس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُس کی نگاہیں سیرم پر جم گئیں اور انتہائی اپنائیت میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سالاروں کے ساتھ وہاں سے نکلا اور دریائے خاور کے کشتیوں کے بل کو پار کر کے اپنے مرکزی شہر اشکانی کی طرف چلا گیا تھا۔



سات دن بعد رعمیس کے سالار سیرم نے سیرمائیوں کے بادشاہ متی وزا کے دو بہترین سالاروں سیرم اور طباش کے ساتھ اُن سرحدوں کی طرف کوچ کیا تھا جہاں سے اکثر و بیشتر حتی داخل ہو کر لوٹ مار اور ترک تاز کا بازار گرم کیا کرتے تھے۔ سرحدوں پر پہنچ کر سیرم اور طباش دونوں نے اپنے کارندے اور اپنے ہتھیاریوں کے علاقوں میں پھیلا دیئے تھے تاکہ حتیوں کی طرف سے اگر اُن کے لشکر اور عساکر نقل و حرکت کریں تو اُن کی اطلاع بروقت سیرم، سیرم اور طباش کو ہو سکے۔ اس طرح سرحدوں پر رعمیس کے علاوہ متی وزا کے لشکر نے بھی پرواؤ کر لیا تھا۔

دوسری طرف حتیوں کے بادشاہ متشل کو اُنہی یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ فرعون رعمیس کا ایک لشکر اُس کے سالار سیرم کی کمانداری میں سیرمائیوں اور بالیوں کی مدد کے لئے پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ ایک ہفتے سے کوئی زیادہ عرصہ نہ گزرا ہوگا کہ ایک حتی لشکر حرکت میں آیا۔ اُس کا مد عسیرمائی علاقوں کے اندر دور تک ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے خوف و ہراس اور دہشت پھیلانے کے ساتھ ساتھ لوٹ مار کرتے ہوئے اپنے لشکر یوں کے لئے خورد و نوش اور ضروریات کا دوسرا سامان حاصل کرنا تھا۔

چنانچہ اُس لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع سیرم اور طباش کے بھیجے ہوئے سیرمائی ہتھیاریوں نے بروقت انہیں کر دی تھی۔ چنانچہ انہیں ہتھیاریوں کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں سیرم، سیرم اور طباش نے خوشی کا اظہار کیا کہ انہیں حتیوں کے ساتھ اُن کے علاقوں میں دو دہاتھ کرنے کا موقع مل جائے گا۔

چنانچہ جس وقت سیرمائی ہتھیاریوں نے حتیوں کے لشکر کی آمد کی اطلاع دی، جب سیرم، سیرم اور طباش تینوں ایک خیمے میں جمع ہوئے۔ پھر سیرم اُن دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں اب تک تمہارے مزاج، تمہاری طبیعت سے خوب واقف ہو چکا ہوں۔ تم ایسے ساتھی ایسے مہربان ہو کہ میں آنکھیں بند کر کے تم دونوں پر اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں۔ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ حتیوں کا وہ لشکر جو ہماری

بازار گرم کرتے تھے اور اپنے لشکر یوں کے لئے ہمارے ہی علاقوں سے کھانے پینے کے سامان کے علاوہ دوسرا ضرورت کا سامان بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ حتیوں کی کیونکہ طاقت بہت زیادہ ہے، لہذا ہم انہیں اپنے علاقوں میں روک کر ہی مطمئن ہو جاتے تھے کہ ہم نے اُن کی پیش قدمی کو اپنے مرکزی شہر کی طرف جاری نہیں رہنے دیا۔“

”اب جب کہ ایک لشکر میرے بھائی تم بھی لے کر آگئے ہو تو ہم کل کہ اب حتیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور جس طرح ماضی میں وہ ہمارے علاقوں کے اندر پیش قدمی کرتے تھے، اب ہم اُن کی سرزمینوں کے اندر یلغار کریں گے اور اپنے لشکر یوں کے لئے ضروریات کا سامان حاصل کریں گے۔“

”میں چاہتا ہوں کہ کم از کم حتیوں کی سرزمین کے اندر سولہ سے بیس میل اندر گھسنا جائے۔ جب ہم ایسا کریں گے تو حتی بڑے برا فروخت ہوں گے، وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ سیرمائیوں کا کوئی لشکر اُن کی سرزمینوں کے اندر گھس کر اُن کے خلاف یلغار کرے گا۔ وہ تو یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم حتیوں کے خلاف جارحیت اختیار نہیں کر سکتے۔ اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود کر سکتے ہیں۔ اب جب کہ ہم اُن کے علاقوں میں داخل ہوں گے تو یاد رکھیے گا، وہ سب کے بھیڑیوں کی طرح اس طرف بڑھیں گے۔“

”سیرم میرے بھائی! یہ تمہاری ہمارے ساتھ حتیوں کے خلاف پہلی کارروائی ہے۔ تم ابھی ان علاقوں سے واقف نہیں ہو، اس بناء پر میں چاہتا ہوں میرا عزیز ساتھی اور بھائی طباش تمہارے ساتھ رہے۔ ان علاقوں میں قیام کرتے ہوئے جب تم یہاں کے محل وقوع اور سرزمینوں کے تھیب و فراز سے واقف ہو جاؤ گے تو پھر ہم علیحدہ علیحدہ رہتے ہوئے بھی حتیوں کے خلاف دفاعی اور جارحانہ دونوں کارروائیوں کو جاری رکھ سکتے ہیں۔“

سیرم کی اس پوری گفتگو نے سیرم نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد سیرم کی تجویز کے مطابق لشکر نے حتی حدود کے اندر پیش قدمی کرنی شروع کی تھی۔

شام تک سیرم، سیرم اور طباش لگ بھگ سولہ سے بیس میل حتیوں کی مملکت کے اندر چلے گئے تھے اور جب سورج غروب ہو گیا، چاروں طرف تاریکی پھیلنے لگی، تب کھانا کھانے کے بعد سیرم نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ سیرم اور طباش سے علیحدہ ہو کر قریب ہی ایک انتہائی مناسب جگہ گھات لگائی تھی، جب کہ سیرمائی ہتھیاریوں نے آئے

”سیرم، اب سارا معاملہ تم پر آن پڑا ہے۔ کہو ہمیں کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔“

اس پر سیرم نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔
”جو کچھ میں کہوں گا، وہ آخری نہیں ہوگا، میں صرف اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ سیرم میرے بھائی! اگر میرا طریقہ کار تمہیں پسند ہو تو میرے خیال میں میری خوش قسمتی ہوگی۔ اگر نہیں تو پھر اُس میں جو تبدیلیاں تم کرو گے وہ میرے اور طباش کے لئے قابل قبول ہوں گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیرم زکا، پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس وقت جو بات میرے ذہن میں آتی ہے، وہ یہ کہ پہلے ہم حتیوں کی سرزمینوں میں پیش قدمی شروع کریں۔ جہاں تک حتیوں کے لشکر کی آمد کا تعلق ہے تو ہمارے ہتھیاری چاہتے ہیں کہ وہ ایک دن یا ایک رات کی مسافت طے کرنے کے بعد یہاں پہنچنے میں کامیاب ہوں گے۔ لہذا ہم رات تک اُن کے علاقوں کے اندر چلے جائیں اور جب سورج غروب ہو جائے، رات اور تاریکی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دے، تب میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آپ دونوں سے علیحدہ ہو جاؤں گا اور کسی مناسب جگہ گھات میں پروا رہوں گا۔ یہ علیحدگی رات کے وقت ہوگی تاکہ ہماری یہ علیحدگی حتیوں تک نہ پہنچے۔“

”سیرم میرے بھائی! تم اور طباش دونوں حتیوں کے لشکر کی راہ روکو گے جب کہ میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گھات میں جا چکا ہوں گا۔ جو لشکر تم اپنے مرکزی شہر رعمیس سے لے کر آئے ہو، وہ تمہاری کمانداری میں رہے گا، جو لشکر میں اور طباش دونوں سے لے کر آئے ہیں، اُسے دوسروں میں تقسیم کر دیا جائے گا، ایک حصہ میں لے کر گھات میں چلا جاؤں گا، دوسرے حصے کی کمانداری میرا بھائی طباش کرتے ہوئے تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”یہاں پہنچ کر وہاں تک ہم حتیوں کی سرزمینوں کے اندر اُن سے ٹکرائیں گے، ورنہ سیرم میرے بھائی! اپنے علاقوں کے اندر ہی اپنا دفاع کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حتیوں نے ہمارے علاقوں میں گھس کر لوٹ مار کرتے تھے۔ لوٹ مار کا

اے بڑے بیچ زنی کا ہنر رکھے والوں کو اپنے سامنے بچاؤ لگی تھی۔
تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد حنیوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور جس
شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے وہ آئے تھے، اسی شاہراہ پر شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے
ہوئے تھے۔ سیرم، سیاست اور طباش تینوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ کچھ دور تک
بھاگتے حنیوں کا تعاقب کیا۔ اُس کے بعد وہ ایک جگہ رک گئے تھے۔ سیتانیوں کے
ہاتھوں حنیوں کی یہ پہلی بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی۔ چنانچہ جب حتی سالار اپنے
لشکر کو سمیٹا ہوا بھاگ گیا، تب ایک جگہ سیرم، سیاست اور طباش رُکے۔ جب تینوں ایک
جگہ اکٹھے ہوئے، تب کچھ دیر تک سیرم عجیب سے انداز میں سیاست کی طرف دیکھتا رہا۔
اس پر سیاست مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیرم میرے عزیز! تم میری طرف کچھ اس طرح غور سے دیکھ رہے ہو جسے میں
تمہارے لئے انجی ہوں۔ میری تمہاری یہ پہلی ملاقات ہے اور تم مجھ سے متعارف
ہونے کے منتظر ہو۔“

اس پر مسکراتے ہوئے سیرم آگے بڑھا، سیاست کو اُس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اُس
کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگا۔

”قسم مصر کے راع دیوتا کی، اس جنگ میں ایسی کارروائی اس سے پہلے میں نے
ایسی سالار کی نہیں دیکھی۔“

”میرے عزیز بھائی! جس وقت میں اور طباش بری طرح حنیوں کے خلاف جنگ
میں مصروف تھے، یاد رکھنا اس موقع پر حتی ہم پر غالب آنے کی کوشش کر رہے تھے، اُن
لے جو صلے بڑھے ہوئے تھے اور شکست قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ وہ ایک
طرح سے ہم پر چھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جس طرح تم نے گھات سے نکل کر
اُن پر ضرب لگائی، اُس کے بعد اُن کے ایک پہلو کی صفوں کی صفیں اٹھتے ہوئے اُن کے
لشکر کو غلط کرنا شروع کیا، تب حتی سمجھے کہ آج کا دن اُن کے لئے بدترین شکست کا
دن ہے۔ اسی بناء پر حنیوں کا سالار اپنے لشکر کا مزید قتل عام کرانے سے بچنے کے لئے
شامت قبول کرتا ہوا بھاگ گیا ہے۔ میرے عزیز بھائی! اس تیری جرأت مندی، دلیری
اور شجاعت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ تیرے جیسے ساتھی پر میں زندگی بھر فخر کرتا رہوں گا۔“
اس کے بعد سیرم نے طباش کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ایک روز سیرم، سیاست اور طباش تینوں حنیوں کے علاقوں میں دور تک حملہ آور
ہوتے ہوئے اپنے لئے خورد و نوش کے علاوہ ضروریات کا دوسرا سامان جمع کرتے ہوئے
واپس اپنے پڑاؤ آئے۔ سامان ذخیروں میں رکھ دیا گیا۔ پھر تینوں ایک خیمے میں بیٹھ
گئے۔ اس کے بعد سیرم، سیاست اور طباش دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”میرے بھائیو! میں نے جس وقت تمہارے مرکزی شہر اشوکانی میں آکر اپنے
لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا تو اُس وقت تمہارے حکمران متی وزا نے مجھے بتایا تھا کہ
سیاست تمہارا تعلق بکسوں گروہ سے ہے، جب کہ طباش کا تعلق امور یوں سے ہے۔ دیکھو
میں نے اب تمہارے ساتھ کام کرتا ہے، میرے متعلق تم جانتے ہو کہ میں مصر کے
حکمران رعمیس کا سالار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مجھے بکسوں اور امور یوں
سے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ تاکہ مجھے علم ہوتا چاہیے کہ یہ گروہ کون ہیں اور سیتانیوں کے
اندر ان کی کیا حیثیت ہے۔“

اس پر سیرم کی طرف دیکھتے ہوئے طباش کہنے لگا۔
”سیرم میرے بھائی! گو میں امور یوں سے تعلق رکھتا ہوں اور سیاست کا تعلق
اُس سے ہے لیکن امور یوں اور بکسوں دونوں سے متعلق تفصیل سیاست ہی بتائے گا۔
میں بڑے پرانے گروہ ہیں۔ گو اُن کے تمدن اور اُن کے مذہب سے اب ہمارا تعلق
نہیں ہے لیکن کیونکہ میرے بھائی تم نے تفصیل مانگی ہے، لہذا ہم اس کی تفصیل تم سے
در نہیں گئے۔“

طباش کے ان الفاظ کے جواب میں سیرم جب غور سے سیاست کی طرف دیکھنے لگا
سیاست کہنے لگا۔

”سیرم! میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا، تم جہاں ہمارے بھائی ہو، ہمارے لئے

والے لشکر کی نقل و حرکت جاننے کے لئے اپنے کام میں لگ گئے تھے۔ دوسری طرف
سیرم اور طباش دونوں نے بھی ایک انتہائی مناسب جگہ پڑاؤ کر لیا تھا اور اُسی جگہ انہوں
نے حنیوں سے ٹکرانے کا فیصلہ بھی کیا تھا۔

حنیوں کو جب اپنے خبروں کے ذریعے یہ خبر ہوئی کہ سیتانیوں کا ایک لشکر اُن کے
علاقوں میں سولہ سے بیس میل اندر تک گھس آیا ہے، تب اُن کا پاگل پن اُن کا جنوں
اپنے عروج پر آ گیا تھا۔ حنیوں کا وہ لشکر جو اُس وقت سیتانیوں کے علاقوں کی طرف
پیش قدمی کر رہا تھا، وہ قرن با قرن سے رُکے انگڑائیاں لینے آتش فشاں اور خوفناک
خونی انقلاب کی بنیاد رکھتے بدمانوں کے غضبناک گروہ کی طرح اُس سمت بڑھا تھا
جہاں سیرم اور طباش دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اُن کے
سامنے آتے ہی حنیوں کا وہ لشکر دل کا چین، روح کا صبر و تحمل، اضطراب و متاب اور
بدبختی کی آہوں میں تبدیل کر دینے والے بغض و عداوت کے بھنور اور غیض و غضب کی
قہر سمانی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سیرم اور طباش دونوں نے بڑی تیزی سے جوابی کارروائی کی اور وہ
بھی حنیوں پر بیداری کے پیغام میں انقلاب کے بھنور کھڑے کرتے، ہنگامہ آرائیوں کے
طوفانوں، انحطاط و زوال غاری کرتے بھگڑوں، سمندر کے شور کی طرح منڈلاتے،
ہواؤں کے خطرناک خروش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

یوں حنیوں کے علاقوں کے اندر ہی دونوں لشکر صحراؤں سے اُٹی فضاؤں، جنگل
میں دھاڑتے عذابوں، سیال آگ کی صورت پھیلنے مہیب بھگڑوں کی طرح ایک
دوسرے پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

جنگ شروع ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک اپنے حصے کے لشکر کے
ساتھ سیاست جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا، نکلا اور حنیوں کے لشکر کے ایک پہلو پر بازوؤں کو
بریدہ، مقدر کو سونہ کرتے، غم فراق کے قصموں، اجاڑ زقوں کی تہائیوں میں، زندگی کے
رنگوں میں زہر گھولتی صحرا کی لُو کی کریناک شدت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سیاست کے اس طرح گھات سے نکل کر حملہ آور ہونے سے چاروں طرف موت
کے گودکھ دھندے پھیلنے لگے تھے، زمین کے جھیتڑے اڑنے لگے تھے، رزم گاہ کا بدن لبو
لبو ہونے لگا تھا، موت بیچ و تاب کھاتے دھویں کی طرح بڑے بڑے سوراخوں اور

”طباش! اس موقع پر میری نگاہ تم پر بھی تھی، تم نے بھی حیرت انگیز انداز میں
جنگ کے اندر اپنا کردار ادا کیا۔ میں سمجھتا ہوں جس قوم میں تم جیسے سالار ہوں اور انہیں
ایک اچھا بڑا تربیت یافتہ لشکر مہیا کر دیا جائے تو پھر بڑی سے بڑی قوم، بڑی سے بڑی
عسکری طاقت انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب نہیں کر سکتی۔“ سیرم نے طباش کی طرف
دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”اب تم دونوں بھائی مجھے یہ مشورہ دو کہ حنیوں کو بدترین شکست دینے کے بعد
ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

اس پر سیاست اور طباش دونوں نے مخصوص انداز میں ایک دوسرے کی طرف
دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے سیاست کہنے لگا۔

”سیرم! میرے بھائی! اب اپنے پورے لشکر کے ساتھ یہاں پڑاؤ کرتے ہیں۔
صرف آج کا دن اپنے لشکریوں کو سستانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ کل سے حنیوں
کے ان علاقوں میں اپنی ترک تازی ابتدا کریں گے۔ حنیوں کے ان علاقوں سے اپنے
لئے اناج کے علاوہ ضروریات زندگی کا دوسرا سامان حاصل کریں گے۔ سیرم میرے
بھائی! یاد رکھنا ہم نے شکست اٹھانے کے بعد یہ حتی یوں ہی بیٹھ نہیں جائیں گے۔ انہیں
اپنی عسکری طاقت اور قوت پر بڑا گھمنڈ، ناز اور فخر ہے۔ لہذا وہ چند ہی دن میں ایک بڑا
لشکر بھیج کر ہم سے اپنی اس شکست کا انتقام لینے کی ضرورت کو شش کریں گے۔ لہذا اُن کی
انتقامی کارروائی کرنے سے پہلے ہمیں انہیں کے علاقوں سے بہت کچھ حاصل کر لینا
چاہیے۔“

سیرم نے اس سے اتفاق کیا۔ لہذا تینوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنا شروع
کر دیا تھا۔

ایک مزرعہ کی حیثیت رکھتے ہو، میں تمہیں بکسوں اور اموریوں دونوں کے متعلق تفصیل بتاؤں گا۔“

اُس کے بعد اموریوں اور بکسوں سے متعلق جو سیرم کو تفصیل بتائی گئی، اُس کا لب لباب اور اُس کی تفصیل، الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ کچھ اس طرح بنتی ہے۔

”جہاں تک اموریوں کا تعلق ہے، تو یہ عربوں کا پہلا قبیلہ تھا جس کے لوگ صحرائے عرب سے نکل کر نئے وطن کی تلاش میں شام کی طرف پہنچے تھے اور وہاں آباد ہوئے۔ وہاں پہنچ کر ان عربوں نے اپنا نام کیا بتایا، اس سے متعلق تو کچھ علم نہیں لیکن جہاں یہ جا کر شام میں بیٹھے، وہاں اس کے مشرق کے مہسایوں یعنی سیرمیوں اور عکاویوں نے ان کا نام اموری رکھا اور اُس موقع پر اموریوں نے اپنے لئے ایک شہر آباد کیا۔ وہی شہر ان کا مرکزی شہر تھا اور اُس شہر کا نام ماری تھا جو دریائے خابور کے دہانے سے تھوڑی دور جنوب میں واقع تھا۔

تاریخ کے اوراق میں اموریوں کا پہلا حکمران جس کا نام ہمیں عام طور پر ملتا ہے، وہ سرجون تھا۔ شام میں عربوں کی تاریخ میں یہ پہلا عظیم الشان نام ہے جو ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس کے بعد اموری وسط ایشیا سے نکل کر لبنان اور فلسطین میں بھی نمودار ہونے لگے۔ آج کل کے نام مثلاً لبنان، صیدان، عسکلان اور عمریت یہ سب نام اموری ہیں۔

عرب کے صحرائوں سے نکل کر شمال کی طرف جانے سے پہلے اموریوں کی جگہ ان علاقوں میں مختلف غیر عرب گروہ آباد تھے۔ چنانچہ اموریوں نے انہیں زیر اور ماتحت کر کے ان پر عربوں کا سارنگ چڑھانے کا سلسلہ شروع کیا اور ان اموری عربوں نے صحرائے عرب سے نکل کر شمال میں ایسی طاقت اور قوت پکڑی کہ سیری قوم جو اس سے پہلے شمال کی بڑی طاقت اور غیر سامی اور غیر عرب قوت خیال کی جاتی تھی، زیر ہوئی اور اموریوں کے بادشاہ نے سیریوں کے بادشاہ کو اپنے سامنے زیر کیا۔ جس بادشاہ کو عربوں نے زیر کیا، اُس کا نام لوگال تھا اور اُس کا مرکزی شہر ارک تھا۔ اس کا ایک سکھ آثار قدیمہ سے برآمد ہوا ہے جس میں تحریر لکھی گئی ہے کہ میں نے سورج کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک پوری زمین سخر کر لی اور میں نے دجلہ اور فرات کے بحر زیریں سے بحر اعلیٰ تک راستہ سیدھا کر لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صحرائے عرب سے نکل کر شام میں آباد ہوتے وقت آمد و رفت کے لئے اموری عرب زیادہ تر گدھے اور اونٹ کا استعمال کرتے تھے۔ شروع میں ان اموریوں نے دریائے فرات کے وسطی حصے کے پاس ایک حکومت کی بنیاد رکھی، پھر انہوں نے نہ صرف شام کو بلکہ خاص دوآبہ دجلہ و فرات کو بھی پامال کر ڈالا اور وہاں اپنی فرمانروائی قائم کی۔ یہ لوگ لگ بھگ دو ہزار ایک سو سال قبل صحرائے عرب سے نکل کر شام کی سرزمینوں میں حکومت کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اُس کے بعد انہوں نے بابل پر بھی قبضہ کر لیا اور بابل کا مشہور اور نامور بادشاہ حورابی بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔

جدید دور میں جب اموریوں کے مرکزی شہر ماری کے آثار نے اور اُس کی کھدائی کی گئی تو وہاں بیس ہزار سے زیادہ لوہے کی نمودار ہوئیں جن پر اُس قوم سے متعلق تحریریں تھیں۔ نیوٹا سے باہر کوئی ایسا مقام پیش نہیں کیا جاسکتا جہاں سے اتنی بڑی لوہے کی تحریر کر کے کسی قوم نے دفن کی ہوں اور برآمد ہوئی ہوں۔ اموریوں کی سرزمین میں جو خوشحالی کا دور دورہ تھا تو اس کا ایک سبب یہ تھا کہ انہوں نے کھیتی باڑی کے لئے آبیاری کا انتظام کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ مہسایوں کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے۔ سلج اسکندرنہ کے پاس سمندر زمین کے بڑے حصے کو کاٹا ہوا اندر آگیا تھا جہاں سے دریائے فرات کے مغربی موزنک کوئی ایک سو میل کا فاصلہ ہوگا، یہاں ساحل اور خطہ دوآبہ کے درمیان زمین میں ایک قدرتی گزرگاہ کی صورت اختیار کر لی تھی اور یہ گزرگاہ تجارت کے علاوہ دوسرے امور کے لئے بھی بڑی سودمند ثابت ہوئی۔ اس کے ذریعے مختلف گروہ کے درمیان میل جول کا عمل شروع ہوگا۔ اس راستے پر پہنچ کر عموماً شمال اور مغربی جانب سے پہاڑوں اور جنوبی جانب سے صحرائی رکاوٹیں ختم ہوجاتی تھیں اور ایک راستہ بن جاتا تھا جو ایک طرف ایک وادی میں پہنچتا تھا، دوسری طرف سمندر کے کنارے لے جاتا تھا اور قدیم گروہ اسے شامی گزرگاہ قرار دیتے تھے۔

یہ گزرگاہ کوہستان طارس کے بائیں واقع تھی۔ لہذا بعض اوقات اسے دامن کوہ بھی قرار دیتے تھے۔ یہ اس خطہ مواصلات کا آخری سرا تھا جو سلج فارس سے دریائے دجلہ کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف جاتا تھا اور نیوٹا کے دوایں میں پہنچ کر مغربی جانب مڑ جاتا تھا۔ پھر شام کی بندرگاہوں میں پہنچتا تھا۔

زمانہ ماضی میں اس خطے نے حران، ماری، حلب اور دوسرے بہت سے قدیم شہروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تھا۔ اسی میدان سے شام کی مسلسل تاریخ کا آغاز ہوا۔ یہ اموری سامی عربوں کے پہلے نمائندہ تھے۔ ان کے بعد بابلی، مصری، آشوری، کلدانی، ایرانی اور مقدونیوں کیے بعد دیگرے یہاں آکر آباد ہوئے اور اس راستے کو گزرگاہ کے طور پر استعمال کیا اور اپنے زیر اثر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

شام میں اپنے قدم مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد ان اموریوں نے اب اپنی توجہ جنوب کی طرف مبذول کی۔ اُس دور تک حتی شمال اور وسطی شام میں قدم بٹا چکے تھے۔ یہ دور تھوڑی مدت مصر پر فرعون اخناتون حکومت کرتا تھا۔ اخناتون نے عہدوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اگر وہ مصر کی طرف دھیان دیتا تو حتی اتنی طاقت اور قوت نہ پکڑتے۔ بہر حال اخناتون کی بے توجہی کی وجہ سے حتی طاقت پکڑ گئے اور ایک زبردست قوت بن کر تاریخ کی شہنشاہ بن گئے۔ جس وقت حتی زور پکڑ رہے تھے، اُس وقت عربوں کے اور بہت سے گروہ بھی ان سرزمینوں کی طرف نمودار ہوئے تھے۔ ان میں کنعانی تھے۔ اس کے علاوہ آرامی اور آشوری بھی تھے۔ کنعانی نام کے عرب تو زیادہ تر فلسطین و لبنان میں داخل ہو کر آباد ہو گئے تھے۔ شمال سے توجہ ہٹا کر جب ان اموریوں نے جنوب کی طرف توجہ کی تو انہوں نے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ فلسطین میں اسرائیلیوں کی آمد سے بیشتر پہاڑی علاقوں اور مشرق اردن کے تمام باشندوں کو موثر زمین اموری ہی بناتے ہیں۔

جہاں تک ان اموریوں کے مذہب کا تعلق ہے تو اموریوں کا مذہب اپنی ابتدائی شکل میں دوسرے عربوں سے مختلف نہ تھا، جو طبعی قوتوں کی پرستش کرتے تھے۔ یہی پرستش شام اور عرب کے قدیم خانہ بدوشوں میں رائج تھی۔ ایک تو قبیلے کا خاص دیوتا تھا جس کا نام امور تھا اور اسی کو جنگ کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے دیوتا تھے جن کی صفات ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں۔ ان میں سے اکثر بعد ازاں کنعانیوں کے دیوتاؤں میں شامل ہو گئے۔ ان میں سب سے بڑا دیوتا حد تھا اور یہ رعد کا دیوتا تھا۔

اس کے قبضے میں بارشیں اور آندھیاں تھیں۔ مغربی ایشیا کا یہ عام دیوتا تھا۔ یہ تیل اور رعد کی شکل میں نمایاں کیا جاتا تھا۔ آگے چل کر یہی عظیم الشان عربوں کا بعل دیوتا بن گیا۔

مغربی حصے کے سب سے بڑے دیوتا کی حیثیت میں اس کا نام تھا اور ایک مشہور دیوتا کا نام ماروتو تھا جسے آگ سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ مصریوں نے اپنی اپنی سلطنت کے زمانے میں اسے کنعانیوں سے لے لیا تھا۔ اس کا نام رشف ایک اور دیوتا تھا جس کی پوجا بابل کے فاتح اموری کرتے تھے۔ دراصل یہ ثورا کا دیوتا تھا اور اس کا نام دجن تھا۔ اموریوں کے بڑے دیوتا کی ایک البھی بھی تھی جس کا نام عاشرہ تھا۔ اسے عیش و نشاط کی دیوی مانا جاتا تھا۔ گویا اس کا نمونہ بھی وہی تھا جو سامیوں کی معروف عشتار دیوی میں نظر آتا ہے۔ دیویوں میں اس کا مرتبہ سب سے بلند خیال کیا جاتا تھا۔

جنوبی شام میں اموریوں نے جن مذہبی رسوم کو جاری کیا، ان میں سب سے نمایاں حیثیت مقدس ستون کو حاصل تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستون قبیلے کے دیوتا کا نمونہ ہوتا تھا اور اسے کسی ایسی جگہ نصب کیا جاتا تھا جو پاک ہوتی تھی۔ مثلاً کوئی غار جس کے پاس چونے کے پتھر کی قربان گاہ بنائی جاتی تھی اور اسے اوزار سے آلودہ نہ کرنا پڑتا تھا یعنی تراشا نہ جاتا تھا۔ جن سامی عربوں نے شام میں آکر جگہ سنبھالی، وہ ایسی ہی قربانی کے عادی تھے۔ جہاں تک بکسوں گروہ کا تعلق ہے، تو یہ عربوں کا ہی ایک گروہ تھا جو صحرائے عرب سے اٹھ کر شمال کی طرف جا آباد ہوا تھا۔ پہلے یہ لوگ ارض شام میں جا کر آباد ہوئے۔ اُس کے بعد طاقت اور قوت پکڑنے کے بعد انہوں نے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کی، یہاں تک کہ یہ لوگ اپنا لشکر لے کر مصر میں داخل ہوئے۔ مصر پر انہوں نے قبضہ کرتے ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔ مصریوں نے انہیں بکسوں یعنی چرواہے بادشاہوں کا نام دیا۔ بعد میں پوری قوم کا نام ہی چرواہے مشہور ہو گیا۔ تاریخ کے اوراق میں یہی لوگ عمالیتی بھی کہلاتے ہیں۔ ان بکسوں عربوں کو یہ فوجیت حاصل ہے کہ پہلے پہل مصر میں گھوڑے کو انہوں نے ہی متعارف کروایا تھا۔ جنگی رتھیں بنانا اور اُن میں جنگوں کے دوران گھوڑے کو استعمال کرنا بھی انہی بکسوں ہی کا کام ہے۔ بکسوں نے جن نئے ہتھیاروں کو روانہ دیا، ان میں ایک خم دار فولادی کھوار، ایک مراب کمان تھیں۔ یہ چیزیں پہلے پہل دوآبہ دجلہ اور فرات میں استعمال کیا کرتے تھے۔ ہتھیاروں میں ان کی برتری برنج کے استعمال پر موقوف تھی جس کی تجارت کی ایک گزرگاہ شمالی شام میں تھی۔

بکسوں کے تحت معدنیات سے استفادہ شام و مصر میں نئی بلندیوں پر پہنچ گیا۔

ہمارے شہر کو دھیانہ انداز میں چلایا۔ ہمارے دیوتاؤں کے مندروں کو ڈھا دیا اور پوری ملکی آبادی کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا برتاؤ کیا۔“

بکسوس کا مصر میں داخلہ ایک اچھی آمد خیال کیا جانے لگا۔ مثلاً انہی کی وجہ سے مصر میں گھوڑا اور دوسری چیزیں بیچیں جو مصر کی پرانی یادگاروں میں چابجا نظر آتی ہیں۔ سائنس کے متعلق جو پہلی کتابیں ہمیں ملیں، وہ سترہویں صدی قبل مسیح کے مصر کی ہیں اور اس زمانے میں بکسوس وہاں حکمران تھے۔ مصر کے علم ریاضی کے متعلق ہمارے علم میں نمایاں ترین اضافہ جس کتاب سے ہوا، وہ بکسوس کے تحت پندرہ سو اسی قبل مسیح میں مرتب ہوئی تھی۔ بکسوس نے اپنے دیوتا بعل کو مصریوں کے دیوتا سیت سے ملا دیا اور اس طرح بعل کی عبادت کے بعد مصری فرعون کے مذہب کا جز بن گئی۔

بکسوس کے زمانے میں مصر کا دار الحکومت افاریس تھا جو بیل کے ڈیلٹا میں واقع تھا۔ بعد میں یہی دار الحکومت ممفس شہر کو منتقل ہو گیا۔

مصر میں بکسوس کے اندر جو سب سے طاقتور اور بڑا بادشاہ ہوا، وہ پندرہویں حکمران خاندان کا بادشاہ تھا جس کا نام خیام تھا جو مصر اور شام کو ملانے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح اُس نے دونوں ملکوں پر ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کی۔ اس بکسوس بادشاہ کی یادگاریں بابل سے کریٹ تک پھری ہوئی ہیں۔ بابل میں ایک لوح ملی ہے جس پر اُس کا نام کندہ ہے اور کریٹ میں بھی ایک مسل پر اُس کا نام کندہ ہے۔ اس خاندان کے ایک اور بادشاہ ابولیس کی یادگاریں بھی بے شمار ملی ہیں۔

بکسوس نے مصر پر لگ بھگ ڈیڑھ سو سال حکومت کی۔ یہاں تک کہ مصر کے شہر تھبیز کے ایک شہزادے امحوس نے آزادی کے لئے جنگ شروع کی۔ یہی امحوس مصر کے اٹھارویں حکمران خاندان کا بانی ہوا۔ لڑائیوں کے بعد افاریس کی جنگ میں امحوس نے فیصلہ کن فتح حاصل کی اور بکسوس کو شکست دے کر مصر سے نکال دیا۔ چنانچہ بکسوس مصر سے نکل کر دوبارہ شام میں آگئے اور یہاں آکر انہوں نے اپنی حالت پھر پہلے کی طرح مضبوط اور مستحکم کر لی۔ یہی امحوس تھا جس نے مصر میں اٹھارویں خاندان کی حکومت قائم کی اور اسی اٹھارویں حکمران خاندان کے بعد جب انیسویں خاندان مصر پر حکمران ہوا تو اسی انیسویں خاندان کا تیسرا بادشاہ رعحمیس تھا جو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے دور کا فرعون تھا۔



حتیوں کے لشکر کی شکست کی خبر گھنٹیاں بجاتے ہر کاروں اور تجارتی کاروانوں نے ایک طرف مصر کے مرکزی شہر ممفس، دوسری طرف سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکائی، تیسری طرف کاسی یعنی کردوں کے مرکزی شہر بابل اور عیلامی عربوں کے مرکزی شہر شوش تک پہنچا دی تھی۔ حتیوں نے اپنی شکست کو اپنی توہین اور اپنی بے عزتی جانا۔ اسی بناء پر حتیوں کے بادشاہ موتیش نے اپنے لشکر کے سرکردہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا تاکہ اس شکست کا انتقام لیا جائے۔ جمع ہونے والوں میں موتیش کا چھوٹا بھائی موتیشلیش بھی تھا جو موتیش کا جانشین اور حتیوں کا آئندہ ہونے والا بادشاہ تھا۔ اس کے علاوہ موتیشلیش کی بڑی بیٹی دلوز، چھوٹی اور انتہا درجے کی خوبصورت اور حسین بیٹی سریان دونوں بیٹے کاوک اور لازمان بھی شامل تھے۔ حتیوں کے بادشاہ موتیش نے سب سے پہلے وہاں جمع ہونے والے لوگوں کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگا۔

”ہمارے لشکر کی شکست اور تباہی ہمارے لئے ایک بہت بڑی بے عزتی اور رسوائی اور ذلت کا مقام ہے اور ہم اس کا انتقام لئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اب تک جو خبریں ہمارے پاس آئی ہیں، ان کے مطابق ہمیں شکست دینے میں سیتانیوں کے سالار سیماس اور طباش دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔“

”جس طرح ہمارے ہاں مصر میں سب سے بڑا دیوتا راع ہے اور اُس کی پوجا ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہارے ہاں بھی چھوٹے بڑے دیوتا ہیں؟“

سیرم کے اس سوال پر سیماس کہنے لگا۔

”سیرم! تمہارا اندازہ درست ہے۔ مصریوں کی طرح بکسوس اور اموریوں کے ہاں بھی بت پرستی ہے لیکن سارے لوگ بت پرست نہیں ہیں۔ بکسوس اور اموری عربوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دین ابراہیم کے پیروکار ہیں۔ سو میں اور میرا یہ ساتھی طباش بھی بت پرست نہیں بلکہ دین ابراہیمی کے ماننے والے ہیں۔“ سیماس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ باہر سے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی گئی۔ اس پر سیماس اور طباش دونوں اٹھ کر اپنے اپنے خیمے کی طرف ہو لیے تھے۔



جو اہرات آرائش، ہاتھی دانت کے کام اور کندہ کاری اور مینا کاری کے فن میں نمایاں ترقی ہوئی۔ بڈیوں پر کندہ کاری کا سلسلہ شام کے اندرنگی دور میں ہی نمودار ہو چکا تھا۔ بکسوس کے دور میں مینا کاری شروع ہوئی۔ ابتداء میں مینا کاری کے نمونے بہت سادہ تھے۔ مثلاً سیدھے خط کے چھوٹے چھوٹے حلقے بنائے جاتے تھے لیکن لکڑی کے صندوقوں یا دوسرے سامان پر بڈی یا ہاتھی دانت سے آرائشی نیل بوئے بنائے جاتے تھے۔ ان بکسوس نے مٹی کے برتنوں کے نئے نمونے بھی پیش کئے۔ مصر میں بکسوس کا دور ختم ہونے سے پیشتر فلسطین کے اندر ظروف سازی انتہائی کمال کو پہنچ چکی تھی۔

اپنی حفاظت کے لئے بکسوس عجیب و غریب طریقے استعمال کرتے تھے۔ بکسوس نے استحکامات کا نیا نمونہ رائج کیا۔ وہ عام طور پر ایک مستطیل حلقہ بنا لیتے جو تقریباً آدھ میل ہوتا۔ ساتھ ساتھ بڑے بھاری بلند اور ڈھلوان اور دم سے تیار کر لیتے۔ اس غرض سے بڑی عمدہ مٹی تیار کی جاتی تھی۔ مزید یہ حفاظت کے لئے اگر گرد ایک خندق کھود لیتے تھے۔

شام میں بکسوس کے فن تعمیر کا بہترین نمونہ قلعہ شہر میں ملتا ہے جو غالباً بکسوس کا مرکزی شہر رہا ہوگا۔ موجودہ قارش شہر میں بھی کچھ نشانات ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ کریمیش میں استحکامات کی جگہ مٹی کے انبار تو ملتے ہیں لیکن استحکامات کا نقشہ مستطیل نہیں۔ اس کے علاوہ فلسطین میں ہازور، شلم، لائیش دوسرے بہت سے مقامات پر بھی بکسوس کے آثار پائے جاتے ہیں۔

شام میں اپنی طاقت اور قوت مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد آخر یہی بکسوس مصر میں داخل ہوئے جہاں ان کے ابتدائی نشانات انیسویں صدی قبل مسیح میں پائے جاتے ہیں۔ مصر میں اُس وقت بارہویں شاہی خاندان کی حکومت تھی لیکن آخر بکسوس وہاں غالب رہے۔

جب بکسوس مصریوں پر غالب رہے تب مصریوں نے آہ و بکا کرتے ہوئے کہا تھا۔

”خداؤں غضب کے جھکڑ نہ ہمیں آلیا، مشرق کی طرف سے ایک کم گردہ آگیا جس کی آمد سے متعلق بالکل خیال نہ تھا۔ وہ ہمارے وطن پر حملہ آور ہوا۔ بزرگ قوت با آسانی مسلط ہو گیا۔ لڑائی نہ ہوئی۔ اس گردہ نے ہمارے حکمرانوں پر قابو پایا۔“

رعحمیس کا سالار سیرم جب بکسوس اور اموریوں سے متعلق تفصیل جان چکا، تب سیماس اور طباش دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”جس طرح ہمارے ہاں مصر میں سب سے بڑا دیوتا راع ہے اور اُس کی پوجا ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہارے ہاں بھی چھوٹے بڑے دیوتا ہیں؟“

سیرم کے اس سوال پر سیماس کہنے لگا۔

”سیرم! تمہارا اندازہ درست ہے۔ مصریوں کی طرح بکسوس اور اموریوں کے ہاں بھی بت پرستی ہے لیکن سارے لوگ بت پرست نہیں ہیں۔ بکسوس اور اموری عربوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دین ابراہیم کے پیروکار ہیں۔ سو میں اور میرا یہ ساتھی طباش بھی بت پرست نہیں بلکہ دین ابراہیمی کے ماننے والے ہیں۔“ سیماس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ باہر سے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی گئی۔ اس پر سیماس اور طباش دونوں اٹھ کر اپنے اپنے خیمے کی طرف ہو لیے تھے۔



”دوسری قوت بھی عربوں کی ہے اور یہ عیلامی عرب کہلاتے ہیں۔ ان کا مرکزی شہر شوش ہے۔ ان کا بادشاہ آج کل اون تاش ہے۔ یہ بھی بڑی تیزی سے طاقت اور قوت پکڑ رہا ہے اور کسی دور میں یاد رکھیے گا یہ بھی ان سرزمینوں میں تہرین کر نمودار ہوگا۔“ (عیلام کے اس بادشاہ اون تاش اور اُس کی ملکہ تاپیراسو کے حسین اور خوبصورت لڑکے اب بھی پیرس کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں)۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار جب خاموش ہوا، تب حنیوں کا بادشاہ موتلش نور اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں تمہاری ان اطلاعات پر تمہیں شاباش دیتا ہوں لیکن میں تم سے یہ کہوں کہ تم نے آشوری عربوں کے متعلق سن رکھا ہے، وہ اتنی بڑی طاقت نہیں ہیں کہ وہ ہم کو نگرانیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ جہاں تک شوش کے عیلامی عربوں کا تعلق ہے تو وہ یہاں سے کافی دور ہیں۔ انہوں نے بھی اگر کسی موقع پر ہم سے ٹکر لینے کی کوشش کی تو پاش پاش ہو جائیں گے۔ اب تم یہ کہو کہ اپنے موجودہ دشمنوں سے نبٹنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم فتح مند بھی رہیں اور اپنے موجودہ دشمنوں سے اپنی اس شکست کا انتقام بھی لے لیں۔“

اس پر وہ سالار کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

”مالک بات یہ ہے کہ ان تینوں دشمنوں سے ایک ایک کر کے نبھا جائے۔ جو تجویز اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم ایک کافی بڑا اور جرار باہل شہر کی طرف روانہ کریں۔ باہل پر حملہ آور ہوں۔ باہل کی طرف ہماری پیش قدمی بڑی رازداری سے ہوئی چاہیے تاکہ ہماری اس پیش قدمی کی اطلاع نہ سیتانیوں کے بادشاہ تپتی ورا کو ہو، اور نہ ہی رعمیس کے آنے والے سالار سیرم کو ہونی چاہیے۔ جو اطلاعات مجھے اب تک ملی ہیں، ان کے مطابق سیتانیوں کے دونوں نامور سالار سیرماس اور تاش اس وقت رعمیس کے سالار سیرم کے ساتھ ایک کافی بڑے لشکر کو لے کر ہماری سرحد کے اندر خیمہ زن ہیں۔ میں چاہتا ہوں فی الحال انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ ہمارے سرحدی علاقوں پر ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے اپنے لئے غنیمت کا سامان جمع کر رہے ہیں۔ انہیں ایسا کرنے دیا جائے۔ اس طرح وہ

کے سیتانیوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور انہیں تباہ و برباد کر کے اُن کے سارے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرنے کے بعد ہم پھر مصر کا رخ کریں گے۔ صحرائے سینا کو روندتے ہوئے مصر کی حدود میں داخل ہوں گے، پھر دیکھیں گے کہ مصر کا فرعون رعمیس ہمارے لشکر کے بڑھتے ہوئے قدموں کو کیسے روکتا ہے۔“

اس موقع پر موتلش کا ایک سالار اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس وقت میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر حکم ہو تو پیش کروں۔“ اس پر موتلش خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تمہارے پاس کوئی اچھی تجویز ہے تو اس کے لئے تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک ساتھ تینوں قوتوں سے مت نکرائیں۔ میں سمجھتا ہوں ایک ساتھ سیتانیوں، کامیوں اور مصر کے فرعون رعمیس کی طاقت اور قوت سے ٹکرانا دانش مندی نہیں ہے۔ ہمیں ایک ایک کر کے ان کا خاتمہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ ہمارے ہمسائے میں دو اور بڑی قوتیں کھڑے رہی ہیں۔ تو یوں چاہئے گا ہمارے ہمسائے میں ایک آتش فشاں لاوا پھٹ رہا ہے اور کسی بھی وقت یہ دو ہمسائے طاقت اور قوت پکڑ کر ہمارے اطراف میں آتش فشاں کی طرح نمودار ہوں گے اور ہر چیز کو اپنے سامنے بہا کر لے جائیں گے۔“

اس پر فکر مند کی اظہار میں موتلش اپنے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہارا اشارہ کن دو قوتوں کی طرف ہے؟“

اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

”پہلی قوت آشوری عربوں کی ہے۔ صحرائے عرب سے نکل کر یہ شمال کی طرف آئے اور بالکل خاموشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ کسی سے انہوں نے چھپ چھپا نہیں کی۔ پہلے بھی بڑی کی طرف دھیان دیا، اب انہوں نے اپنی معیشت مضبوط اور مستحکم کر لی ہے۔ یہ ایک انتہائی جنگجو گروہ ہے۔ آپ جانتے ہیں عرب شروع ہی سے کوار کو اپنی وراثت سمجھ کر قبول کرتا ہے، یہی حال ان آشوریوں کا بھی ہے۔ یہ نینوا شہر کے گرد و نواح میں ایک طاقت اور قوت کی طرح ابھر رہے ہیں اور آنے والے دور میں یہی قوت آتش فشاں لاوا کے ہموار ہونے کی طرح ان کی اقوام کی تباہی کا باعث بن جائے

”پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کا اپنا ارادہ کیا ہے؟“

جواب میں موتلش مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تم میرا ارادہ، میرا عزم ہی جانتا چاہتے ہو تو میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ ہمارا سالار ٹھیک کہتا ہے۔ بیک وقت ہمیں سیتانیوں، رعمیس اور باہل والوں سے نہیں نگرنا چاہیے۔ ایک ایک سے نبھنا چاہیے اور انہیں ذلت آمیز شکست دے کر ان کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہیے۔“

موتلش جب خاموش ہوا، تب موتلش بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں آپ کے ان ارادوں کی تائید کرتا ہوں بلکہ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ باہل کی طرف جانے والے لشکر کی کمانداری میں خود کروں گا۔ میرا بیٹا ایک نہیں آپ کے پاس رہے گا، آپ کی مدد کرتا رہے گا۔ میں اپنے دوسرے بیٹے اور ان کو ساتھ لے جاؤں گا اور۔۔۔“

یہاں تک کہنے کہنے موتلش کے بھائی موتلش کوڑک جانا پڑا، اس لئے کہ موتلش کی بڑی بیٹی دلوکر فوراً بول اٹھی اور اپنے باپ موتلش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اس مہم میں بابا میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

موتلش اپنی بڑی بیٹی کو کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اُس کی چھوٹی بیٹی جو حسن اور خوبصورتی کا ایک مجسمہ تھی، اپنے باپ کی درست کرتے ہوئے بول اٹھی۔

”بابا اس لشکر میں، میں بھی شامل ہوں گی۔“

موتلش اپنی دونوں بیٹیوں کے ان الفاظ پر مسکرا دیا۔ پھر کہنے لگا۔

”فکر مند نہ ہو، تم دونوں ہمیں لشکر میں میرے ساتھ شامل رہو گی بلکہ تمہاری ماں بھی میرے ساتھ جائے گی۔“ اس پر دلوکر اور سیریاں بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ ان کے بعد موتلش نے بڑی رازداری میں اپنے چھوٹے بھائی موتلش سے گفتگو کی۔ ان کے بعد سب اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ اُس لشکر کی تیاری کا کام سرانجام دیا جائے۔ ان نے باہل شہر پر حملہ آور ہونا تھا۔ ایک ہفتے کی تیاری کے بعد آخر حنیوں کے بادشاہ اُن کا بھائی موتلش ایک بہت بڑا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر شوش سے نکلا۔

مصرف وہ رہیں گے اور اُن کی اسی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ایک جرار لشکر باہل کی طرف روانہ کریں، باہل پر حملہ آور ہوں۔ ایسی سختی کے ساتھ محاصرہ کریں اور ایسے زوردار انداز میں باہل پر حملہ آور ہوں کہ باہلی اُسے برداشت ہی نہ کر سکیں۔ یہ محاصرہ طول نہیں پکڑنا چاہیے۔ طول پکڑے گا تو پھر سیتانیوں کے سالار سیرماس اور طباش کے علاوہ وہ رعمیس کا سالار سیرم بھی اُن کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے سارے کام مشکلات کا شکار ہو جائیں گے۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ سیرم، سیرماس اور طباش کو خیر تک نہ ہو اور ہم باہل کو فتح کرنے کے بعد اُسے ہم اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار نکلا۔ پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”مالک! اگر ہم نے باہل کو فتح کر لیا تو یاد رکھیے گا، ہماری اس شاندار فتح کی خبر جب سیتانیوں کے بادشاہ تپتی ورا کو اُس کے مرکزی شہر اشوکائی میں اور رعمیس کے سالار سیرم کو ہوگی تو اُن کے پاؤں تلے سے زمین کھسکا شروع ہو جائے گی۔ اُن پر ہمارا رعب اور دبدبہ طاری ہو جائے گا اور ہمارے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے ایک بار ضرور ہچکچائیں گے۔ چنانچہ باہل کو فتح کرنے اور وہاں اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد پھر ہمیں ایک جرار لشکر تیار کر کے سیتانیوں کے علاقوں کا رخ کرنا چاہیے۔ لشکر ایسا ہو کہ رعمیس کا سالار سیرم اور تپتی ورا کے دونوں سالار سیرماس اور طباش اُس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ ہم انہیں بدترین شکست دیں اور سیتانیوں کے علاقوں میں پیش قدمی کرتے ہوئے ہم سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکائی تک جانچیں اور اُن کے بادشاہ تپتی ورا کو گرفتار کر کے وہ سزا دیں جو اُس کے لئے عبرت بن جائے۔ کہ کس طرح اُس نے حنیوں کے خلاف مصر کے فرعون رعمیس سے مدد طلب کی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار جب خاموش ہوا، تب حنیوں کا بادشاہ موتلش کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر اُس نے اپنے پہلے بیٹے اپنے چھوٹے بھائی موتلش کی طرف دیکھا اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”موتلش! تم اس سلسلے میں کیا کہتے۔“

اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے موتلش نے اپنے باپ سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اُس لشکر میں چند بڑے سالاروں کے علاوہ متوہلیش کا بیٹا لوزمان، دونوں بیٹیاں ولوکر اور سریان کے علاوہ متوہلیش کی بیوی اسورک بھی شامل تھی۔



حتیٰوں کے بادشاہ کا چائین متوہلیش لکواروں اور ڈھالوں، نیزوں اور برچوں سے لیس اپنے لشکر کے ساتھ تعصب کے مرض لاعلاج، مہیب شب کے ہراس، تلخس ابلیس اور موروثی تمدن کے ادہام کی طرح کاسیوں یعنی کردوں کے شہر بابل پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا تھا۔ وہ بڑی رازداری سے سفر کر رہا تھا تاکہ سیتانی علاقوں کی طرف سرحدوں پر بیٹھے سیرم، سیماس اور طباش کو اُس کی اس پیش قدمی کی اطلاع نہ ہو جائے۔ چنانچہ اُس کی یہ رازدارانہ یورش کامیاب ہوئی۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ بابل پہنچا۔ دراصل متوہلیش کو خطرہ تھا کہ اُسے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سیماس کے سالار سیرم کے علاوہ سیتانی سلطنت کے سالاروں کو بھی اُس کی آمد اور بابل پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو جائے اور وہ بابل والوں کی مدد کے لئے پہنچ کر اُس کے سارے ارادوں کو ناکام بنا دیں۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ بابل پہنچتے ہی متوہلیش نے بابل شہر کا محاصرہ کرتے ہوئے شہر پر ظلم کی بہتات، جبر کی فراوانی، ریگستانوں میں منڈلائی طلسمی شبستانوں اور شام کی بے انت تاریکیوں میں جبر کے تیز جھکڑوں کی طرح بابل شہر پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف بابل کے بادشاہ برناوروش کا سپہ سالار ہزال بھی جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا تھا۔ چنانچہ شہر کے اندر محصور رہتے ہوئے اور شہر کی فسیل کے برجون کے اندر اپنے لشکر کو متعین کرتے ہوئے ہزار ساکن کر دینے والے عداہوں اور ہواؤں کے دوش پر قضا کی خونی بارش اور زندگی کے حصار کو توڑ کر ویرانیاں پھیلاتے گلوں کی طرح نہ صرف بابل شہر کا دفاع کرتا رہا بلکہ فسیل کے اوپر رہتے ہوئے جوانی کا ردروائی کرتے ہوئے وہ متوہلیش اور اُس کے لشکریوں کو بابل شہر کی فسیل کے قریب نہیں آنے دیتا تھا۔

متوہلیش نے جب دیکھا کہ بابل کا سپہ سالار اعلیٰ ہزال، متوہلیش اور اُس کے لشکریوں کو بابل شہر کی فسیل کے قریب تک نہیں آنے دیتا، تب وہ بڑا مایوس ہوا۔ چنانچہ اپنے لشکر کو اُس نے فسیل سے ذرا بہت کر خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو گئے اور خیموں کا جائزہ لینے کے بعد متوہلیش اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اُس وقت خیمے میں متوہلیش کی بیوی اسورک، دونوں بیٹیاں ولوکر اور یان اور بیٹا لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد آگے بڑھ کر متوہلیش بھی اُن کے اندر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ متوہلیش کی بیوی اسورک کی قدر اندلہجے میں اپنے شوہر متوہلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اُسے مرکزی شہر سے روانہ ہوتے وقت آپ نے تو کہا تھا کہ بابل شہر کے لشکری کے چند حملوں کو بھی برداشت نہیں کر سکیں گے، ہتھیار ڈال دیں گے اور شہر آپ فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور میں دیکھتی ہوں کہ ہم نے لگاتار کی روز تک شہر باز توڑ حملے کیے لیکن ہمارے حملوں کا کوئی رد عمل نہ ہوا۔ آپ نے خیمہ گاہ بھی اس وقت سے نصب نہ کی کہ بہت جلد شہر فتح ہو جائے گا اور آپ شہر میں داخل ہوں گے۔ ان میں دیکھتی ہوں کہ ہمارے سارے حملے ناکام ہوئے ہیں جن کی بناء پر اب یہاں اُنہوں نے کا حکم دے دیا ہے۔“

اس پر دکھ بھرے انداز میں متوہلیش کہنے لگا۔

”اسورک! تمہارا کہنا درست ہے۔ میرے انداز سے غلط ثابت ہوئے۔ میں سمجھتا تھا کہ بابل کے پاس کوئی اتنی بڑی عسکری قوت نہیں ہوگی، لہذا ہم ایک ہی دن میں فتح کر کے شہر میں داخل ہوں گے اور شہر کو اپنی گرفت میں لے لیں گے لیکن لگاتار اندر تک شہر پر حملہ آور ہونے کے بعد میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بابل شہر کو فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ اسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے میں نے اپنے سارے ارادوں کو اپنے خیمے میں بلایا ہے۔ اُن سے صلاح مشورہ کرتا ہوں پھر جس طرح وہ دیکھتے ہیں، اُس کے مطابق حرکت میں آتے ہوئے بابل کو ضرور فتح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔“

یہاں تک کہتے کہتے متوہلیش خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ یکے بعد دیگرے اُس نے بڑے اُس کے خیمے میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ متوہلیش کے ساتھ اُس کا کام کرنے والے حتیٰوں کے دو بڑے سالار تھے۔ ایک کا نام سنوش اور دوسرے کا نام اوتاکا تھا۔ چنانچہ جب سب سالار بیٹھ گئے، تب متوہلیش خصوصیت کے ساتھ ان کو اُنہوں بڑے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ہمارے لشکری شہر کی فسیل کے اوپر چڑھنا شروع ہو گئے تو پھر بابل شہر کو فتح کرتا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔

”بابل پر حملہ آور ہونے کا جو طریقہ ہم نے سوچا ہے، یہ تجویز اُس کا پہلا حصہ ہے۔ اب میں دوسرے حصے کی طرف آتا ہوں۔ جب لکڑی کے برج تیار ہو جائیں گے تو انہیں شہر پناہ کے شالی طرف رکھا جائے گا اور اُن برجون کے ذریعے ہمارے لشکری شہر کی فسیل پر اترنے کی کوشش کریں گے جب ایسا ہوگا تو بابل کا سپہ سالار اعلیٰ ہزال، لازم ہر اپنی طاقت اور قوت کو فسیل کے شالی حصے کی طرف مبذول کرے گا، اس وقت ہمارا پڑاؤ بھی شہر کے شمال میں ہے اور اب تک ہم شہر کے شالی حصے سے ہی بابل شہر پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ اس بناء پر ہم جب اپنا پڑاؤ تبدیل نہیں کریں گے تو ہماری طاقت عملی سے متعلق اہل بابل کو کوئی شک و شبہ نہیں ہوگا۔“

”جب لکڑی کے برج تیار ہو جائیں گے اور جس رات شہر پر حملہ آور ہونا ہوگا، آپ اپنے پڑاؤ میں رہیں گے۔ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے بھی ایک لشکر موجود ہوگا۔ باقی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا: ایک حصہ میرے پاس، دوسرا سنوش کے پاس ہے گا۔ سنوش برجون کے ذریعے شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اپنے لشکری امداداری کرے گا جب کہ دوسرے آدھے لشکر کو لے کر رات کی گہری تاریکی میں شہر کی فسیل سے کافی دور رہتے ہوئے میں شہر کے جنوبی حصے کی طرف چلا جاؤں گا۔ اس وقت ہمارے پڑاؤ میں جوروں کی بیڑھیاں ہیں، وہ میں اپنے ساتھ لیتا جاؤں گا۔“

”حملوں کی ابتداء شمال کی طرف سے سنوش کرے گا، اپنے برجون کو آگے بڑھائے گا اور برجون کے ذریعے ہمارے لشکری فسیل پر چڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ بابل شہر کے اندر یہ خبریں پھیلیں گی کہ حتیٰ لکڑی کے بڑے بڑے برجون کے لئے شالی سمت سے فسیل پر اترنا شروع ہو گئے ہیں تو یاد رکھیے گا بابل کا سپہ سالار اعلیٰ ہزال اپنے لشکر کے بڑے حصے کو شمال کی طرف سمیٹ دے گا اور ہر صورت میں، ہر حالت میں یہ کوشش کرے گا کہ ہم فسیل کے کسی حصے پر اتر کر اس پر قبضہ نہ کر سکیں۔“

”جب یہ کارروائیاں ہو رہی ہوں گی تو جنوب کی طرف سے میں حرکت میں آؤں گا۔ رسیوں کی بیڑھیوں کی مدد سے میں اور میرے لشکری شہر کی فسیل پر چڑھنے کے لئے اور پھر فسیل کے کافی بڑے حصے پر قبضہ کرنے کے بعد ہم زور و شور سے

”میرے عزیز ساتھیو! تم نے دیکھا ہم نے چند یوم تک لگاتار بابل پر حملے کیے، اپنی طرف سے ہر کوشش پر جتن آزما کر کسی نہ کسی طرح بابل شہر کو فتح کر کے شہر میں داخل ہو جائیں لیکن بابل کے سپہ سالار ہزال نے کمال ہنرمندی سے نہ صرف شہر کا دفاع کیا ہے بلکہ وہ ہمارے خلاف جوانی کا ردروائیاں بھی کرتا رہا ہے۔ اب تم سب کو یہاں اس لئے جمع کیا گیا ہے کہ سب مل کر کوئی ایسی منصوبہ بندی کرو، جس پر عمل کرتے ہوئے ہم بابل شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔“

یہاں تک کہتے کے بعد متوہلیش جب خاموش ہوا تب اُس کے دونوں بڑے سالار سنوش اور گودا کچھ دیر تک اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتے رہے۔ اُس کے بعد گودا متوہلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم سب نے مل کر جو فیصلہ کیا ہے، اُس کے نتیجے میں ہم ایک تجویز پر متفق ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں بابل شہر کو فتح کرنے کے لئے ہم ہر تجویز پر عمل کر چکے ہیں لیکن بابل کو ہم فتح نہیں کر سکے۔ اس لئے کہ بابل کا سپہ سالار ہزال بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ اُس نے فسیل کے ہر حصے کی خوب حفاظت کا انتظام کیا۔ اگر ہم اسی طرح بابل شہر پر حملہ آور ہوتے رہے تو شہر کو فتح نہیں کر سکیں گے لیکن اپنے لشکری تعداد دن بدن کم کرتے چلے جائیں گے اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ جب ہزال اندازہ لگائے گا کہ ہماری تعداد کافی کم ہوگئی ہے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔ اُس وقت ہم اس حالت میں نہیں ہوں گے کہ ہزال کا مقابلہ کر سکیں۔ لہذا وہ وقت آنے سے پہلے ہمیں کسی ایسی تجویز پر عمل کرنا چاہئے جس سے ہم بابل شہر کو فتح کر سکیں۔“

”اب ہم سب نے جو فیصلہ کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اب بابل شہر پر دن کے وقت حملے نہیں کیے جائیں گے، رات کے وقت حملوں کی ابتداء کی جائے گی وہ بھی چند یوم بعد۔ اس لئے کہ یہ جو چند یوم کا وقفہ ہوگا اس وقفے کے دوران ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ آپ دیکھیں بابل کے اطراف میں کافی درخت ہیں، انہیں کاٹ کر بابل شہر کی فسیل کے برابر لکڑی کے برج بنائے جائیں، اُن برجون کے ذریعے آگے بڑھا جائے گا۔ اُن برجون کے اندر بیڑھیاں رکھی جائیں جنہیں استعمال کرتے ہوئے ہمارے لشکری محفوظ انداز میں شہر کی فسیل کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ایک بار اگر

آوازیں لگانے لگیں گے کہ حئیوں کا لشکر شہر کی تفصیل پر چڑھ کر شہر کے اندر داخل شروع ہو گیا ہے۔

”جب یہ آوازیں بائیں لشکر اور اُن کا سالار اعلیٰ ہزال نے گا تو شمال کی طرف اُن کا زور کم ہو جائے گا۔ جب ایسا ہوگا تو شمالی سمت سے بھی ہمارے لشکریوں کو برج کے ذریعے تفصیل پر چڑھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اس طرح شمال اور جنوب دونوں جانب سے ہم جیش قدمی شروع کر دیں گے اور بائیں لشکر کو نہیں نہس کر کے صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے شہر پر قبضہ کر لیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گودا جب زکا، جب کچھ دیر تک توصیفی اور تعریفی انداز میں متوشلیش باری باری گودا اور سنوش کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر باقی سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ میرے عزیز گودا نے کہا ہے، کیا تم سب اس سے متفق ہو؟“ اس پر جب سارے سالاروں نے اس کی تائید کی تب خوشی کا اظہار کرتے ہو متوشلیش کہنے لگا۔

”گودا اور سنوش، میرے دونوں عزیز ساتھیو! اب سنو، آنے والی شب کو حرکت میں آیا جائے گا۔ لشکر کا ایک حصہ پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑ دو، باقی لشکر ذریعے بائیں کے نواح میں جو درخت ہیں، انہیں کاٹو اور کاٹے جانے والے درختوں کے تنوں کے ڈھیر اپنے پڑاؤ کے اندر لگا دو۔ اس کے بعد ہمارے لشکر کے اندر جونا اور کارگیر ہیں، وہ لکڑی کے برج بنانا شروع کر دیں گے جب یہ برج بن جائیں۔ پھر ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ بائیں کا سپہ سالار ہم اور بائیں کا بادشاہ برنا بورش کب تک بائیں کا دفاع کرتے ہیں۔“

”گودا اور سنوش میرے دونوں ساتھیو! تم نے جو تجویز پیش کی ہے، وہ بائیں فتح کرنے کے لئے بڑا آسان کلیہ قاعدہ ہے۔ تمہاری اس تجویز کو نگاہ میں لیتے ہو میں اب ہی دیکھ رہا ہوں کہ ہم شہر کو بڑی آسانی سے فتح کر لیں گے اور جب شہر فتح تو بائیں کے بادشاہ برنا بورش اور اُس کے ہر دل عزیز سپہ سالار ہزال دونوں کو زنجیر میں جکڑ کر اور اپنے جنگی رتھ میں بٹھا کر اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ کر گئے۔ میرے خیال میں ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آج سے ہی اپنے کام کی

خلاف لے کر نہیں آئے اور وہ بائیں کو فتح کیے بغیر جائیں گے بھی نہیں۔“ ہزال نے ان الفاظ پر برنا بورش مزید پریشان ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

”کیا اس موقع پر سیتانیوں کا لشکر ہماری مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے علاوہ رمیسس کا لشکر بھی اُس کے سالار سیرم کی سرکردگی میں سیتانیوں کی سرزمینوں میں آیا ہوا ہے۔ اگر اسے خبر کی جائے تو کیا سیتانی اور سیرم مل کر اور ہمارے پہلو سے پہلو ملا کر حئیوں کے لشکر کو مار بھگانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟“

اس پر ہزال نے ایک لمبا سانس لیا۔ پھر دھکے بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، وہ درست ہے لیکن میں سارے حالات کا جائزہ لینے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ان حئیوں کو بھی خطرہ تھا جب وہ بائیں شہر پر حملہ آور ہوں گے تو رمیسس کے لشکر کے علاوہ سیتانی ہماری مدد کو پہنچیں گے، اس لئے کہ ماضی میں بھی سیتانیوں کے دو بڑے عظیم سالار سیماس اور طباش دونوں ہماری مدد کرتے رہے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اُن دونوں کے شکرگزار بھی ہیں لیکن اس بار حئیوں نے بڑی دوراندیشی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اپنے مسلح دستے اُن شاہراہوں اور راستوں پر بٹھا دیئے ہیں جو شاہراہیں بائیں سے سیتانیوں کے علاقوں کی طرف جاتی ہیں لہذا اگر کوئی قاصد ہمارا یہ پیغام لے کر سیتانی اور رمیسس کے سالار سیرم کی طرف جائے گا حتیٰ کہ ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں اور وہ ہماری مدد کریں تو ایسا کوئی قاصد سیتانیوں اور رمیسس کے سالار سیرم تک نہیں پہنچے گا۔ اس لئے کہ جی راستے میں ہی اُس کا کام تمام کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہزال جب خاموش ہوا تب فکر گیری آواز میں برنا بورش کہنے لگا۔ ”ہزال یہ پہلا موقع ہے جس تمہیں مایوس اور افسردہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم کوئی جنگی تدبیر لے کر نہیں آئے تو یوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”میں چاہتا ہوں آج رات کی تاریکی میں آپ اپنے اہل خانہ اور اپنے لواحقین کے ساتھ بائیں سے نکل کر کوہستان زاگروس کی طرف چلے جائیں۔ کوہستان زاگروس کا سیوں کا مرکز ہے۔ وہ ہماری قوم کا ایک طرح سے دامن اور مسکن ہے۔ آپ کوہستان زاگروس کے دامن میں جا کر قیام کریں۔ میں اگر حئیوں کو روکنے اور اُن سے بائیں شہر کو بچانے میں کامیاب ہوا تو انہیں مار بھگا کر آپ کو کوہستان زاگروس سے واپس منگوا لوں گا۔“

کردینی چاہیے۔“ سنوش اور گودا دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا، یہاں تک کہ کچھ سوچتے ہوئے متوشلیش پھر بول اٹھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف بھی اپنے بھروسے اور کھلیے گروں کو چوس کر دینا اور انہیں بتانا کہ اگر سیتانیوں کا کوئی لشکر یا رمیسس کا جو سالار ایک لشکر لے کر سیتانیوں کی مدد کے لئے آیا ہے، وہ حرکت میں آئے تو ہمیں بروقت اطلاع کی جائے بلکہ اُن سے کہا جائے کہ اُن کی نقل و حرکت پر گہری نگاہ رکھی جائے۔ میں چاہتا ہوں بائیں فتح کرنے تک نہ تو اہل بائیں کو سیتانیوں سے، نہ ہی رمیسس کے سالار سیرم سے کوئی مدد پہنچے۔ اب باقی ایک قوت رہ جاتی ہے اور وہ عیلامی عربوں کا بادشاہ اون تاش ہے لیکن اون تاش کے ساتھ بائیں والوں کے کوئی اتنے گہرے تعلقات نہیں ہیں کہ اون تاش ہمارے خلاف اہل بائیں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے مقدر اور اُس کی جھولی میں بھی ہم ناکامیاں اور ذلت آمیز شکست ڈال کر رکھ دیں گے۔“

متوشلیش کی اس تجویز سے سارے حتیٰ سالاروں نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اُسی روز سے حئیوں نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ رات کے وقت انہوں نے درخت کاٹ کاٹ کر اپنے پڑاؤ میں ڈھیر لگا دیئے تھے اور پھر پڑاؤ کے اندر بڑی تیزی سے بائیں شہر کو فتح کرنے کے لئے بڑے بڑے برج بنا شروع ہو گئے تھے۔

جس وقت شہر سے باہر اپنے پڑاؤ میں متوشلیش اپنے سالاروں کے ساتھ بائیں شہر کو فتح کرنے کے لئے صلاح مشورہ کر رہا تھا، اُسی وقت بائیں کا سپہ سالار ہزال بائیں کے قصر میں بائیں کے بادشاہ برنا بورش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ برنا بورش نے ہزال کو اپنی تعلیم اور عزت دیتے ہوئے اپنے قریب بٹھایا۔ پھر فکر مند سی آواز میں ہزال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ہزال یہ جو حئیوں کا نڈی دل لشکر بائیں کے گرد آں موجود ہوا تو تمہارا کیا اندازہ ہے، کیا یہ ہمیں نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟“

برنا بورش نے اس سوال پر کچھ دیر ہزال سوچا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ”آج میں آپ کی خدمت میں کسی جنگی تدبیر پر گفتگو کرنے کے لئے نہیں آیا۔ ان حئیوں کے لشکر کا جائزہ لے چکا ہوں۔ اتنا بڑا لشکر حتیٰ آج تک کسی قوت، کسی شہر کے

کا اور اگر میں ایسا نہ کر سکا تو میں بھی اپنے بچے کچھ ساتھیوں کو لے کر آپ کے پاس کوہستان زاگروس کی طرف چلا آؤں گا۔ وہاں سے مزید اپنے ہم قوم کا سیوں کا ایک لشکر تیار کریں گے اور بائیں پر حملہ آور ہو کر حئیوں کو نکال باہر کریں گے اور اپنا شہر واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ ایسا کرنے سے پہلے مختلف راستوں سے تیز رفتار قاصد سیتانیوں کے سالار سیماس، طباش اور رمیسس کے سالار سیرم کی طرف بھجوائیں گے اور حئیوں کے خلاف اُن سے مدد طلب کریں گے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم حئیوں کو زیادہ دن بائیں میں قیام نہیں کرنے دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہزال زکا۔ کچھ سوچا، دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”ایسا میں آپ کی حفاظت اور سلامتی کے لئے کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ بائیں کے حالات اب دن بہ دن خدوش اور خطرناک ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اگر آپ آج رات کی تاریکی میں محافظ دستوں کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور لواحقین کے ساتھ کوہستان زاگروس کی طرف چلے جاتے ہیں تو پھر میں کل کر حئیوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ کامیاب ہو گیا تو ہماری خوش قسمتی، ناکام ہوا تو میں کوہستان زاگروس کی طرف آؤں گا اور نئے سرے سے لشکر کو استوار کر کے اپنا شہر واپس لینے کی کوشش کریں گے۔“

بائیں کے بادشاہ برنا بورش نے اپنے سالار ہزال کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ وہ اُسی رات بڑی رازداری کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور لواحقین کے ساتھ چند محافظ دستوں کے حصار میں بائیں شہر سے نکل کر بحفاظت کوہستان زاگروس کی طرف چلا آیا تھا۔

دوسری طرف حئیوں نے بھی چند روز تک لگاتار اپنی تیاریاں پوری کر دیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ تفصیل پر اترنے کے لئے انہوں نے لکڑی کے بڑے بڑے اونچے ٹیلے بنائے ہیں، تب انہوں نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ آدھے لشکر کو انہوں نے شہر کے دہلیز پر متعین کیا۔ دوسرے آدھے کے ساتھ انہوں نے شمال سے حملہ آور ہونا شروع کیا۔ ایک جنوب والا لشکر تقریباً گھات میں بیٹھا رہا۔ چنانچہ شمال کی طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے حتیٰ لکڑی کے اُن مضبوط اور موٹے برجوں کے ذریعے شہر کی تفصیل پر آنا شروع ہو گئے تھے۔ بائیں کے سپہ سالار ہزال نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اور حئیوں کو روکے لیکن حئیوں کے مقابلے میں اُس کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی۔ اس

اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر بابل کا سپہ سالار ہزراں کو بہتان زاگروس کے دامن میں اُس جگہ پہنچا جہاں پٹ ہی بابل کا بادشاہ برناپورس پہنچ کر خیمہ زن ہو چکا تھا۔ ہزراں جب اپنے لشکریوں کے ساتھ زندہ سلامت پہنچا، تب برناپورس نے اُس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ ہزراں کو پکڑ کر وہ اپنے خیمے میں لے گیا۔ پھر ہزراں نے دو مختصر سے حالات برناپورس سے کہہ دیے تھے جن کے تحت حتی بابل کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ہارے حالات ہزراں سے سننے کے بعد برناپورس کچھ دیر اداس رہا۔ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر ہزراں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہزراں، تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے، میں جانتا ہوں تو ابھی تر میں اتنا بڑا نہیں لیکن تیرا تجربہ، تیری جتنی ہنرمندی، تیری زندگی کے ماہ و سال سے نہیں زیادہ ہے۔ دیکھ بچے، حتیوں کے ہاتھوں اس شکست کو اپنے دل پر مت لینا، اب تو مجھے یہ بتا کہ تو کیا کرتا چاہتا ہے۔ جیسا تو چاہے گا، ویسا ہی میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

برناپورس جب خاموش ہوا تب ہزراں اپنا گلہ صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”بابل سے نکل کر آپ کی طرف آتے ہوئے میں نے تیز رفتار قاصد سیتانیوں کی طرف روانہ کئے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ بڑے محتاط رہ کر سیتانیوں کے علاقے کی طرف جائیں۔ راستے میں جگہ جگہ حتی دستوں نے شاہراہوں اور راستوں کی ناک بندی کر رکھی ہوگی۔ میں نے زیادہ نہیں، صرف دو قاصد روانہ کئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ دیوتاؤں اور مندروں کی بہتری اور اُن کی پوجا پاٹ کا پرچار کرنے والوں کے جیس میں سیتانیوں کا رخ کریں گے۔ جو خبریں اب تک ہمارے پاس سیاسی اور عیاش کے متعلق آئی تھیں، اُن کے مطابق مصر کے فرعون رعمیس کے سپہ سالار سیرم کے

اور کوئی قدم اٹھائیں گے۔ اُن کے ساتھ ہمارا دین ابراہیمی کا ایک رشتہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں اسی رشتے کے تحت جب میرے قاصد انہیں خبر دیں گے کہ حتی ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور ہم سے بابل شہر چھین لیا ہے تو مجھے امید ہے کہ وہ آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھیں گے اور ہماری مدد کے لئے وہ ضرور وقت ضائع کے بغیر کارروائی کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ اب میں کل کو بہتان زاگروس میں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے لشکریوں کی ہوائی کام شروع کر دوں گا۔ ساتھ ہی میں اُن قاصدوں کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا جنہیں میں نے سیاسی اور طباش کی طرف روانہ کیا ہے۔“

کو بہتان زاگروس بابل کے کافی مشرق میں پڑتا تھا۔ یہ ایک کافی لمبا اور بلند پہاڑی سلسلہ ہے۔ اسے کو بہتان زاگروس کے علاوہ کو بہتان کردستان بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ بہر حال ہزراں اگلے روز زاگروس یا کو بہتان کردستان میں داخل ہوا۔ وہاں سے والے کامیوں کو جب خبر ہوئی کہ اُن کا سالار بابل سے اُن کے پاس پہنچا ہے تو انہوں نے شاندار انداز میں اُس کا استقبال کیا۔ ہزراں نے جب اُن پر انکشاف کیا کہ اس طرح حتی اُن پر حملہ آور ہوئے اور بابل فتح کر لیا تو یہ خبر سن کر کامیوں کے اندر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ چنانچہ ہزراں کے کہنے پر کای جوق در جوق اُس کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے اور ہزراں نے اُن کی بہترین تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔



رعمیس کے سالار سیرم کے ساتھ سیاسی اور طباش دونوں نے ابھی تک حتیوں کے علاقوں میں ہی قیام کر رکھا تھا اور وہ وہاں سے اپنے لئے خورد و نوش اور دوسری ضروریات زندگی کا سامان جمع کرتے جا رہے تھے۔ چونکہ حتیوں نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے پہلے بابل کو ہدف بنالیا تھا اور بابل انہوں نے فتح کر لیا تھا، لہذا اب تک ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک روز جب کہ سیرم، سیاسی اور طباش حتیوں کے علاقے سے جمع ہونے والے سامان کا جائزہ لے رہے تھے کہ انہیں بابل نے سپہ سالار ہزراں کے قاصدوں کے آنے کی اطلاع دی گئی۔

اس اطلاع پر سیاسی اور طباش چونکے تھے۔ سیرم غور سے اُن دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے اُن دونوں کو مخاطب کیا۔

”میں نے تم دونوں بھائیوں کے چہروں سے اندازہ لگایا، میں نے دیکھا یہ خبر سن

موقع پر اس نے جب اپنے لشکر کے بڑے حصے کو سمیٹتے ہوئے فصیل کے شمالی علاقے پر متعین کیا تو شمال کی طرف سے تو ہزراں نے حتیوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا لیکن اتنی دیر تک رسیوں کی سڑھیاں لگا کر جنوب سے بھی حتی شہر کی فصیل پر چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ صورتحال بابل کے سپہ سالار ہزراں کے لئے غیر متوقع تھی۔ اب اس کے لشکری فصیل کے اوپر ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرتے ہوئے حتیوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس موقع پر ہزراں نے بڑا اچھا قدم اٹھایا۔ اُس نے اپنے لشکریوں کا زیادہ نقصان نہ ہونے دیا، لشکریوں کو اُس نے فصیل سے نیچے اتر جانے کا حکم دیا اور پھر جس قدر لشکری اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا، انہیں لے کر وہ شہر بنہ کے شرقی دروازے سے نکل کر بڑی تیزی سے کو بہتان زاگروس کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہولیا تھا۔

ہزراں کی خوش قسمتی کہ حتیوں کو خبر تک نہ ہوئی کہ ہزراں شہر خالی کر کے اور اپنے بچے کچھ لشکریوں کو لے کر شہر چھوڑ کر بھاگ چکا ہے۔ انہیں ابھی تک یہ بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ چند دن پہلے بابل کا بادشاہ برناپورس بھی بابل چھوڑ کر جا چکا ہے۔ بہر حال تاریخ کے اوراق واضح طور پر نشانہ دہی کرتے ہیں کہ آخر حتیوں نے بابل شہر فتح کر لیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ حتی بابل شہر کو فتح کرنے کے بعد وہاں حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

حتیوں کے بادشاہ متلش کا بھائی متوٹلیش جب اپنے لشکر کے ساتھ بابل شہر میں داخل ہوا تو بابل کی فتح پر اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس کا بیٹا لوزمان اس موقع پر اُس کے ساتھ تھا۔ دونوں بیٹیاں دلکڑ اور حسین اور خوبصورت سریان بھی اپنے باپ کے ساتھ بابل شہر میں داخل ہوئی تھیں اور سب بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یوں بابل شہر کو فتح کرنے کے بعد متوٹلیش نے چند یوم تک بابل کے نظم و نسق کو اپنے طور طریقوں کے مطابق درست کیا۔ اُس کے بعد اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُس نے بابل کے نواح میں خیمہ زن ہو کر قیام کر لیا تھا جب کہ شہر کی حکمران اُس نے اپنی بڑی بیٹی دلوز کو بنا دیا تھا۔



ساتھ سیاسی اور طباش دونوں نے حتیوں کے علاقوں میں قیام کر رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے قاصدوں کو تاکید کے ساتھ کہا تھا کہ وہ سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکائی میں اُن کے بادشاہ حتی ورا کی طرف نہ جائیں بلکہ سید سے حتیوں کے علاقے میں اُس جگہ جائیں جہاں سیرم، سیاسی اور طباش نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے اور اُن کے نام میں نے اپنے قاصدوں کو پیغام بھی دے دیا ہے کہ کس طرح حتی بہت بڑی تعداد میں ہم پر حملہ آور ہوئے، بابل کو انہوں نے فتح کر لیا اور کس طرح میں اور بابل کا بادشاہ بابل سے نکل کر کو بہتان زاگروس کی طرف جا چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ پیغام سننے کے بعد سیاسی اور طباش ہی نہیں، رعمیس کا سپہ سالار سیرم بھی حرکت میں آئے گا اور حتیوں سے نپٹنے کے لئے ضرور ہماری مدد کو پکیں گے۔“

میں اب تک کہنے کے بعد ہزراں نکا۔ دوبارہ اپنے سلسلہ کلام کو بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اتنی دیر تک میں بھی بیکار نہیں بیٹھوں گا۔ آپ جہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں، یہیں رہیں۔ کو بہتان زاگروس میں میری قوم کے اُن گنت کاسی بستے ہیں۔ میری ایک پکار پر وہ ہزاروں کی تعداد میں میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور جب تک میرے قاصد واپس آکر مجھے سیرم، سیاسی اور طباش کا کوئی پیغام نہیں دیتے۔ اُس وقت تک میں اپنے کاسی ساتھیوں کی تربیت کا بہترین کام سرانجام دے دوں گا اور انہیں اس بات کی تربیت دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ جنگ کے دوران انہیں کس طرح میرا ساتھ دینا ہے اور کس انداز میں حتیوں پر ضرب لگانی ہے۔“

ہزراں کی اس گفتگو سے بابل کا بادشاہ برناپورس خوش ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

”ہزراں، اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بابل کے خزانے میں جو کچھ تھا وہ تو نکال کر میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں، اسی رقم کو ہم نے لشکری بھرتی کرنے پر صرف کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم بابل واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

برناپورس جب خاموش ہوا تب چھاتی تانتے ہوئے ہزراں کہنے لگا۔

”ابراہیم کے رب کو منظور ہوا تو ان وحشی حتیوں کو مار مار کر ہم بابل سے نکال باہر کریں گے۔ میں پریشان نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں سیاسی اور طباش

”میں کیا کرتا ہے۔“

اس پر سیاسی نے اُن دونوں قاصدوں کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”تم دونوں ایک لمبا سفر طے کر کے آئے ہو، اس لئے دو دن ہمارے پڑاؤ کے اندر قیام کرو۔ اُس کے بعد یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ سیدھا کوہستان زاگروس کا رخ کرو، وہاں ہزال کی خدمت میں حاضر ہو اور اُس سے کہو کہ جس قدر لشکر کی کوہستان اگروس سے جمع کر چکا ہے، انہیں لے کر بابل کا رخ کرے، تمہاری روانگی کے ایک ہفتے بعد تم بھی بابل کا رخ کریں گے۔ پھر دیکھیں گے حنیوں کے بادشاہ کا بھائی متوخلیش کب تک ہمارے سامنے بابل کا دفاع کرتا ہے۔ اُسے نہ صرف یہ کہ بابل کے بادشاہ برنابورش کے لئے بابل خالی کرنا ہوگا بلکہ اپنے لشکریوں کا قتل عام بھی کروانا۔“ اُس کے بعد کچھ دیر تک اُن قاصدوں کے ساتھ ہزال کے پیغام کے سلسلے میں سیاسی کی اُن کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ پھر وہ دونوں قاصد سیاسی کے ایک چھوٹے بازار کے ساتھ آرام کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔

دو دن بعد وہ قاصد حنیوں کی سرزمینوں سے کوہستان زاگروس کی طرف کوچ کر رہے تھے جب کہ اسی روز سیاسی اور طباش نے بھی اپنے حصے کے لشکر میں سے کچھ تجربوں کو بابل کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ بابل فتح کرنے والے متوخلیش اور اُس کے لشکریوں کا نگاہ رکھیں اور اُس کے ایک ہفتے بعد سیرم، سیاسی اور طباش نے بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

ہزال کے قاصد جب کوہستان زاگروس میں اُس کے پاس پہنچے اور سیاسی کا پیغام پہنچا، تب ہزال کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جس قدر کہ اسی لشکر وہ اپنے گرد جمع کر چکا تھا، اُن کے لئے کوہستان زاگروس سے نکلا اور اُس جگہ آیا جہاں بابل کے بادشاہ برنابورش نے قیام کر رکھا تھا۔ برنابورش کے پاس آکر ہزال نے جب اُسے سیاسی کا پیغام سنایا، تب برنابورش کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور وہ ہزال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہزال یوں جانو، یہ ہماری خوش بختی ہے کہ سیاسی اور طباش دونوں ہماری مدد کرنے والے آ رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ اگر ہم سیاسی کا سالار سیرم بھی آ رہا ہے تو میرا دل انتہائی خوش ہے۔ متوخلیش زیادہ دن بابل میں اُن کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا اور بابل اُسے دلی کرتا پڑے گا۔“ برنابورش جب خاموش ہوا تب سے پناہ بخشی کا اظہار کرتے ہوئے

اُس نے اپنی بیٹی دلوکز کی مدد کے لئے بابل ہی میں چھوڑا جب کہ لشکر بھی آپس میں تقسیم کر لیا گیا۔ لشکر کا ایک بڑا حصہ بابل کی حفاظت کے لئے دلوکز اور بڑے سالار گور کی سرکردگی میں رکھا گیا جب کہ لشکر کے باقی حصے کے ساتھ متوخلیش اپنے بیٹے لوزمان، بیوی اسورک، چھوٹی بیٹی سربان اور اپنے سالار سنوش کے ساتھ بابل شہر سے نکل کر اپنے مرکزی شہر خوتاش کی طرف روانہ ہوا تھا۔



سیرم، سیاسی اور طباش اپنے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف کوچ کر رہے تھے کہ سامنے کی طرف سے اُن کے وہ ہجرت آگئے جنہیں انہوں نے بابل پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ اُن کی آمد پر سیرم، سیاسی اور طباش نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ وہ حیرت و تعجب سے اُن کے پاس پہنچے ہوئے دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

”آپ نے جس مقصد کے لئے ہمیں بھیجا تھا، اُس سلسلے میں ہم ایک اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ متوخلیش نے بابل شہر میں اپنی بیٹی دلوکز کو دہاں کا حاکم مقرر کیا ہے۔ لشکر کا ایک حصہ اور اپنا ایک بڑا سالار گور بابل ہی میں رکھا ہے اور باقی لشکر اور بازاروں کو لے کر وہ بابل سے نکلا ہے اور اپنے مرکزی شہر خوتاش کی طرف روانہ ہوا ہے۔“

یہ خبر سن کر سیاسی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر سیرم اور طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے خیال میں حنیوں پر ضرب لگانے کے لئے اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ اپنے انہی تجربوں کی راہنمائی میں ہمیں اپنی پیش قدمی میں تیزی پیدا کرنی چاہیے اور متوخلیش پر حملہ آور ہو کر اُسے گرفتار کر لینا چاہیے تاکہ اُسے پتا چلے کہ بابل پر ضرب لگانے کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔“

سیرم اور طباش دونوں نے سیاسی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اپنے اُن افسروں کی راہنمائی میں وہ حرکت میں آئے اور بڑی تیزی سے اُس شاہراہ کی طرف چلے گئے جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے متوخلیش اپنے لشکر کے ساتھ بابل سے اپنے اپنی شہر خوتاش کا رخ کر رہا تھا۔

راہنمائی کرنے والوں نے جب سیرم، سیاسی اور طباش کو بتایا کہ اب وہ شاہراہ

کرتم دونوں کے چہروں پر بے اطمینانی کی لہریں پھیلی تھیں۔ کیا تم دونوں کسی حادثے کی توقع رکھتے ہو؟“

اس پر سیاسی نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”سیرم! میرے بھائی، تمہارا اندازہ درست ہے، ہزال ایک بہت اچھا انسان ہے، وہ میرا ہم عمر ہی ہے لیکن جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ میرے اور طباش کے ساتھ وہ بھائیوں جیسا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے تم ہمارے ساتھ سلوک کرتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں اُس نے جو قاصد ہمارے طرف روانہ کیے ہیں تو وہ بغیر کسی وجہ اور ملت کے نہیں آئے۔ میرے خیال میں وہ کسی مصیبت سے دوچار ہوا ہے۔“

اتنی دیر تک سیرم کے کہنے پر ہزال کے دونوں قاصدوں کو اُن کے سامنے لاکھڑا کیا تھا۔ سیاسی اور طباش چونکہ دونوں ماضی میں ہزال کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے حنیوں کے خلاف کام کرتے رہے تھے، اس لئے اُنے والے دونوں قاصد سیاسی اور طباش کو اُن کے چہروں سے بچپانتے تھے۔ چنانچہ اُن دو قاصدوں میں سے ایک سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں آپ اور طباش دونوں کو تو جانتا ہوں، آپ کے ساتھ جو تیسرے صاحب ہیں، میرے خیال میں یہ مصر کے سالار سیرم ہیں۔“

اس پر مسکراتے ہوئے جب سیرم نے اپنی گردن اثبات میں ہلائی، تب وہ قاصد بولا اور کہنے لگا۔

”میں اپنے سپہ سالار ہزال سے ایک برا پیغام لے کر آیا ہوں۔“ اُس کے بعد اُس قاصد نے حنیوں کے بابل پر حملہ آور ہونے، شہر کو فتح کرنے اور شہر خالی کر کے بابل کے بادشاہ برنابورش اور سپہ سالار ہزال کے کوہستان زاگروس کی طرف چلے جانے کی داستان تفصیل سے کہہ دی تھی۔

”میرے دونوں عزیز بھائیوں میں بابل کے سپہ سالار ہزال اور اُس کے حراج سے واقف نہیں ہوں۔ تم دونوں اس کو خوب جاننے والے ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں جو فیصلہ تم دونوں کرو گے، وہ میرے لئے آخری ہوگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سیرم لگا، پھر دوبارہ سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہزال کے ان قاصدوں کو جو جواب دینا چاہتے ہو، وہ دو، پھر میں دیکھتا ہوں

ہزال کہنے لگا۔

”قاصدوں نے مجھے بتایا ہے کہ جس روز وہ سیاسی اور طباش کے ہاں سے روانہ ہوئے تھے تو سیاسی نے کہا تھا کہ وہ اُن کی روانگی کے ایک ہفتے بعد بابل کی طرف کوچ کرے گا، ساتھ ہی سیاسی نے اپنے کچھ تجربے بھی بابل کی طرف روانہ کئے تھے۔ میرے خیال میں ایسا اُس نے متوخلیش اور اُس کے لشکریوں پر نگاہ رکھنے کے لئے کیا ہے۔ بہر حال میں اب بڑی رازداری کے ساتھ آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے بابل کی طرف کوچ کروں گا۔ میری روانگی کے بعد آپ بھی ایک دن کا وقفہ ڈالنے کے بعد جودستہ آپ کے ساتھ ہیں، اُن حفاظت دستوں کو لے کر بابل کی طرف کوچ کر جائیے گا۔“ اور میں اس رفتار سے بابل کی طرف بڑھوں گا کہ میرے ہاں پہنچنے تک سیاسی، طباش اور سیرم بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں۔ اُس کے بعد جب ہم سب مل کر حنیوں پر ضرب لگائیں گے تو متوخلیش کے پاس صرف دو ہی راستے رہ جائیں گے: اول یہ کہ وہ ہمارے سامنے سرکوم کر دے اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے، دوم یہ کہ شکست اٹھا کر بھاگے یا اپنا سر قلم کرانے کے لئے تیار ہو جائے۔“

ہزال کی اس گفتگو نے بابل کے بادشاہ برنابورش کو خوش کر دیا تھا۔ چنانچہ آنے والی شب ہزال نے اپنے لشکر کے ساتھ برنابورش کے پڑاؤ ہی میں بسر کی اور اگلے روز وہ کامیوں کے لشکر کو لے کر بابل کی طرف روانہ ہوا تھا۔

دوسری طرف سیرم، سیاسی اور طباش بھی اپنے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ حنیوں کے بادشاہ متوخلیش کے بھائی متوخلیش نے کیونکہ اُن دنوں اپنی بیوی اسورک، بیٹے لوزمان، دونوں بیٹیوں دلوکز اور سربان کے علاوہ اپنے دو بہترین سالاروں سنوش اور گور کے ساتھ بابل شہر ہی میں قیام کر رکھا تھا، شہر کا نظم و نسق انہوں نے اپنے طور طریقوں پر چلانا شروع کر دیا تھا۔ متوخلیش نے شاید یہ خیال کیا تھا کہ اُس کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ہزال کہیں دور کی سرزمینوں میں چلا گیا ہے اور دوبارہ بابل شہر واپس لینے کی کوشش نہیں کرے گا، نہ ہی اُسے یہ خبر تھی کہ بابل کا سابق بادشاہ برنابورش کہاں چلا گیا ہے۔ بس وہ اس پر ہی مطمئن تھا کہ اُس نے بابل فتح کر لیا ہے۔ چنانچہ حنیوں تک بابل میں قیام کرنے کے بعد آخر اُس نے بابل کا نظم و نسق اور بابل کی حکمرانی اپنی بیٹی دلوکز کے حوالے کی اور اپنے دو بڑے سالاروں میں سے گور کو

سیاس مسکرا دیا۔ پھر طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”طباش میرے بھائی! تم سیرم کے ساتھ ہولو، اب آؤ دشمن کی طرف پیش قدمی
 میں اور اسے بتائیں باطل کو فتح کرنے کے کیا بنڈیان خیز نتائج سامنے آتے ہیں۔“
 اس کے ساتھ ہی تینوں اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے تو تینوں کے لشکر کے
 سپاہی جاکر سیرم اور طباش دونوں نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد بڑے ہولناک انداز
 میں پہلے نعرے بلند کئے، اُس کے بعد وہ تینوں کے لشکر پر کالی راتوں کے دروازے پر
 اب دیتی گرجتی دھاڑتی آندھیوں، مرگ کے نادیہ محوں، شور قیامت کی گونج کی
 طعن حملہ آور ہوئے تھے۔ جواب میں حتی خواہشوں کے منہ زور سمندر تک کو تشنگی میں
 لیتے، انجانے جذبوں اور دکھ، کرب اور درد کے طوفان کھڑے کرتے، بے رحم گھنے
 ہاتھ اب اور غصوں کی سہ رخ آزمائش کی طرح سیرم اور طباش کے لشکر پر ٹوٹ پڑے
 تھے۔

اتنی دیر تک دوسری کارروائی شروع ہوئی۔ سیاسی آندھی اور طوفان کی طرح اپنے
 تیلے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ تینوں کے لشکر کے پچھلے حصے پر تھڑ شو، آتشیں صدائیں
 لائی، بھورے لاوے کی ابلتی ندیوں، بے کراں صحراؤں کی ویرانیوں کی رگ رگ
 میں بڑھ جانے والے خوف کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

ان ویرانوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے پر غاروں میں چپختے پھیر رہے، آگ
 اور خون کے پیغام، حوصلہ شکنی کے سیلاب، ذلت اور رسوائی کی خوفناکی کی طرح حملہ آور
 ہوئے تھے۔ تینوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ پہلے ہی حملے میں وہ سیاسی
 اور طباش کو مار بیٹھا لیکن اُن کے تیز حملے انہیں ایسا کرنے نہیں دے رہے تھے
 پھر آہستہ آہستہ حتی جن کے لشکر کی گولوں کے برج جیسے حرب آزمایا اور آتشیں حروف
 کی تباہی عناصر خیال کئے جاتے تھے، سیرم، سیاسی اور طباش اُن کی سلامتی لے گوشوں
 کی بانی کیفیت کی طرح وارد ہونا شروع ہو گئے تھے۔

لشکر کے اگلے حصے کو سیرم اور طباش نے خوب کاٹا تھا جب کہ تینوں کے لشکر کے
 سپاہی پر سیاسی باجروت پاسانوں انقلاب آفرین مہربانوں کی طرح حملہ آور
 ہوئے تینوں کو رقابت کے جذبات، بیدردی کے دھموں میں ڈبوئے لگا تھا۔
 سیرم اور طباش دونوں نے تینوں کے لشکر کے اگلے حصے کو نقصان پہنچایا تھا۔

بابل شہر کی حتی حکمران ولوکز اور اُس کے ساتھ کام کرنے والے حتی سالار گودور کو
 شعلیں اور اُس کے لشکر کی تباہی اور شکست کی خبر اُس وقت ہوئی جس وقت سیاسی
 م اور طباش تینوں اپنا لشکر لے کر بابل پہنچ گئے تھے اور شہر کے ایک طرف انہوں نے
 اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوسری طرف ہزاروں کو بھی اطلاع ہو گئی تھی کہ وہ تینوں
 اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے ہیں۔ لہذا ہزاروں نے بھی بابل کی طرف پیش قدمی کی۔
 اتنی دیر تک پیچھے آنے والے بابل کے بادشاہ برنابورش نے بھی اپنی رفتار تیزی کی حتی اور وہ
 ہی ہزاروں سے آگے بڑھا۔ چنانچہ ہزاروں اور برنابورش دونوں اُس جگہ آئے جہاں سیاسی
 م اور طباش نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سیرم، ہزاروں اور بابل کے بادشاہ
 اور شہر کو نہیں جانتا تھا لیکن سیاسی اور طباش دونوں جانتے تھے۔ چنانچہ تینوں نے لشکر
 باہر نکل کر بابل کے سابق بادشاہ برنابورش اور اُس کے سپہ سالار ہزاروں کا استقبال
 کیا۔ ہزاروں اور برنابورش بڑے پُر جوش انداز میں سیاسی اور طباش سے ملے۔ سیاسی
 اُن سے سیرم کا تعارف کروایا۔ پھر ہزاروں کے حکم پر اُس کا لشکر بھی وہاں خیمہ زن
 کیا گیا تھا۔ جب کہ سب سیرم کے خیمے میں داخل ہوئے۔

اس موقع پر گفتگو کا آغاز سیاسی نے کیا اور ہزاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”ہزاروں میرے بھائی! پہلے ہم تم سے اور محترم برنابورش سے معذرت خواہ ہیں کہ
 تم ہم تم لوگوں کی مدد کے لئے نہ پہنچ سکے اور حتی بابل پر قبضہ کرنے میں کامیاب
 ہو گئے۔“ اُس پر بڑی طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے ہزاروں نے کہنے لگا۔

”سیاس میرے بھائی! اس سلسلے میں تم میں سے کسی کا قصور یا خطا نہیں ہے۔
 اتنی قیامت بابل شہر پر حملہ آور ہوئے تھے۔ حملہ آور ہوتے وقت انہوں نے تم
 کی طرف جانے والے سارے راستے مسدود کر دیے تھے، وہاں اپنے مسلح دستے

قریب ہی ہے جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے تینوں کا لشکر اپنے مرکزی شہر کی طرف جا
 رہا تھا۔ چنانچہ وہاں سیرم اور طباش دونوں کو اشارہ کرتے ہوئے سیاسی نے لشکر کو رک
 جانے کے لئے کہا تھا۔ اس پر پورا لشکر رک گیا۔ پھر اپنے دائیں بائیں آن کھڑے
 ہونے والے سیرم اور طباش دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! جیسا کہ ہمارے راہبر بتا چکے ہیں کہ اب وہ
 شاہراہ قریب ہے جس پر سفر کرتے ہوئے تینوں کا لشکر جا رہا ہے۔ لہذا اُن پر حملہ آور
 ہونے کی منصوبہ بندی ہمیں نہیں طے کر لینی چاہیے۔ سیرم میرے بھائی! تینوں پر
 سامنے کی طرف سے حملہ نہیں کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ اپنی سلامتی کی خاطر اور
 راستہ حاصل کرنے کی خاطر اپنی جانوں پر ٹھیلے ہوئے ہمارے نقصان کا باعث بن سکتے
 ہیں۔ لشکر دو حصوں میں رہے گا۔ میرا اور طباش کا لشکر میری کمانداری میں، تمہارے حصے
 کا لشکر تمہارے پاس رہے گا۔ تم تینوں کے لشکر کے اگلے حصے پر ضرب لگانا، انہیں اپنے
 ساتھ مصروف رکھنے کی کوشش کرنا، میں پچھلے حصے پر ضرب لگاؤں گا اور کوشش کروں گا
 کہ زیادہ سے زیادہ تینوں کو نقصان پہنچایا جائے، اگر ہم اس انداز میں اُن پر ضرب
 لگانے میں کامیاب ہو گئے تو میرے بھائی! ہم اُن سے بابل پر حملہ آور ہونے کا انتقام
 لے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں حتی اپنی جائیں بچا کر بابل نہیں بلکہ اپنے مرکزی شہر کا
 زخ کریں گے، وہ بھاگ جائیں گے تب ہم پلٹ کر بابل کا زخ کریں گے۔ بابل
 میں جوتی اپنے سالار گودور کو چھوڑ کر آئے ہیں، اُس کی جو ہم حالت کریں گے، وہ زمانہ
 دیکھے گا۔ اس لئے کہ اُس وقت تک ہمارا بھائی ہزاروں بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ
 چکا ہوگا اور مجھے امید ہے کہ جس انداز میں تینوں نے بابل شہر فتح کیا تھا، ایسے ہی انداز
 میں ہم بابل شہر اُن سے واپس لے کر دوبارہ ہزاروں اور بابل کے بادشاہ برنابورش کے
 حوالے کریں گے۔“

اس مرتبہ بڑے غور سے سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے سیرم کہنے لگا۔

”سیاس بھائی! میری ایک بات مانو جو لشکر تمہارے اور طباش کے پاس ہے، اُس
 کی کمانداری تم اکیلے کرو گے، طباش کو میرے ساتھ کر دو، اس لئے کہ فی الحال میں ان
 طاقتوں سے واقف نہیں ہوں۔ میری راہنمائی طباش کرتا رہے گا اور پھر طباش کو میں نے
 میں دشمن پر ضرب لگانے کا ہنر یہ مجھ سے بھی نہیں بہتر جانتا ہے۔“

تینوں کے لشکر کے پچھلے حصے میں نہ صرف یہ کہ متوخلیش کی خوبصورت اور حسین بیٹی
 سریان سفر کر رہی تھی بلکہ لشکر کا خورد و نوش اور ضروریات کا جو سامان تھا، وہ بھی لشکر کے
 پچھلے حصے ہی میں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد جب تینوں نے دیکھا،
 اُن کی شکست کے آثار نمایاں اور واضح طور پر دکھائی دینے لگے ہیں۔ تب متوخلیش نے
 پسپائی اور فرار کا حکم دیا، جس پر حتی اپنی جائیں بچاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔
 سیرم اور طباش نے چھ دور تک اُن کا تعاقب کر کے اُن پر مزید خوف اور وحشت طاری
 کی جب کہ سیاسی نے نہ صرف یہ کہ تینوں کے لشکر کے خورد و نوش کے ذخائر پر قبضہ
 کر لیا بلکہ متوخلیش کی بیٹی جو انتہا درجہ کی خوبصورت اور حسین تھی، نام جس کا سریان تھا،
 اُسے بھی گرفتار کر لیا تھا۔ اس موقع پر سریان نے بڑی رازداری سے کام لیا، اُس نے
 گرفتار ہوتے وقت سیاسی پر یہ انکشاف نہیں کیا تھا کہ وہ متوخلیش کی بیٹی ہے اور اُسے
 گرفتار کرنے کے بعد سیاسی نے اپنے ایک سالار کی بھرائی میں دے دیا تھا تاکہ اس پر
 نگاہ رکھی جائے اور وہ بھاگنے نہ پائے۔ اُس کے بعد سیرم، سیاسی اور طباش تینوں اپنے
 لشکر کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ بابل کی طرف بڑھے تھے۔



جب یہ برج تیار ہو گئے، تب سیاسی، سیرم، طباش اور ہزال اپنے کچھ چھوٹے ہزاروں کے ساتھ وہاں جمع ہوئے۔ اس موقع پر ہزال کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی لہجہ لگا۔

”ہزال میرے بھائی! اب جب کہ ہم نے باہل پر چڑھائی کرنے کی اپنی تیاری مکمل کر لی ہے، تو میں یہ معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم کس حصے سے شہر پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو۔“ سیاسی کے ان الفاظ پر ہزال نے تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”جو منصوبہ بندی میرے بھائی اس وقت تم چاہتے ہو، وہ کہو اُس کے بعد میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔“ اس پر سیاسی کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو میں نے جو سوچ رکھا ہے، سنو! میں چاہتا ہوں تم، سیرم اور طباش تینوں باہل شہر کے شمالی جانب رہو، جہتوں نے بھی اپنے کام کی ابتدا شمالی طرف سے ہی کی تھی، لہذا ان برجوں کے ساتھ تم شمال کی طرف سے حملہ آور ہونا۔ حملہ رات کے وقت کیا جائے گا۔ تمہارے حملہ آور ہونے سے پہلے میں اپنے حصے کے لشکر کو سمیٹاؤ، باہل شہر کے جنوب میں ایسے مقام پر چلا جاؤں گا جہاں شہر کی فصیل پر پہرہ دینے والوں کو سیرا کوئی لشکر دکھائی نہ دے۔“

”دیکھو جب تم پوری طاقت اور قوت کے ساتھ شمال کی طرف سے حملہ آور ہو گے، جہتوں کا لشکر جو گورد کی کمانداری میں کام کر رہا ہوگا، وہ زیادہ سے زیادہ شمال کی طرف سے آئے گا، جب وہ ایسا کریں گے، میں باہل کی شہر پناہ کے نزدیک آؤں گا، وہاں سے سیرم، طباش دیکھتے ہوئے ریسوں کی سیز جھوں کے ذریعہ شہر پناہ پر چڑھ جاؤں گا۔ درمیان میں میں شہر کو فتح کیا تھا، ایسے ہی باہل باہل ترقیت میں کر لیں گے۔“

اس موقع پر سولید سے انداز میں ہزال نے پہلے سیرم اور اُس کے بعد طباش کی طرف دیکھا۔ اس پر طباش بولا اور کہنے لگا۔

”ہزال ہمارے محترم بھائی! جو کچھ سیاسی نے کہا ہے، اس سے ہم اتفاق کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو مجھے امید ہے، وقت ضائع کئے بغیر ہم باہل کو فتح کر لیں گے۔ اور آنے والی صبح باہل شہر کے اندر سورج کی کرنیں جہتوں کو نہیں ہمارے لشکر کو دیکھیں گی۔“

کی طرح باہل شہر کی فصیل کے قریب آیا۔

رسوں کی سیز جھوں کے ذریعے سیاسی اور اُس کے لشکر کی فصیل پر چڑھنا شروع ہوئے، اُن کی آن میں سیاسی کا تقریباً سارا لشکر فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ اُس کے بعد فصیل کے جنوبی، مغربی اور مشرقی حصے میں جس قدر پہرہ دینے والے تھے، اُن کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ جب ایسا ہوا جب فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر یہ خبریں خوف و ہراس پھیلانے لگی تھیں کہ سیز جھوں کا ایک لشکر تو شمال کی طرف سے چڑھ آیا تھا جس سے حتیٰ نیرو آڑا مڑا۔ ایک اور لشکر جنوب کی سمت سے بھی آگیا ہے اور اُس نے فصیل کے جنوبی، مشرقی اور غربی حصوں پر ایک طرح سے قبضہ کر لیا ہے، وہاں جس قدر حتیٰ محافظ تھے، اُن کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

اس خبر نے نہ صرف شہر میں جہتوں کے اندر خوف و ہراس پھیلادیا تھا جو شہر کے نظم و نسق کو درست کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے بلکہ جو لشکر کی شمالی سمت مقابلہ کر رہے تھے، وہ بھی حوصلہ ہارنے لگے تھے۔

آخر یہ بھی خبریں آئیں کہ جنوب کی طرف سے حملہ آور ہونے والے فصیل سے نیچے اتر کر شہر کے جو محافظ حتیٰ ہیں، اُن کا قتل عام کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ یہ صورت حال دلوکڑ اور گورد دونوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا، اس مشورے میں اپنے چھوٹے سالاروں کو بھی ساتھ ملایا، اُس کے بعد جس وقت شہر کے اندر شور و غوغا، ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی، دلوکڑ، گورد کچھ چھوٹے سالار اور کچھ نیچے لشکر کی شہر پناہ کا غربی دروازہ کھول کر بڑی رازداری سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اُن کے بھاگنے کے بعد صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے شہر پر سیاسی اور ہزال کا قبضہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ سیاسی، طباش اور سیرم نے اپنے لشکر کے ساتھ باہل شہر کے نواح میں اپنی خیمہ گاہ میں قیام کر لیا تھا جب کہ ہزال باہل کے بادشاہ برناپور شہر کے ساتھ مل کر پہلے کی طرح باہل کا نظم و نسق درست کرنے میں لگ گیا تھا اور جہتوں کے ہاتھوں باہل کے فتح ہونے کے بعد جو نقصان ہوا یا جن لوگوں کو نقصان برداشت کرنا پڑا، اُس کی بڑی تیزی سے عطا کی جانے لگی تھی۔

چند روز تک ایسے ہی حالات رہے اور جس روز سیاسی، طباش اور سیرم نے اپنے لشکر کو لے کر سیز جھوں کے مرکزی شہر اشوکائی کی طرف روانہ ہوا تھا، اُس سے ایک

مقرر کر دیئے تھے جن کی بناء پر باہل کے سقوط کی خبر تم تک نہ پہنچ سکی۔ بہر حال میں اپنے اور محترم برناپور شہر کی طرف سے تم تینوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ ہماری مدد کے لئے یہاں آئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اب ہم باہل کو فتح کرنے میں کم از کم دن نہیں لیں گے۔“

ہزال کے ان الفاظ کے جواب میں سیاسی کہنے لگا۔

”دراصل متوشلیش نے باہل کی حکمرانی اپنی بڑی بیٹی دلوکڑ کے حوالے کی ہے۔ جب کہ جہتوں کا ایک سردار گورد باہل میں جہتوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ ہے۔ ایسا کرنے کے بعد متوشلیش لشکر کے ایک حصے کو لے کر اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ ہوا۔ ہمارے تجربوں نے ہمیں اُس کی روانگی کی اطلاع کر دی تھی۔ چنانچہ ہم جہتوں اُن حملہ آور ہوئے۔ باہل سے خوشاش کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہم نے متوشلیش بدترین شکست دی۔ اُس کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو کاٹ کر رکھ دیا اور متوشلیش کے پاس رسد کا جس قدر سامان تھا، اُس پر قبضہ کر لیا ہے، متوشلیش بچے بچے لشکر کو لے شکست اٹھا کر بھاگ گیا ہے۔ اب اس کائنات کے مالک اور خداوند قدس نے چاہا کہ یہی حالت ہم دلوکڑ اور اُس کے سپہ سالار کو درک کر لیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی زکا۔ دوبارہ ہزال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”ہزال! پہلے یہ بتاؤ، ان جہتوں نے باہل شہر پر کیسے قبضہ کیا؟“ اس پر ہزال مختصر سے الفاظ میں جہتوں کے باہل پر قبضہ کرنے کی تفصیل بتا دی تھی۔ اس پر سیاسی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”جس طرح وہ باہل پر حملہ آور ہوئے، اب اُسی انداز میں ہم باہل پر نزول کر گئے۔ جو طریقہ انہوں نے اپنایا تھا، اُسے ہی اپناتے ہوئے ہم باہل اُن سے واپس لے گئے۔ اُس کے بعد دیکھیں گے کہ حتیٰ کیسے اور کب دوبارہ باہل کی طرف اپنی میلی نگاہ کر دیکھنے کی جرأت اور جسارت کرتے ہیں۔“

تھوڑی دیر تک سب بیٹھ کر باہل پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی کرتے رہے۔ چنانچہ وہ دن اور آنے والی شب کو آرام کیا گیا۔ اُس کے بعد ہزال کی حکمرانی میں طرح بڑے بڑے برج تعمیر ہونا شروع ہو گئے تھے جیسے برج جہتوں نے بنا کر باہل فتح کیا تھا۔

گی۔“

طباش کے ان الفاظ پر ہزال متفق ہو گیا۔

چنانچہ آنے والی شب کو کام کی ابتداء کی گئی۔ جب رات گہری ہو گئی، چاروں طرف اندھیرے کی چادر نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا، تب سیاسی لشکر کے ایک حصے کے ساتھ باہل شہر کے جنوب میں فصیل سے اتنی دیر چلا گیا کہ فصیل پر پہرہ دینے والوں کو دکھائی نہ دے۔ اُس کے ایسا کرنے کے بعد ہزال، طباش اور سیرم نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ برجوں کو حرکت میں لاتے ہوئے آگے بڑھے اور شہر پر انہوں نے حملے شروع کر دیئے تھے۔

یہ صورت حال جہتوں کی حکمران دلوکڑ اور اُس کے سالار گورد کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اس لئے کہ حملے اُس وقت شروع کئے گئے تھے جس وقت دلوکڑ باپ متوشلیش لشکر کا ایک حصہ لے کر وہاں سے جا چکا تھا اور پھر یہ انکشاف بھی دلوکڑ اور گورد کے لئے بڑا پریشان کن تھا کہ راستے میں سیز جھوں کے ایک لشکر نے متوشلیش کو شکست دی اور متوشلیش شکست اٹھا کر اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا۔

اب جب شمال کی طرف سے حملوں کی ابتداء ہوئی تب جہتوں کا سالار گورد زور زور سے پکارتے ہوئے شمالی سمت سے ہونے والے حملوں کو روکنے کا حکم دینے لگا تھا۔ اس موقع پر جہتوں کی حکمران دلوکڑ بھی فصیل کے اوپر ایک محفوظ برج پر چڑھ آئی تھی اور اپنی موجودگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے لشکر یوں کا حوصلہ بلند رکھنے لگی تھی۔ اب صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ سیرم، طباش اور ہزال تینوں کیسے بعد دیگرے وقفے وقفے سے برجوں کے ذریعے زوردار حملے کرتے اور فصیل پر اترنے کی کوشش کرتے آخر اسی جدوجہد میں وہ اپنے کچھ لشکریوں کو فصیل پر اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایسا ہونا تھا کہ فصیل کے اوپر جہتوں کے ساتھ جنگ چھڑ گئی جب جہتوں کو خبر ہوئی کہ حملہ آوروں کے لشکر کا ایک حصہ فصیل پر چڑھ آیا ہے، تب مغرب، جنوب اور مشرق کی سمت جو لشکر تھے، وہ اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی تیزی سے شمال کی طرف سٹے تھے۔ یہی وہ امتحانِ حراست تھی جو اس سے پہلے ہزال سے سرزد ہوئی تھی جس سے فائدہ اٹھا کر جہتوں نے باہل شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب یہی غلطی حتیٰ بھی دہراتے رہے تھے۔ چنانچہ ان کی غلطیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیاسی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان

”تمہارا اندازہ درست ہے، لشکر کل یہاں سے اپنے مرکزی شہر اشوکانی کی طرف کوچ کرے گا۔“

اس کے ساتھ ہی وہ سالار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیاست کے خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت سیاست اپنے خیمے میں اکیلا تھا۔ سیاست نے اسے اپنے قریب بٹھایا۔ تب اس سالار نے جو گفتگو سریان کے ساتھ ہوئی تھی، وہ تفصیل کے ساتھ سیاست سے کہہ دی تھی۔

اس پر سیاست اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔
”کیا تم نے اس لڑکی کی حفاظت کا انتظام خوب کر رکھا ہے۔“ اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

”اس کے خیمے کے گرد ہمہ وقت پہرہ رہتا ہے۔ امیر آپ مطمئن رہیں، وہ بھاگ نہیں سکتی۔“

جواب میں سیاست مسکرایا اور کہنے لگا۔

”اچھا تم جاؤ، میں اس لڑکی سے مل لوں گا اور دیکھ لوں گا کہ وہ کیا کہتی ہے۔“
اس پر وہ سالار سیاست کے خیمے سے نکل گیا۔ سیاست کچھ دیر تک اپنے خیمے میں بیٹھ کر گہری سوچوں میں کھویا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس خیمے کی طرف بڑھا جس میں حنیوں کی شہزادی سریان کو رکھا گیا تھا۔

سیاس جب اس خیمے میں داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی سریان اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہاتھ کے اشارے سے سیاست نے اسے پیٹنے کے لئے کہا۔ اس پر سریان ہچکچاتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ اب تک وہ کھانا کھا چکی تھی اور خالی برتن اٹھا کر اس نے ایک طرف رکھ دیئے تھے۔ سیاست اس سے ذرا فاصلہ رکھ کر دور ہو بیٹھا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرا وہ چھوٹا سالار جسے میں نے تم پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے جو تمہاری ساری ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔“

اس پر سریان نے لمحہ بھر کے لئے غور سے سیاست کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔
”آپ کا اندازہ درست ہے، میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ کب تک۔“

ہم تمہارے جسم، تمہاری جان، تمہاری عزت و آبرو سب کی حفاظت کریں گے۔“
سیاس کے ان الفاظ سے سریان کو کچھ حوصلہ ہوا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور یہ کہ اس کی عزت بھی محفوظ رہے گی۔ چنانچہ اپنے سکون کی خاطر اس نے پھر سیاست کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

”اگر دو سال مجھے اشوکانی شہر میں قیدی کی حیثیت سے گزارنے ہیں تو پھر میرا قیام کہاں ہوگا۔ جہاں میرا قیام ہوگا، وہ مجھ سے قیدیوں کی سی مشقت نہ لیں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو کیا یہ میرے ساتھ زیادتی نہ ہوگی۔“

سریان کے ان سارے سوالوں کے جواب میں سیاست بڑی نرمی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایسا کچھ نہیں ہوگا خاتون! تمہیں کسی زندان میں نہیں ڈالا جائے گا۔ میری حویلی میں رکھا جائے گا۔“

”آپ کی حویلی میں؟“ حیرت سے سیاست کی طرف دیکھتے ہوئے سریان نے پوچھ لیا تھا۔

”ہاں، میری حویلی میں، وہاں تم محفوظ بلکہ عزت اور احترام کے ساتھ اپنا وقت گزار سکو گی۔“

”وہاں مجھے کتنے لوگوں کے ساتھ رہنا ہوگا اور کتنے لوگوں کی خدمت کرنا ہوگی، اس لئے کہ میں جنگی قیدی اور امیر ہوں اور ایک طرح سے غلام لونڈی کے برابر ہی ہوتا ہے۔“

اس پر سیاست پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”تمہاری حیثیت نہ لونڈی، نہ ہی امیر اور قیدی کی سی ہوگی۔ جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ میری حویلی میں تمہیں کتنے لوگوں کی خدمت کرنا ہوگی تو اس لئے میں تم پر وضاحت کر دوں کہ ہم گھر کے دو ہی افراد ہیں، ایک میں اور دوسری میری ماں۔ میری ماں کا نام طہامہ ہے۔ تمہیں اس کے پاس رہنا ہوگا۔ دو سال پورے رہنے کے بعد تم جہاں کہو گی، میں تمہیں پھوڑ کر آؤں گا۔ گھر میں ایک اور فرد بھی ہے۔ اس کا نام برزہ ہے۔ پہلے وہ ہماری خادمہ تھی، اب وہ میری ماں جیسی ہے۔“

سیاس کے خاموش ہونے پر سریان غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

روز پہلے جس چھوٹے سالار کی نگہداری میں حنیوں کی شہزادی سریان کو رکھا گیا تھا۔ وہ سالار جب سریان کا کھانا لے کر آگیا اور کھانا جب اس نے اس کے خیمے میں رکھا، تب سریان نے اسے مخاطب کیا۔

”دیکھ بھائی! میں تیری بڑی شکر گزار ہوں کہ تو میری اتنی دیکھ بھال اور خدمت کر رہا ہے، میں عجیب سی حالت میں ہوں۔ دن رات میرے خیمے کے گرد پہرہ رہتا ہے، نہ کسی سے بات کر سکتی ہوں، نہ مل سکتی ہوں۔ بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تمہارے جس سالار نے مجھے گرفتار کیا تھا، تم مجھے اس کے سامنے پیش کرو۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

اس پر وہ چھوٹا سالار سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”تمہارا کہنا درست ہے۔ تمہیں کھانا دینے کے بعد میں واپس اپنے امیر کی طرف جاتا ہوں اور تمہارا یہ پیغام اُن تک پہنچاتا ہوں۔ اس کے بعد جو فیصلہ وہ کرتے ہیں، اس سے میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔“

اس سالار کے اس جواب پر سریان کو کسی حد تک خوشی ہوئی تھی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”تمہارے جس سالار نے مجھے گرفتار کیا تھا، اس کا نام کیا ہے؟“
”اس کا نام سیاست ہے۔“ غور سے سریان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

سریان نے دوسرا سوال پوچھا۔
”وہ کون ہے اور لشکر میں اس کی کیا حیثیت ہے؟“

اس پر چھوٹا سالار پھر بول اٹھا اور کہنے لگا۔
”وہ سیاستوں کے لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ ہے۔“ سالار کے اس جواب پر کچھ دیر تک سریان سوچوں میں کھوئی رہی۔ پھر کہنے لگی۔

”بھائی! اس سالار سے میرے متعلق بات کرنا، میں ہر صورت میں آج اس موضوع پر اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ اس لئے کہ میں نے سنا ہے تمہارا لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا۔“

اس پر وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

یہاں مجھے اپنے لشکر میں ایک قیدی اور امیر کی حیثیت سے رکھنا چاہیں گے۔ کیا میری رہائی کا کوئی معاملہ ہو سکتا ہے؟“ سریان نے اب تک کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ حنیوں کی شہزادی ہے۔ بہر حال، یہی ظاہر کرتی رہی کہ وہ لشکر میں شامل ایک عام لڑکی ہے۔ وہ ایسا کر کے شاید اپنے لئے زیادہ مسائل کھڑے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس کی گفتگو سن کر سیاست کچھ دیر سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

”دیکھو تمہیں ہمیشہ کے لئے ہم غلام بنا کر نہیں رکھیں گے، تم نے اپنے علاقوں کی طرف جانا ہے لیکن ایک امیر اور قیدی کی حیثیت سے تمہیں اپنی سزا سے ضرور گزرنا ہے۔“

سیاس کے ان الفاظ نے سریان کو پریشان کر دیا تھا۔ کہنے لگی۔
”کیسی سزا؟“

اس پر سیاست سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”اس سلسلے میں تمہیں دو سال ہمارے مرکزی شہر اشوکانی میں رہنا ہوگا۔ اس کے بعد تمہاری رہائی کا سامان کیا جاسکتا ہے۔ ایسا عموماً ہمارے ہاں جنگی قیدیوں کے لئے کیا جاتا ہے، قید ہونے والے خواہ مرد ہوں یا عورتیں اُن کے ساتھ ہم یہی طریقہ اپناتے ہیں۔ سیاست کی اس گفتگو سریان نے غور سے سنا تھا اور ایک طرح سے وہ گہرا ہمت اور فکر مند کی کاٹھار ہو گئی تھی۔ آخر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگی۔

”اگر مجھے دو سال ایک قیدی اور امیر کی حیثیت سے رہنا ہے تو کیا مجھے اشوکانی شہر کے زندان میں ڈال دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوگا تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ مجھ جیسی بے بس لڑکی کے ساتھ بڑی زیادتی ہوگی۔ اس لئے کہ میں نہ تم لوگوں کو نقصان پہنچا سکتی ہوں اور نہ ہی میری وجہ سے حنیوں کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔“

سریان جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے سیاست کہنے لگا۔
”مطمئن رہو، تمہیں زندان میں نہیں ڈالا جائے گا، تمہیں بڑی عزت اور بڑے احترام کے ساتھ رکھا جائے گا۔ ایسی جگہ رکھا جائے گا جہاں عزت تمہاری آبرو کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ ایک بات خاتون نگاہ میں رکھنا، ہمارے ہاں کسی نے اگر تم پر غلط نگاہ ڈالنے کی کوشش کی، تمہیں جسٹانی نقصان پہنچانا چاہا، تمہیں تمہاری عزت، تمہارے ناموس سے محروم کرنا چاہا تو ایسا شخص اپنی جان سے ہاتھ جوڑے بغیر زندہ نہیں رہے گا۔“

گئی۔
”آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دو سال مجھے آپ کی ماں کی خدمت کرنا ہوگی؟“
”کوئی خدمت نہیں کرنا ہوگی۔“ سیماس نے بڑی نرمی سے اسے جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

”میری ماں تم سے کوئی خدمت نہیں لے گی۔ دیکھو جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم گھر کے دو افراد ہیں، ایک میں اور میری ماں، ایک ہماری پرانی ملازمہ ہے، نام اس کا برزہ ہے۔ گھر کے سارے کام وہی کرتی ہے، گودہ ملازمہ ہے لیکن میری ماں اُسے بھی ملازمہ خیال نہیں کرتی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ میری ماں اپنے اور اُس کے لئے کھانا تیار کر دیتی ہے۔ برزہ کو آرام کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ چنانچہ تمہیں بھی اُن کے ساتھ رہنا ہوگا۔ مجھے امید ہے، وہ دونوں تم سے کوئی کام نہیں لیں گی۔ جہاں تک برزہ کا تعلق ہے، تو اُس بچاری کے ماں باپ حنیوں کے حملہ آور ہونے کے باعث چند سال پہلے مارے گئے تھے، وہ ایک بے آسرا خاتون ہے۔ عمر اُس کی ڈھل چکی ہے لیکن بہت مہربان ہے اور وہ تمہارا بڑا خیال رکھے گی۔“

”میرا بڑا خیال رکھے گی یا مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گی۔“ سریان نے غور سے سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ”اس لئے کہ اگر اُس کے اہل خانہ کو حنیوں نے قتل کیا تھا، میرا تعلق بھی حنیوں سے ہے اور جب برزہ نام کی اُس خاتون کو یہ پتا چلے گا کہ میں قید ہونے والی ایک جی لڑکی ہوں تو وہ میرا سرتن سے جدا کر دے گی۔“

اس پر سیماس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
”کچھ بھی نہیں ہوگا، یہ تمہارا دہم ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری ماں ہی نہیں برزہ بھی تمہارا بہترین خیال رکھے گی۔ اُس گھر میں رہتے ہوئے اگر تم کوئی کام نہ کرنا چاہو تو تم پر کوئی جبر نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تم اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے میری ماں اور برزہ کا کوئی کام کر دو تو یہ تمہاری صوابدید پر منحصر ہے۔ جبر تم پر کوئی نہیں کرے گا۔ یہ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں۔“

سیماس اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ اُس نے خیمے کے دروازے پر ایک رنچ جوان نمودار ہوا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سیماس جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اُس کے خیمے میں باہل کا بادشاہ برنابورش، اُس کا سپہ سالار ہزال، سیرم، طباش اور کچھ دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ سیماس جب خیمے میں داخل ہوا تو ہاتھ کے اشارے سے باہل کے بادشاہ برنابورش نے اُسے آگے بڑھ کر اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر سیماس برنابورش اور ہزال دونوں کے درمیان ہو بیٹھا تھا۔ کچھ دیر تک خیمے میں خاموشی رہی۔ پھر گفتگو کا آغاز برنابورش نے کیا اور سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیماس! اس سے پہلے میں سیرم اور طباش دونوں کا شکر یہ ادا کر چکا ہوں۔ بچے! تم حنیوں کی حیثیت میرے ہاں بیٹیوں کی سی ہے، ایسی ہی جیسے میں ہزال کو اپنا بیٹا سمجھتا ہوں۔ جس طرح حتی ہم پر حملہ آور ہوئے اور مجھے اور ہزال دونوں کو انہوں نے بے بس کر کے کوبستان زاگروس کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر اگر تم حنیوں حرکت میں نہ آتے تو میں اور ہزال اپنی طاقت اور قوت کے بل بوتے پر حنیوں سے دوبارہ باہل شہر حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔ اس کے لئے میں ایک بار پھر تم حنیوں کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہتے کہتے برنابورش کو زک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی انکساری میں سیماس بول اٹھا۔

”آپ کو نہ ہمارا شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ ہی آپ کو اس سلسلے میں احسان مند ہونا چاہیے۔ جہاں تک ہزال کا تعلق ہے، تو اس سے پہلے بھی اُس کی حیثیت میرے اور طباش کے ساتھ بھائی کی سی تھی، آئندہ بھی ایسی ہی رہے گی اور اب تو اس بھائی چارے میں سیرم بھی شامل ہو چکا ہے۔ حنیوں کے خلاف باہل شہر حاصل کرنے میں آپ لوگوں کی مدد کرنا ہمارے فرائض میں شامل تھا۔ اس بناء پر کسی کو کسی کا شکر یہ ادا

”محترم برنابورش اور ہزال شہر سے نکل کر آپ کے خیمے میں آئے ہیں۔ کسی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ سیرم اور طباش بھی وہاں پہنچ چکے ہیں۔ لہذا میں نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔“

اس پر فیصلہ کن انداز میں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے سیماس کہنے لگا۔
”خاتون مطمئن رہ، تیری حیثیت ہمارے مرکزی شہر اشوکانی میں نہ خادمہ لوظی کی ہوگی اور نہ ہی اسیر اور قیدی کی سی۔ نہ ہی تم پر جبر کیا جائے گا اور نہ ہی تم پر ظلم ہوگا۔ تمہاری جان تمہارے جسم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ، تمہاری عزت اور آبرو کی حفاظت کا بہترین اہتمام ہوگا۔“ اس کے ساتھ ہی سیماس سریان کے خیمے سے نکل گیا۔



نے کی ضرورت نہیں ہے۔“
یہاں تک کہنے کے بعد سیماس جب زکا تب کچھ سوچتے ہوئے باہل کا بادشاہ نابورش پھر بول اٹھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں نے آپ سب کو اس لئے یہاں جمع کیا ہے کہ حنیوں کا تعلق گفتگو کی جائے۔ میں حنیوں کی فطرت سے بڑی اچھی طرح واقف ہوں۔ سیرم اُن میں نہیں جانتا، ہزال، سیماس اور طباش اُن سے خوب واقف ہیں۔ تم حنیوں نے جو باہل سے خوشاش کی طرف جانے والی شاہراہ پر حنیوں کے لشکر کو شکست دی ہے تو میں اپنے تجربے کی بناء پر تم لوگوں سے کہوں کہ اس شکست کے بعد حتی خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ ہمارے خلاف انھیں گے اور ہم سے بڑا خوفناک انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔“ اس پر مستزاد یہ کہ متوشلیش کے پیچھے پیچھے جب اُس کی بیٹی دلوکز اور سپہ سالار دور بھی اپنے شکست خوردہ لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر خوشاش میں داخل ہوں گے، میں سمجھتا ہوں حنیوں کے انتقام لینے کی جس پہلے کی نسبت ڈگنی ہو جائے گی۔ ہزال، ماں اور طباش اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت حنیوں کی طاقت اور قوت اپنے اہل خانہ پر ہے اور وہ اپنی اسی قوت کے نشے میں ہی اپنے ہمسایوں سے ٹکراتے پھرتے ہیں۔ حتی یہ چاہتے تھے کہ پہلے سیتانی سلطنت کو اپنے سامنے زیر کریں۔ اُس کے بعد سری حدود کا رخ کریں، چونکہ باہل کی سلطنت سیتانیوں کے درمیان دفاعی معاہدہ پر اور دونوں قوتیں دشمن کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں، اس بناء پر حنیوں نے اپنی جنگی مصنوعہ بندی کو تبدیل کیا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ پہلے باہل کو سرنگوں کیا جائے۔ اُس کے بعد سیتانیوں پر ضرب لگا کر انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا جائے اور پھر سر کا رخ کیا جائے اور بحر شریک یعنی سارا مصری علاقہ جس میں صحرائے سینا شامل ہے، اپنی سلطنت میں شامل کر لیا جائے۔ میں تمہیں کا بھی شکر گزار ہوں کہ اُس نے اُن کی سرکردگی میں ایک لشکر ہماری مدد کے لئے بھیج دیا لیکن ساتھ ہی میں تم لوگوں کو لاعلم کرتا ہوں کہ بہت جلد یہ حتی ہمارے لئے کوئی نیا محاذ جنگ کھولنے کی کوشش کریں گے۔ ہو سکتا ہے، اس بار وہ ایک نہیں کئی محاذ کھولیں گے۔ جہاں تک باہل کا تعلق ہے تو وہ ہر صورت میں ایک بار پھر فتح کرنے کی کوشش کریں گے، اس لئے کہ دلوکز کو جو شکست دے کر اُس کے سالار گور کے ساتھ نکالا ہے تو اسے حتی اپنی بڑی ب

کہنے لگا۔

”محترم برٹا پورس! ہم نے یہ کوشش کرنی ہے کہ آنے والے دور میں حتی نہ بائبل پر ۱۵۰ لکھیں اور نہ سیتانیوں کے علاقوں کو میلی نگاہ سے دیکھ سکیں۔ اس کے لئے ہمیں کچھ کام کرنا پڑے گا۔ آپ ہزاروں کے ساتھ مل کر اپنے کچھ بزرگ مقرر کیجئے گا، ایسا کرنا ہی کچھ مجاہدوں کو جو کام کرنے میں بڑے تیز ہیں اور ہماری سلطنت کے اندر ان کی حیثیت بڑی قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہے، انہیں چھوٹے علاقوں کی طرف بھیجیں گے۔ حتی اگر بائبل کے لئے یا سیتانیوں کے علاقوں کے لئے نقل و حرکت کرتے ہیں تو انہیں بڑے تیز سفر میں اطلاع دیں گے۔ اس طرح ان مجاہدوں کی فراہم کردہ اطلاع ان مجاہدوں کو ہمارے مرکزی شہر اشوکانی کے علاوہ بائبل بھی پہنچ جائے گی جو بڑے آہستہ میں دلائل و تعلق رکھیں گے اور جن کا تعلق بائبل اور اشوکانی سے ہوگا۔“

”اس موقع پر میں آپ لوگوں سے یہ بھی کہوں گا کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو بائبل اور اشوکانی کے مابین بڑی بڑی باتیں ہوں گی اور اشوکانی تک پہنچائیں گے۔ اس طرح ہم ان علاقوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور مستعد ہو جائیں گے۔“

”اب اس کے بعد ایک تیسرا پہلو بھی اٹھ کھڑا ہوگا اور وہ پہلو سیرم سے تعلق رکھتا ہے۔ بڑے تیز اطلاع کریں گے کہ حتی بائبل پر یا ہمارے مرکزی شہر اشوکانی پر ضرب لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں یا ان دونوں علاقوں میں سے کسی کی بھی طرف پیش قدمی کرنے کی کوشش کر چکے ہیں، تب سیرم اپنے تیز رفتار قاصدوں کو اپنے مرکزی شہر ممفس میں بھیجے گا، اس کے بعد یہ خبریں جن میں کریمس کیسے روئل کا اظہار کیا، اس کی عکاسی مجھ سے بہتر سیرم کر سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیماس جب خاموش ہوا، تب چھاتی تانے ہوئے سیرم

”میں آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ جب میری طرف سے روانہ کئے ہوئے قاصدوں میں سے جاکر یہ کہیں گے کہ حتی سیتانیوں یا بائبل پر لشکر کشی کے ارادے رکھتے ہیں یا وہ لیٹا کر کرنے کے درپے ہیں تو کریمس جن سے نہیں ٹیٹھے گا۔ میں بھر پور اطمینان رکھتا ہوں کہ جب یہ خبر ممفس شہر میں کریمس کے پاس پہنچے گی تو کریمس اسی

عزتی اور بڑی رسوائی خیال کریں گے۔ لہذا جتنی بھی قوت صرف کرنا پڑی، وہ قوت صرف کرتے ہوئے حتی ایک بار پھر بائبل پر اپنی گرفت کرنے کی کوشش کریں گے۔“

”حتی چونکہ یہ بھی سمجھ چکے ہیں کہ اگر وہ بائبل پر حملہ کرتے ہیں تو پھر سیتانی سلطنت کا لشکر بھی حرکت میں آئے گا۔ حتی، سیماس اور طباش کی جنگی ہنرمندی سے خوب واقف ہیں اور اب انہیں یہ بھی پتا چل چکا ہے کہ کریمس کا ایک لشکر بھی اُس کے سالار سیرم کی کمانداری میں یہاں پہنچ چکا ہے، اس لئے وہ ایک نیا دو محاذ کھولیں گے۔“

”ایک لشکر وہ بائبل کی طرف روانہ کریں گے تاکہ پہلے کی طرح وہ پھر بائبل پر قبضہ کر لیں۔ مجھے اور ہزاروں کو وہاں سے چلا کریں۔ دوسرا لشکر وہ سیتانیوں کی طرف روانہ کریں گے تاکہ سیتانیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھتے ہوئے پہلے بائبل پر قبضہ کر لیں اور جب بائبل پر ان کی گرفت ہو جائے تو پھر بائبل کی طرف جانے والی قوت کو بھی سیتانیوں کی طرف منتقل کرتے ہوئے سیتانیوں کے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا جائے تاکہ آنے والے دور میں یہ دونوں قوتیں حتیوں کے خلاف سر نہ اٹھا سکیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد برٹا پورس رُکا۔ کچھ سوچا، پھر سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا۔ اب میرے بچو! تم تباہ حتیوں کی مستقبل کی یورش اور ان کے حملوں سے بچنے کے لئے ہمیں کیا تدابیر کرنی چاہئیں؟“

اس موقع پر سیماس نے بڑے غور سے سیرم کی طرف دیکھا جب کہ ہزاروں اور طباش دونوں سیماس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جواب میں سیرم مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”سیماس ان علاقوں میں تم ہی ہمارے راہنما، راہبر اور بڑے سالار ہو۔ سیماس تم جانتے ہو میں ابھی ان سازے علاقوں سے اچھی طرح واقف نہیں اور میں تمہاری اور طباش کی راہنمائی کے بغیر حتیوں کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکتا۔ ہاں حتیوں کا لشکر کہیں پڑاؤ کئے ہوئے ہو اور اُس پر ضرب لگانی ہو تو پھر آپ لوگ مجھے سب سے آگے رکھ سکتے ہیں اور پھر دیکھیں گے کہ میں اُن پر کیسے ضرب لگاتا ہوں۔“ سیرم جب خاموش ہوا تب کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد سیماس بول اٹھا اور برٹا پورس کی طرف

وقت ایک لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا۔ آدھی اور طوفان کی طرح ان حتیوں سے ٹکرانے کے لئے شمال کا رخ کرے گا۔ جہاں تک ہماری عسکری طاقت کا تعلق ہے تو اُس میں سے ایک چھوٹا سا لشکر لے کر آپ لوگوں کی مدد کے لئے آیا ہوں اور آنے والے دور میں اگر حتیوں نے زیادہ پر پزے پھیلانے کی کوشش کی تو میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ کریمس ایسا بڑا لشکر لے کر حتیوں کے مقابل آئے گا جس کی حتی امید تک نہیں کر سکتے۔“

سیرم کے خاموش ہونے پر سیماس نے سیرم کی طرف دیکھا اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم میرے بھائی! اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ میرا بھائی طباش اس سے اتفاق کرے گا۔“

طباش غور سے سیماس کی طرف دیکھنے لگا تھا جب کہ سیرم سوالیہ سے انداز میں سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے بھائی! کیا فیصلہ؟“

اس پر سیماس بولا اور کہنے لگا۔

”یہ جو ہم نے متوہشیش کے لشکر پر حملہ کیا تھا اور اُسے شکست دی تھی، اُس کی شکست کے دوران اُس کی ضروریات اور خورد و نوش کا سارا سامان ہمارے قبضے میں آ گیا تھا۔ وہ سارا سامان اس وقت ہمارے پاس محفوظ ہے۔ میں چاہتا ہوں، وہ سارا سامان محترم برٹا پورس اور ہزاروں کے حوالے کر دیا جائے، اس لئے کہ بائبل پر حملہ آور ہو کر حتیوں نے جو نقصان پہنچایا ہے، اس سامان کی صورت میں نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ برٹا پورس اور ہزاروں کو بائبل کی پہلی قوت کو بحال کر لیں گے۔“

سیماس کے ان الفاظ پر برٹا پورس اور ہزاروں بڑی اپنائیت سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سب سے پہلے طباش نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور کہنے لگا۔

”میں تو دست بردار ہوتا ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ اس کی اس حرکت پر سب ہلکھلا کر ہنس دیئے۔ پھر سیرم کہنے لگا۔

”سیماس میرے بھائی! تم بہت بڑی زیادتی کر رہے ہو، اس سلسلے میں نہ تمہیں مجھ سے مشورہ لینے کی ضرورت تھی، نہ طباش سے کچھ جاننے کی دقت کرنی چاہیے تھی۔“

ان تینوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ متوہشیش کو شکست دیتے ہوئے جو سامان ہمیں ملا تھا، اُس کے مالک ہزاروں اور برٹا پورس ہیں اور پھر تم دیکھتے، میں اور طباش تمہارے اس فیصلے کے خلاف ایک حرف نہ بولتے۔“

سیرم کے ان الفاظ کے جواب میں سیماس نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ وہ سامان سارے کا سارا برٹا پورس اور ہزاروں کے حوالے کیا جائے گا۔

اس موقع پر پہلی بار ہزاروں بولا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جیسا کہ برٹا پورس نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا، یہ معاملہ تو بالکل طے ہے اور حتی بائبل سے ہر صورت میں انتقام لینے کی کوشش کریں گے، اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ وہ یہ بھی کوشش کر سکتے ہیں کہ پہلے ایک لشکر سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کریں تاکہ آپ لوگوں کو مصروف جنگ رکھتے ہوئے ایک لشکر بائبل کی طرف روانہ نہیں کر سکیں تاکہ آپ لوگوں کو خبر ہی نہ ہو کہ حتیوں کے کسی لشکر نے بائبل کو بھی ہدف بنالیا۔“

”ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ ان حالات میں تو ہمارے بزرگ مل کر اپنا کام نہیں کر سکیں گے۔ حتی اُن کی ناکہ بندی کر سکتے ہیں یا انہیں گرفتار کر کے ان کی اطلاعات کے سارے تعلق اور رابطوں کو منقطع کر سکتے ہیں۔“

ہزاروں جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا، تب سیماس اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہزاروں میرے عزیز بھائی! جو کچھ تم کہہ چکے ہو، یہ ایک حقیقت ہے اور حتی یقیناً اس کریں گے لیکن ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھنا، جس وقت حتیوں نے ان سرحدوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تو ہم از خود کچھ جائیں گے کہ حتی بیک وقت اُن کو اور تم لوگوں کو اپنا ہدف بناتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے مرکزی شہر اشوکانی اور لشکر طباش کی کمانداری میں آجائے گا اور طباش سیرم کے ساتھ مل کر سیتانیوں پر حتیوں کی راہ روکتا رہے گا۔ اس وقت ہمارا جو لشکر میری اور طباش کی مدد میں کام کر رہا ہے، خداوند قدوس نے چاہا تو اُس لشکر کو لے کر میں تم لوگوں کی مدد کے لئے پہنچوں گا اور پھر میں دیکھوں گا کہ حتی دوبارہ بائبل پر کیسے قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہزاروں میرے بھائی! بالکل مطمئن رہنا، اگر حتیوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو حتیوں کا جو لشکر بائبل کی طرف جائے گا، اُن میں سے کوئی بھی حتی لشکر ہی

اشوکانی شہر میں سیاست ایک روز حسین اور خوب صورت سریان کے ساتھ ایک حویلی کے دروازے پر رُکا۔ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے اور گھوڑوں کی باگیں انہوں نے پکڑ رکھی تھیں۔ سیاست نے آگے بڑھ کر جب حویلی کے دروازے پر دستک دی تو پہلی دستک پر کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ اس موقع پر سریان جو سیاست کے قریب ہی ٹھہری تھی، سیاست کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں یا یہ حویلی کسی اور کی ہے۔ آپ نے دستک دی ہے، دروازہ کوئی کھولتا ہی نہیں ہے۔“

سریان کے ان الفاظ پر سیاست مسکرا دیا اور کہنے لگا۔
”کھل جائے گا، تم پریشان اور فکر مند نہ ہو۔ اس لمحہ حویلی کا دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ڈھلی ہوئی عمر کی ایک خاتون تھی اور وہ خاتون سیاست کو بیان کے ساتھ دیکھتے ہوئے کسی قدر تعجب اور حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔ اُس کے اس انداز پر سیاست مسکرا رہا تھا جب کہ سریان کی قدر پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ دروازہ کھل کر وہ خاتون پیچھے ہٹ گئی۔ اس موقع پر سریان کی طرف دیکھتے ہوئے سیاست کہنے لگا۔

”یہ خاتون جس نے دروازہ کھولا ہے، برزہ ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔“

اسی دوران برزہ نام کی وہ خاتون آگے بڑھی، سریان کو اُس نے اپنے ساتھ لپڑا کر لیا اور پیشانی چومی، کہنے لگی۔

”بیٹی، میں نہیں جانتی تو کون ہے، کہاں سے آئی ہے، تیرا نام کیا ہے۔ پر اس دلی میں داخل ہوتے وقت میں تم سے یہ کہوں گی کہ تیری حیثیت ہماری بیٹی کی سی

کر واپس اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف نہیں جاسکے گا۔“
سیاست کے خاموش ہونے پر بڑی طمانیت اور بڑی آسودگی میں برتاؤ پرش۔ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں سمجھتا ہوں جن عوامل اور جن خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہاں ہوئے تھے، اُن کا سہم باب کرنے کے لئے بہت کچھ کر لیا ہے۔ آج شام کا کھانا پورے لشکر کا بابل کی طرف سے ہوگا۔ یہ بابل دوبارہ لینے کی خوشی میں ہے۔“ اُس کے ساتھ ہی آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد برتاؤ پرش اور ہزول دونوں اٹھ بابل شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ اُس روز شام کا کھانا برتاؤ پرش اور ہزول کی طرف تھا اور پورے لشکر کی تواضع اور دعوت شاندار انداز میں کی گئی تھی۔ اُس سے اگلے سیاست، طباش اور سیرم اپنے لشکر کو لے کر بابل سے سینتائیوں کے مرکزی شہر اشوکانی طرف کوچ کر گئے تھے۔“



دیکھو یہ لڑکی حتیٰ ضرور ہے لیکن یہ نہ ہی ہماری مجرم ہے نہ ہمارے لئے نقصان کا باعث ہے۔ اس لئے...“ یہاں تک کہتے کہتے سیاست کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے بڑی شفقت اور پیار میں برزہ سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”مجھے اس لڑکی سے کیا شکوہ، کیا گلہ ہو سکتا ہے۔ سب حتیٰ ایک جیسے تو نہیں ہیں۔ یہ اگر ہمارے ہاں دو سال رہے گی تو یہاں میری بیٹی کی حیثیت سے ہوگی۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سیاست کی ماں طمامہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں حتیوں کے ایک سالار کی بیٹی ہوں۔ لشکر میں شامل ہوئی تھی۔ میرا باپ جنگ کے دوران مارا گیا اور میں گرفتار ہو گئی۔“

یہ بات بنا کر سریان نے اپنا آپ چھپانے کی کوشش کی تھی۔ اُس نے یہ انکشاف نہیں کیا تھا کہ وہ حتیوں کے بادشاہ موتلش کی بیٹی ہے۔

سریان جب خاموش ہوئی تب اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت سے طمامہ کہنے لگی۔

”میری بیٹی! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ برزہ پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ تمہاری حیثیت اس حویلی میں ایک بیٹی کی سی ہوگی۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف، کوئی دکھ نہیں ہوگا۔ ایک بات اور یاد رکھنا میری بیٹی! اگر سیاست کی طرف سے تمہیں کوئی شکایت یا شکوہ ہو تو مجھے بتانا، میں تیرے سامنے اس سے ایسی باز پرس کروں گی کہ کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔“

طمامہ کے ان الفاظ پر سریان کھل کر مسکرا دی تھی، کہنے لگی۔

”اماں، آپ اور برزہ کی گفتگو نے مجھے مطمئن اور خوش کر دیا ہے۔ جس وقت میں حویلی میں محترم سیاست کے ساتھ داخل ہو رہی تھی، میرے دل اور میرے ذہن میں غریب سے دوسرے تھے، نجانے اس حویلی کے رہنے والے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ آپ دونوں کی گفتگو کے بعد میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے میں اپنے ہی گھر میں واپس آ گئی ہوں۔ میں آپ دونوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بیٹی کہہ کر پکارا اور ایسی شفقت سے میرے ساتھ گفتگو کی۔“

سریان جب خاموش ہوئی، تب سیاست اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہے۔“
برزہ کے ان الفاظ پر سریان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اچانک حویلی کے اندرونی حصے سے ایک اور ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون تقریباً بھاگتی ہوئی اُن کے پاس آئی۔ اُسے دیکھتے ہی سیاست نے اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور اُس کی طرف بھاگا۔ وہ سیاست کی ماں طمامہ تھی۔ آگے بڑھ کر اُس نے سیاست کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اُس کی پیشانی اور چہرہ چوما، گلے لگایا پھر اُس نے اُسے علیحدہ کیا اور اُس کی نگاہ سریان پر پڑی تو پہلے اُس نے جستجو بھری ایک نگاہ سیاست پر ڈالی۔ سیاست اپنی ماں کے دیکھنے کے انداز کو سمجھ گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

”اماں آپ اس لڑکی کو ایک انتہائی معزز مہمان سمجھ کر حویلی میں لائیں۔ دیکھیں خوف زدہ کھڑی ہے۔ جس وقت برزہ سے ملی تھی اور برزہ نے اسے بیٹی کہا تھا تو یہ سچی گئی تھی لیکن اب جب آپ حویلی سے نکلی ہیں تو یہ سوچ رہی ہوگی کہ نجانے آپ اُس کے ساتھ کیا سلوک کریں گی۔ ذرا آگے بڑھ کر اس سے ملیں اور خود اسے حویلی کے اندر لے کر آئیں۔“

اس پر سیاست کی ماں طمامہ مسکرا دی۔ آگے بڑھی، اُس کے ساتھ ساتھ سیاست بھی آگے بڑھا، سریان کے قریب جا کر سریان سے سیاست نے اُس کے گھوڑے کی باگ لے لی۔ اتنی دیر تک طمامہ بھی پہنچ گئی۔ سریان کو اُس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا جس طرح برزہ نے اُسے پیار کیا تھا۔ اسی طرح طمامہ نے بھی پیار کیا۔ پھر سریان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اندر لائی۔ اس موقع پر سیاست اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں اس کا نام سریان ہے۔ اماں اس کا تعلق حتیوں سے ہے۔ میں نہیں جانتی حتیوں کے ہاں یہ کس کی بیٹی ہے، تاہم یہ جنگ کے دوران گرفتار ہوئی۔ اماں گرفتاری کے بعد میرا اس کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا تھا کہ یہ دو سال یہاں ہمارے ہاں رہے گی۔ آپ کی خدمت کرے گی، اس کے بعد جہاں یہ کہے گی، اسے باعزت طور پر وہاں بھیجا دیا جائے گا۔“

حتیوں کا نام سن کر اُسی وقت برزہ پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ اُس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے سیاست اُس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

”برزہ! تم میری ماں کی جگہ ہو اور میں تمہیں ماں ہی کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔“

لشکریوں کی تیاری، نئے لشکری بھرتی کرنے اور اُن کی تربیت کے کام کے علاوہ اپنی جنگی رتھوں کا بھی جائزہ لیا جائے جو جنگی رتھ اس قابل ہیں کہ انہیں جنگ میں استعمال کیا جائے انہیں برقرار رکھا جائے اور وہ رتھ جن کے کل پرزے ڈھیلے ہو گئے ہیں اور وہ کمزور ہو گئے ہیں، اُن کی جگہ نئے رتھ بنائے جائیں اور پہلے کی نسبت جنگی رتھوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ دیکھو آتے والے دور میں ہمیں مصر کے فرعون رعمیس سے بھی ملنا پڑ سکتا ہے۔ ایک ماہ بعد جب ہم لشکر لے کر یہاں سے نکلیں گے اور بیک وقت دستاویز اور بابلیوں پر ضرب لگائیں گے تو اُس وقت تک تو رعمیس یہاں نہیں پہنچے گا۔ لیکن جب اُسے یہ خبر پہنچے گی کہ ہم نے ایک طرف بائبل کو دوبارہ سرنگوں کر کے اپنی حکومت قائم کر لی ہے اور ساتھ ہی اُس کے سالار سیرم کو شکست دینے کے بعد ہم دستاویز کے علاقوں میں داخل ہو کر اُن کی بہت سی سرزمینوں پر قبضہ کر چکے ہیں۔ تب رعمیس اپنے لئے خطرہ محسوس کرے گا۔ اس لئے کہ مصری یہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ ہم دستاویز کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد صحرائے سینا کو روندتے ہوئے مصر کا رخ کریں گے اور مصریوں کو بھی اپنا باج گزار بنا کر رکھیں گے۔ اگر مصریوں کا یہ سوچنا ہے تو اس خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ دستاویز کو اپنے سامنے زیر کرنے اور بائبل پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد ہم اپنے جوار لشکر کے ساتھ جنوب کا رخ کریں اور صحرائے سینا سے گزرنے کے بعد مصر پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ کہیں بھی کسی بھی مقام پر مصریوں کے قیام نہ رہے دیں۔ یہ جو میں نے ایک ماہ تیاری کی مہلت دی ہے تو اس ایک ماہ کے دوران جہاں لشکریوں کی تعداد بڑھائی جائے گی، وہاں جنگی رتھوں، گھوڑوں اور جنگی آلات کے لئے ضرورت کے دوسرے سامان میں بھی اضافہ کیا جائے گا اور ان سارے کاموں کی نگرانی، میں خود اور میرا بھائی متوشلیش کریں گے۔ لشکر اتنا بڑا تیار کیا جائے کہ ایک ہندو جوشکر ہمارے پاس ہوگا۔ اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا: ایک حصہ یہاں پر مرکزی شہر خوشاش میں چھوڑیں گے۔ میرا بیٹھنا کاؤک یہاں قیام کرے گا۔ اٹھانی امور کی دیکھ بھال کے علاوہ اپنے مرکزی شہر کی حفاظت کا انتظام بھی کرے گا۔ اور میں اور میرا بھائی اپنے سالاروں کے ساتھ باقی لشکروں کو لے کر نکلیں گے۔ دستاویز میں لشکر پھر دو حصوں میں تقسیم ہوگا: ایک حصہ کو میرا بھائی متوشلیش اور اُس کا بیٹا بائبل لے کر بائبل کا رخ کریں گے اور جس طرح پہلے انہوں نے بائبل کو فتح کیا تھا،

اس پر متوشلیش نے اپنے بیٹے کاؤک کی طرف دیکھا، جس پر اٹھ کر وہ باہر چلا گم اور تھوڑی دیر بعد حویلی کے بڑے بڑے سالار اور امراء اپنے بادشاہ متوشلیش کے سامنے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شاید کاؤک نے سب کی طرف پیغام بھیج دیا تھا۔ چنانچہ جب سب لوگ جمع ہو گئے تب ایک غار اور گہری نگاہ متوشلیش نے سب پر ڈالی۔ اُس کے بعد وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے دو باتوں کا بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے: پہلی یہ کہ بائبل سے ہمارے مرکزی شہر خوشاش کی طرف آنے والی شاہراہ پر سیتانیوں اور مصریوں کے لشکریوں کے ہاتھوں میرے بھائی متوشلیش کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس نگرانہ دور میں میری بیٹی اور میرے بھائی متوشلیش کی بیٹی سریان ہم سے کھو گئی ہے۔ اُس کا کچھ پتا نہیں چلا، وہ ماری گئی ہے یا اٹھلی گئی ہے۔“

”دوسرا حادثہ جس کا مجھے بے حد صدمہ ہوا ہے، وہ یہ کہ بائبل کا شہر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ ایک چھوٹی سی قوم جسے ان علاقوں کے لوگ کسی کہتے ہیں اور جن کی ہمارے سامنے کوئی اہمیت اور کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ اُن سے ہم نے بائبل شہر چھینا اور اس پر حیرت کی بات یہ کہ کاسیوں نے پھر اپنا بائبل شہر ہم سے چھین لیا۔ یہ حادثہ صرف میرے لئے ہی افسوسناک نہیں، میرے بھائی اور اہل خانہ کے لئے بھی ایسا ہے بلکہ اس میں عیسائیوں کی توہین، رسوائی اور ذلت کا پہلو بھی نکلتا ہے کہ بائبل شہر کو فتح کرنے کے بعد کاسیوں کے مقابلے میں ہم اُس کی حفاظت نہ کر سکے۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں تمہیں ایک مہینے کی مہلت دیتا ہوں، اپنی پوری تیار کرلو اور میں دو لشکر لے کر یہاں سے نکلوں گا: ایک لشکر سیتانیوں کی سرحد پر پہنچے گا اور سیتانیوں کے لشکر اور سالاروں کے علاوہ مصر کے فرعون رعمیس کے لشکر کو وہاں اپنے ساتھ مصروف رکھے گا جب کہ ہمارا دوسرا لشکر ایک باہر بھر بائبل پر حملہ آور ہوگا اور بائبل پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرے گا، لشکر کا دوسرا حصہ سیتانیوں اور مصریوں پر ضرب لگانے کے بعد سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکا کی طرف پیش قدمی کرے گا اور یوں سیتانیوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش رکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ اپنے سالاروں اور امراء کو کہہ رہا تھا۔

اس پر متوشلیش دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”بیٹی! راستے میں سیتانیوں کا لشکر ہم پر حملہ آور ہوا، لشکر کی کمانداری اُن کے سالار سیماس اور طباش کر رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں ہمیں بدقسمتی سے شکست اٹھانا پڑی۔ لشکر کا پچھلا حصہ اور اس کا سالار سامان ہم سے علیحدہ ہو گیا اور انہوں نے قبضہ کر لیا۔ میں سمجھا تھا کہ اگر پچھلا حصہ علیحدہ ہوا ہے تو پچھلے حصے ہی میں سریان تھی۔ میں نے سوچ رہا تھا کہ سریان کسی نہ کسی طرح بھاگ کر تمہارے پاس بائبل چلی گئی ہوگی لیکن تم نے یہ بتا کر کہ سریان کا مجھے علم نہیں، مجھے اور زیادہ پریشانی اور فکر میں ڈال دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے دو کاموں میں سے ایک ہے: اڈل سریان حملہ آور سیتانیوں کے ہاتھوں ماری گئی ہے یا قیدی بنا دی گئی ہے۔“

سیمان اسی موقع پر اُس کمرے میں متوشلیش کی بیوی اسورک بھی داخل ہوئی تھی۔ پہلے وہ دلوکڑ سے گلے ملی، جب اُسے پتا چلا کہ سریان کہیں کھو گئی ہے، تب اُس کے دکھ اور غم کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر رتھوں کا بادشاہ متوشلیش بولا اور اپنے بھائی متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”متوشلیش اپنے کچھ آدمی اور مقررہ کردہ جو جگہ جگہ ہماری بیٹی سریان کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ ہم ہر صورت میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہماری بیٹی کیا حال میں زندہ ہے تو کہاں ہے، اگر ماری جا چکی ہے تو اُس کی لاش کیوں نہیں ملی۔ یہ حال، کچھ لوگوں کو مقررہ کردہ جو سریان کو تلاش کریں اور تلاش کرنے والے لوگ ایسے ہی جنہوں نے اس سے پہلے سریان کو دیکھ رکھا ہو۔“

حویلی کے بادشاہ متوشلیش کی اس تجویز سے اُس کے بھائی متوشلیش اور اہل خانہ اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر متوشلیش نے اپنے چھوٹے بھائی متوشلیش کی بیوی اسورک کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”میری بہن! تم اٹھ کر اب اپنی خواب گاہ کی طرف چلی جاؤ۔“ پھر اُس نے متوشلیش کو مخاطب کر کے کہا۔

”میرے بھائی! تم ابھی حکم جاری کرو، اپنے سالاروں اور امراء اور ذمہ دار افراد سے کہو کہ یہاں فی الفور میرے پاس آکر جمع ہو جائیں۔ میری بیٹی دلوکڑ بھی اس موقع پر یہیں رہے گی۔“

”اماں اس کے پاس کپڑے بھی نہیں ہیں، اس کے پاس یہی ایک لباس ہے جو اس نے پہن رکھا ہے اور یہی ہے دھو دھو کر پہنتی رہی ہے۔ اس پر طمانہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ برزہ کو بھی اٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے کہنے پر برزہ بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر طمانہ، سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹے میں اور برزہ دونوں سریان کو اپنے ساتھ بازار لے جا رہی ہیں، اس کی پسند کے بلبوسات لے کر آئیں گی اور جس طرح یہ چاہے گی، اسے سی کر دیں گی۔ میرے بیٹے، تم اتنی دیر تک نہا دھو کر لباس تبدیل کرلو، پھر ہم واپس آکر کھانا تیار کرتے ہیں، پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔“

سیماس نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اس کی ماں طمانہ اور برزہ دونوں سریان کو لے کر حویلی سے نکل گئی تھیں۔



اپنے مرکزی شہر خوشاش کے قصر میں حویلی کا بادشاہ متوشلیش اپنے بھائی متوشلیش اپنے دونوں بیٹیوں کاؤک اور لوزمان کے ساتھ بیٹھا متوشلیش اور اُس کے دونوں بیٹوں کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اُسے اُس کے تجربوں نے حویلی کے ہاتھوں بائبل شہر چھین جانے اور متوشلیش کی بیٹی دلوکڑ کے خوشاش میں داخل ہونے کی اطلاع کی تھی۔

بائبل کے چھین جانے کی خبر سن کر متوشلیش اور متوشلیش دونوں بھائی گہری اداسی میں ڈوب گئے تھے۔ کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی، یہاں تک کہ اُسی کمرے میں متوشلیش کی بیٹی اور متوشلیش کی خوب صورت بیٹی دلوکڑ داخل ہوئی۔ سب سے وہ باری باری ملی، جب وہ اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ تب اُس کا باپ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹی تو اکیلی ہی آئی ہے، سریان کہاں ہے۔ اپنے باپ متوشلیش کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں دلوکڑ نے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔

”بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم تو آپ نے بائبل میں رکھا تھا۔ میرے ساتھ صرف گودر تھا۔ سریان اور بھائی ارمان کو لے کر تو آپ واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف آئے تھے اور اب آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ سریان کہاں ہے؟“

سیما س کی حویلی کے اصطل میں بندھے گھوڑوں کے دانے، چارے اور پانی کا اہتمام کرنے کے بعد برزہ جب حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گئی تو اُس وقت سیما س کی ماں طماہ دیوان خانے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ برزہ دیوان خانے میں داخل ہوئی اور حیرت سے طماہ کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے پوچھا۔

”یہ سریان ابھی تک نہیں آئی۔“

اس پر طماہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”برزہ! سریان اپنے بچپنے سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہو رہی ہے اور یہ وہ عمر ہے جس میں نیند اندر آتی ہے اور ہر شے، ہر اندیشے اور ہر خطرے سے بے خبر کر کے رکھ دیتی ہے۔ سریان اس وقت گہری نیند سوئی ہوئی ہے۔ برزہ میں دو ایک بار اُس کی خواب گاہ کی طرف گئی، وہ چونکہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی اس لئے میں نے اُسے جگانا پسند نہیں کیا۔“ اس پر نظرات کا اظہار کرتے ہوئے برزہ کہنے لگی۔

”طماہ میری بہن! سورج اتنا چڑھ آیا ہے، پہلے تو وہ اس وقت تک اٹھ جاتی تھی۔ میں نے صبح کا کھانا تیار کر کے رکھا ہوا ہے، ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اُٹھنے کی تو ہم بھی اُس کے ساتھ کھانا کھالیں گی۔“

اس پر طماہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”لگتا ہے تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے۔ اچھا جاؤ اُسے جگاؤ، اتنی لمبی نیند بھی اچھی نہیں ہوتی۔“

اس پر برزہ مسکراتے ہوئے دیوان خانے سے باہر نکلی۔ اُس کمرے کے دروازے کی آلی جو کمرہ سریان کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ برزہ نے دیکھا سفید رنگ کی یادراوڑ سے سریان گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ برزہ آگے بڑھی، اُس کا شانہ پڑا کر

کھانا کھلا کر سویرے ہی تیار کر دیا تھا۔ جانے سے پہلے وہ تمہاری طرف آیا بھی، وہ مل کر جانا چاہتا تھا لیکن جب اُس نے دیکھا کہ تم گہری نیند سوئی ہوئی ہو تو وہ چلا گیا۔“

اس پر غور سے برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے سریان کہنے لگی۔

”اماں! اگر یہ بات سچی تو آپ نے مجھے جگا دیا ہوتا یا وہ مجھے خود جگا دیتے۔ اماں! اب اب پھر خطرات منڈلانے لگے ہیں۔ حتیٰ اور سیتانی پھر آپس میں ٹکرائیں گے اور ان اقوام کا خواہ مخواہ نقصان ہوگا۔“ اس پر برزہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”اچھا تو طہارت خانے کی طرف جا، طماہ دیوان خانے میں بیٹھی بڑی بے چینی گزارا ہی انتظار کر رہی ہے۔“

اس پر سریان چونکی۔ بھاگنے کے انداز میں طہارت خانے کی طرف جاتے ہوئے پہنچی۔

”اماں! آپ جا کر اماں طماہ کے پاس بیٹھ جائیں۔ کوئی کام نہیں کرنا، میں اس وقت خانے سے نکلتی ہوں، سارا کھانا خود لگاتی ہوں، پھر تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھاتی ہیں۔“

اس پر برزہ کہنے لگی۔

”تو یہ زحمت نہ کر، تو تیار ہو کر سیدھی دیوان خانے میں آ۔ اتنی دیر تک میں سب انتظار کرتی ہوں۔“

اب میں سریان اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! کبھی آپ میری بات بھی مان جایا کریں۔ آپ جو کام کرتی ہیں تو مجھے گناہ لگتا ہے۔“

اس پر برزہ نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا اور آپ نے مجھے سویرے جگا دیا ہوتا۔ چونکہ رات کو میں کافی دیر تک آپ، اماں طماہ اور سیما س کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہی تھی، اس لئے

بیدار ہونے میں یہ تاخیر ہوئی۔ اس کا مطلب ہے ابھی تک اماں طماہ اور سیما س نے بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا۔“

اس پر برزہ کہنے لگی۔

”اس وقت گھر میں صرف میں اور طماہ ہیں، سیما س جا چکے ہیں۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان چونکی اور کہنے لگی۔

”کہاں جا چکے ہیں اماں! میں یہ تو جانتی ہوں، انہیں آج کوچ کرتا تھا لیکن انہوں نے صبح کا کھانا کھا کر جانا تھا اور بھی تو۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کوڑک جانا پڑا اس لئے کہ برزا بول اٹھی۔

”بیٹی! تو نے ابھی صبح کا صبح اندازہ نہیں لگایا۔ میں تم سے یہ کہوں گی کہ دوپہر ہونے والی ہے۔ سیما س نے کیونکہ صبح سویرے روانہ ہونا تھا۔ چنانچہ میں نے

دوبارہ اس شہر کو فتح کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کریں گے اور میری بیٹی دلوکز بھی اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ اس لشکر میں شامل ہوں گی۔“

”دوسرا حصہ میں اپنی کمانداری میں رکھوں گا۔ میرے ساتھ بڑے سالاروں میں سے گور اور سنوش ہوں گے۔ چنانچہ میں سیتانیوں پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ سیتانیوں پر یلغار کرتے ہوئے میں اُن کے مرکزی شہر اشوکانی تک یلغار اور ترک تاز کرتا چلا جاؤں گا اور کسی کو میری اور میرے لشکر کی راہ روکنے کی ہمت، جرأت اور جسارت نہیں ہوگی۔“

اپنے بادشاہ کی اس تجویز سے سارے حتیٰ سالاروں، امراء اور عمائدین سلطنت نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد مٹلش نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور اُس کی ہدایت کے مطابق حتیٰ بڑی تیزی سے اپنی جنگی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔



جب آہستہ سے ہلایا، تب سریان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! کیا ہوا، آپ نے آج مجھے جلدی نہیں جگا دیا؟“

اس پر برزہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی! پہلے اٹھو، پھر تمہیں خود ہی احساس ہو جائے گا کہ میں نے تمہیں سویرے جگا دیا ہے یا تم خود لمبی نیند سوئی رہی ہو۔“ اس پر سریان مسکرائی۔ حیرت کے انداز میں اپنی خواب گاہ کی کھڑکی کے باہر دیکھا۔ پھر اپنے بال درست کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! لگتا ہے وقت کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔ میں دیکھتی ہوں باہر تو صبح تیز ہو رہی ہے۔“ پھر اُس نے ایک دم چادر ہٹائی۔ اٹھ اٹھ کر دیکھی۔ اس موقع پر برزہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اب تو طہارت خانے میں جا، نہانا ہے تو نہا لے، ورنہ منہ ہاتھ دھو کے دیوان خانے کی طرف آ جا، وہاں سب بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ میں نے کافی دیر سے کھانا تیار کر کے رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا ہوگا۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کیونکر نہ ہنسی اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اماں! اگر یہ بات ہے تو آپ نے مجھے سویرے جگا دیا ہوتا۔ چونکہ رات کو میں کافی دیر تک آپ، اماں طماہ اور سیما س کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہی تھی، اس لئے بیدار ہونے میں یہ تاخیر ہوئی۔ اس کا مطلب ہے ابھی تک اماں طماہ اور سیما س نے بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا۔“

اس پر برزہ کہنے لگی۔

”اس وقت گھر میں صرف میں اور طماہ ہیں، سیما س جا چکے ہیں۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان چونکی اور کہنے لگی۔

”کہاں جا چکے ہیں اماں! میں یہ تو جانتی ہوں، انہیں آج کوچ کرتا تھا لیکن انہوں نے صبح کا کھانا کھا کر جانا تھا اور بھی تو۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کوڑک جانا پڑا اس لئے کہ برزا بول اٹھی۔

”بیٹی! تو نے ابھی صبح کا صبح اندازہ نہیں لگایا۔ میں تم سے یہ کہوں گی کہ دوپہر ہونے والی ہے۔ سیما س نے کیونکہ صبح سویرے روانہ ہونا تھا۔ چنانچہ میں نے

دو کرائے دوبارہ فتح کرے اور دوسرا حصہ سیستانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اُس کے مرکزی شہر کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جائے۔

چنانچہ یہ خبریں ملنے کے بعد سب سے پہلے بیرم نے تیز رفتار قاصد مصر میں رئیس کی طرف روانہ کئے تھے اور اُسے صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ اُس کے بعد بیرم، سیاست اور طباش بھی اپنے لشکر کو لے کر سیستانی علاقوں کی سرحد پر جا کر خیمہ زن ہو گئے تھے۔

اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد آخر حلیوں کے بادشاہ موتلش نے لشکر کی روانگی کا ایک دن مقرر کیا۔ اُس دن اُن کے مرکزی شہر خوشاش سے باہر جس قدر نگاہ کام کرتی تھی، مسلح جوانوں، گھوڑوں کے سر ہی سر دکھائی دیتے تھے۔ آخر خوشاش شہر کے نواح میں لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا: ایک حصہ موتلش نے اپنے بھائی موتلش کے بیٹے کاؤک کی سرکردگی میں اپنے مرکزی شہر میں رکھا تاکہ کسی ناگہانی صورت میں مرکزی قہر کا دفاع کیا جائے اور دوسرے دو حصوں کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ نے بابل پر حملہ آور ہونا تھا اور دوسرا حصہ سیستانوں پر ضرب لگانے کے لئے تیار ہونا تھا۔

ابھی اس تقسیم کا کام ہو ہی رہا تھا کہ کچھ گھڑسوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔ سیدھے اُس طرف گئے جہاں حلیوں کا بادشاہ موتلش، اُس کا بھائی موتلش اور موتلش کے دونوں بیٹے کاؤک، لوزمان اور بنی ولوکز سالاروں میں سے نور، سنوش اور دیگر بڑے چھوٹے سالار وہاں کھڑے تھے۔ آنے والے اُن گھڑداروں کو دیکھ کر سب چوہے کئے تھے، اس لئے کہ وہ اُن کے مخبر تھے۔ قریب آ کر وہ صغریوں سے اترے۔ ایک ساتھ اجتماعی انداز میں انہوں نے موتلش اور اُس کے بھائی موتلش کی طرف دیکھا اور اُن میں سے ایک سب کی نمائندگی کرتے ہوئے موتلش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک! ہم ایک انتہائی اہم خبر لے کر آئے ہیں۔“

اُس خبر کے ان الفاظ پر غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے موتلش کہنے لگا۔

”یہی اہم خبر؟“

اس پر آنے والا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

بھی بہت لیں گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ رئیس کو ہم بدترین شکست دیں گے اور جس طرح رئیس اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے سینا کو روندنا ہوا شمال کی طرف بڑھ رہا ہے، چند دن بعد اسی انداز میں ہمارا لشکر صحرائے سینا کو روندنا ہوا جنوب کا رخ کر رہا ہوگا۔“

موتلش کی اس گفتگو سے اُس کے سارے امراء اور سالار خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ موتلش نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہا شروع کیا۔

”فی الحال اپنی، بابل اور سیستانوں کی مہم کو اتوا میں ڈالتے ہیں۔ اس وقت جو لشکر ہمارے پاس ہے، اُس میں تیسرا حصہ نکال کر میں اپنے بھتیجے کاؤک کی کمانداری میں لیتا ہوں اور وہ اپنے مرکزی شہر میں قیام کرے گا اور سلطنت کے تحفظ کا کام سرانجام دے گا جب کہ باقی لشکر کو لے کر ہم جنوب کا رخ کریں گے۔ پہلے رئیس کی راہ روک کر اُس پر ضرب لگائیں گے، اُس کے مقدر میں ناکامی کے سکے ڈالتے ہوئے اور اسے کامیابی اور فتح مندی سے محروم کر کے اُس کی پیشانی پر شکست کے داغ لگاتے ہوئے، اُس کے علاقوں میں داخل ہو کر اُس کی عسکری طاقت کو مکمل طور پر روندیں گے۔ اُن کے کچھ علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اُن کا نظم و نسق ہٹانے کے بعد انہیں گے۔ اُس کے بعد اپنے دونوں اہداف کو نشانہ بنائیں گے یعنی بابل اور سیستانی بادشاہانہ بنیں گے۔ اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں سے جنوب کی طرف تیز کرنا چاہیے جس قدر ہم جنوب کی طرف جاسکتے ہیں، اتنی ہی دور جا کر ہمیں اُن کی راہ روکنے ہوئے اُس سے ٹکرانا چاہیے۔“

موتلش کے چھوٹے بھائی موتلش کے علاوہ سارے سالاروں اور امراء نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر لشکر کا تیسرا حصہ علیحدہ کر کے موتلش نے اپنے بیٹے کاؤک کی سرکردگی میں دیا۔ پھر اُسے مرکزی شہر خوشاش میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اپنی حریدہ تیاریوں کو آخری شکل دینے کے بعد موتلش، اُس کا بھائی موتلش اور سالاروں اور امراء کو لے کر بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھے تھے۔ اس وقتوں کے بادشاہ موتلش نے اپنے مرکزی شہر سے دور فرعون رئیس کی راہ روکنا چاہی تھا۔

”سری طرف بیرم، سیاست اور طباش تینوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ اپنی

اُس کا کہنا مانتے ہوئے بڑھ دیوان خانے کی طرف گئی اور جب طہامہ کے سامنے پہنچی، تب طہامہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیا ہوا؟ لگتا ہے سریان ابھی نہیں ہے۔“

اس پر بڑھ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”اٹھ تو گئی ہے، طہامہ خانے کی طرف گئی ہے لیکن مجھے جتنی سے منع کر دیا ہے کہ میں کھانے کی کوئی چیز نہ لگاؤں، وہ خود کام کرے گی۔ اُس کا کہنا ہے کہ میں سارے کام کر کے اُسے گناہ گار کرتی ہوں۔“

اس پر طہامہ کچھ دیر تک مسکراتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”سریان یہاں آنے کے بعد کافی تبدیل ہو گئی ہے۔ جس وقت وہ یہاں آئی تھی تو اُس کے آداب، اُس کے رہن بہن کے طریقے بڑے اکھڑ پن سے تھے لیکن اب وہ بڑی شائستہ ہو گئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ اُس نے اپنے آپ کو ہمارے رہنے سہنے و رسومات اور آداب میں ڈھال لیا ہے۔“

طہامہ اور بڑھ نے تعویذ و برائیوں خانے میں گفتگو کی ہوگی کہ سریان کھانے کا طشت اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ طشت اُن دونوں کے سامنے رکھا۔ پھر تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکلی۔ پانی کی ٹھیلی اور مٹی کے سرخ کورے پیالے لے کر آئی۔ پھر تینوں وہاں بیٹھ کر کھانا کھانے لگی تھیں۔

کھانا کھانے کے بعد تینوں انہیں اور حلیوں کے ایک طرف جو باغ تھا، اُس کے پھل دار پودوں کو پانی دینے لگی تھیں۔



سیاس، طباش اور بیرم کے مخبر انہیں خبریں دے چکے تھے کہ حتی بڑے زور شور سے جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ نئے نئے جنگی رتھ تیار کر رہے ہیں اور اپنے لشکریوں میں بھی اضافہ کر رہے ہیں اور اُن کا منصوبہ یہ ہے کہ ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے: تین حصوں میں سے ایک اُن کے مرکزی شہر خوشاش میں رہے اور اُس کی کمانداری حلیوں کے بادشاہ موتلش کا بھتیجا کاؤک کرے، جب کہ باقی لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جائے: ایک حصہ بابل پر حملہ آور

”ہم آپ کی خدمت میں یہ خبر پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مصر کا حکمران رئیس ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آمدنی اور طوفان کی طرح صحرائے سینا کو روندنا ہوا شمال کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ ہم پر حملہ آور ہوگا۔“

اُس خبر کے ان الفاظ پر موتلش ہی نہیں، اُس کا چھوٹا بھائی موتلش بھی چونکا تھا۔ سارے سالار بھی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ حلیوں کا بادشاہ موتلش اپنے بھائی موتلش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ جو مصر کا فرعون رئیس اپنا لشکر لے کر شمال کی طرف کوچ کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے، اُسے ہماری جنگی تیاریوں کا علم ہو چکا ہے۔“

جواب میں چھوٹا بھائی موتلش کہنے لگا۔

”بھائی، آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ رئیس کے جاسوس ہمارے اندر بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے ہی رئیس کو ہماری جنگی تیاریوں کی اطلاع کر دی ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کام سیستانیوں نے کیا ہو اور انہوں نے ہی رئیس کو ہماری ان جنگی تیاریوں کی اطلاع کر دی ہو۔“

موتلش: ب خاموش ہوا تو موتلش پھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر رئیس اپنا لشکر لے کر آ رہا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس بار ہم کسی بھی قوت کو اپنے سامنے ٹھہرنے اور نکلنے نہیں دیں گے۔ ہم نے جو اپنی جنگی منصوبہ بندی کر رکھی ہے، ہر صورت میں اُسے تکمیل تک پہنچائیں گے۔ بابل پر ہر صورت میں ہم نے قبضہ کرنا ہے۔ ہمارے لئے یہ بڑی رسوائی کی بات ہے کہ اتنی بڑی اور عظیم قوت سلطنت سے کامیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ بابل شہر جیت لے۔ ایسا ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس بناء پر بابل کو دوبارہ اپنی گرفت میں ہر صورت میں ہم نے لینا ہے، اسی میں ہماری عزت اور ہمارا وقار ہے۔“

”سیستانیوں پر بھی ہم نے ضرب لگائی ہے، اس لئے کہ سیستانی دن بہ دن طاقت اور قوت پکڑتے جا رہے ہیں اور جب تک ہم انہیں اُن کے مرکزی شہر اشوکائی تک روندتے چلے نہیں جاتے، اُس وقت تک وہ ہمارے مطیع اور فرمانبردار بن کر نہیں رہیں گے۔“

”جہاں تک مصر کے فرعون رئیس کا تعلق ہے تو اُسے بھی آنے دیں، اگر اسے

سرحدوں پر قیام کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس بھی رمیس کے نمائندے پہنچے اور انہوں نے ان تینوں کو رمیس کے آنے کی خبر دی۔ چنانچہ وہ تینوں بھی اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور بڑی تیزی سے انہوں نے رمیس سے جا ملنے کے لئے جنوب مغرب کے رخ پر پیش قدمی شروع کر دی تھی۔



مصر کا فرعون رمیس اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے شمال کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کے جنرلوں نے اُسے یہ اطلاع دی کہ حنیوں کا ایک بادشاہ اپنے بادشاہ موتیش کی سرکردگی میں بڑی برق رفتاری کے ساتھ جنوب کا رخ کر چکے ہیں۔ چنانچہ رمیس نے حنیوں کی سرحدوں پر پہنچ کر اپنے لشکر کو روک دیا۔ ہاں اُس نے پڑاؤ کر لیا۔ شاید ایسا کر کے رمیس حنیوں سے ٹکرانے سے پہلے اپنے لشکر کو آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔

ایسی روز رمیس نے حنیوں کی سرحدوں کے قریب پڑاؤ کیا تھا، اُسی روز اُس نے اپنے لشکر کے ساتھ سیرم، سیماس اور طباش بھی داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ اُن نے اپنے بڑے سالار جوئس اور دوسرے چھوٹے سالاروں کے ساتھ شاندار آہستہ آہستہ اُن کا استقبال کیا۔ رمیس کے قریب آکر سیرم، سیماس اور طباش اپنے فرمانوں سے اتر گئے تھے۔ پہلے سب ایک دوسرے سے پر جوش انداز میں ملے۔ اُس کے بعد مصری سالار سیرم، فرعون رمیس کو مخاطب کر کے ساتھ ہی سیماس اور طباش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُن کا تعارف کروا رہا تھا۔ اس تعارف کے بعد رمیس اور بڑا سالار اُن کے ایک بار پھر آگے بڑھے، بڑے پر جوش انداز میں باری باری انہوں نے اُن کا تعارف کیا۔ اس موقع پر رمیس سیماس اور طباش دونوں کو مخاطب کرتا ہوا کہ:

”تم دونوں کی جرأت مندی کے قصے اور تم دونوں کی شجاعت بھری داستانیں مجھے بہت پسند ہیں۔ تم دونوں میں ملتی رہی ہیں۔ میں تم دونوں کی شجاعت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ تم دونوں کی کارکردگی سے خوش ہوں کہ تم نے اب تک حنیوں کی طاقت کو کمزور کیا۔ میں اس لحاظ سے بھی تمہاری تعریف کرتا ہوں کہ حنیوں نے بائبل پر قبضہ

تسلیم کر دیتا ہوں۔ حنیوں پر ضرب لگانے اور اُن سے نپٹنے کے لئے تم میں سے کسی کے پاس کوئی تجویز ہو تو کہیے۔ اُس کے بعد جو منصوبہ بندی میں نے سوچ رکھی ہے، اُس سے میں اُس کا تقابلی جائزہ لوں گا، موازنہ کروں گا اور جو بھی تدبیر بہتر ہو دہند اور اہل ہوگی، اُس پر عمل کرتے ہوئے حنیوں کا مقابلہ کیا جائے گا۔“

رمیس کے اس سوال پر سب کچھ دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ سیماس رمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مصر کے عظیم بادشاہ! اس وقت میرے پاس ایک تجویز ہے، وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور ساتھ ہی میرا دل کہتا ہے کہ وہ تجویز نہ صرف یہ کہ آپ کو پسند آئے گی بلکہ اُس پر عمل کرتے ہوئے ہم حنیوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

سیماس کے ان الفاظ پر رمیس نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا تھا۔ ساتھ ہی

پھر نے بڑے سالار اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر سیماس نے کہنا شروع کیا۔

”میں آپ کے لشکر کا جائزہ لے رہا ہوں۔ کافی بڑا لشکر ہے اور جو لشکر ہم اور سیرم

لے کر آئے ہیں، اُس کی وجہ سے تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ جو لشکر آپ مصر

لے کر آئے ہیں، اُسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور پہلے وہی تین حصے دشمن

پر حملہ کریں گے۔ وسطی حصے میں آپ خود ہیں، دائیں حصے کی کمانداری سیرم اور بائیں

حصے کی کمانداری جوئس کے حوالے کر دی جائے۔ جو لشکر میں اور طباش اپنے مرکزی شہر

دہلی سے لے کر آئے ہیں، وہ آپ کے لشکر کے پیچھے پڑاؤ میں رہے گا۔ جب جنگ

البتداء ہو جائے گی، بڑائی کی بھی خوب گرم ہو جائے گی، تب اُس لشکر کو جسے ہم نے

پہلے سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، حرکت میں لائیں گے۔ آدھے لشکر کے ساتھ میں

آپ کے لشکر کے پشتی حصے سے ہوتا ہوا، دائیں جانب جاؤں گا۔ اپنے لشکر کے دائیں

بالے آخری حصوں سے گزرنے کے بعد حنیوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر ٹوٹ پڑوں

گا اور انہیں ناقابل طافی نقصان پہنچاؤں گا۔ لشکر کا دوسرا حصہ طباش کی کمانداری میں

رہے گا۔ میری طرح وہ بھی آپ کے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے ہوئے بائیں جانب جائے

گا۔ پھر اپنے لشکر کے بائیں پہلو کے قریب سے گزرتا ہوا، حنیوں کے لشکر کے دائیں

بالے پہلے آکر ہو جائے گا۔

”میرے اور طباش کے اس طرح حملہ آور ہونے سے یاد رکھیے گا، جتنی بوکھلا جائیں

کر لیا اور بائیل کے بادشاہ برناورش اور اُن کے سالار ہزال کو نکال باہر کیا۔ تم لوگوں، ہزال اور برناورش کے ساتھ مل کر حنیوں کو شکست دی اور بائیل کا پھر برناورش کو باد بنا دیا۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حنیوں کے خلاف یہ فتح اُ شاندار فتح کہی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ بائیل شہر کو فتح کرنے کے بعد یقیناً حنیوں وہاں اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کر لی ہوگی لیکن تم لوگوں نے انہیں شکست دے کر خالی کرنے اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمیس زکا۔ پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم سب میرے ساتھ میرے خیمے میں آؤ۔ میں آنے والی جنگ سے متعلق سب کے ساتھ مل کر منصوبہ بندی کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کے بعد تم اپنے خیمے میں آرام کر لینا۔ میں چاہتا ہوں حنیوں کی آمد سے پہلے میرا سارے کا سارا لشکر آ کر کے بالکل تازہ دم اور مستعد ہو جائے۔“

اس پر سب خاموشی سے رمیس کے ساتھ ہو لئے تھے۔ چنانچہ رمیس نے لے کر شاہی خیمے میں داخل ہوا۔ ایک بہت بڑا خیمہ تھا جس میں کافی آدمیوں کے کی گنجائش تھی اور نشستوں کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب سب نشستوں پر گئے، تب رمیس سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے راستے میں حنیوں سے ٹکرانے کے لئے ایک منصوبہ بندی کی تھی منصوبہ بندی میں، میں نے سیماس اور طباش دونوں کو نمایاں طور پر رکھا تھا، اس لئے ان دونوں کی کارگزاری اُس قاصد نے مجھے بڑے اچھے الفاظ میں سنائی جس کا سیرم نے حنیوں کی پیش قدمی کے متعلق اطلاع دینے کے لئے میری طرف روانہ کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب حنیوں کا لشکر ہمارے سامنے آکر پڑاؤ کرے تو وہ دونوں نکال کے ساتھ جنگ کی ابتداء نہ کی جائے۔ انہیں سستانے آرام کرنے کا موقع فرا جائے تاکہ کل کو انہیں ہمارے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ یہ کام بنا سکیں کہ اُن کے لشکر کو آرام کرنے کا موقع نہ ملے، اس بناء پر وہ مصریوں سے شکست گئے۔

”چنانچہ جتنی جب جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کو استوار کرنا کریں گے، تب ہم بھی اپنے لشکر کی ترتیب کو آخری شکل دیں گے۔ پہلے میں تم

آسمان اور پہل ہے، کامیابی اور فتح مندی بھی یقینی ہے۔“
یہاں تک کہنے کے بعد رمیسس رُکا۔ پھر سارے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیماس نے جو جنگی منصوبہ بندی پیش کی ہے، میرے نزدیک وہ بڑی سہل اور ہلکی سوند ہے۔ تم سارے سالاروں میں اگر کوئی اس تجویز پر اتفاق رائے نہیں رکھتا، اعتراض کھڑا کرتا چاہتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر اپنے اعتراض پیش کرے۔ اگر وہ اعتراضات قابل قبول ہوئے تو یقیناً انہیں رفع کر کے حتیوں کی بربادی اور شکست کا اہتمام کیا جائے گا۔“

رمیسس کے سارے سالاروں نے جب سیماس کی پیش کردہ منصوبہ بندی سے اتفاق کیا، تب رمیسس نے بڑی پسندیدگی اور ضمانت کا اظہار کیا۔ اُس کے بعد سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے رمیسس کہنے لگا۔

”میرے خیال میں اب انھوں، میرے ساتھ چلو۔ پہلے اپنی خیمہ گاہ کا جائزہ لیں، پھر خیمے نصب ہو گئے ہیں کہ نہیں اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ لشکر کے لئے کھانے کی بادی کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے کہ نہیں۔“ چنانچہ رمیسس جب اپنی نشست سے اٹھا، تب سارے سالار بھی اٹھے اور رمیسس کے ساتھ وہ اپنی خیمہ گاہ کا جائزہ لینے لگے تھے۔ دوسری طرف حتی بھی آمدنی اور طوفان کی طرح جنوب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے۔ لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ اُس سے اگلے روز رمیسس اپنے بیڑوں کو اپنے لشکر کے سامنے لایا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ رمیسس حتیوں کے خلاف اپنی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے رد عمل میں حتی بھی اپنے اُن گت رتھوں کو اپنے لشکر کے سامنے لے آئے تھے۔ دونوں لشکروں کے زعمہ موتی اور مضبوط لکڑیوں کے گھڑے تھے، جن کے اندر رتھ کے گھوڑوں کو ہانکنے والے سائیکس کے لئے بڑی جگہ بنائی گئی تھی جو تیروں سے محفوظ تھیں اور اُس جنگی رتھ کے پیچھے سوار لکڑی سے ڈھکی ہوئے دوسرے سے ٹکراتے اور ایک دوسرے پر ضرب لگاتے تھے۔

ایسے میں حتیوں کے لشکر سے رتھوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا ایک جنگجو لگا۔ وہ نہایت توانا سیاہ گھوڑے پر سوار تھا اور اُس کا گھوڑا گلیں کرتا ہوا اُس کے اشارے

رمیسس کے اجازت دینے پر سیماس نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو اپنے ہاتھوں سے چال سے گھوڑے کو ہانکا ہوا، وہ دونوں لشکروں کے وسطی حصے کے خلاف بڑھا تھا، ساتھ ہی اپنے سر کو اپنے گھوڑے کے سینے کی طرف کسی قدر جھکاتے ہوئے بڑی افساری اور بڑی عاجزی سے دعا بھی مانگا چلا جا رہا تھا۔

”زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والے تو ہی اندھی خلعت کی کہانیوں کو چاہتوں گے کہ ان کی خوشبو میں، تو ہی پوچھل خیالات کی مٹی چادر کو سانسوں کی مہک میں، تو ہی اُن کے بالوں کو محبت کی لذت کے محرم میں تبدیل کرتا ہے۔ اے مالک کائنات! تو ہی اُن کے ہاتھ، نارسائی کے ڈھکے، اداسی کی شکنوں کو، قبرستانوں کی چپ کو، سکون کی لہروں، اُن کے ستاروں جیسی آسودگی میں تبدیل کر دیتا ہے۔“

”اے مالک کن! مجھے ہمت دے کہ میں ہر سمت دام بچانے والوں کے خلاف اپنی برفانی آندھیوں کی طرح حرکت میں آؤں۔ ان کے لہو کی حرارت کو بھاپ بنائوں اور انہیں منہاں چوب کی طرح سلگنے پر مجبور کر دوں۔ اے میرے خالق و مالک! اُن کے تیری اور واحد ہے، میں تیری ہی بندگی اور عبادت کرنے والا ہوں۔ مجھے ہمت دے کہ میں تیری حمایت سے بے ضمیر انسانوں کے گروہوں پر بغض کی جنبش لانے والوں کے خلاف رگوں میں لہو کی گردش کی طرح حرکت میں آؤں، ان کے چہروں پر غم کی مہریں لگاؤں، اُن کے ماتھوں پر اداسی کی لہریں پھیلا دوں۔“

”یہاں تک کہنے کے بعد سیماس رُکا۔ دم لیا، پھر وہ دوبارہ اپنے مالک، اپنے مالک پر یاد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! تو ابراہیم (علیہ السلام) اور ان سے پہلے والوں اور نبیوں اور بعد میں آنے والے سارے رسولوں کی صداقت کے مدد سے میری ہمت دے کہ میں اس انفرادی مقابلے میں اپنے مد مقابل کی حالت گلیوں کی حالت، خوابوں کی شکستگی سے بھی بدتر بنا کر رکھوں۔ اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں ان لوگوں کو عذابوں کے قصوں، ان کے عزائم کو سزاؤں کی داستانوں، ان کے مقاصد کو فساد کی کہانیوں میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

”اے میرے معبود! میری تجھ سے استدعا ہے کہ تو اپنی ذات کے تقدس کے طفیل اُن لوگوں کی منزلوں کی مسافت جیسی کامیابی، روشن راستوں کی کہکشاؤں جیسی

گئے، اس لئے کہ حتیوں کو آپ حتیوں نے پہلے ہی اپنے ساتھ بری طرح مصروف کر رکھا ہوگا اور آپ لوگوں کے حملوں کو پہلے ہی حتی اپنے لئے بوجھ اور بربادی کا پیش خیمہ خیال کر رہے ہوں گے، اس پر جب ہم اچانک یعنی میں اور طہاش پڑاؤ سے نکل کر اُن کے لشکر کے دائیں بائیں بازو پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھیے گا، حتیوں کے لشکر کی تنظیم ختم ہو جائے گی۔ اُن کے اندر افراتفری و بد نظمی پھیل جائے گی۔ اسی افراتفری اور بد نظمی سے ہم اور زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ تیز چلے کرتے ہوئے اُن کی افراتفری اور بد نظمی میں اضافہ کریں گے۔ میرے خیال میں ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو حتی زیادہ دم تک ہمارے سامنے ٹھہریں گے نہیں، اپنے مرکزی شہر خوتاش کی طرف بھاگنے کی بات کریں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو کچھ دور تک ہم اُن کا تعاقب کریں گے، پھر لوٹیں گے اور اُن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیں گے۔

”اگر ایسا ہو سکتا ہے تو یاد رکھیے گا، یہ حتیوں پر ایک بہت بڑی ضرب ہوگی۔ ہو سکتا ہے آنے والے دور میں وہ کچھ عرصہ خاموشی اختیار کئے رہیں۔ حالانکہ اُن سے ایہ کرنے کی امید نہیں ہے، اس لئے کہ اُن کے پاس اُن گت تربیت یافتہ جنگجو ہیں۔ چنانچہ انہیں اگر ہمارے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے، تب بھی وہ بہت جلد اپنے شکست خوردہ لشکر میں نئے لشکر کی بھرتی کرتے ہوئے پہلے کی طرح ایک جرات مندی سے تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بہر حال فی الوقت میرے ذہن میں یہی تصور ہے اور میں سمجھتا ہوں، اس پر عمل کر کے یقیناً فتح مندی ہمارے قدم چومے گی۔ تاکہ کامیابی اور نامرادیوں اپنے کے حتیوں کے لشکروں میں گرائیں گی۔“

سیماس جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک رمیسس بڑی توصیفی اور انتہائی پسندیدہ انداز میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

”سیماس! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے حتیوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک جنگی منصوبہ بندی کی تفصیل کہی ہے، اس سے پہلے میں نے اپنے ذہن میں حتیوں سے بننے کے لئے جو منصوبہ بندی کی تھی، میں سمجھتا ہوں، تمہاری جنگی منصوبہ بندی اُن کے مقابلے میں کہیں زیادہ پسندیدہ، اعلیٰ، ارفع اور فتح مندی کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ جو تجویز یا منصوبہ بندی حتیوں پر ضرب لگانے کے لئے میں نے سوچ رکھی تھی اُس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ سیماس جو کچھ تم نے کہا ہے، میں سمجھتا ہوں، اُس پر عمل کرنا

پر آگے بڑھا تھا۔ چنانچہ دونوں لشکروں کے درمیانی حصے میں آنے کے بعد اُس نے رمیسس کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے لئے انفرادی مقابلے کا مد مقابل مانگا۔

اس موقع پر رمیسس، اُس کے دونوں بڑے سالار سیرم اور حوسس کے علاوہ سیماس اور طہاش بھی قریب ہی کھڑے تھے۔ جب حتیوں کے لشکر سے وہ جنگجو اور سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا دونوں لشکریوں کے بیچ میں آیا اور انفرادی مقابلے کے لئے اپنا مد مقابل مانگا، تب سیماس نے اپنے گھوڑے کو ابڑ لگائی۔ رمیسس کے سامنے آیا اور رمیسس سے اُس نے انفرادی مقابلے کے لئے نکلنے کے لئے اجازت طلب کی۔ اس پر رمیسس جواب طلب سے انداز میں اپنے سالار سیرم کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ سیرم شاہ رمیسس کے اس طرح دیکھنے کے عمل کو کچھ گیا تھا۔ چنانچہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ بے فکر ہو کر اسے میدان میں اترنے دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں یہ ہماری فتح مندی اور کامیابی کا باعث بنے گا۔ میں اس کے ساتھ ایک عرصہ کام کر چکا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے کی جنگی ہنرمندی نہیں جانتا۔“

سیرم کے ان الفاظ پر رمیسس کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

”سیرم میں نے تمہاری طرف اس لئے نہیں دیکھا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ سیماس کس پائے کا بیٹ زن ہے۔ میں تم سے یہ جاننا چاہتا تھا کہ اگر میں اسے انفرادی مقابلے کا اجازت دوں تو آنے والے دور میں سیتانی، بکوس، اموری یہ الزام تو نہیں دھریں گے کہ رمیسس نے حتیوں کے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے کسی اپنے سالار کو نہیں سیتانیوں کے سالار سیماس کو میدان میں اتارا تھا۔“

رمیسس کے ان الفاظ کا جواب سیرم نے ابھی دیا ہی نہیں تھا کہ بیچ میں سیماس کہنے لگا۔

”آپ ایسے موضوع پر قطعی نہ سوچیں، اس وقت نہ ہم سیتانی ہیں نہ اموری ہیں نہ بکوس ہیں، بس یوں جانیں آپ کے لشکر کا ایک حصہ ہیں اور آپ کے لشکر کے ایک سالار کی حیثیت سے میرا حق بنتا ہے کہ حتیوں کی طرف سے نکل کر انفرادی مقابلے کے لئے نکلانے والے کے مقابلے میں جاؤں۔“

سیماس کے ان الفاظ سے رمیسس خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ اُس نے سیماس انفرادی مقابلے پر اترنے کی اجازت دے دی تھی۔

اس لئے کہ تو نے کئی بار ہمارے لشکریوں کو پسپا کیا اور اپنی حدود میں داخل نہ ہونے دیا۔
میں سمجھتا ہوں کہ حالات اُن واقعات کی سزا دینے کے لئے تمہیں گھیت کر میرے
سامنے لے آئیں ہیں اور اُن حالات کی سزا میں تجھے اس میدان میں ایسی دوں گا کہ
تو اپنے آنے والی تسلیں بھی یاد رکھیں گی کہ کسی بکسوس کے ساتھ کسی جتنی نے ایسا سلوک کیا
ہوگا۔“

وہ جتنی جب خاموش ہوا، تب قبر بھرے انداز میں اُس کی طرف دیکھتے ہوئے
وہاں ٹھولتے لیجے میں کہنے لگا۔

”دیکھ! میں تجھے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ زیادہ گھمنڈ اور تکبر کی گفتگو نہ کر، اپنی
اور اپنی ڈھال سنبھال، میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں تاکہ ہارنے کے
بدون نہ کہے کہ میں پہلے ہی تجھ پر وارد ہوا اور سوار ہوتا چلا گیا۔ سن جتوں کے سالار!
میں نے ہر صورت میں تیرا سر کاٹنا ہے اور اپنی فتح مندی اور اپنی کامیابیوں کا اعلان
کرتے ہوئے واپس اپنے لشکر میں جانا ہے۔ وقت کم ہے، آ مقابلی کی ابتدا کریں۔ پھر
میں اس کائنات کا مالک کس کے مقدر کو ستاروں کی طرح چکاتا ہے اور کس کی تقدیر کو
بہاں راتوں کے سیاہ اندھیروں سا کر کے رکھتا ہے۔“

سیاس کی اس گفتگو سے وہ جتنی تاؤ کھا گیا تھا۔ چنانچہ ایک تھر بھری نگاہ اُس نے
وہاں پر ڈالی۔ ڈھال کو سامنے کیا، تلوار پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے لہرایا،
تلوار کو ایز لگائی اور سیاسی کی طرف بڑھا۔

اُس نے ایک انتہائی ہولناک وار اپنی تلوار کا سیاسی پر کیا جسے سیاسی نے اپنی
احمال پر لایا، جوابی حملہ کیا اور اُس کی جوابی ضرب سے اُس جتنی کی ڈھال بری طرح گونج
اٹھی۔

پچھلے دیر تک دونوں اپنے گھوڑوں کو دائیں بائیں آگے پیچھے کرتے ہوئے ایک
دوسرے پر ضرب لگاتے رہے۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا جتنی بولکھا ہٹ کا شکار ہوتا چلا
گیا تھا۔ اُس کے جسم کی حرکات اور سکناٹ سے سیاسی نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ بے
اختیار ہے۔ ایک موقع پر جب وہ جتنی سیاسی پر ضرب لگانے کے بعد پیچھے ہٹا، تب
اُس نے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تیرے جسم کی حرکات و سکناٹ مجھے بتاتی ہیں کہ تو شاید یہ ارادہ اور عزم لے کر

فوز مندی عطا فرما۔ اے ابراہیم (علیہ السلام) کے رب! میری مدد فرما کہ میں قضا میں کر
دشمن پر وارد ہوں اور اسے لوہے کی لگام چڑھا کر رکھ دوں۔ اس کے دل اور ذہن کی
ستیزہ کاری میں اس کے سینوں میں طوفان کے طاغی اور اس کے ارادوں میں یورش
افلاس کے بکولے بھر دوں۔ اے اللہ! تو اپنے اہل ہونے، تو اپنے یکتا ہونے کے
صدقے میں میری مدد فرما۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی نے اپنے گھوڑے کو ایز لگائی۔ رفتار تیز کر دی، پھر
وہ آگے بڑھا، جتوں کی طرف سے جو مقابلہ کرنے کے لئے نکلا تھا جب وہ اس کے
سامنے آیا تب وہ جتنی سیاسی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نہیں جانتا تیرا تعلق کن سر زمینوں سے ہے، اس لئے کہ رئیس کے لشکر میں
اس وقت مصری بھی ہیں، سینیائی بھی ہیں، بابکوس بھی ہیں، اموری بھی ہیں، اب تو جتنا
تیرا تعلق کس گروہ سے ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میرا تعلق تو جانتا ہے، میں جتنی
ہوں۔ نام بتانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لئے کہ تھوڑی دیر بعد جب میں تیرا
خاتمہ ہی کروں گا تو پھر تجھے میرا نام جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم تو اپنا تعارف
کرو تاکہ میں جانوں تو کس گروہ سے نکل کر میرے مقابل آیا ہے۔“

جواب میں بڑا طنز یہ ساجیم سیاسی کے چہرے پر نمودار ہوا اور جتنی کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

”زیادہ نہ اتر، اور نہ ہی زیادہ گھمنڈ اور تکبر میں جا، اس لئے کہ جہاں تو اس
وقت کھڑا ہے یہ موت کا میدان ہے جس کے اندر بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے
گھمنڈ اور تکبر کرنے والے خون میں ڈوب کر زمین پر بے حس و حرکت لیت جاتے
ہیں۔ سن! میرا نام سیاسی ہے، میرا تعلق عربوں کے گروہ بکسوس سے ہے۔ اس وقت ہم
سب اپنی شناخت بھول کر رئیس کے لشکر میں شامل ہیں۔ لہذا تو مجھے میرے انفرادی
تعارف سے نہ پہچان، صرف یہ جان کہ میں رئیس کے لشکر کا ایک سالار ہوں اور
تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہوں۔“

اس پر وہ جتنی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اچھا ہوا تم نے اپنا نام بتا دیا، اس لئے کہ تیرا نام ہم جتوں کے اندر اجنبی نہیں
ہے۔ اس لئے کہ ماضی میں تیرا نام ہمارے مرکزی شہر خوشاش میں بڑا گونجتا رہا ہے،

آیا تھا کہ میں تیرے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گا اور تو میرا سر کاٹ کر اپنی کامیابی
اور اپنی فوز مندی کا اعلان کرتے ہوئے اپنے لشکر میں واپس چلا جائے گا۔ سن! تیرے
سامنے آنے کے ساتھ ہی میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہ موت کا میدان ہے، اب تک
میں جو تیرے ساتھ ٹکراتا رہا ہوں تو میں نے اندازہ لگالیا ہے کہ تو کس پائے کا بیج زن
ہے۔ میں تیری طاقت اور قوت کو بھی جان چکا ہوں۔ میں نے یہ بھی اندازہ لگالیا ہے کہ
تیرا گھوڑا کس طرح اور کس انداز میں تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو کر میرے خلاف حرکت
میں آنے میں تیری مدد کرتا ہے۔ سن جتنی، اصل مقابلہ تو اب ہوگا، اس لئے کہ میں نے
تیری جانچ تمام کر دی۔ اب تیرا کام تمام کر دوں گا۔“

سیاس کی اس گفتگو کے جواب میں اُس جتنی نے ایک قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

”یہ سب زبانی باتیں ہیں، عملی انداز میں جب میرے خلاف حرکت میں آئے گا،
یاد رکھنا میں تجھے تیرے خون میں نہلا کر رکھ دوں گا۔“

سیاس نے اُس کے الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے گھوڑے کو تھوڑا سا پیچھے
بٹایا، پھر ایک دم اُس نے بڑے وحشی انداز میں اپنے خدائے واحد کی تکبیر کا نعرہ بلند
کیا۔ پھر اُس نے اپنے گھوڑے کی اگلی دائیں ٹانگ کے اوپری حصے میں خاص انداز
میں مہمیز لگائی۔ یہ مہمیز لگتی تھی کہ گھوڑا ہنہنایا، نتھتے پھڑ پھڑائے، دو چار بار کونٹیاں تبدیل
کیں، اگلی ٹانگیں اٹھا کر دشت کا اظہار کیا، اُس کے بعد اس تیزی سے بھاگا کہ جتنی سمجھ
نہ سکا کہ سیاسی کیا کرنے والا ہے، وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ تاہم اپنی تلوار اور ڈھال اُس
نے اپنے سامنے کر لی تھی تاکہ آسانی سے سیاسی کے پہلے کو روک سکے۔

سیاس کا گھوڑا جب بھاگتا ہوا آیا تو اُس جتنی کے گھوڑے کے ساتھ اُس نے بڑی
بری طرح اپنی چھاتی کھرائی تھی۔ جتنی یہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے سیاسی کے وار کو اپنی
ڈھال پر لینا ہے اور پھر جوابی کارروائی کرنی ہے لیکن جب سیاسی کے گھوڑے نے
پورے زور اور قوت سے اپنا سینہ جتنی کے گھوڑے کے سینے سے ٹکرایا، تب جتنی کا گھوڑا اپنا
توازن کھو بیٹھا۔ ایک طرف لڑکھا، اُس کے اس طرح توازن کھونے سے جتنی کسی قدر
پریشان ہو گیا تھا۔ مین اُس موقع پر سیاسی نے اپنی تلوار کا دست اس زور سے اُس جتنی کے
شانے پر چڑھ لیا کہ خول پر مارا کہ جتنی اپنے گھوڑے سے پیچھے گر گیا۔

یہ صورت حال جتنی کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اتنی دیر تک سیاسی بھی جست

سیاس کے اس عمل سے رئیس کے لشکری زوردار انداز میں سیاسی کی تعریف
کرتے ہوئے نعرے بلند کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف جتوں کے لشکر میں اُس وقت
کی پپ طاری ہو گئی تھی جس وقت جتنی اپنے گھوڑے سے پیچھے گرا تھا اور اب جب
وہاں نے اُس کے شانے پر ضرب لگا کر شانے پر چڑھے ہوئے خول کو کھینچے ہوئے
لٹھاؤ لگایا تھا، تب جتوں کے لشکر کی حالت ایسی تھی جیسے سب کو ساپ سگھ گیا ہو۔

اُس کے بعد سیاسی نے لگا تار اور تابڑ توڑ حملے اُس جتنی پر کرنے شروع کر دیے
تھے۔ شانے پر گھاؤ لگنے کی وجہ سے وہ پہلے ہی تھلا رہا تھا۔ شدید کرب اور درد کا شکار تھا،
اب وہ سیاسی نے اُس پر تیز اور جان لیوا حملے کرنے شروع کئے جب وہ اُن حملوں کو
دھنکاتا اور اس عمل کے دوران ایک بار اُس نے ٹھوکر کھائی اور ٹھوکر کھاتے ہی وہ
میں گر گیا۔ سیاسی نے آگے بڑھ کر اُس کی تلوار پر پاؤں رکھ دیا۔ پھر تلوار چھین کر
وہاں نے ایک طرف پھینک دی، ساتھ ہی اُس کے بائیں ہاتھ پر اپنے پاؤں کی ایسی
لمبا داری کہ ڈھال بھی اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔

اس موقع پر زمین پر لیٹے ہوئے جتنی کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ وہ کانپ رہا تھا، کپکپا
رہا تھا۔ یہاں تک کہ غضبناک لیجے میں اُسے مخاطب کر کے سیاسی کہنے لگا۔

”میں تیرا نام نہیں پوچھوں گا اور نہ ہی میں نے شروع میں تیرا نام پوچھا تھا، نہ ہی تو
انہو اپنا نام بتانے کی زحمت اٹھاتی تھی۔ سو کچھ شروع میں جو تو نے لاف زنی کی، جو
گھمنڈ اور تکبر میں ڈوبی گفتگو کی، اُس کا خیمہ زہ تجھے کیسا گھنٹنا پڑ رہا ہے۔ میں نے

مقابلہ کرنے کے لئے اتنی بہتر نہیں جتنی اچھی جگہ کی میں تمہیں نشانہ بنی کر لگا ہوں۔“
 ”سن میرے بھائی! پیچھے ہٹ کر قاش شہر کے قریب چلا جا۔ قاش شہر میں داخل نہ ہونا، قاش شہر کے نواح میں جو کوہستانی سلسلے ہیں، وہاں بھی اونچے نیچے کافی نیلے ہیں۔ وہاں اپنے لشکر کو استوار کرنا۔ یاد رکھنا، ایک بار ہمیں شکست دینے اور پسپا کرنے کے بعد رعمیس ضرور ہمارے علاقوں کے اندر پیش قدمی کرے گا تاکہ ہمیں اپنے سامنے بھٹکتے اور ہمیں صلح کرنے پر مجبور کرے۔ ایسا وہ اس لئے چاہے گا تاکہ وہ دوفوائد حاصل کرے: پہلا یہ کہ ہم اسے خراج دینے پر مجبور ہو جائیں۔ دوسرا یہ کہ وہ ہم سے یہ جبری معاہدہ کر لے کہ آنے والے دور میں ہم کبھی باہل کے کامیوں اور سیتانیوں پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ میرے بعد کبھی کسی موقع پر تم بہت ہی مجبور اور بے بس ہو جاؤ، تب بھی رعمیس کے ساتھ کبھی یہ معاہدہ نہ کرنا کہ آنے والے دور میں تمہیں، کامیوں اور سیتانیوں پر ضرب نہیں لگائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد موتش رکا۔ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر اپنی آنکھوں کو اٹا کر بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”سن موتش میرے بھائی! یوں سمجھنا یہ پسپائی، یہ شکست عارضی ہے اور اس ماضی شکست کا ہر صورت میں ہم نے انتقام رعمیس سے لینا ہے۔ یہ ہمارا قوی فرض ہے۔ مایا جانے کہ ہم پہلے باہل کے کامیوں اور ساتھ ہی اپنے جنوب میں بسنے والے سیتانیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نہ صرف اپنا مطیع اور فرمانبردار بنائیں بلکہ ان کے علاقوں میں بھی حملہ آور ہو کر قبضہ کریں اور ایسا کرنے کے بعد ہم مزید جنوب میں رعمیس کے علاقوں کی طرف بڑھیں۔ جس روز تمہیں نے مصری علاقوں میں داخل ہو کر رعمیس کو شکست دی، میں سمجھوں گا وہ دن تمہیں کے لئے سب سے زیادہ مقدس اور سب سے قیمتی کا دن ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد موتش خاموش ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آواز ڈوبنے لگی۔ یہاں تک کہ بڑی مشکل سے بولنے ہوئے اس نے پھر اپنے چھوٹے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

”میرے بعد اپنے سارے سالاروں کے علاوہ اپنے اہل خانہ اور خاندان کا خیال رکھو۔ میں نے تمہیں کی طاقت اور قوت میں بڑی جدوجہد کر کے اضافہ کیا ہے۔ اس

تیر انداز بٹھانے اور انہیں تیار اور مستعد کرنے کے بعد موتش اور اس کے سالار اس جگہ آئے جہاں تمہیں نے اپنے زخمی بادشاہ موتش کو رکھا ہوا تھا۔ موتش زخمی تھا۔ اس موقع پر اس کے پاس کچھ سالاروں کے علاوہ اس کے بھائی موتشلیش اور بیٹی ولوکز اور بیٹا لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ موتشلیش بھی جب آگے بڑھ کر اپنے بھائی موتش کے پاس بیٹھ گیا۔ تب موتش کچھ دیر تک بڑے غور سے موتشلیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں سمجھتا ہوں، یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ رعمیس کے ہاتھوں ہمیں شکست ہوئی۔ اس کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کی وجہ رعمیس کی طاقت اور قوت نہیں بلکہ ہماری منصوبہ بندی کی کم مائیگی ہے۔ رعمیس نے ہمارے مقابلے میں بہتر اور اچھی منصوبہ بندی کی جس کی بناء پر وہ کامیاب رہا۔“

”موتشلیش میرے بھائی! یہ شکست ہمارے لئے بڑی بدنامی اور رسوائی کا باعث بنے گی۔ اس شکست کی خبر جب ہمارے مرکزی شہر خوشاش پہنچے گی تو ہمارے لوگ بددل ہو جائیں گے اور ان پر ایک طرح سے مصر کے فرعون رعمیس کا رعب اور دہم چھا جائے گا جب کہ میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔“

”موتشلیش! میں اپنے زخم بھی دیکھ چکا ہوں، اپنی حالت کا بھی اندازہ لگا رہا ہوں۔ میرے پیچھے کی کوئی امید نہیں ہے۔ مرنے سے پہلے میرے بھائی! میں سب کے سامنے تمہیں تمہیں کا بادشاہ بناتا ہوں، اس لئے کہ تمہیں اپنا جانشین تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا تھا۔ میرے بھائی، تمہیں کو رعمیس کے مقابلے میں کامیاب کرنے کے لئے میں تمہیں ایک وصیت بھی کرتا ہوں۔“

”مجھے کسی نے بتایا ہے کہ یہاں جو ٹیلے ہیں، ان کے پیچھے کئی پچٹی زمین ہے۔ اس کے اندر بھی تو نے حفاظت اور تحفظ کی خاطر اپنے تیر انداز بٹھا دیئے ہیں۔ انہیں کر کے تو نے اچھا کیا ہے لیکن یہاں زیادہ دیر قیام نہ کرنا، یہاں۔ تم زیادہ دن رعمیس کی راہ نہیں روک سکو گے، اس لئے کہ تمہارے پڑاؤ پر اب تک رعمیس قبضہ کر لیا ہوگا۔ تم ایسا کرو، تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرو۔ میرے خیال میں رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ وہ اس وقت ہمارے پڑاؤ پر چڑھ کر کوسیت رہا ہوگا۔ جس جگہ تم نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہے، یہ جگہ رعمیس

”گور میں چاہتا ہوں۔“
 موتشلیش کوڑک جانا پڑا، اس لئے کہ گور ایک بار پھر بول اٹھا۔
 ”آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، میں سمجھ گیا ہوں۔ جہاں تک میرا خیال ہے کہ میں فیصہ نہیں منکوانے چاہئیں۔ لشکر کے ساتھ ہی پڑاؤ کرنا چاہئے اور لشکریوں کے اندر ان کی آزادی چاہئے کہ تھوڑی دیر تک یا چند دنوں تک مصر کا حکمران، رعمیس ان علاقوں کا نگران کرے گا اور ہم نے اس پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دینی ہے۔ ہماری جس خیمہ گاہ میں نے قبضہ کیا ہے، وہ وہاں لینے کے ساتھ ساتھ رعمیس کی خیمہ گاہ اور اس کے اہل خانہ پر چڑھ کر قبضہ کرتا ہے۔“

یہ پہلی وجہ ہے جو ہماری فتح مندی اور کامیابی کا درکھول سکتی ہے۔ اگر ہم ایک اور وجہ کریں تو پھر میرے خیال میں ہم اپنی کامیابی اور کامرانی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔“
 اس پر بے پناہ خوشی کے علاوہ بحس بھرے انداز میں موتشلیش اپنے سالار گوری کو مخاطب دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں تمہاری اس تجویز کو قبول کرتا ہوں کہ فی الحال اپنے مرکزی شہر سے انہیں کے لئے خیمے طلب نہیں کرتے۔ اب تم کہتے ہو کہ ہم ایک اور کام کریں تو ہم اپنا کامیابی اور فتح مندی کو یقینی بنا سکتے ہیں تو ذرا وہ دوسری تجویز بھی کہہ دو جس پر عمل کرنے میں کامیاب کر سکتے ہیں۔“

یہاں میں گور نے پہلے اپنے ارد گرد کھڑے چھوٹے بڑے سالاروں کی طرف اشارہ کیا۔ ہونٹوں پر زبان پھیری، اس کے بعد نئے بادشاہ موتشلیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میں چاہتا ہوں آپ ابھی اسی وقت تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خوشاش میں اپنے کاؤک کی طرف روانہ کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے، تعداد میں یہ لشکر رعمیس کے لشکر سے کم نہیں ہے، اس کے باوجود ہم ایک کامیابی نہ ہو کر لیں تو اپنی کامیابی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔“

اپنے بیٹے کاؤک سے کہیں کہ وہ ایک لشکر اپنے جہاندیدہ اور تربیت یافتہ سالار کی قیادت میں یہاں قاش کی طرف روانہ کرے۔ اس لشکر کو ایک میل پیچھے گھاٹ میں لایا جائے۔ محترم موتشلیش یہ بات تو طے شدہ ہے کہ رعمیس ہمارے علاقوں میں

طاقت اور قوت کو برباد نہ ہونے دینا، جس روز تم باہلیوں اور سیتانیوں اور رعمیس کے خلاف کامیاب ضرب لگاؤ گے، اس روز تمہیں کے لئے عید اور خوشی کا دن قرار دینا آخری بار میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے بعد اپنی کم ہونے والی بیٹی سریان کو بڑی تک و دو اور محنت سے تلاش کرنے کی کوشش کرنا اور جس نے اسے اٹھایا ہو جس نے اسے اغوا کیا ہو یا جس نے اسے ختم کر دیا ہو تم بھی اس کا سرکٹ کر رہنا۔ دیکھو یہاں زیادہ دیر قیام نہ کرنا، فوراً لشکر کو سینوں، قاش شہر کی طرف ہلو، اس لئے کہ.....“

اس سے آگے کہتے کہتے موتشلیش کی آواز دب گئی تھی، اس پر موتشلیش بے رحم ہو کر آگے بڑھا، موتشلیش کا جائزہ لیا، اس کی آواز بند ہو گئی تھی، وہ ہونٹ ہلا رہا تھا لہذا اس کی آواز نکل نہ رہی تھی۔ کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا، اس کے بعد موتشلیش کی گردن ڈھلک گئی اور وہ ختم ہو گیا۔

اس موقع پر موتشلیش کے حکم پر حتیٰ بڑی تیزی سے حرکت میں آئے۔ مرے والے بادشاہ موتشلیش کی لاش کو مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا جب کہ خود موتشلیش لشکر لے کر اپنے مرنے والے بھائی کی وصیت کے مطابق قاش شہر کی طرف گیا تھا۔

موتشلیش نے قاش شہر کے نواح میں ایک انتہائی مناسب جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ رعمیس اس کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے، اپنے لشکریوں کو کچھ ستانے موقع فراہم کرنے کے بعد ضرور تمہیں کی سر زمینوں کے اندر پیش قدمی کرے گا اور تمہیں پر اپنی شرائط مسلط کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس بناء پر موتشلیش نے ایک ایک جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا۔ جو جگہ جنگ کے دوران اس کے لئے بڑی سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔ اس موقع پر تمہیں کے بڑے سالاروں میں سے گور اور سنوش اور کور دومرے اس جگہ آئے جہاں تمہیں کا نیا بادشاہ موتشلیش، اس کا بیٹا لوزمان اور بیٹی ولوکز کھڑے ہوئے تھے۔ تینوں کسی قدر پریشان تھے۔ سارے سالار آکر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر بڑا سالار گور موتشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے سنا ہے آپ اپنے مرکزی شہر سے لشکریوں کے لئے نئے خیمے طلب کرنے لگے ہیں۔ میرے خیال میں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“
 اس موقع پر موتشلیش نے غور سے گور کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

کے اندر ایک افراتفری اور بد نظمی کی کیفیت طاری ہوئی جس سے ہمارے لشکری بد دل ہو گئے، ادھر ادھر جائیں بچانے کے لئے دیکھنے لگے اور یہی جنگی منصوبہ بندی رعمیس کے مقابلے میں ہماری ناکامی کا باعث بن گئی۔

یہاں تک کہنے کے بعد گودر جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک خاموش رہ کر متوشلیش سوچتا رہا، اُس کے بعد باری باری اُس نے ایک گہری نگاہ اپنی بیٹی دلوکز، اپنے بیٹے لوزمان، سنوش، گودر اور دوسرے سالاروں پر ڈالی، پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گودر نے جو تجویز پیش کی ہے، وہ میرے تو دل کو گتھی ہے۔ اب تم سب لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرو اور مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔ میں چاہتا ہوں ہم سب مل کر رعمیس کے خلاف کوئی ایسی منصوبہ بندی کریں جس پر ہم سب متفق ہوں اور وہ منصوبہ بندی ہماری کامیابی اور ہماری شاندار فتح کی علامت بن جائے۔“

اس موقع پر سب سے پہلے متوشلیش کا بڑا سالار سنوش بولا اور کہنے لگا۔ ”جہاں تک میرا خیال ہے، میں گودر کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں، میرے خیال میں جو کچھ گودر نے کہا ہے، اس پر عمل کیا جائے تو رعمیس کے مقابلے میں ہماری فتح اور ہماری کامیابی یقینی ہو سکتی ہے۔“

سنوش کے بعد متوشلیش کی بیٹی دلوکز بولی اور کہنے لگی۔ ”گودر کا کہنا بالکل درست ہے، ایسا ہی کر کے ہم رعمیس کو شکست دے سکتے ہیں اور اسے واپس مصر کی طرف بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

اپنے دوسرے بڑے سالار سنوش اور بیٹی دلوکز کے خیالات سن کر متوشلیش ہنسی کا اظہار کیا، پھر کہنے لگا۔

”اگر تم سب لوگوں کی یہی رائے، یہی مشورہ ہے تو پھر اسی پر عمل کیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش نے پھر کچھ سوچا، اُس کے بعد کہنے لگا۔ ”ایک منصوبہ بندی تو طے ہوئی، اب یہ سوچو کہ جوتازہ دہ لشکر ہمارے مرکزی شہر خاشاش کی طرف سے آئے گا اور جسے ہم نے رعمیس کے خلاف اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے گھات میں بٹھانا ہے، اُس لشکر کی کمانداری کون کرے گا؟“

اس موقع پر پھر متوشلیش کا دوسرا بڑا سالار سنوش بولا اور کہنے لگا۔

پیش قدمی کرے گا اور ادھر ہی آئے گا جہاں ہم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جگہ جس کا ہم نے انتخاب کیا ہے، رعمیس کے گھرانے کے لئے بڑی سودمند ہے، اگر یہاں ہمیں فتح ہوگی تو ہماری خوش قسمتی ہوگی، اس فتح کی صورت میں ہم دور تک رعمیس اور اُس کے لشکر کا تعاقب کرتے چلے جائیں گے اور رعمیس کو بچ کر مصر کی طرف بھاگنے نہیں دیں گے۔

اور اگر رعمیس کے مقابلے میں پہلے کی طرح ہمیں پہاڑی اختیار کرنا پڑی، ہمیں شکست کا سامنا ہوا تو ہم رعمیس کے لشکر یوں پر ضرب لگاتے اور اپنا دفاع کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے چلے جائیں گے۔ اس طرح رعمیس کے لشکر کے حوصلے بلند ہو جائیں گے، وہ یہ سمجھیں گے کہ پہاڑ کی طرح انہوں نے پھر ہمیں شکست دی ہے جس کے نتیجے میں ہم پسپا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

چنانچہ پسپا ہوتے ہوئے ہم اس جگہ چلے جائیں گے جہاں اپنے مرکزی شہر خاشاش سے آنے والا ہمارا لشکر گھات میں بٹھنا ہوگا، وہاں پہنچ کر ہم ڈک جائیں گے اور پہاڑی بند کرتے ہوئے رعمیس کے لشکر پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی زور زور سے نعرے بلند کرنے لگیں گے، یہ نعرے گھات میں بیٹھے ہمارے اُس لشکر کے لئے اشارہ ہوگا کہ اُسے بھی باہر نکل کر رعمیس کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا چاہئے۔ اس موقع پر جب سامنے کی طرف سے ہم ضرب لگائیں گے اور پہلوؤں کی طرف سے گھات میں بیٹھے والا ہمارا لشکر رعمیس پر حملہ آور ہوگا تو یاد رکھئے ہمارا کامیابی یقینی ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گودر نے کچھ سوچا، دوبارہ اپنے بادشاہ متوشلیش کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”آپ جانتے ہیں پہلی جنگ میں یہی طریقہ استعمال کرتے ہوئے رعمیس ہمارے خلاف جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ اُس نے اپنے دو بڑے سالاروں سیرم اور جوس کو اپنے ساتھ دائیں بائیں رکھا اور ان کے ساتھ ہی ہم سے ٹکرایا لیکن سیرم اور جوس کے دونوں سالاروں سیاسی اور طباش کو اُس نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنے عقب میں رکھا اور جب جنگ زوروں پر آئی تو وہی سیاسی اور طباش لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمارے لشکر کے دائیں بائیں پہلو پر ٹوٹ پڑے۔ اس طرح ہمارے لشکر

میرے خیال میں اُس لشکر کی کمانداری گودر ہی کے حوالے کرنی چاہئے۔ اس سے بہتر کوئی بھی اُس لشکر کی کمانداری نہیں کر سکے گا اور اس سے بہتر انداز میں کوئی بھی وہاں سے اٹھ کر رعمیس کے لشکر پر ضرب نہیں لگا سکے گا، میرے خیال میں گودر کو اگر اُس لشکر کے ساتھ گھات سے نکل کر رعمیس کے لشکر پر اپنا تک حملہ آور ہونے کا موقع دیا جائے تو گودر اپنی گزشتہ شکست کو شاندار فتح میں بدل سکتا ہے۔“

چنانچہ متوشلیش نے اس سے اتفاق کیا۔ تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خاشاش کی طرف روانہ کئے۔ وہاں سے ایک تازہ دم لشکر منگوایا۔ اُس لشکر کو گودر کی کمانداری میں دیا اور اُسے ایک انتہائی مناسب اور معقول جگہ گھات میں بٹھا دیا تھا۔ اُس کے بعد متوشلیش اپنے لشکر کے ساتھ رعمیس کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس طرح چندوں نے ایک بار پھر اپنے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد رعمیس سے ٹکرا کر اپنی ناکامی کو کامیابی میں تبدیل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

❦ ❦ ❦

”بیٹی! اس وقت طامہ اور برزہ کہاں ہیں، گھر میں اُن کی کہیں سے آواز نہیں آئی دے رسی؟“

اس پر سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ کا اندازہ درست ہے، وہ دونوں اس وقت بازار گئی ہوئی ہیں۔ گھر کا کچھ سامان خریدنا تھا، اس لئے۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو ڈک جانا پڑا، اس لئے کہ طباش کی ماں شیرات نے غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی، تجھے یہاں ہمارے ہاں رہتے ہوئے دو سال ہونے کو ہیں۔ کیا دو سال بعد بیٹی تو واپس چلی جائے گی؟“

”میرے خیال میں اُس لشکر کی کمانداری گودر ہی کے حوالے کرنی چاہئے۔ اس سے بہتر کوئی بھی اُس لشکر کی کمانداری نہیں کر سکے گا اور اس سے بہتر انداز میں کوئی بھی وہاں سے اٹھ کر رعمیس کے لشکر پر ضرب نہیں لگا سکے گا، میرے خیال میں گودر کو اگر اُس لشکر کے ساتھ گھات سے نکل کر رعمیس کے لشکر پر اپنا تک حملہ آور ہونے کا موقع دیا جائے تو گودر اپنی گزشتہ شکست کو شاندار فتح میں بدل سکتا ہے۔“

چنانچہ متوشلیش نے اس سے اتفاق کیا۔ تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خاشاش کی طرف روانہ کئے۔ وہاں سے ایک تازہ دم لشکر منگوایا۔ اُس لشکر کو گودر کی کمانداری میں دیا اور اُسے ایک انتہائی مناسب اور معقول جگہ گھات میں بٹھا دیا تھا۔ اُس کے بعد متوشلیش اپنے لشکر کے ساتھ رعمیس کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس طرح چندوں نے ایک بار پھر اپنے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد رعمیس سے ٹکرا کر اپنی ناکامی کو کامیابی میں تبدیل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

❦ ❦ ❦

سریان جب بیٹھ گئی تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طباش کی ماں نے کہنے لگی۔

”بیٹی، پیش ٹھیک کہتی ہے۔ بیٹھو، ہم ایک انتہائی اہم اور ضروری کام کے سلسلے میں ہیں۔ شیراز ہمیں تک کہتے کہتے رک گئی تھی۔ اس لئے کہ حویلی کے دروازے پر آگ لگ چکی تھی۔ اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سریان اپنی جگہ پر ابھی اور اٹھ اٹھ کر پیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے خیال میں اماں اور برزہ آگئی ہیں۔ میں دروازہ کھولتی ہوں۔“ اس کے کہنے پر وہ تیز قدم اٹھاتی ہوئی دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔ جب اُس نے دروازہ کھولا تو حویلی میں واقعی طہامہ اور برزہ داخل ہوئیں۔ دونوں کافی سامان اٹھائے ہوئے تھیں۔ اس پر سریان فوراً حرکت میں آئی۔ طہامہ نے جو سامان اٹھایا تھا، وہ اُس سے اُس نے لیتا چاہا تب طہامہ پیار سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی، رہنے دو میں لے جاتی ہوں۔“ اس پر سریان کہنے لگی۔

”اماں! آپ مجھے گناہ گار کرتی ہیں۔ سارا سامان مجھے دے دیں۔“ اس پر طہامہ نے کہنے لگے ہوئے سارا سامان اُسے تھما دیا۔ پھر سریان برزہ کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔

”اس پر ہلکی سی چپت بڑے پیار سے انداز میں طہامہ نے سریان کے گال پر لٹکائی۔

”بیٹی! یہ کیا کر رہی ہو، جو سامان تم نے مجھ سے لیا ہے، تم وہی اٹھاؤ، برزہ جو سامان اٹھائے ہوئے ہو، اس میں سے آدھا میں لے لیتی ہوں، اب چلو۔“

اس پر مسکراتے ہوئے سریان کہنے لگی۔

”اندر شیراز اور پیش دونوں ماں بیٹی آئی ہوئی ہیں اور وہ ایک انتہائی اہم کام

لے گئیں۔ آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں۔“

اس پر طہامہ اور برزہ دونوں خوشی کا اظہار کرتی ہوئی بڑی تیزی سے سریان کے

شیراز کے اس عجیب سے سوال پر سریان گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ طباش کی بہن اور شیراز کی بیٹی پیش جو اُس سے بالکل سریان کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھی ہوئی تھی، اپنا بازو سریان کے شانے پر رکھتے ہوئے اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اماں، تم کس قسم کی گتھگو کر رہی ہو، کوئی اور موضوع چھیڑو، یہ موضوع شروع کر کے میں سمجھتی ہوں، سریان کو تم نے پریشان کر دیا ہے، ایک الجھن میں ڈال دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد پیش لڑکی۔ پھر وہ بارہ اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”پہلے میری بہن سریان کو یہ بتاؤ ہم کس مقصد کے تحت آئی ہیں۔“

اس پر سریان فوراً استعجالت سے کہنے لگی۔

”کیا اماں سے کوئی ضروری کام ہے؟“

اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شیراز کہنے لگی۔

”بیٹی، بات یہ ہے کہ ہم نے تمہارا بھائی طباش کے لئے ایک لڑکی پسند کی ہے۔ میں چاہتی ہوں طہامہ اور برزہ دونوں کو آج شام کے وقت ساتھ لے کر جاؤں، اگر وہ بھی لڑکی پسند کریں تو پھر میں چاہتی ہوں طباش کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔“

اس پر سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ تھوڑی دیر بیٹھیں وہ ابھی آتی ہیں تو آپ انہیں ساتھ لے جائیے گا۔“

اس پر سریان ابھی اور شیراز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں آپ کے لئے کھانے کو کچھ لاتی ہوں۔“

اس پر پیش فوراً حرکت میں آئی، سریان کا بازو پکڑ کر اُس نے اُسے کھینچتے ہوئے

پھر اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کہنے لگی۔

”میری بہن! تم تو ایسے کر رہی ہو جیسے ہم بہت دور سے آئی ہیں۔ ہماری تمہاری حویلی کی دیوار آپس میں ملتی ہے۔ ٹھیک ہے ہمسایوں کے حقوق ہوتے ہیں، میری بہن! تمہیں اس وقت کچھ لانے کی ضرورت نہیں ہے میں اور میری ماں جاتی ہیں کہ اس وقت تم تازہ یا خشک پھل لاسکتی ہو جو چیزیں تم دوٹی، یہی ہماری حویلی میں بھی ہیں۔ اس لئے تمہیں اٹھ کر کہیں جانے اور زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، یہیں میرے پاس

اس پر شیراز مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”میری بہن! وہاں بھی تمہارا ہی کھانا ہے، میں اور پیش اب جاتی ہیں اور شام کا کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں ماں بیٹی یہیں آجاں گی اور یہیں سے اُس لڑکی کو کھینچنے چلیں گی۔“

اٹھتے اٹھتے شیراز کو کوئی بات سوچی، چند لمحوں تک غور سے اُس نے طہامہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”طہامہ میری بہن، اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی، طباش سے کافی چھوٹا ہے لیکن میری بہن اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گی کہ تم بھی سیاسی کے لئے کسی لڑکی کا انتخاب کرو، میں چاہتی ہوں کہ طباش اور سیاسی دونوں کی شادیاں اکٹھی کر دی جائیں۔“

اس پر طہامہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”شیراز! تو ٹھیک کہتی ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ سیاسی کی شادی جلد ہو جائے۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے، میری نگاہ میں ایک لڑکی ہے، آج جس لڑکی کو تم نے طباش کے لئے پسند کیا ہے، اُسے دیکھیں گی، اُس کے بعد میں تم سے اُس لڑکی کا ذکر کروں گی جسے میں اپنے بیٹے سیاسی کے لئے پسند کر چکی ہوں۔“ اس پر شیراز اور

پیش دونوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اُس کے بعد وہ دونوں ماں بیٹی اٹھ کر وہاں سے نکلیں اور اپنی حویلی کی طرف چلی گئی تھیں جو بالکل سیاسی کی حویلی کے ساتھ ہی تھی۔

اُن دونوں ماں بیٹی کے جانے کے بعد طہامہ اپنی جگہ سے ابھی۔ پہلے ایک گہری ناکہ اُس نے اپنے سامنے بیٹھی سریان پر ڈالی پھر برزہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”برزہ میری بہن! یہ سارا سامان سریان کو دکھاؤ اور پھر یہ سارا سامان سریان خود ہی سنبھال لے گی۔ میں ذرا طہارت خانے میں جاتی ہوں اور ہاتھ منہ دھو کر آتی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی طہامہ اُس کمرے سے نکل گئی تھی۔

طہامہ کے جانے کے بعد برزہ کچھ دیر تک سارا سامان جو طہامہ اور وہ خرید کر لائی تھیں، سریان کو دکھاتی رہیں، اُس سامان میں زیادہ تر سامان سریان کے لئے تھا۔ اُس نے لئے کپڑے اور ضروریات کا دوسرا سامان، طرح طرح کے جوتے اور زیورات اور اشیاء کا سامان تھا۔ کچھ سامان سیاسی، طہامہ اور برزہ کے لئے بھی تھا۔ سارا سامان

اس کے بعد سریان بے پناہ خوشی اور کسی قدر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

تینوں سامان اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوئیں۔ تینوں نے سامان ایک طرف رکھ دیا۔ پہلے شیراز اور پیش، طہامہ اور برزہ ملیں، یہاں تک کہ طہامہ طباش کی ماں شیراز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سریان نے مجھے بتایا ہے کہ تم ماں بیٹی کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آئی ہو۔

خیر تم تو ہے؟“ اس پر طباش کی ماں شیراز بولی اور کہنے لگی۔

”جو کچھ سریان نے کہا ہے، ٹھیک ہی ہے۔ طہامہ! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے

اپنے بیٹے طباش کے لئے ایک لڑکی دیکھی ہے۔ میں چاہتی ہوں آج شام یا کل تم اور برزہ دونوں میرے ساتھ چلو، تم بھی لڑکی کو دیکھو۔ اگر تم دونوں اُسے پسند کرو تو پھر میں طباش کے ساتھ اُس کی بات بکلی کر دوں۔“

شیراز کے ان الفاظ پر طہامہ کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ برزہ بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر طہامہ نے شیراز کو مخاطب کیا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ جو لڑکی تم نے دیکھی ہے، کہاں رہتی ہے؟“

اس پر شیراز کہنے لگی۔

”میرے خیال میں تم اُس لڑکی کو جانتی ہو گی اور اُس کے ماں باپ بھی تمہارے جاننے والے ہوں گے۔ ہمارے ہاں سے تھوڑی ہی دور ہیں۔ بہر حال آج شام کو تم میرے ساتھ چلو گی تو تم خود ہی جان جاؤ گی کہ وہ لوگ کون ہیں۔“ اس پر طہامہ کہنے لگی۔

”اگر تم دونوں ماں بیٹی نے اُس لڑکی کو دیکھ لیا ہے اور پسند کر لیا ہے تو پھر میرے خیال میں تمہیں یہ معاملہ طے کر لینا چاہئے تھا، اس لئے کہ میں سمجھتی ہوں جس لڑکی کو تم

ماں بیٹی پسند کر دو گی، اُسے یقیناً میں اور برزہ بھی پسند کریں گی۔ بہر حال تمہاری چونک خواہش ہے، اس بناء پر شام کا کھانا کھانے کے بعد اُس لڑکی کو دیکھنے چلیں گے۔ سریان اور پیش دونوں کو ساتھ لے جائیں گی۔“

اس پر شیراز اور پیش دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ اس پر شیراز ابھی اور کہنے لگی۔

”میں اور پیش جاتی ہیں، مگر کے کام کاج کے علاوہ کھانا بھی تیار کرتا ہے۔ شام

کے کھانے کے بعد پھر سب اکٹھے چلیں گے۔“ اس موقع پر طہامہ بولی اور کہنے لگی۔

”شیراز غصہ جانے دو، یہیں بیٹھی رہو، شام کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھانا۔“

”اماں! برزہ! اس میں تو سارا سامان میرے لئے ہی ہے۔ اماں نے اپنے، سیماس اور آپ کے لئے کچھ نہیں خریدا؟ تھوڑا تھوڑا تینوں کے لئے سامان ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے آج آپ دونوں میرے لئے ہی سامان خریدا ہے۔ یہ بہت زیادہ قسمتی ہے اور ایسا سامان ہے جو زیادہ تر شادی اور اچھے مواقع پر پہنا جاتا ہے۔ دیکھو برزہ! طماہ اماں کا ایک ہی بیٹا سیماس ہے اور وہ اماں کو بے بسی بڑا عزیز اور پیارا۔ زیادہ سامان تو اُن کے لئے آنا چاہئے تھا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سریان رُکی، پھر غور سے برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! برزہ! آپ برائے ماننے کا، کبھی میں آپ کو اماں کہہ لیتی ہوں، کبھی آپ کا نام برزہ کہہ کر مخاطب کرتی ہوں اور ڈرتی بھی ہوں کہ نہیں آپ برائے مان جائیں۔“

اس موقع پر برزہ نے آگے بڑھ کر سریان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اُس کی پیشانی اور گال چومے، پھر کہنے لگی۔

”میری بیٹی! تو میری جان ہے، آج سے بعد تو صرف تیرا ہی نام آپ کا ہے۔ مجھے تو میرا نام لے کر مخاطب کیا کر۔ یوں جانو جب تم مجھے میرا نام لے کر مخاطب کرتی۔ ہے تو تمہارا یہ انداز مخاطب میرے لئے خوشی اور طمانیت کا باعث بنتا ہے۔“

تین اس موقع پر منہ ہاتھ دھو کر طماہ بھی دیوان خانے میں داخل ہوئی تھی۔ پھر بڑے پیارے انداز میں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”سریان! میری بیٹی! کیا یہ سامان تمہیں پسند آیا؟“

اس پر سریان اُٹھی، پہلے طماہ سے گلے ملی پھر بڑے پیارے انداز میں اپنا سر طماہ کے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔

”اماں! آپ یہ سارا سامان تو میرے لئے خریدا کر لائی ہیں، اپنے لئے، برزہ کے لئے اور سیماس کے لئے کیا خریدا ہے؟“

اس پر طماہ نے سریان کے شانے پکڑ کر اُسے علیحدہ کیا، اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر کہنے لگی۔

”بیٹی! تیری خوشی اب ہماری خوشی ہے، میں سمجھتی ہوں اگر تو خوش ہے تو پھر ہم تینوں خوش ہیں۔“

اس کے بعد طماہ نے ایک خاص انداز میں برزہ کی طرف دیکھا۔ شاید طماہ اور سریان کی خاص موضوع پر پہلے ہی بات ہو چکی تھی۔ اس موقع پر برزہ اُٹھی اور اماں کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہنے لگی۔

”سریان! میری بیٹی! تو ذرا میرے ساتھ آ۔“

اس کے ساتھ ہی سریان چپ چاپ برزہ کے ساتھ ہوئی تھی جب کہ طماہ اُسی لمحے ہوٹے ہوئے تھی جس نشست سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔

سریان کا ہاتھ پکڑے ہی پکڑے برزہ اُسے ساتھ والے کمرے میں لے گئی۔ اماں پریشان تھی کہ نہ جانے برزہ اُس سے کیا گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ دوسرے کمرے میں لے جا کر برزہ نے سریان کو اپنے قریب بٹھایا۔ پھر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سریان! میری بیٹی! تو برا نہ ماننا آج میں تم سے ایک انتہائی بلکہ یوں جانو کہ انتہائی غم پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

سریان بوکھلا سی گئی تھی، حیرت سے برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہو، کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی، مجھ سے کوئی بات؟“

برزہ نے تڑپ کر اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر کہنے لگی۔

”میری بیٹی! ایسی کوئی بات نہیں جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں، وہ پہلے سن، پھر اُس کا جواب دینا۔“

اس پر سریان غور سے برزہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ برزہ نے دکھ دیا کہ اماں میں سریان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”بیٹی! تجھے یہاں رہتے ہوئے دو سال ہونے کو آتے ہیں، میری بیٹی! میں اور اماں ہمیں اپنی بیٹی اپنی بیٹی سمجھنے لگی ہیں۔ طماہ بڑی پریشان ہے کہ سریان اب اپنی جلی جائے گی اور یہ گھرویران اور سونا ہو جائے گا۔ تمہارے آنے سے اس گھر میں ہمارا آتی ہے، تمہارے جانے کے بعد وہ روٹی پھر اس گھر میں کبھی لوٹ کر نہیں آئے گی۔ بیٹی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو یہیں رہ جائے، لوٹ کر اُدھر نہ جائے جہاں تو جانا چاہتی ہے۔ اس گھر کی بیٹی کی حیثیت سے رہے؟ میری بیٹی! یہ صرف میری نہیں طماہ کی

بھی خواہش ہے۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر گہرے سوچوں میں ڈوبتے ہوئے کہنے لگی۔

”دکس رشتے کے تحت؟“

اس پر برزہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”میری بیٹی! اگر ہم تمہیں سیماس سے بیاہ دیں تو کیا تو اس رشتے کے لئے کہہ دے گی؟“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آنکھوں میں ایک آنسو چمک اُٹھی تھی، چہرہ کھل اٹھا تھا۔ پھر برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”برزہ! جو کچھ آپ نے کہا ہے، کیا آپ نے سوچ سمجھ کر کہا ہے؟ کیا اماں اس رشتے پر راضی ہو جائے گی۔ کیا سیماس بھی اس پر رضامند ہوں گے؟“

اس پر برزہ کہنے لگی۔

”پہلے تو اپنے خیالات کا اظہار کر، پھر میں تیرے خیالات کے رد عمل کے طور پر کہوں گی۔“

اس پر بے پناہ خوشی کے اظہار میں سریان کہنے لگی۔

”اماں! جہاں تک سیماس کا تعلق ہے تو یوں جانو میں انہیں گزشتہ ایک سال سے زائد عرصے سے چاہنے لگی ہوں۔ اماں میں تو دل ہی دل میں انہیں اپنی زندگی کی ساتھی بنا چکی ہوں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آج تک نہ میں نے اس کا اظہار سیماس سے کیا، نہ آپ سے اور نہ ہی اماں سے۔ جب کبھی بھی وہ میرے کمرے میں آیا کرتا تھا تو میں ایک ہی دعا مانگا کرتی تھی، کاش سیماس میری زندگی کا ساتھی بن جائے میں اس حویلی میں اُن کی بیوی کی حیثیت سے خوش و خرم زندگی بسر کروں۔“

سریان کے ان الفاظ پر برزہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس نے سریان کو لپٹا لیا، اپنی بار اُسے چوما، پھر کہنے لگی۔

”بیٹی، جہاں تک سیماس کا تعلق ہے تو وہ بھی یوں جانو تمہیں پسند کرتا ہے۔“

حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سریان نے پوچھ لیا۔

”آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ سیماس مجھے پسند کرتے ہیں؟ حالانکہ انہوں نے کبھی

”بیٹی! تجھے یہاں رہتے ہوئے دو سال ہونے کو آتے ہیں، میری بیٹی! میں اور اماں ہمیں اپنی بیٹی اپنی بیٹی سمجھنے لگی ہیں۔ طماہ بڑی پریشان ہے کہ سریان اب اپنی جلی جائے گی اور یہ گھرویران اور سونا ہو جائے گا۔ تمہارے آنے سے اس گھر میں ہمارا آتی ہے، تمہارے جانے کے بعد وہ روٹی پھر اس گھر میں کبھی لوٹ کر نہیں آئے گی۔ بیٹی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو یہیں رہ جائے، لوٹ کر اُدھر نہ جائے جہاں تو جانا چاہتی ہے۔ اس گھر کی بیٹی کی حیثیت سے رہے؟ میری بیٹی! یہ صرف میری نہیں طماہ کی

”اس کے لئے میں تمہیں ثبوت تو نہیں دے سکتی لیکن جب سیماس آئے گا تو خود اماں سے پوچھ لیتا۔ دیکھو تمہاری اماں طماہ کا یہ خیال ہے کہ وہ تمہیں پہلے ہی اپنی بیوی بنا بیٹی ہے، اُس کی بڑی خواہش ہے کہ تو سیماس کی بیوی کی حیثیت سے اس گھر میں رہو۔ جب وہ یہ سوچتی ہے کہ دو سال پورے ہونے کے بعد تو واپس چلی جائے گی، اور رکتا وہ پریشان ہو جاتی ہے اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ دو سال پورے ہونے کے بعد اگر تو واپس چلی گئی تو یہ طماہ بیمار ہو جائے گی اور زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکے گی۔ اُن کے لئے کہہ دو تم سے مانوس ہو چکی ہے، تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکے گی۔“

اس پر سریان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”برزہ! میں اب واپس نہیں جاؤں گی، اماں طماہ اگر مجھے یہیں رکھنا چاہتی ہیں تو میری خوش قسمتی ہوگی۔ اب میں سیماس کی آمد کا انتظار کروں گی۔ جب وہ واپس آئے تو میں اُن سے اس موضوع پر بات کروں گی۔ اگر انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ میں یہاں رہ کر رہتی ہوں تو اماں یوں جانو میں سمجھوں گی کہ مجھے جیسی کوئی خوش قسمت اور خوش قسمت اور طماہ اب لڑکی ہے ہی نہیں۔ اماں! اب اٹھو دیوان خانے میں چلیں، اماں طماہ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ میں جانتی ہوں، اماں نے آپ کو اسی موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے بلوایا ہے، اٹھو چلیں۔“

اس پر برزہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سریان اور برزہ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے، اُن کی آمد پر طماہ بڑے غور اور سوالیہ سے انداز میں اُن دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ اس موقع پر مسکراتے ہوئے سریان آگے بڑھی، پہلے طماہ کے پہلو میں بیٹھی، اُس کے پیٹ پر ہاتھ رکھنے لگی۔ اپنا منہ طماہ کے کان کے قریب لے آئی، پھر کہنے لگی۔

”اماں! آپ کو پریشان ہونے، فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سریان کو یہ پوز کر نہیں جاؤں گی، یہیں آپ کے پاس آپ کی بیٹی کی حیثیت سے رہوں گی۔ اماں جب واپس آئیں گے تو میں خود اُن سے گفتگو کروں گی۔ اگر انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں تو اماں میں آپ کی بیٹی اور اُن کی بیوی بننے سے آپ کے ساتھ ساری زندگی یہاں گزار دوں گی۔“

سریان کے ان الفاظ پر طمانہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے دونوں بازو اس پھیلائے اور سریان کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بے پناہ انداز میں اُسے پیار کر لیتی تھی۔

❧ ❧ ❧

حتیوں کے بادشاہ موتلش اور اُس کے لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد رئیس نے سب سے پہلے موتلش کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا تھا۔ پڑاؤ سے ملنے والی اکثر دنیا، لشکریوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ اُس کے بعد رئیس نے حکم دیا کہ لشکر چار دن تک وہیں قیام کرے گا تاکہ دشمنوں کے دُخم کچھ بہتر ہو جائیں۔ لشکر کی تھکاوٹ دور کر لیں، سستالیں۔ اُس کے بعد رئیس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ آگے بڑھے گا اور حتیوں پر ضرب لگانے کے لئے اُن کے مرکزی شہر خوشاش کا رخ کرے گا۔ رئیس کو یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ حتیوں کا بادشاہ موتلش جنگ کے دوران زخمی ہونے کے بعد مر چکا ہے اور اب حتیوں نے موتلش کے چھوٹے بھائی موٹلیش کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے۔ رئیس کو اُس کے تجربوں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ موٹلیش نے قادش شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے۔ چنانچہ رئیس بھی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ لشکر کو آرام دینے اور ستانے کے بعد وہ بھی اب قادش شہر کے نواح ہی کا رخ کرے گا۔ رئیس نے جس روز اپنے لشکر کے ساتھ دوبارہ حتیوں سے ٹکرانے کے لئے قادش شہر کا رخ کرنا تھا، اُسی روز اُس کی روانگی سے کچھ پہلے مصر کی طرف سے اُس کے بھائی نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے۔ اُن کی آمد پر رئیس، سیرم، وائس اور دوسرے مصری سالار بڑے پریشان ہوئے تھے۔ اسلئے کہ اس موقع پر دشمن کے پاس توئس، سیرم، سیماس، طباش اور دوسرے سارے سالار بیٹھے ہوئے تھے، وہ روہ کوچ کرنے کے بعد حتیوں سے ٹکرانے سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ چنانچہ مصر کی طرف سے آنے والے وہ گھڑسوار جب قریب آکر اپنے گھوڑوں کو اترے، جب انہوں نے ایک ساتھ بڑے شاندار انداز میں زمین کی طرف ٹھکتے ہوئے رئیس کو تعظیم دی۔ پھر اُن میں سے ایک رئیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن گے۔ اُس کے بعد مصر کی طرف لوٹیں گے اور اسویہ قبائل کی سرکوبی کریں گے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد رئیس زکا۔ اُس کے بعد اُس کی نگاہیں سیاست پر جم گئی تھیں۔

”سیماس سنو! کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ مرکزی شہر وائس لے جاؤں اور وہاں تمہیں اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کروں، جنگوں کے دوران تمہاری کارگزاری سارے سالاروں پر نمایاں اور حاوی ہوتی ہے۔ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے جو حتی میدان میں اترتا تھا جس طرح تم نے اُسے اپنے سامنے زیر کیا، وہی اُس کا رُخ اُسی نے یوں جانو اخلاقی طور پر مجھے زیر کر لیا۔ اگر اُنے والے دور میں حتیوں کی طرف سے سیتانیوں اور کاسیوں کو خطرات لاحق نہ ہوتے تو میں تمہیں اس عطا شدہ دونوں کو اپنے ساتھ مصر لے جاتا اور وہاں تمہیں اپنے لشکریوں کا سالار مقرر کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مصر کی نسبت یہاں سیتانیوں کو تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رئیس زکا۔ اُس کے بعد باری باری سیاست اور طباش کی باتوں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیماس اور طباش! جو کچھ میں اب کہنے لگا ہوں، دونوں غور سے سننا۔ میں ایک نام سب کے ساتھ مل کر ان حتیوں کو زیر ضرور کروں گا۔ انہیں زیر کرنے کے بعد اگر وہ سب کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرتے ہیں اور میرے مطیع اور فرمانبردار رہنے کا عہد کرتے ہیں، پھر میں اپنے لشکر کو لے کر مصر کی طرف لوٹ جاؤں گا۔ اس لئے کہ مصر میں میری طاقت بڑھ رہی ہے۔ اگر حتیوں کا معاملہ نہ پیش آیا ہوتا تو جس وقت آنے والے تجربوں میں نے یہ سنا کہ مغرب کی طرف سے وحشی اسویہ قبائل مشرق کی طرف نمودار ہو کر ان کے ہاں شروع ہو گئے ہیں، تو میں اُسی وقت اپنے لشکر کے ساتھ مصر کی طرف کوچ کرنا چاہتا لیکن اب حالات مختلف ہیں۔ اگر میں اس موقع پر حتیوں کی اس مہم کو ادھورا چھوڑ دوں گا، تو میں یہ سمجھیں گے کہ میں بزدل تھا، اس مہم کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ گیا۔ چنانچہ ان اور کاسیوں کو میں نے حتیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جب کہ میں ایسا ہرگز نہ چاہتا۔ میں ہر صورت میں ایک بار حتیوں کو اپنے سامنے زیر کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ جلد کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں وقت ضائع نہ کرے بغیر واپس بھی جانا چاہتا ہوں۔“

”مالک! ہم ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ ہماری مغربی حدود پر وحشی اسویہ قبائل نے حملے شروع کر دیے ہیں۔ لہذا ہم اپنے مرکزی شہر ممفس سے بھی خبر لے کر آئے ہیں کہ مصر کو اب مغرب کی طرف سے اسویہ قبائل سے خطرہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔“ یہ خبر سن کر رئیس جو کچھ پریشان ہو گیا تھا، آنے والے اُن گھڑسواروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم آرام کرو، لشکر کے اندر ہی رہو اور جب لشکر یہاں سے واپسی کے لئے کوچ کرے گا تو تم ہمارے ساتھ ہی چلو گے۔“ اس پر رئیس کے اشارے پر اُس کا ایک سالار آنے والے اُن گھڑسواروں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد رئیس کچھ دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اُس کے بعد باری باری اُس نے گہری نگاہ اپنے بڑے سالاروں سیرم، توئس اور دوسروں پر ڈالی تھی، پھر کہنے لگا۔ ”جہاں تک مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اسویہ قبائل کا تعلق ہے تو مصر میں ہمارا اس قدر لشکر موجود ہے کہ اُن کے سامنے اپنا دفاع کرتا رہے گا۔ اگر جارحیت اختیار نہیں کر سکتا تو کم از کم ان وحشی قبائل کو اپنے مرکزی شہر کی طرف نہیں آئے دے گا اور مجھے امید ہے کہ اس وقت تک میں حتیوں سے نبٹ کر واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف جانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔“

دراصل یہ اسویہ نام کے وحشی قبائل موجودہ لیبیا کی سرزمینوں سے اٹھا کرتے تھے۔ یہ ایک طرح سے اُن گنت خانہ بدوش قبائل تھے اور ضروریات زندگی کا سامان حاصل کرنے کے لئے اکثر و بیشتر مشرق کی آبادیوں کو اپنا ہدف بنایا کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ آباد شہروں اور بستوں پر بھی حملہ آور ہو جاتے تھے اور وہاں سے بھی لوٹ مار کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کرتے تھے۔

مصر کی طرف سے آنے والے اُن گھڑسواروں کے جانے کے بعد رئیس نے اپنے سالار توئس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”توئس! مصر کی طرف سے ہمارے جس قدر یہ خبر آئے ہیں، ان میں سے آدھے اپنے پاس ہی رکھنا اور باقی آدھوں کو کل یہاں سے مصر کی طرف روانہ کر دینا اور وہاں اپنے سالاروں کو ان کے ذریعے اطلاع دینا کہ فی الحال ہم حتیوں کے خلاف ہر سرچشمہ ہیں اور جلد ہم حتیوں کے ساتھ کوئی فیصلہ کن معرکہ کر کے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار

میں گدھیں مردار پر ٹوٹی ہیں، اُن کو ہٹایا جائے تو بار لیک کر پھرتی ہیں، جاتی ہیں، یہی حالت ان وحشی اسویہ قبائل کی بھی ہے۔ اپنا ضرورت کا سامان حاصل کرنے کے لئے جس علاقے کو وہ منتخب کرتے ہیں، بار بار اُس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اگر اسے کوئی طاقت آتی ہے اور اُن کا مقابلہ کرتی ہے تو وقتی طور پر پیچھے ہٹتے ہیں، اُس کے بعد پھر تیاری کر کے آتے ہیں۔ جاہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہیں، دوبارہ پیچھے ہٹتے ہیں، پھر پیش قدمی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمسمیں رُکا۔ دوبارہ سیاسی اور طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ پہلا موقع نہیں کہ یہ وحشی اسویہ قبائل مصر کو اپنا ہدف بنا رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی بار مصر پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ میری حکومت سے پہلے میرا چچا اور میرا باپ مصر پر حکومت کرتے تھے۔ اُن کے دور حکومت میں بھی یہ کئی بار مصر کو اپنا ہدف بنا چکے ہیں۔“

اب ہماری بد قسمتی ہے کہ جس وقت اسویہ قبائل مغرب کی طرف سے نکل کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہ ہم اپنی مملکت کے اندر ایک داخلی خطرہ بھی محسوس کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ہمارے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے جو ہماری مملکت کے اندر افراتفری کا باعث بن سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمسمیں جب خاموش ہوا تو اُس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کسی قدر حیرت میں سیاسی کہنے لگا۔

”آپ کی سلطنت کے اندر کوئی سا خطرہ ہے جسے آپ اپنے لئے خیال کرتے ہیں اور آپ کی مملکت کے اندر افراتفری کا باعث بن سکتا ہے؟“

اس پر رمسمیں دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”یہ بنی اسرائیل ہیں جو مصر کے اندر لاکھوں کی تعداد میں پہنچ چکے ہیں۔ ہم لوگ ان کی پیش قدمی کو شش کرتے ہیں کہ انہیں مصروف رکھا جائے لیکن اُن کی تعداد کچھ لاکھ تیزی سے بڑھ گئی ہے کہ وہ کسی بھی وقت ہمارے لئے خطرے کا جس بجائے ہیں اور ہم ان کو روکنا نہیں سکتے۔ جس روز ایسا ہوا، ہم ان اسرائیلیوں کا وہ قتل عام کریں گے کہ ہر لنگی بھر یاد رکھیں گے۔ بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے بعد تم اور

نوح کیا۔

رمسمیں اب بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے رہبروں کی راہنمائی میں لاشیں شہر کی طرف بڑھا تھا۔ اس لئے کہ اُس کے تجربے سے اطلاع دے چکے تھے کہ وہاں کا بادشاہ موتش مرچکا ہے، اُس کی جگہ موتشلیش کو حنیوں نے اپنا بادشاہ بنالیا ہے اور موتشلیش نے اپنے لشکر کے ساتھ قاش شہر کے نواح میں پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہ اُنہیں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہے۔ انہیں خبروں کو سامنے رکھتے ہوئے رمسمیں نے بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قاش شہر کے نواح میں نوحی علاقوں کا رخ کیا تھا جہاں موتشلیش اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

رمسمیں بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا اُس جگہ پہنچا جہاں قاش شہر کے نواح میں موتشلیش نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اور موتشلیش کے سامنے رمسمیں نے اپنا پڑاؤ نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا اور اُس کا یہ حکم ملے ہی اُن کی آن میں وہاں حنیوں کا شہر آباد ہو گیا تھا اور رمسمیں کے حکم پر اُس کے لشکر کا ایک حصہ حنیوں پر نگاہ رکھنے کے لئے اہل تیار اور مستعد کر دیا تھا۔ اگلے روز صبح ہی صبح حنیوں نے اپنے لشکر کے اندر بڑے سے طبل بجاتا شروع کر دیے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ رمسمیں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بالکل تیار اور آمادہ ہو چکے ہیں۔

جس وقت حتی جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے بڑے بڑے طبل پیٹ رہے تھے، انہیں انداز میں نعرے بلند کر رہے تھے، رمسمیں نے بھی اپنے لشکر کو تیار اور مستعد کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس موقع پر سالار اُس کے پاس لشکر کے سامنے آن کھڑے ہوئے اور دوسری طرف حتی بھی آپس میں صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ پھر رمسمیں نے اپنے سات سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”جس ترتیب اور ترکیب کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے گزشتہ جنگ میں حنیوں کو شکست دی تھی، اب وہ ترتیب اور ترکیب یہاں تو کام نہیں دے سکتی۔ اس لئے کہ حتی نے واقف ہو چکے ہیں، اُس کا توڑ اور سدباب کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمسمیں جب خاموش ہوا تب اُس کی طرف دیکھتے ہوئے ان بول اٹھا۔

ہوں۔ اگر پہلی ہی ضرب پر حتی کوئی پر امن معاہدہ کرنے کی پیشکش کرتے ہیں تو میں اسے مان جاؤں گا، تسلیم کر لوں گا۔

تم دونوں میری بات غور سے سنو حتی اگر مجھ سے زیر ہوتے ہیں اور میری اطاعت اختیار کرتے ہیں تو میں اپنے لشکر کو لے کر چلا جاؤں گا۔ پھر یاد رکھنا میرے جانے کے بعد یہ حتی یونہی نہیں بیٹھیں گے۔ میری نسبت تم ان کی فطرت سے زیادہ آگاہ ہو، میرے جانے کے بعد یہ ضرور تمہارے اور کامیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

ان لوگوں کو اس بات کا بھی دکھ اور صدمہ ہے کہ انہوں نے بائبل پر قبضہ کیا تھا اور تمہاری مدد سے کاسی پھر بائبل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جہاں تک ان حنیوں کو میں سمجھا ہوں، یاد رکھنا میرے جانے کے بعد ایک بار پھر بائبل کو اپنا ہدف بنائیں گے اور بائبل واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ یہ حتی بڑے متعمد مزاج قسم کے لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ ان حنیوں کو یہ خبر ہوگی کہ میں نے یہاں سے جانے میں اس لئے جلدی کی ہے کہ مغربی صحراؤں سے وحشی اسویہ قبائل اٹھ کر ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ تب یاد رکھنا ان حنیوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی جب یہ خیال کریں گے کہ میں مصر میں اسویہ قبائل کے خلاف برسرِ پیکار ہو گیا ہوں۔ بری طرح مصروف ہوں اور حتی سیتانیوں، کاسیوں کے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں تو میں کوئی جوانی کارروائی نہیں کر سکوں گا، تب یہ سیتانی اور کاسیوں پر چڑھ دوڑنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں اگر تمہارا بادشاہ حتی ورا یہاں ہوتا تو میں ایک بھائی کی حیثیت سے اسے بھی یہی سمجھتا کہ میرے جانے کے بعد حنیوں کی طرف سے بڑے خطرہ رہتا۔“

”اگر اسویہ قبائل کی طرف سے حملہ شروع نہ ہوتے تو سنو میں تم دونوں کے ساتھ سیرم کو اُسی لشکر کے ساتھ چھوڑ کر جاتا جو لشکر یہ مصر سے لے کر آیا تھا لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ مجھے سیرم کو اپنے ساتھ واپس لے جانا پڑ رہا ہے، اس لئے کہ اسویہ قبائل بڑے وحشی ہیں، عدوی لحاظ سے بھی اُن کا کوئی شائبہ نہیں۔ اس بناء پر ہمیں شاید ایک عرصہ اُن کے خلاف برسرِ پیکار رہنا پڑے۔“

”جہاں تک اسویہ قبائل کا تعلق ہے تو وہ بڑے ضدی اور ہٹ دھرم ہیں جس

لباش دونوں تیار اور ہمہ وقت مستعد رہنا۔ میری طرف سے اپنے بادشاہ حتی ورا سے کہنا، میرے جانے کے بعد کچھ عرصے تو شاید حتی اپنی تیاریوں میں لگے رہیں، اس لئے کہ کم از کم اب ہم جو کھراؤ ہونے والا ہے، اُس کھراؤ کے دوران میں ان کی طاقت اور قوت کو میں کچل کر رکھ دوں گا۔ اُس کے بعد انہیں سیتانیوں اور کاسیوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کچھ وقت چاہئے ہوگا چنانچہ اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حتی اور کاسی بھی اپنی عسکری تیاری کو آخری شکل دیں اور مل کر میرے بعد ان حنیوں کا مقابلہ کرنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمسمیں رُکا۔ دوبارہ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میں سمجھتا ہوں یہ سیتانی حکمران حتی ورا کی خوش قسمتی ہے کہ اُسے سیاسی اور طباش تم دونوں جیسے سالار ملے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف بائبل کے کاسی حکمران برتابورش کی خوش قسمتی ہے کہ اُسے ہزرا سیاسی سالار میسر ہے۔ بچو! اس موقع پر میں تم دونوں کو ایک اور مشورہ دوں گا، میرے جانے کے بعد بائبل کے بادشاہ برتابورش اور اس کے سالار ہزرا سے رابطہ رکھنا، اگر کبھی حتی سیتانیوں کو اپنا ہدف بنانا چاہیں تو برتابورش اور ہزرا تمہاری مدد کریں اور اگر کسی موقع پر حتی برتابورش اور ہزرا پر چڑھ دوڑیں، بائبل واپس لینا چاہیں تو تم اپنی طاقت اور قوت کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے کاسیوں کی مدد کرنا۔ اگر ان سرزمینوں میں تم دونوں قوتیں ایسا کرو گے تو حنیوں کے مقابلے میں بچے رہو گے۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھنا یہ حتی تمہارے لئے جاہی اور بربادی کی صدا نہیں بلند کرتے ہوئے جنوب کی طرف بڑھیں گے اور ہمارے لئے بھی دکھ کا باعث بننے کی کوشش کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں مل کر ان کے سامنے ایسا بند باندھو گے کہ یہ نہ سیتانیوں کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ جنوب میں صحرائے سینا کا رخ کر سکیں۔ میں اپنی طرف سے کوشش کروں گا کہ میں سیتانیوں اور کاسیوں سے برابر رابطے میں رہوں اور نگاہ رکھوں گا کہ اُنے والے درمیان یہ حتی سیتانیوں اور کاسیوں کے لئے بڑے نقصان کا باعث بن سکیں۔ میرے خیال میں اب انھوں لشکر کے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دیں۔“

رمسمیں کے کہنے پر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر بعد لشکر نے وہاں سے

نہلہ آور ہوگا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ضرب لگائے گا اور جب ہم دیکھیں گے کہ حملوں کے حملوں کو ہم نے روک دیا ہے اور حتمیوں پر ہم نے جان لیوا ضربیں لگاتا ہوں، تو ہم کر دیں، تب میں اپنا مخصوص نعرہ بلند کروں گا، اس نعرے کو اس سے پہلے اپناں اور سیرم دونوں جانتے اور سمجھتے ہیں اور میں جو جس کو بھی اس کی تفصیل بتا دوں گا، نعرہ بلند ہونے کے بعد میں آگے دائیں طرف سے ہوتا ہوا حتمیوں کے لشکر کے بائیں ہاتھ پر حملہ آور ہوں گا اور اسی طرح سیرم بھائی، طباش، جو جس کے آدھے لشکر کے ساتھ دائیں طرف سے ذرا مزید بائیں ہوتے ہوئے حتمیوں کے لشکر کے دائیں پہلو پر حملوں کی ابتدا کر دے گا۔ اس طرح یوں بھی وہی صورت حال سامنے آجائے گی جس پر عمل کرتے ہوئے گزشتہ جنگ میں ہم نے حتمیوں کو شکست دی تھی۔“

جس وقت میں اور طباش دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دائیں بائیں ہوتے ہوئے حتمیوں کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگائیں گے، تب آپ، سیرم اور بائیں سامنے کی طرف سے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دینا تاکہ حتمیوں کو آپ پوری طرح اپنے ساتھ مصروف رکھیں۔ اس دوران میں اور طباش بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حتمیوں کے دونوں پہلوؤں کے لشکروں کی صفوں کو ادھیر کر رکھ دیں گے اور تب ایسا ہوگا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں فتح اور کامیابی ہمارے ہی قدم چومے گی۔“

جب تک سیاسی ہوتا رہا، سارے سالار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے کہ خود رعمیس بھی بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ ماں جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تو بیٹنی انداز میں اس کی طرف دیکھنے کے بعد رعمیس نے اسے مخاطب کیا۔

”سیاس میرے عزیز! جو کچھ تو نے کہا ہے، اس پر ہم حرف بہ حرف عمل کریں گے، میں سمجھتا ہوں ایسا کرنے میں ہی ہماری کامیابی اور ہماری فتح مندی یقینی ہو سکتی ہے۔“ اس کے بعد جو منصوبہ بندی سیاسی نے بتائی تھی، رعمیس اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر اس کے مطابق اپنے لشکر کو ترتیب دینے لگا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں لشکر اپنی صفیں درست کرتے رہے۔ اُکرا کے بعد حملہ آور ہونے میں پہل حتمیوں کے۔ نوابشاہ متوشلیش نے کی اور وہ اپنے بڑے لشکر کو آگے بڑھا۔ رعمیس کے لشکر پر سروں کو بے درکار کرنی عداوتوں کی خوبی ٹھانواتوں اور زندگی

اتحاد گھات میں بٹھا رکھا تھا۔

رعمیس، سیاسی اور باقی سالار بھی سمجھ کر متوشلیش اور اس کے سالار اُن کے حملوں کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکے، لہذا پیچھے ہٹنا شروع ہوئے ہیں، لہذا انہوں نے حتمیوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ حتمیوں کا بادشاہ متوشلیش انہیں اُس بلے گیا جہاں اُس کا سالار گورد گھات میں بیٹھا تھا۔ چنانچہ جو بھی متوشلیش وہاں پہنچا، گورد آندھی اور طوفان کی طرح اپنی گھات سے نکلا اور بڑے پر جوش انداز میں دائیں نعرے بلند کرتا ہوا وہ رعمیس کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ ساتھ ہی متوشلیش بھی پلٹا اور پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اُس نے رعمیس پر حملہ کر دیا تھا۔

اس موقع پر رعمیس اور اُس کے لشکر کی کچھ بدکے، پریشان ہوئے، حمزہ اسالپا سب ہوئے لیکن پھر ایک دم بدلے بولتے ہوئے متوشلیش اور گھات میں بیٹھے ہوئے اُس نے سالار دونوں کو پیچھے ہٹنے اور ایک طرح سے شکست قبول کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔ وجہ دیر کی مزید جنگ کے بعد شکست متوشلیش کے مقدر میں لکھی گئی اور متوشلیش اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

متوشلیش کو اب پتا چل گیا تھا کہ وہ رعمیس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہذا لشکر لے کر ہٹ بیٹ گیا۔ دوسری طرف رعمیس کو بھی واپس جانے کی جلدی تھی، اس لئے کہ اُس کے علاقوں کے مغرب سے اٹھنے والے وحشی اسویہ قبائل اُس کے علاقوں پر ضربیں لگا رہے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر حتمیوں نے رعمیس سے صلح کی درخواست کی۔ رعمیس تو اس کی بھی چاہتا تھا، اس لئے کہ اُس کے مغربی علاقوں پر اسویہ نام کے وحشی قبائل حملہ آور ہو رہے تھے اور وہ وقت ضائع کئے بغیر مصر کی طرف چلے جانا چاہتا تھا۔ جب حتمیوں کی طرف سے صلح کی درخواست کی گئی تو رعمیس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر حتمیوں کا ایک وفد بھی رعمیس کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ صلح کی شرائط طے کی جائیں۔ چنانچہ رعمیس نے وہ علاقے جن پر حتمیوں کا قبضہ تھا، وہ انہیں کے تسلط میں دے دیئے، تاہم یہ شرط طے پائی کہ حتمیوں کا بادشاہ متوشلیش اپنی بیٹی دلوکر کو رعمیس کے ہاتھ میں دے دے گا۔ اس طرح دونوں حکومتوں کے درمیان ایک رشتہ، رابطہ اور صلح کا راز بن جائے گا۔

چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ حتمیوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اور اس طرح حتمیوں

”آپ کا کہنا درست ہے، لیکن ہم اُس سے ملتی جلتی ایک ترتیب اور تجویز پر عمل اگر کریں تو پہلے کی طرح حتمیوں کو دوبارہ بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

سیاس کے ان الفاظ پر رعمیس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ غور سے اُس کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تمہارے ذہن میں ایسی کوئی تجویز ہے تو کہو، اُس پر ہر صورت میں عمل کر جائے گا۔ اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے اور ساتھ ہی مجھے سیرم بھی بتا چکا ہے کہ تمہارا تجویز کردہ منصوبہ بندی اکثر کامیابی اور کارہائی کا باعث بنتی ہے۔“

رعمیس جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”اس دفعہ اپنے لشکر کے پیچھے کچھ نہیں رکھا جائے گا۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں: درمیانی حصہ اپنے پاس رکھیں۔ لشکر کے بائیں جانب کی کمانداری رعمیس دیں۔ جو جس کے ساتھ میرے ساتھی طباش کو رکھیں، ساتھ یہ بھی اہتمام کر دیا جائے گا جو جس کے تحت جو لشکر ہوگا، پہلے سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصہ شروع میں سارے کا سارا رعمیس کے تحت کام کرے گا اور جب مخصوص اشارہ دیا جائے گا، جب آدھا لشکر تو رعمیس کے تحت کام کرتا رہے گا باقی آدھا لشکر طباش کی کمانداری میں ایک نئے زخ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو جائے گا۔“

”اسی طرح دائیں پہلو کی کمانداری پوری کی پوری آپ سیرم کو دیں۔ میں سیرم کے ساتھ کام کروں گا اور جب مخصوص اشارہ کیا جائے گا تو رعمیس کے لشکر کی طرف دائیں بازو دھکے بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اُس کی تقسیم کا اہتمام جنگ شروع کرنے سے پہلے ہی کر دیا جائے گا اور بائیں پہلو کی طرح دائیں طرف ہی آدھا حصہ سیرم کے تحت اور باقی آدھا حصہ میرے تحت کام کرنا شروع کر دے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی دم لینے کے لئے رکا۔ اس دوران رعمیس، سیرم، جو جس اور طباش بڑے غور اور جستجو بھرے انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے سیاسی نے پھر کہنا شروع کیا۔

”جب حتمیوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ شروع ہوگا تو ہمارا پورے کا پورا لشکر پہلے

کے ستر حکومت سے دوچار کرتے، لوگوں میں پھلتے ہوئے شراروں اور بد مستیوں کی بیجان خیزیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حتمیوں کے جواب میں رعمیس بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھاتا ہوا اُن پر حیات کے پردے میں موت کھڑی کرتے کالی صدیوں کے شعلوں اور شام کے ماتمی سانیوں میں تباہ کن طوفانی بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یوں قاتل شہر کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ کچھ دیر تک ہولناک انداز میں یہ ٹکراؤ جاری رہا۔ اُس کے بعد وہی کچھ ہوا جو ہونے والا تھا، جس کی وجہ سے حتمیوں کے مقدر میں شکست لکھی جاتی تھی۔ اس لئے کہ پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ سیاسی اور طباش نے دائیں بائیں ہٹنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ پہلے طباش حتمیوں کے لشکر کے دائیں پہلو کی طرف گیا، اور اُس پہلو کی حتی صفوں پر وہ اپنے لبو سے غلوں اور جاں نثاری کی تاریخ لکھتے سرفروشی کی قدلیں روشن کرنے والے مجاہدوں اور خطرات کے گرد بادل کھڑے کرنی تشنگی کی قہرمانیت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد دائیں جانب سے سیاسی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور وہ حتمیوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر دل کی دھڑکنوں کو بے ربط کرتی۔ گرم تند آتش فشاں لہروں اور نفیس کو قضا کی لرزشوں میں ڈبوئے سرخ شعلوں کے نقص کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

یوں ایک بار پھر لشکر کی ایک دوسرے کا حلقوم کاٹنے لگے تھے۔ گو متوشلیش بڑا پوکس اور چوکنا تھا اور رعمیس کو وہ پہلے جیسی منصوبہ بندی دھرانے نہیں دینا چاہتا تھا لیکن رعمیس نے اُس منصوبہ بندی کو نئی شکل دیتے ہوئے اس پر عمل کر لیا تھا، اب جب کہ حتمیوں کے لشکر کے دائیں پہلو پر سیاسی اور بائیں پہلو پر طباش نے ضربیں لگائی شروع کر دیں تب پہلی جنگ کی طرح حتمیوں کے لشکر کے اندر بد نظمی اور افراتفری جنم لینے لگی۔ اس موقع پر متوشلیش اور اُس کے سالاروں نے اپنے لشکریوں کو بہت سنبھالا دینے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہوا۔ متوشلیش نے جب دیکھا کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو اُس کی شکست یقینی ہو جائے گی، لہذا اُس نے پسپائی اختیار کی۔ آہستہ آہستہ وہ اس سمت بڑھنے لگا تھا جہاں اُس نے اپنے بہترین سالار گورد، کو لشکر کے ایک حصے کے

نے اتاری اور سریان کو تھماتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”تم یہ خرتھیں لے کر دیوان خانے میں اماں کے پاس جاؤ، میں گھوڑے کو اصطبل
 میں باندھ کر آتا ہوں۔“
 اس پر سریان مان گئی اور جو خرتھیں اُسے سیماس نے تھمائی تھیں، وہ لے کر حویلی
 میں داخل ہوئی۔ جب وہ دیوان خانے کے دروازے پر آئی تب بڑے شوق سے اُس کی
 طرف دیکھتے ہوئے غلام نے پوچھ لیا۔

”جی کون آیا ہے اور تو یہ بڑی بڑی خرتھیں کیا پکڑے ہوئے ہے؟“
 اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سریان کہنے لگی۔
 ”اماں! سیماس آئے ہیں، انہوں نے اپنی زین سے بندھی ہوئی دونوں خرتھیں
 لے کر تھمادی ہیں اور خود گھوڑا باندھنے کے لئے اصطبل کی طرف گئے ہیں۔“
 یہ سن کر غلام اور برزہ دونوں بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اتنی دیر تک اصطبل
 میں گھوڑے کو باندھ کر سیماس بھی جب وہاں آیا تب غلام اور برزہ نے باری باری اٹھ
 اُسے پیار کیا۔ پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے۔ اس موقع پر سریان اپنی جگہ سے
 نہیں اُڑ سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
 ”میں آپ کا ایک لباس طہارت خانے میں رکھتی ہوں، اٹھ کر نہالیں، اُس کے
 سب مل کر کھانا کھائیں گے۔“

اس پر سیماس چپ چاپ اٹھ کر سریان کے ساتھ ہولیا۔ سریان نے اُسے ایک نیا
 لباس نکال کر دیا جسے لے کر وہ طہارت خانے کی طرف چلا گیا تھا۔ اس موقع پر آواز
 دے کر غلام نے سریان کو بلایا۔

سریان جب دیوان خانے میں داخل ہوئی تو غلام نے اپنے پہلو میں ہاتھ
 دے کر اُسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ سریان جب بیٹھ گئی تب غلام بڑی خوشی اور
 مسرت میں سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سریان! میں اس لحاظ سے تو تیری شکر گزار ہوں کہ تو اپنی رائے کا اظہار کر چکی
 ہے۔ سیماس کو پسند کرتی ہے اور اُس کی زندگی کی ساتھی بننا چاہتی ہے۔ جی! اُس
 سب اس موضوع پر تم سے بات ہوئی تھی تو تم نے کہا تھا کہ تم اس موضوع پر سیماس
 سے بات کرو گی۔ جی! ابھی وہ نبا کر نکلتا ہے تو اس موضوع پر اُس سے بات کرو۔“

”یقیناً ایک ایسی لڑکی ہے جو میری زندگی کا ساتھی بنے سے انکار کر سکتی ہے۔“
 اس پر سیماس کو کریدنے کے لئے جستجو بھرے انداز میں سریان کہنے لگی۔
 ”وہ لڑکی کیسی ہے جسے اپنے دل میں آپ نے بٹھا رکھا ہے۔“
 ”وہ لڑکی جس کی طرف میرا اشارہ ہے، وہ لالہ زخوں کی سربراہ، گل بدلوں کی
 بان ہے، اُس کے رخساروں کی سرخی، اُس کی زلفوں کا سایہ نارنجی، شعلوں اور آہنی
 کی ما اُس کا چہرہ دیکھنے والے کو روک دیتا ہے، جب کہ جو ایک نگاہ اُس پر ڈالے
 ملک کر رہ جائے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد سیماس جب دم لینے کے لئے زکا، تب
 یان بڑے غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
 ”کیا وہ ایسی ہی خوب صورت ہے جسے آپ نے اپنے دل میں بٹھا رکھا ہے۔“
 اس پر مسکراتے ہوئے سیماس کہنے لگا۔
 ”وہ بندگیوں کے فطاری خوبصورت، الماس و گوہری پر کشش، سرخ پتھروں کی
 انہی جاذب نظر اور شوق کی کھری موجوں جیسی حسین اور پر جمل ہے۔ میں یوں جانو
 گی ایک بار اُس لڑکی کا چہرہ دیکھ لے اُسی کا ہو کر رہ جائے۔“
 سیماس جب خاموش ہوا، تب دوبارہ سریان نے اُسے مخاطب کر کے پوچھا۔
 ”ایسی نایاب لڑکی آپ کو کہاں ملی اور اس وقت وہ کہاں رہتی ہے؟“
 اس پر سیماس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس لحاظ سے تو میں خوش قسمت ہوں، وہ لڑکی مجھے ملی لیکن میں اپنے آپ کو مکمل
 قسمت نہیں کہوں گا۔ خوش قسمت میں اپنے آپ کو اس وقت شمار کروں گا جب وہ
 مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ ویسے وہ لڑکی اسی شہر میں
 ہے۔“

”کیا آپ مجھے اُس کا پتا بتائیں گے کہ میں اُس سے رابطہ کروں۔ ہو سکتا ہے میں
 آپ کی زندگی کا ساتھی بنانے پر آمادہ کر لوں۔“

اس پر سیماس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں اُس لڑکی کے پاس لے کر چلتا ہوں۔“
 سیماس کے ان الفاظ پر سریان پریشان اور غم مند سی ہو گئی تھی کہ سیماس اُسے
 کہاں لے کر جائے گا۔ تاہم وہ اُس کے کہنے پر کھڑی ہو گئی تھی۔ چہرہ اُس کا

کے بادشاہ کی بیٹی رعمیس کے عقد میں دے دی گئی۔ چنانچہ سلی کی یہ شرائط طے ہونے
 کے بعد حتی اپنے مرکزی شہر خٹو شاش کی طرف چلے گئے، رعمیس اپنے دونوں سالاروں
 حوس اور سیرم کے ساتھ لشکر کو لے کر مصر کی طرف کوچ کر گیا جب کہ سیماس اور طباش
 دونوں سیتانیوں کا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر اشوکا کی کا رخ کر رہے تھے۔



سیماس نے ایک روز اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنی حویلی کے دروازے پر دستک
 دی تھی۔ دوسری دستک دینے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے
 والی سریان تھی۔ سریان نے جب دیکھا کہ دروازے کے باہر سیماس اپنے گھوڑے کا
 باگ پکڑے کھڑا ہے، تب اس کی خوشی، اُس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی اور اُس کی
 خوشی اُس کی آنکھوں کی روشنی اور اُس کے چہرے کے تاثرات سے بھی تا تک جھانک کر
 رہی تھی۔ دروازے پر سیماس کو دیکھتے ہوئے سریان نے پورا دروازہ کھول دیا۔ خود
 بہت کرکھڑی ہوئی۔ سیماس جب حویلی میں داخل ہوا، تب وہی آواز میں اُسے مخاطب
 کر کے سریان کہنے لگی۔
 ”ذرا رکھئے۔“

اس پر سیماس چوہکتے ہوئے رک گیا۔ سریان نے جلدی جلدی دروازہ بند کر
 پھر چلی، سیماس کے قریب آئی۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اُس نے گھوڑے کی باگ لینا چاہا
 ساتھ ہی سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”گھوڑے کی زین کے ساتھ جو آپ کی خرتھیں ہیں، وہ آپ اتار کے دیوان
 خانے کی طرف چلیں، وہاں اماں اور برزہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں آپ کا گھوڑا اصطبل
 میں باندھ کر آتی ہوں۔“

اس پر بڑے پیارے انداز میں سیماس نے ہلکی سی ایک چپٹ اُس کے سر
 لگائی۔ پھر کہنے لگا۔

”سریان! گھوڑے کو اصطبل میں باندھنا تمہارا کام نہیں ہے۔ یاد رکھنا اس گھر
 تم اجنبی ہو، نہ ہی نا آشنا، پھر تم یہ کام کیوں کرو گی؟ ہم تمہیں اپنے گھر کا ایک فرد
 کرتے ہیں۔ لہذا۔۔۔“
 یہاں تک کہتے کہتے سیماس رک گیا۔ گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی خرتھیں

جانے کی کوشش کرو کہ کیا اُس کے دل میں تمہارے لئے کوئی جگہ ہے؟ یہ تو میں تمہیں
 یقین داتی ہوں کہ وہ کسی اور لڑکی کو پسند نہیں کرتا، نہ ہی اُس کے ذہن میں کوئی ایسی
 لڑکی ہے۔ ہاں اگر تم دونوں مل کر آپس میں کوئی معاملہ طے کر لو اور اگر ایسا ہو جائے تو
 پھر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔“

غلام کی اس تجویز سے سریان نے اتفاق کیا تھا، پھر وہ دیوان خانے سے نکل کر
 گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ آئیں میں ایک انتہائی اہم موضوع پر
 آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں اور اُس کے لئے مجھے اماں نے اجازت بھی دی ہے۔“
 سریان کی اس گفتگو پر جستجو بھرے انداز میں سیماس اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
 پھر چپ چاپ سریان کے ساتھ ہولیا۔ سریان اُسے ایک کمرے میں لے گئی۔ ایک
 نشست پر بیٹھی تو قریب ہی نشست پر سیماس کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا۔ سیماس جب بیٹھ
 گیا، تب گفتگو کا آغاز سریان نے کیا اور سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ کی غیر موجودگی میں طباش کی شادی اسی محلے کی ایک لڑکی سے طے ہو گئی
 ہے اور اُس کی ماں اور بہن اُس کی واپسی کی انتظار کر رہی تھیں اور میرے خیال میں
 چند روز تک وہ دونوں ماں بیٹی طباش کی شادی کر دیں گی۔ اب اماں نے مجھے یہ اجازت
 دی ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ آپ کے ذہن میں کوئی ایسی لڑکی ہے جسے آپ پسند
 کرتے ہوں۔ اُسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے ہوں، اس لئے کہ اماں چاہتی ہے
 کہ جب طباش کی شادی ہو تو اُس کے ساتھ آپ کی شادی کا بھی اہتمام کر دیا جائے۔“
 اس موقع پر پھر پھر کے لئے بڑے غور سے سیماس نے سریان کی طرف دیکھا۔ پھر
 کہنے لگا۔

”اگر طباش کی کہیں شادی طے ہو گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ بڑی خوشی کی بات
 ہے۔ میرے ذہن میں ایک لڑکی تو ہے لیکن پتا نہیں وہ مجھ سے رشتہ طے کرنے پر آمادہ
 بھی ہوتی ہے کہ نہیں؟“

اس پر بڑے تعجب سے سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے سریان کہنے لگی۔
 ”کیا کوئی ایسی لڑکی بھی ہے جو آپ جیسے بہترین سالار، آپ جیسے عمدہ تبحر زن،
 جرأت مند، باہادور، دلیر اور شیر زن کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کر دے۔“

اس پر طمام اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں کو گلے لگا کر پہلے اُن کی پیشانیوں پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔

”بے! میں تو اپنے دل میں یہ پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہوں۔“ اس پر ماں کی خوشی ماحولی اظہار کرتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”اماں! ہم دونوں نے آپس میں بات کی ہے اور ہم دونوں اس نتیجے پر پہنچے ہیں اہم شادی کر لیں گے۔ اماں! سریان کے لئے میرے دل میں کتنی جگہ ہے، میں بیان نہیں کر سکتا۔ سریان نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کر دیا۔ یہ بھی مجھے پسند کرتی ہے۔ اماں! اس سے بہتر بیٹی آپ کو کہیں سے بھی نہیں ملے گی۔“

اس پر طمام بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔
”اگر اس سے بہتر بیٹی مجھے نہیں مل سکتی تو بیٹا جی، اس سے بہتر بیوی تمہیں بھی نہیں مل سکتی۔ تم ابھی اور اسی وقت بازار جاؤ، ذمہ داریں مٹھا پیر لے کر آؤ اور پورے علاقے میں پتھر تقسیم کیا جائے گا اور ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا جائے گا کہ سیاسی اور سریان دونوں کا رشتہ طے کر دیا گیا ہے۔ بیٹے جب طہاش کی شادی ہوگی تو اسی روز تم دونوں کی بھی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس پر سریان کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”سریان! میں نے تمہیں دو خیمیں دی تھیں، ان میں بہت ساسان ہیں۔ ان میں اندی اور کچھ قیمتی جواہرات بھی ہیں جو جنگ کے دوران میرے حصے میں آئے، وہ اس نے ساتھ لے کر نکال لو۔ میں بازار جاتا ہوں اور مٹھا پیر لے کر آتا ہوں۔“

سیاس کے ان الفاظ کے جواب میں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سریان اثبات میں گردن ہلاتی تھی جب کہ سیاسی تقریباً بھاگتے ہوئے حویلی سے نکل گیا۔



مصر شام کا رخ کرنے لگے۔ ان قبائل میں فلسطینی بھی تھے جو خشکی اور تری کے راستے نام پہنچے اور بہت سے قبائل کو انہوں نے پامال کر کے رکھ دیا۔ ان لوگوں نے ارض شام کے قبائل پر بس جانے کو ترجیح دی۔ ان ہی کی نسبت سے یہ علاقہ پہلے فلسطینہ اُس کے بعد فلسطین مشہور ہوا۔ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ فلسطین میں آباد ہونے والے ان لوگوں میں سے کچھ لوگ یونان اور ایشیائے کوچک سے آئے اور بعض قبرص سے بھی آئے تھے۔

پہنانچہ ارض شام کے ساحل پر آباد ہونے کے بعد ان فلسطینیوں نے ساحل پر قبضہ کیا اور غزہ سے لے کر یافا کے جنوب تک جو ساحل تھا، اُس پر اپنی گرفت کی اور وہاں ان نے پانچ بڑے شہروں میں قدم بھانے شروع کر دیے۔ ان پانچ بڑے شہروں میں تھو، مسکان، اشدود، عکروہ اور حبوت کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ سارے شہر عربوں کے قبائل پر قبضہ تھے اور ان کے نام بھی ساری ہیں۔ یہاں ان ہجرت کرنے والے فلسطینیوں نے اتر قبضہ کر لیا۔ اُن فلسطینیوں کی خواہش یہ تھی کہ وہ ساحل سے نزدیک تر رہیں۔ ان کی نسبت ایک ایسا مقام تھا جو زیادہ اندرون ملک میں واقع تھا۔ ساحل سے قریب تر نہ تھی نہ وہ یہ تھی کہ وہ سمندر سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتے تھے اور عقبی پہاڑیوں میں انہوروں کی کاشت کر سکتے تھے۔

”کوہ قریل کو ان فلسطینیوں اور ان کے شاہی ہمسائے فونیقیوں کے علاقے میں حد مابین کی حیثیت حاصل تھی۔ فلسطینیوں نے یہاں کافی نوآبادیاں بنائی تھیں۔ اُس کے لوگ اپنے ساحلی علاقے سے آہستہ آہستہ اندرون ملک کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ پہنانچہ انہوں نے بہت سے کنعانی شہروں پر قبضہ جمایا اور اُن کی آبادیوں سے ان کو ملو لائے۔ اس موقع پر مصر کے قدیم حکمرانوں نے ان کے خلاف مہموں اور جبری نوآبادیوں سے بھی کام لیا لیکن وہ ان فلسطینیوں کو پوری طرح زیر نہ کر سکے۔

کچھ مؤرخین کہتے ہیں کہ ان قدیم فلسطینیوں نے جو مٹی کے ظروف نمونے بنائے، اُن میں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یونانی جزیروں خصوصاً کریٹ سے آئے۔ اُن کی عورتیں بھی اُن کے ساتھ آتی تھیں۔ ابتدا میں وہ مقامی آبادیوں سے الگ رہتی تھیں۔ گویا وہ اجنبی فوجی گروہ تھے جو مختلف جماعتوں میں تقسیم تھے اور ایک دائم قوت کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ان کے پانچ شہروں میں پانچ ہی سکوتیں بن

اوس سا ہو گیا تھا۔ تاہم اُس کے پیچھے پیچھے ہوئی تھی۔ سیاسی اُسے ساتھ والے کمرے میں لے کر گیا۔ سریان اُس کے پیچھے تھی۔ پھر ایک دم ہاتھ بڑھا کر سیاسی نے سریان کا بازو پکڑا۔ اُسے تھوڑا سا کھینچ کر کمرے کی دیوار کے سامنے جو قد آور آئینہ تھا، اُس کے سامنے کھڑا کر دیا، پھر کہنے لگا۔

”یہ آئینہ میں جو لڑکی تمہیں دکھائی دے رہی ہے، یہی میری پسند کی لڑکی ہے۔ کیا تم اُسے میری زندگی کا ساتھی بننے پر آمادہ کر سکتی؟“

سیاس کے ان الفاظ پر سریان ایسی خوش ہوئی کہ مسکرا دی۔ کچھ دیر تک تو سیاسی انداز میں وہ سیاسی کی طرف دیکھتی رہی، پھر اپنے بازو کی طرف دیکھا جو ابھی تک سیاسی کی گرفت میں تھا۔ پھر خوش کن انداز میں کہنے لگی۔

”اب میرے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے جس لڑکی کو آپ پسند کرتے ہیں اُس کا بازو ہی آپ نے تمام لیا ہے۔ اب وہ لڑکی جو آپ کو پسند کرتی ہے، وہ آپ سے اپنا بازو تو نہیں پھرائے گی۔ اس لئے کہ آپ اُس کی زندگی کے ہونے والے ساتھی ہیں۔“

آپ پرانہ ماننے گا، آپ کی غیر موجودگی میں اماں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا تھا کہ میں آپ کی زندگی کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں کہ نہیں؟ اس پر میں نے اپنی آمادگی کا اظہار کیا تھا اور اماں نے کہا تھا کہ جب آپ لوٹ کر آئیں تو میں آپ سے پوچھوں کہ کیا آپ کے دل میں میرے لئے جگہ ہے؟ اماں کہتی تھیں کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر وہ میری اور آپ کی شادی کا اہتمام کر دیں گی۔ بالکل اُسی روز جس روز طہاش بھائی کی شادی ہوگی۔“

اس پر سیاسی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ آؤ۔“

ساتھ ہی سیاسی نے پھر سریان کا بازو پکڑ لیا اور اُس کا بازو پکڑے ہی پکڑے اُسے اپنے ساتھ دیوان خانے میں لایا۔ اُن دونوں کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے طمام اور بزرگ خوشی سے جھوم اٹھی تھیں۔ پھر سیاسی نے اپنی ماں طمام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”اماں! اگر میں اس سریان کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہوں تو کیسا رہے گا؟“

رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مصر کی طرف لوٹا تھا۔ چونکہ مغرب کی طرف سے نمودار ہونے والے وحشی اور جنگجو اسویہ قبائل مصر کی مغربی سرحدوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے ضروریات زندگی کے علاوہ سواری اور خوراک کے جانور بھی ہانکنا شروع کرنے لگے تھے۔ رعمیس چاہتا تھا کہ فی الفور مصر پہنچ کر ان وحشی قبائل کی سرکوبی کرے لیکن کیونکہ رعمیس کو ایک لمبا سفر طے کر کے مصر پہنچنا تھا، لہذا اُس کے مصر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے اسویہ قبائل اپنی وحشیانہ اور اپنی جنگجوینہ کارروائیاں مکمل کر کے اور مصر کے علاقوں سے اپنے لئے ضرورت کا کافی سامان سمیٹ کر واپس اپنے صحرائی علاقوں کی طرف چلے گئے تھے۔

رعمیس جب اپنے لشکر کے ساتھ مصر پہنچا تو اُس وقت تک اسویہ قبائل مصر کی سرحدوں کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ رعمیس نے سکھ کا سانس لیا کہ اسویہ قبائل خود ہی جا چکے ہیں لیکن اسی دوران اُس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ فلسطینیوں میں مصریوں کے مفادات کو نقصان پہنچنے لگا تھا اور فلسطینی اپنے علاقوں سے نکل کر مصر کے علاقوں کو روندتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے لگے تھے۔ چنانچہ رعمیس نے یہ نہیں لیا، صرف چند روز تک اپنے لشکر کو مصر میں سستانے کا موقع فراہم کیا۔ اُس کے بعد وہ فلسطینیوں کی سرکوبی کے لئے پھر پلٹا اور شمال کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک فلسطین کے رہنے والے ان جنگجوؤں کا تعلق تھا تو کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ فلسطینی ایشیائے کوچک اور بحر اربعین کے حلقے میں رہتے تھے اور تیرہویں صدی کے اواخر یا بارہویں صدی کے اوائل میں کچھ ایسی غیر واضح نقل و حرکت شروع ہوئی جو ان کے نتیجے میں بہت سے قبیلے وہاں سے اٹھ اٹھ کر اپنی قیام گاہیں بدلنے لگے اور نہایت مضطرب والے علاقوں کی طرف نکل پڑے۔ چنانچہ ان مہاجرین کے بڑے بڑے گروہ

مصر کے آغاز میں لوہے کا استعمال شروع کیا تھا جیسا کہ متوشلیش کی خط و کتابت سے واضح ہوتا ہے۔ اس وقت تک لوہا صرف بحر اسود کے کنارے کی بعض کانوں سے نکالا جاتا تھا۔ شام میں اس دھات کا عام استعمال فلسطینیوں کی آمد سے پیشتر شروع نہ ہوا۔ لوہا پگھلانے اور صاف کرنے کا علم حبشیوں کی طرح فلسطینی بھی بڑے اہتمام سے حاصل کرتے تھے۔ تاہم کنعانی عربوں نے انہی فلسطینیوں سے کہنی رتھوں کے علاوہ لوہے کا استعمال سیکھ لیا تھا۔ اسی بناء پر ان کنعانیوں نے بھی اپنے ہمسائے قبائل اور اقوام پر غالب آنا شروع کر دیا تھا۔

مصر کے خلاف فلسطینیوں کی بغاوت بڑی اہم اور بے حد خطرناک خیال کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ فلسطینیوں کے پاس جبلہ نام کا ایک ایسا شہر تھا جس سے مصریوں کی بغاوت ابستہ تھی۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جبلہ شہر کی نسبت سے ہی شام اور مصر نے درمیان تعلقات نے مضبوطی پکڑی۔ جبلہ کو بھیل بھی کہا جاتا تھا جبکہ مصری اس کو کینا کے نام سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ فونیقی عربوں نے کینا نام کے اس شہر کا نام دیا اور اسے عربی نام دیا اور اسے کینا کے بجائے بھیلہ کہا شروع کر دیا۔ یہ ساری یعنی عربی نام اب بھی بھیل کی شکل میں موجود ہے۔ اس کا یونانی نام ہیبلوس ہوا کرتا تھا جس کا معنی ہے کتاب۔ یہ نام تاہم بائبل میں باقی رہا۔ اسی جبلہ نام کی بندرگاہ سے لبنان کے دیودار وادی نیل بھیجے جاتے تھے۔ وہاں سے اس لکڑی سے معبد، کچھ پہنچا اور اس کا بنائے جاتے تھے اور اعلیٰ درجے کا فرنیچر بھی اسی لکڑی سے بنتا تھا۔ مصر کا فرعون جو لوگ بھگ دو ہزار سات سو پچاس قبل مسیح میں گزرا تھا، اس نے ایک مرتبہ اس کی غرض سے دیودار سے بھرے ہوئے چالیس جہاز اسی جبلہ نام کی بندرگاہ سے روانہ کئے تھے۔ مصر اور شام کے درمیان تعلقات کی یہی تحریری شہادت جو ہمیں حاصل ہوئی ہے، وہ اسی فرعون کے عہد حکومت کی ہے۔ لکڑی کے علاوہ جبلہ سے شراب اور تیل بھی مصر کو بھیجا جاتا تھا تاکہ اس کو حوطہ کرنے میں استعمال ہو۔ اس کے بدلے میں فلسطین کے لوگ سونا، دھاتوں کی بنی ہوئی دوسری چیزیں اور پائیدوس یعنی اُس کا ہاتھ خریدتے تھے۔ بعد میں فرعون خوفو جو دو ہزار سات سو تیس قبل مسیح میں گزرا تھا، اس کا نام سے بہت شہرت حاصل کر چکا تھا کہ اُس نے مصر میں سب سے بڑا اہرام تعمیر کرایا۔ اس کے لئے اُس نے لکڑی اسی جبلہ بندرگاہ سے منگوائی۔ اس نے نگی طرف پر

چنانچہ ان حالات میں جب فرعون رمیسس کے خلاف ان فلسطینیوں نے بغاوت کر لی تھی، جب فرعون رمیسس اپنے جہاز لشکر کے ساتھ ان لوگوں کو بہن سکھانے کے لئے بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھا تھا۔



حبشیوں کا بادشاہ متوشلیش ایک روز اپنے مرکزی شہر کے قصر میں اپنے دونوں بیٹوں کاوک اور لوزمان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قصر کے اُسی کمرے میں حبشیوں نے دونوں بڑے سالار گودور اور سنوش داخل ہوئے۔ دروازے پر آکر زکے۔ پھر گودور متوشلیش کو تعظیم دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا آپ نے ہم دونوں کو طلب کیا ہے۔“

اس پر متوشلیش نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے اُن کو اندر آکر بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔

چنانچہ گودور اور سنوش دونوں آگے بڑھ کر متوشلیش کے سامنے اُن نشستوں پر بیٹھ گئے جہاں متوشلیش کے دونوں بیٹے کاوک اور لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز متوشلیش نے کیا اور بے پناہ خوشی کا تاثر دیتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اُس سے پہلے میں اپنے دونوں بیٹوں سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا جس موضوع کے لئے تم لوگوں کو بلایا ہے۔ میں تم لوگوں کو یہ اچھی خبر سنانا چاہتا ہوں کہ فلسطین میں ہمارے لوگوں نے مصریوں کے مفادات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اُن کی بندرگاہ پر کھڑے بہت سے مصری جہازوں کو آگ لگا دی ہے۔ ان جہازوں کے اندر مصر جانے کے لئے جو سامان لدا ہوا تھا، وہ بھی لوٹ لیا گیا ہے اور پھر ہمارے ہی لوگوں نے چاروں طرف یہ بھی افواہ پھیلا دی ہے کہ فلسطینی نے جو اس سے پہلے مصر کے باج گزار اور ایک طرح کے ماتحت بن کر زندگی بسر کر رہے تھے، مصریوں کے ماتحت بغاوت اور سرکشی اختیار کر چکے ہیں اور اب وہ مصریوں کی اطاعت کا جو اتار چکے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش جب زکا، تب خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کاوک بول اٹھا، کہنے لگا۔

”یہ جو ہم نے فلسطین میں مصریوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا ہے اور فلسطین

کہیں۔ ہر ایک کا حاکم الگ تھا اور ان سب نے ایک وفاق کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان پانچ شہروں میں اشدود کو سب سے زیادہ برتری حاصل تھی۔ لہذا فلسطین کے بجائے یہاں بسنے والے لوگوں کو اشدود کی کے نام سے بھی پکارا جانے لگا تھا۔

جہاں تک فلسطینیوں کے جسمانی خدوخال کا تعلق ہے تو مورخین کہتے ہیں کہ یہاں کے نزدیک مٹی کا ایک تابوت ملا جس کے بالائی حصے پر وہاں کے حاکم کی تمثال بنائی ہوئی تھی۔ اس کے لب زیریں پر پھوٹی چھوٹی واڑھی تھی، بال کندھے ہوئے تھے۔ یہی وہ فلسطینی تھے جنہوں نے بعد کے دور میں گیارہویں صدی کے نصف ثانی میں فلسطینیوں کی قوت کو کمال عروج پر پہنچا دیا تھا اور انہوں نے دس سو پچاس قبل مسیح کے قریب عبرانیوں کو شکست دی اور تابوت سلیمناؤن سے چھین لیا جسے وہ اپنے شہر اشدود لے گئے۔ سن دس سو تیس کے آس پاس انہوں نے پہاڑی علاقے میں چوکیاں قائم کر لیں۔ طاوت کے عہد میں سن دس سو چار قبل مسیح میں ان کی سرحد تصرف اندرون ملک میں بیت شان تک پہنچ گئی تھی۔ اس دور میں ان فلسطینیوں کو فلسطین میں بسنے والی ساری اقوام پر برتری حاصل تھی۔

کچھ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان فلسطینیوں کی برتری کا اصل سبب یہ تھا کہ اُن کے اسلحہ اعلیٰ درجے کے تھے اور وہ دھاتوں کو پگھلا کر ضرورت کے مطابق جارحانہ اور دفاعی اسلحہ تیار کر لیتے تھے۔ اس لئے کہ فلسطینیوں کے جابر بادشاہ جالوت کی کہانی ایک مسلح فلسطینی کا نقشہ پیش کرتی ہے یعنی اس کے بھالے کی چھڑی ایسی تھی جیسے جولاءے شہیر۔ اس کے نیزے کا پھل چھ سو حقتال لوہے کا تھا۔ اُس کی ڈھال اتنی بھاری تھی کہ ایک الگ شخص اسے اٹھائے اٹھائے آگے چلتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ان فلسطینیوں کو لوہا پگھلا کر اس سے کام لینے کا علم تھا اور وہ اس فن میں نیکانہ حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ دوسری اقوام اپنے آلات زراعت، نیزے، بھالے، کھابڑیاں، کدالیں صرف انہیں کے کاریگروں سے تیار کراتے تھے اور جنگ کے دوران میں دوسری اقوام کے لئے یہ امر بڑا مشکل ہو جاتا تھا۔ اس لئے کہ لوہے کے اوزار اور اسلحہ جات انہیں ان فلسطینیوں سے لینے پڑتے تھے۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ فلسطینیوں کی آمد سے پیشتر ہی حبشیوں نے تیرہویں

اٹھانا نام کندہ کرا کے نذر کے طور پر جبلہ شہر کی دیوی کے لئے بھیجا تھا۔ اہل مصر اس دیوی کو اپنے ہاں کی دیوی سے ملاتے تھے۔ اس طرح یہ بلاد شام کی سیدہ بن گئی۔ اس کے علاوہ مصر کے پانچویں شاہی خاندان کے فرعون ساخوراع نے ممفس میں مدفن کی غرض سے ایک بیکل تعمیر کروایا تھا، اس میں ایک مہم کی تصویر بنائی گئی تھی جو بیرونی ملکوں کی تسخیر کے لئے بھیجی گئی تھی۔ اس مہم کے ساتھ مال غنیمت کا نقشہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ اس تصویر میں کنعانی کوڑوں کے اندر زیتون کا تیل بھی دکھایا گیا تھا اور یہ ساری چیزیں عموماً لکڑی پر بنائی جاتی تھیں اور یہ ساری لکڑی جبلہ ہی سے آتی تھی۔ اس کے علاوہ فرعون اوسر جودو ہزار تین سو پچاس قبل مسیح میں گزرا، اس نے اپنے بحری بیڑے کے ذریعے سے جبلہ شہر پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور یہ قبضہ اُس نے اس بناء پر کیا تھا کہ مصری تجارت کے لئے یہ شہر بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا۔

اس کے بعد مصر کے چھٹے شاہی خاندان کے کتبات میں جہاں بحر روم کے امداد آمدورفت کا ذکر ملتا ہے، وہاں جبلہ کے جہازوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اسی خاندان سے ہمیں فلسطین اور شام میں بڑی مہموں کے مفصل حالات پہلے پہل معلوم ہوتے ہیں۔ ان مہموں کی ابتدا تین سو ویں صدی قبل مسیح میں ہوئی تھی اور پہلی مہم کا سالار ایک سپہ سالار تھا جس کا نام ادونی تھا اور جو مصر کے فرعون پنی پی اول کا سالار تھا۔ اس کا ایک کتبہ بھی ملا ہے۔ اُس کتبے میں بتایا گیا ہے کہ اس سالار نے ایشیاء کے صحرائی باشندوں سے جنگ کی۔ شمالی جانب دور تک چلا گیا، ان کے قلعے تباہ کر دیئے، انجیر اور انگور کے باغات کاٹ ڈالے اور اپنی فوج کو محفوظ واپس لے آیا۔

مصر میں بارہویں حکمران خاندان کا دور بڑا اہم خیال کیا جاتا ہے۔ یہ فرعون ظہر صرف ارض فلسطین بلکہ فلسطین کے علاوہ دوسرے حصوں پر قبضے کا مدعی تھا۔ اس لئے کہ یہ فرعون بھی اپنی لکڑی کی ضرورت فلسطین کی بندرگاہ جبلہ سے ہی پوری کیا کرتا تھا۔ بہر حال مصر کے فرعون ہر دور میں چونکہ فلسطین کو اپنا تابع ملک اور اپنا مطیع و فرمانبردار علاقہ خیال کرتے تھے، اس لئے کہ فلسطین میں اگر کوئی باغی گروہ غالب آتا تھا تو پھر لبنان کے ساتھ مصر کی تجارت بند ہو جاتی جو مصر کے لئے نقصان کا باعث تھی۔ اس لئے کہ جبلہ وہ بندرگاہ تھی جہاں سے ہر قسم کا سامان جو لبنان اور دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتا تھا، اسی بندرگاہ جبلہ سے جہازوں کے ذریعے مصر تک پہنچایا جاتا تھا۔

ماہوں پر مغرب سے اٹھنے والے اسویہ نام کے وحشی قبائل حملہ آور ہو چکے ہیں اور وہ ہم کو جلدی کرنے کے بعد اسی لئے جلدی جلدی واپس چلا گیا تھا تاکہ ان وحشی قبائل نہ بٹ سکے اور انہیں اپنے علاقوں سے نکال باہر کرے۔ لہذا ان حالات میں فلسطین کے اندر ہم جس قدر بھی مصریوں کے خلاف کارروائیاں کریں، رعسمیس کوئی جوابی کارروائی کرنے کے قابل نہیں رہے گا، اس لئے کہ میرا اندازہ ہے کہ وہ عرصہ تک اسویہ ماہوں کے ساتھ الجھا رہے گا۔

یہاں تک کہتے کہتے متوشلیش کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کا دربان دروازے پر پہنچا اور ہوا۔ کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ اس پر متوشلیش نے اسے اجازت دی۔ تب وہ دربان زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے متوشلیش کو تعظیم دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک! کچھ خبر آئے ہیں، وہ فلسطین کی طرف سے آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔“

اس پر متوشلیش نے دربان کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو فی الفور اس کے سامنے لایا جائے۔ چنانچہ دربان وہاں سے ہٹ گیا اور تین اشخاص کو لا کر اس نے متوشلیش کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس پر متوشلیش نے ان تینوں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

”تم فلسطین سے ہمارے لئے کیا خبر لے کر آئے ہو؟“

اس پر ان میں سے ایک اپنے دونوں ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک! فلسطین میں مصریوں کے مفادات کو بے پناہ نقصان پہنچایا گیا ہے لیکن اب ایک بری خبر بھی سننے میں آ رہی ہے۔“

”وہ کیا؟“ متوشلیش نے چونکنے کے انداز میں پوچھ لیا تھا۔ اس پر وہی خبر پھر

مال اٹھا۔

”مالک! جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں، وہ یہ ہیں کہ مصر کا حکمران رعسمیس یہاں سے واپس اس لئے گیا تھا کہ اس کی مملکت پر مغرب سے نمودار ہونے والے وحشی اسویہ ماہوں نے حملہ کیا تھا لیکن رعسمیس کی خوش قسمتی، جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ اپنی زمینوں میں پہنچا تو اس وقت تک وہ وحشی اسویہ قبائل اپنی کارروائیاں مکمل کر کے

واپس میں اپنے دور افتادہ کھانوں کی طرف جا چکے تھے۔ اسی دوران رعسمیس کو فلسطین

وہاں موجود تھے۔ چنانچہ مؤرخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فلسطین کی آبادی میں حتی مانسرحرت ابراہیم کے زمانے میں بھی موجود تھے۔

بلکہ مؤرخین مزید انکشاف کرتے ہیں کہ فلسطین کا موجودہ شہر جرون بھی کسی دور میں حتیوں کا ہی شہر تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عیسو جو حضرت اسحاق کا بڑا بھائی تھا، اس کی بیویاں حتی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی بنی اسرائیل نے حتی عورتوں سے ازدواجی تعلقات پیدا کئے۔

آثار قدیمہ میں چودھویں صدی قبل مسیح کے جن نذرانوں کا سراغ ملا ہے نیز جو تہذیبیں اور ہتھیار برآمد ہوئے ہیں، ان سے حتی اثرات کا واضح ثبوت ملتا ہے، اس کے علاوہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں بھی حتی خواتین موجود تھیں۔ یہاں تک کہ اللہ کے نبی حزقی ایل کی کتاب میں بے وفاری و ظلم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ جملہ فرمایا گیا تھا۔

”تیرا باپ اموری تھا اور تیری ماں حتی تھی۔“ حتیوں کو چونکہ اپنی عسکری طاقت پر اتنا زور گھمنڈ تھا، لہذا وہ رعسمیس سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام فلسطین ہی میں لینا چاہتے تھے۔ اس لئے حتی سلطنت اصلاً جاگیر دار امور کی حکومت تھی جس نے مختلف اور متنوع قومی عناصر پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ اس کی عسکری کامیابیوں کا راز بکسوس و بیوں کی طرح گھوڑوں اور جنگی رتھوں کے استعمال میں مضمر تھا۔ پھر ان حتیوں کے اعلیٰ جات بھی خاص تھے، جو جنگی رتھ یہ استعمال کرتے تھے ہر رتھ میں تین سوار ہوتے تھے ایک رتھ چلانے والا، دوسرا ڈھال والا، تیسرا جھگو۔

ان کی ڈھال مربہ ہوتی تھی۔ حتی میدان جنگ میں پیادہ فوج سے بھی کام لیتے تھے اور اس فوج کے مختلف حصوں کی سالاری امیر یا سردار کرتے تھے۔ کمان، جنگی تیر، نیسایاں اور خرم دار کتواریں بھی ان کے اسلحے میں شامل تھیں۔ چنانچہ یہ لوہے کے استعمال سے واقف تھے۔ لہذا اپنے اس اسلحے کی بنیاد پر وہ ایک طرح کے گھمنڈ اور تکبر میں تھے اور اس گھمنڈ اور تکبر کے تحت حتیوں کے بادشاہ متوشلیش نے فلسطین کو فرعون رعسمیس کے لئے گورکھ دھندہ بنانے کی کوشش کی تھی۔



میں اپنے آدمی بھیج کر وہاں مصریوں کے خلاف بغاوت کھڑی کی ہے، تو کیا ایسا موجودہ حالات میں غیر مناسب نہیں، اس لئے کہ ہم نے اپنی بیٹی دلوکر کو مصر کے حکمران رعسمیس کے حرم میں داخل کر دیا ہے، اب اس سے ہمارا ایک رشتہ اور تعلق ہے۔“

اس پر ناپنندیگی کا اظہار کرتے ہوئے متوشلیش کہنے لگا۔

”میں نے اپنی بیٹی دلوکر کا رشتہ رعسمیس کو خوشی سے تو نہیں دیا۔ پہلے ہمارا اس

کے ساتھ ٹکراؤ ہوا جس میں کامیاب وہ رہا۔ اس کے بعد ہم نے پوری تیاری کی، گوردو گھات میں بھی بھجایا اور ہمیں یقین تھا کہ ہم اس بار رعسمیس کو شکست دے کر بھاگنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن شاید حالات اس کے خلاف تھے۔ لہذا دوسری بار قاتل کے باہر بھی ہمیں رعسمیس کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسی شکست کے نتیجے میں رعسمیس نے ہم پر اس وقت شرائط مسلما کیں، جس وقت ہم نے اس سے اس کی درخواست کی تھی۔ اس لئے کہ اس وقت ہم صلح کی درخواست نہ کرتے تو رعسمیس

اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دیتا اور اس وقت ہمارے

حالات ایسے تھے کہ ہم اپنے مرکزی شہر خوشنشاں تک اس کی راہ روکنے کے قابل نہ

تھے۔ اسی بناء پر ہم نے رعسمیس کی شرائط کو تسلیم کر لیا اور ان شرائط میں سے ایک شرط

بھی تھی کہ میں اپنی بیٹی دلوکر کو رعسمیس کے حرم میں داخل کر دوں۔ چنانچہ مجھے مجبوراً

کرنا پڑا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کر کے ہم رعسمیس کے باغ گزار، اس کے

ماتحت، اس کے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ قاتل اور اس سے پہلے جو اس

کے ہاتھوں ہمیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا، اس سے ہم اپنی دو شکستوں کا انتقام

لے گئے۔

اب تک جو اطلاعات ملی ہیں، ان کے مطابق فلسطین میں مصریوں کے مفادات کو

نا قابل تلافی نقصان پہنچایا گیا ہے اور پھر چاروں طرف یہ اطلاع پھیلی کہ مصریوں

ہیں کہ فلسطینیوں نے مصریوں کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا ہے حالانکہ فلسطین کے

اندرونی ساری کارروائیاں ہمارے لوگوں نے ہی کیں، اس لئے کہ میں کسی بھی صورت

پسند نہیں کروں گا کہ فلسطین ہمیشہ کے لئے مصریوں کے تحت اور ان کے تابع فرمان ہو

رہ جائے۔ اس وقت جس قدر نقصانات پہنچا سکتے ہیں، ہمیں پہنچانا چاہئے۔ ان حالات

میں رعسمیس اپنے لشکر کے ساتھ فلسطین کا رخ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اس کے

لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

لہذا ان کی حیثیت سے یا بیویوں کی حیثیت سے کثرت حاصل کی جاتی تھیں۔ اس وجہ سے بالائی طبقے کے چہروں کی حیثیت میں نمایاں تبدیلی آگئی تھی۔ امیروں یا بادشاہوں کے حرم میں عموماً سیستانی، ہنسی، شامی، فونیقی خیرادیاں ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ شام اور فلسطین میں مصریوں کا سب سے بڑا مفاد لکڑی تھا جو فلسطین ہی کی بندرگاہوں کے ذریعے مصر کو جاتی تھی۔ مصر میں جو موجودہ کھدائی ہوئی ہے، ان میں بادشاہی مقبروں میں صنوبر کی لکڑیوں کے ٹکڑے ملے ہیں۔ اس کے علاوہ مصر کے پہلے شاہی خاندانوں کے مقبروں کی تعمیر میں جو بہتر استعمال ہوئے، وہ بھی فلسطین کے راستے شام ہی سے آئے تھے۔ مصر کی بعض باقیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شامی اجناس کثرت مصر میں آگئی جاتی تھیں اور جن کی کمی پڑتی تھی وہ بھی شام سے حاصل کی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ شامی کاریگر بڑی قیمتی اور عمدہ چیزیں مصریوں کے لئے بناتے تھے۔ مثلاً حارین تعمیر اور زردوزی کپڑے، نازک گلدستے، عمدہ فرنیچر، ایسے جھکڑے جن پر سونے اور پاندی کا کام ہوتا تھا۔ شام میں جو ان کاموں کے ماہر تھے وہ مصری نہ صرف اپنے ہاتھ مصر میں بھی لے جاتے تھے بلکہ شام میں بھی ان کے بنائے ہوئے منقش گل بوٹوں اور دوسری اشیاء سے مستفید ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی مصریوں کے لئے شام میں بڑے مفادات تھے۔ مثلاً سب سے پہلے انہیں شامیوں نے معدنیات کے برتنوں میں مصنوعی پھول بنانے کا سلسلہ جاری کیا جو مصر میں بڑا پسندیدہ تھا۔ صنوبر کا گوند، عام گوند، شہد اور تل مصر اور دوسرے ملکوں کو بھیجنے کے لئے شامی تاجر برمی کے ایسے برتن استعمال کرتے تھے جو بیچنے سے نوکدار ہوتے تھے۔

موجودہ دور میں مصر اور فلسطین کے جہازروں میں جو کھدائی ہوئی، ان میں سے ایسے برتنوں کے بہت سے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں، اس کے علاوہ فرعونوں کی قبروں میں بھی مٹی کے ایسے کوزے ملے ہیں جن پر چمک پیدا کرنے والا روغن بھرا ہوا تھا۔ ماہر ہے یہ شمالی شام سے منگائے جاتے تھے۔ چمک اور جلا پیدا کرنے والے روغن کا استعمال شمالی شام میں ہوتا تھا اور یہیں سے یہ کیرٹ اور مصر میں پہنچا تھا۔ انہیں شامی ہارنگروں کی وجہ سے مصریوں میں بہت جلد ایسی فنی اور خوبصورت چیزوں کے لئے مانع ذوق پیدا ہو گیا جو جنگوں کے سلسلے میں یا سیاحت اور تجارت کے سلسلے میں باہر لائیں گئیں۔ چنانچہ مصری کاریگروں نے ان کی نقالی شروع کر دی۔

اے جواب بھی موجود ہیں لیکن کافی فرسودہ ہو چکے ہیں اور ان کی تحریر صحیح طور پر پڑھی نہیں جاسکتی۔

اس کے بعد وہ چٹان جس پر رمیس نے تین کتبوں کی صورت میں تحریریں کھدوائیں جس جو اب بھی موجود ہیں، بعد میں یہی چٹان ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس کے آگے والے دور میں اُس چٹان پر کتبے لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔ بہت سی اقوام اور فاتحوں نے اُس چٹان پر اپنی اپنی کامیابی اور فتح مندی کے کتبے لکرائے۔ سن انیس سو تینتالیس میں اتحادیوں یعنی برطانیہ، امریکہ، روس اور فرانس نے اُسی فرعون کی چٹان پر ایک تحریر کندہ کرائی تھی۔

ان کے بعد سن انیس سو چھیالیس میں لبنانیوں نے بھی فرعون ہی کی پیر دی کی جگہ پر اپنے اپنی کامیابیوں کا کتبہ اُس چٹان پر تحریر کروایا۔ اس طرح فرعون کی وہ کتبہ نقبات کا ایک طرح کا عجائب گھر بن گئی۔ اُس کے بعد بہت سی اقوام نے اُس کتبہ پر اپنی کامیابی اور فتح مندی کے کتبے تحریر کروائے۔ ان میں سے چھ اشاری کتبے ملتے جاسکتے ہیں۔ یہ اشوریوں کے بادشاہ اسرمدون نے چھ سو اکتھتر قبل مسیح میں رقم کرائے۔ اس کے بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر کا کتبہ بھی اُس چٹان پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک یونانی کتبہ ہے اور پھر متعدد ایٹنی کتبے ہیں۔ ایک کتبہ عربی میں ہے۔ فرانسیسیوں نے لبنان پر اپنے قبضے کا اندراج کروایا۔ ایک اور کتبہ فرانسیسی جرنیل نے تحریر کروایا۔ اس کے بعد برطانیہ کے جرنیل المین بی نے بھی فرعون کی اُسی کتبہ پر ایک کتبہ انگریزی میں بھی تحریر کروایا۔ بہر حال فرعون رمیس کے فلسطین پر حملہ کرنے والے اور پھر فلسطین کو روندتے ہوئے اپنی فتوحات کے سلسلے کو بیروت تک لانے والے کی وجہ سے جہاں رمیس نے فلسطین کو پھر سے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا، وہاں فلسطین میں جہیوں کے مفادات کو کافی نقصان پہنچایا، فلسطینیوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے بعد چنانچہ رمیس نے اپنے لشکر کے ساتھ انہیں علاقوں میں لایا۔ اُس نے جب دیکھا کہ اب کوئی ایسی طاقت نہیں جو اُس کے مفادات کو اُن علاقوں میں نقصان پہنچائے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس مصر کی طرف چلا گیا تھا۔



جہاں جہیوں کے فلسطین میں مفادات تھے، وہاں مصریوں کے اُن سے بڑھ کر مفادات تھے۔ اس لئے کہ مصریوں کے فلسطین ہی میں نہیں شام میں بھی بڑے مفادات تھے اور ان کی کئی وجوہات تھیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ رمیس سے پہلے دور میں کچھ مصری فرعونوں نے شام کو مصری سلطنت میں شامل کر لیا تھا اور اس طرح کہ شام اور مصر ایک سلطنت کے تحت رہتے تھے۔ ایسا کر کے مصری شام میں کوئی زیادہ دخل اندازی نہیں دیتے تھے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ مصر سے شام کی طرف جانے والی شاہراہیں جو اُن کے لئے تجارت کے درکھلی تھیں، اُن کے لشکریوں کی وجہ سے محفوظ رہیں، اس مقصد کے لئے مصریوں نے شام تک فوجی چوکیاں قائم کیں۔ اس کے علاوہ شام کے بڑے بڑے شہروں کے اندر مصریوں نے اپنے ناظر مقرر کئے جو وہاں کے حالات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جنوبی شام میں فرعون کے اعلیٰ نمائندوں کا مرکز غزہ تھا اور یہ فلسطین کا بڑا اہم شہر تھا، ان نمائندوں کے تحت وہاں کے لوگوں سے خراج جمع کرنے کے فرائض سرانجام ہوتے تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ مصریوں اور شامیوں کے کچھ دیوی دیوتا بھی آپس میں ملتے تھے، اس طرح اُن کا آپس کا ایک مذہبی رشتہ بھی تھا۔ تیرھویں صدی قبل مسیح کے وسط میں مصر میں شام کی عشراد دیوی کی پوجا پاٹ ہوتی تھی اور عشراد دیوی کے لئے مصر میں ایک مندر بھی تیار کیا گیا تھا۔

تیسری وجہ مصریوں کے لئے اپنے مفادات کو محفوظ کرنے کی یہ بھی تھی کہ شامی لڑکیاں اپنے حسن اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے مصر میں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں جب کہ مصری لڑکیوں کو شام میں یہ درجہ نصیب نہیں تھا۔ جب مصری سلطنت بقل مؤرخین کمال عروج پر پہنچی ہوئی تھی تو شامی لڑکیاں پرغال کے طور پر

ان چیزوں کے علاوہ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سازوں میں مشہور ساز عود سب سے پہلے مصر کے حکمران تھمس کی فتوحات کے بعد نمودار ہوا، اس میں جو بھاری پھندے ہوتے تھے۔ ان کی وضع قطع شامی تھی۔ ستار کو بارہویں شاہی خاندان کے سالہ بدو مصر لے گئے۔ اٹھارہویں شاہی خاندان کے زمانے میں سیدہ مصر کے اندر عام ہو گیا اور یہ سب شام ہی سے مصر میں گیا تھا۔ بہر حال شام اور فلسطین میں جہیوں کی نسبت مصری اپنے مفادات زیادہ سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر مصر کے فرعون رمیس کو جب خبر ہوئی کہ فلسطین میں اُس کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی ہے، مصریوں کے مفادات کو بچانے اور نقصان پہنچایا گیا ہے اور یہ کہ فلسطین میں اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جو اثرات کر پھینک دیا گیا ہے۔ تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح جنوب کی طرف بڑھا تھا۔

رمیس جو فلسطین میں داخل ہوا تو جہیوں نے مقامی فلسطینیوں کو جنہیں جنگ کا بڑا وسیع تجربہ تھا، آگے رکھا۔ اُن کی پشت پناہی کی، خود پیچھے رہے، ایسا کر کے وہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ مصریوں کے خلاف جو بغاوت اٹھی ہے، اس میں صرف فلسطینی شامل ہیں اور کسی اور گروہ اور قوم کا عمل دخل نہیں لیکن رمیس ایسی قوت اور طاقت کے ساتھ فلسطین میں داخل ہوا کہ جس پہلے لشکر نے رمیس کا مقابلہ کیا جس کے اندر آگے فلسطینی اور پیچھے حتی تھے، اُسے رمیس نے بدترین شکست دی۔ اُس کے بعد فلسطین میں جو لشکر بھی رمیس کے آگے آیا، رمیس اُسے روندنا ہوا چلا گیا۔ لگتا تھا رمیس کا جنگی روح فلسطین میں اپنی پوری خونخواری اور انتقام کے ساتھ حرکت میں آگئی تھا۔ رمیس کے فلسطین پر حملہ آور ہونے سے متعلق لگتا تھا جیسے فلسطین کے اندر آتش فشاں پھٹ پڑے ہوں، اس لئے کہ رمیس انتہائی غضب اور غصے کی حالت میں فلسطین میں داخل ہوا تھا۔ جہیوں نے فلسطینیوں کے ساتھ مل کر رمیس کی راہ روکنے کی کوشش کی مگر جو لشکر بھی رمیس کے سامنے آیا، رمیس اُسے روندنا ہوا شمال کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔ فلسطین میں رمیس کی ان فتوحات سے متعلق مؤرخین نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے ہیں کہ رمیس شمال کی طرف بڑھتے ہوئے بیروت سے چند میل شمال نہر القلہ کے دہانے پر جا پہنچا۔ وہاں ایک کوسستانی سلسلہ سمندر کے اندر دور تک چلا گیا ہے۔ یہاں بڑی بڑی چٹانیں تھیں، ان چٹانوں میں سے ایک چٹان پر رمیس نے تین کتبے

دیتے ہوئے کہنے لگی۔
 ”میں اپنا وہ جھوٹ بتاتی ہوں لیکن پہلے آپ وعدہ کریں، آپ مجھ سے ناراض
 نہیں ہوں گی، تھانہ نہیں ہوں گی۔ ساتھ ہی میں سیاسی سے بھی کہوں گی، وہ ناراضگی کا
 اظہار نہ کریں۔ اس لئے کہ اب آپ لوگ ہی میرے سب کچھ ہیں اور آپ لوگوں کی
 راستگی میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔“
 یہاں تک کہنے کے بعد طامہ جب خاموش ہوئی۔ تب غور سے اُس کی طرف
 دیکھتے ہوئے سیاسی بول اٹھا۔
 ”تمہیں تمہید باندھنے کی ضرورت نہیں ہے، تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو، کہو ہم تم سے
 ان ناراض ہوں گے۔“
 اس کے بعد طامہ نے بھی جب سریان کو حوصلہ دلایا، تب سریان بولی اور کہنے
 لگی۔

”میں نے آپ لوگوں کے سامنے جھوٹ یہ بولا تھا کہ میں جھوٹوں کے ایک سردار کی
 بیوی ہوں اور یہ کہ میرا باپ جنگ کے دوران مارا گیا تھا اور میں گرفتار ہو گئی۔ حالانکہ
 حقیقت یہ نہیں ہے۔“

سریان کے ان الفاظ پر سیاسی، طامہ اور برزہ تینوں تجسس بھرے انداز میں اس
 کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سیاسی نے سریان کو مخاطب کیا:
 ”اگر حقیقت یہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟“

اس پر سریان نے پہلے باری باری ایک عاجزانہ نگاہ اُن تینوں کے چہرے پر ڈالی،
 کہنے لگی۔

”حقیقت یہ ہے کہ میں جھوٹوں کے بادشاہ متوشلیش کی بیٹی ہوں۔ میری بڑی بہن
 کا نام داوکڑ ہے۔ میرے دو بھائی ہیں، ایک کا نام کاوک، دوسرے کا نام لوزمان ہے۔
 ان ماں کا نام اسورک ہے۔ جس وقت میرا باپ متوشلیش ایک لشکر کے ساتھ بابل
 داخل کروائیں اپنے مرکزی شہر خوتاش کی طرف جا رہا تھا، اُس وقت میں لشکر کے
 پیچھے حصے میں تھی اور جنگ کے دوران گرفتار ہو گئی۔ اب تک میں آپ لوگوں پر
 انکشاف کرتی رہی ہوں کہ میں جھوٹوں کے ایک سالار کی بیٹی ہوں۔ یہ میں نے اپنے
 بچپن سے لے کر جھوٹ بولا تھا۔ آج میں آپ لوگوں کے لئے اس راز سے پردہ

رسمیں نے ایک رات ایک خواب دیکھا اور اُس خواب کی تعبیر کے لئے اُس
 نے اپنے سارے بڑے بڑے شہروں یعنی ممفس، حمید اور دوسرے ایسے شہروں سے
 بڑے بڑے جادوگر و کاہن و ستارہ شناس و نجومی اور فلکیاتی علوم کے ماہروں کو اپنے دربار
 میں طلب کر لیا تھا۔

جب یہ سب لوگ ایک مقررہ دن ممفس کے قصر میں پہنچے تو رسمیں نے اُن کے
 سامنے اپنا خواب بیان کیا۔ ساتھ ہی رسمیں اُن لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”اے مصر کی سرزمین کے دانش مندو! میں نے اپنے آبا و اجداد و ہم نشینوں اور
 ان کے علاوہ راع و پوتا کے پیاروں سے سن رکھا ہے بلکہ میں نے شاہی محل میں کام
 کرنے والے بعض اسرائیلیوں سے بھی سنا ہے۔ بقول اسرائیلیوں کے ان کے بڑے
 نبی ابراہیم سے ان کے رب نے وعدہ کیا تھا کہ ان کی نسلوں و ذریت میں انبیا اور
 شاہ پیدا کئے جائیں گے اور یہ کہ اُس دور میں اسرائیلی بہت قوت پکڑ جائیں گے کہ
 ان کے اپنے بادشاہ ہوں گے، جن کی مدد سے یہ بہت سی اقوام کو زیر کر لیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رسمیں کا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا!
 ”میری سرزمین کے دانا و پنا لوگو! میں اسرائیل کی ان روایات سے متعلق تم
 میں سے تفصیل جانتا چاہتا ہوں اور تم لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے
 ان روایات کے متعلق تم لوگوں سے مزید مشورہ کروں۔“

چنانچہ رسمیں کی اس گفتگو کے جواب میں دربار میں بیٹھا ایک بوڑھا کاہن اُنھ
 رسمیں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! بنی اسرائیل تو اس کے خستہ ہیں اور اس میں انہیں ذرا شک نہیں

جس روز سیاسی اور سریان کی شادی کا اہتمام کیا جانا تھا، اُس روز سیاسی تیار ہو
 کر جب اصطبل کی طرف جانے لگا، دیوان خانے کے سامنے سے جب وہ گزرا تو
 دیوان خانے میں برزہ کے ساتھ بیٹھی اُس کی ماں طامہ نے اُسے مخاطب کیا۔
 ”بیٹے کہاں جا رہے ہو؟“

اس پر دیوان خانے کے دروازے کے سامنے سیاسی رک گیا۔ سریان بھی اُس
 کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ وہ بھی سیاسی کے قریب آ کر دیوان خانے کے دروازے پر
 رک گئی۔ پھر سیاسی اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اماں ہم گھڑ دوڑ کے لیے جا رہے ہیں۔ اس پر طامہ کے چہرے پر مسکراہٹ
 نمودار ہوئی، کہنے لگی۔

”بیٹے! آج تم دونوں کی شادی ہے، تم دونوں کے علاوہ طباش کی بھی آج شادی
 ہے۔ طباش کی ماں اور بہن کہہ رہی تھیں کہ اُس کی شادی کا اہتمام بھی ہماری حویلی میں
 کیا جائے گا۔ اس بنا پر بیٹے میں کہتی ہوں، آج تم دونوں گھڑ دوڑ کے لیے نہ جاؤ۔“
 اپنی ماں کے ان الفاظ کے جواب پر سیاسی نے مڑ کر سریان کی طرف دیکھا
 اس پر سریان بولی اور کہنے لگی۔

”اماں ٹھیک کہتی ہیں، میرے خیال میں آج ہمیں گھڑ دوڑ کے لیے نہیں
 چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی سریان دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ اُس کے پیچھے
 سیاسی بھی داخل ہوا اور دونوں طامہ اور برزہ کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔ کچھ دیر خاموشی
 رہی۔ اس دوران سریان کچھ سوچتی رہی۔ اُس کے چہرے پر تنہیدگی کے آثار نمودار
 ہوئے تھے۔ اس موقع پر سیاسی بھی اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر یہاں تک
 کہ سریان نے طامہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

”اماں یہاں آپ لوگوں کے پاس آنے کے بعد میں نے ایک جھوٹ بولا تھا
 میں سمجھتی ہوں، میں نے اُنھیں نہیں کیا تھا اور مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس جھوٹ
 درگزر کریں گے اور مجھے معاف کر دیں گے۔“

سریان کے ان الفاظ پر طامہ چونکی تھی۔ غور سے اُس نے سریان کی طرف دیکھا
 پھر کہنے لگی۔

”بیٹی! تو نے کون سا جھوٹ بولا تھا۔“ اس پر سریان غور سے طامہ کی طرف

اتھارہی ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے۔“
 یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب خاموش ہوئی تب اُس کی طرف دیکھتے
 ہوئے طامہ بڑی محبت اور چاہت میں سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹی! تو نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ اس راز سے پردہ اٹھا کر تو نے ہماری نگاہوں
 میں اپنی عزت، اپنا وقار و چند کر دیا ہے۔ میری بیٹی! اب تو اس حویلی کی مالک ہے، کوئی
 تجھ سے ناراض نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی تجھ سے ٹھگی کا اظہار کر سکتا ہے۔“

اس پر سریان بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ آگے بڑھی، طامہ سے لپٹ گئی
 اور اپنا سر اُس کے شانے پر رکھ دیا تھا جب کہ طامہ اُس کی پیٹنی، اُس کا چہرہ چومنے لگی۔
 تھی۔ پھر طامہ نے سیاسی کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

”بیٹے! تم اُنھ کر طباش کے ہاں جاؤ، طباش سے بات کرو۔ تمہاری اور طباش
 دونوں کی شادی ہماری ہی حویلی میں ہوگی، لہذا طباش کے ساتھ مل کر شادی کے
 انتظامات کو آخری شکل دو۔“

اپنی ماں کے کہنے پر سیاسی اُنھ کر باہر چلا گیا تھا اور اُسی روز سورج غروب
 ہونے کے بعد سیاسی اور سریان کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی طباش کی
 شادی بھی سیاسی کی شادی کے ساتھ اُسی محلے کی ایک لڑکی بلسان کے ساتھ کر دی گئی
 تھی۔

رحمت و غلامی کے سارے کام انہیں خود کرنا پڑی گئے۔ لہذا ایک بار پھر رعسمیس نے اپنے کانہوں اور شیروں کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ صورت حال پیش کی۔

آخر سب سے مشورہ کرنے کے بعد رعسمیس نے فیصلہ کیا کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور دوسرے سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو ذبح کر دیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں سے کچھ جوان باقی رہیں گے جو اپنے بوزھوں کی جگہ لے سکیں گے اور ان کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہ ہونے پائے گی جس سے مصری حکومت کے لئے کوئی خطرہ پیدا ہو۔

چنانچہ ان حالات میں مصر کے اندر یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ بنی اسرائیل کے لئے ہونے والے بچوں کو ایک سال چھوڑ دیا جائے اور دوسرے سال ان کا قتل عام کیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل پر ظلم و عذاب کی پگھلی چلنے کی ابتداء ہو گئی تھی۔

جہاں تک بنی اسرائیل کا تعلق ہے تو یہ اللہ کے نبی حضرت یعقوب کی نسل سے تھے۔ انہیں تاریخ کے اوراق میں اسرائیل کا نام بھی دیا گیا۔ اسرائیل کے معنی خدا کی طرف رات کے وقت چلنے یا بڑھنے کے ہیں اور شاید یہ لقب حضرت یعقوب کے لئے اس لئے پڑا کہ حضرت یعقوب نے ایک بار خواب دیکھا تھا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور خدا کے فرشتے اس پر سے پڑھتے اور اترتے ہیں اور خدا اس کے اوپر کھڑا کبر رہا ہے۔

”میں خداوند تیرے باپ ابراہیم کا خدا اور اسحاق کا خدا ہوں۔ میں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے، تجھے اور تیری نسل کو دوں گا۔“ چنانچہ اسی روز سے اللہ کے نبی یعقوب کا نام اسرائیل پڑ گیا اور پھر انہی اسرائیلیوں کی مصر میں آمد حضرت یعقوب کے بیٹے حضرت یوسف کی وجہ سے ہوئی۔

یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور ابراہیم علیہ السلام کے چچے تھے۔ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے چار بیویوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے چچے نے بھائی بنیامین ایک بیوی سے اور باقی دس دوسری بیویوں سے تھے۔ فلسطین میں اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی جائے قیام حبرون یعنی موجودہ الخلیل کی وادی تھی۔ جہاں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان سے پہلے ابراہیم رہا کرتے تھے۔ اس کے

کہ ان کے اندر کوئی نبی اور رسول پیدا ہوگا۔ پہلے بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ وہ نبی یوسف اور یعقوب ہیں لیکن جب ان کی وفات ہوئی تو اسرائیلی کہنے لگے کہ یوسف اس کے مصداق نہیں جو ابراہیم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب ان کا خیال ہے کہ ان کے اندر کوئی اور نبی پیدا ہوگا جو انہیں مصر کی سرزمین سے نکال کر لے جائے گا۔ اس طرح اسرائیلی مصر کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنی علیحدہ مملکت قائم کر لیں گے۔

اُس کا بہن کے ان انکشافات کو سننے کے بعد کچھ دیر تک رعسمیس سر بھکائے بیٹھ رہا۔ پھر وہاں جمع ہونے والے سارے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”اگر بنی اسرائیل میں شخص ہم نے اپنا غلام بنا رکھا ہے، کوئی نبی اور رسول پیدا ہو گیا اور وہ اُن کو مصر سے نکال لے گا اور یہ آزاد ہو کر یہاں سے چلے گئے تو مصری شہروں کے اندر غلامانہ کام اور محنت و مشقت کون کرے گا؟“

مصر کی سرزمین کے دانش مند و! بچھے مشورہ دو کہ میں کون سا طریقہ اختیار کروں کہ اسرائیلی یہاں مصر کی سرزمین سے نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور نہ ان کا کوئی نبی اور رسول ان کے اندر عروج حاصل کر سکے۔“

”اے بادشاہ! میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہو، اسے قتل کر دیا جائے۔ کچھ ایسے لشکری مقرر کئے جائیں جن کے ہاتھوں میں تیز چھریاں ہوں اور اسرائیلیوں میں سے جس کے ہاں بچہ پیدا ہو، وہ لشکری موقع پاتے ہی بچے کو ختم کر دیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کے اندر کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہونے پائے گا اور ساتھ ہی ان کی افزائش و ترقی بھی کم ہوتی چلی جائے گی۔“

چنانچہ رعسمیس کو اس کا بہن کا مشورہ پسند آیا۔ دربار اس نے درخواست کر دیا۔ اس جو انہوں کے چند دستے اس نے ایسے مقرر کر دیے جو اسرائیلی بستیوں کے اندر گھومتے پھرتے تھے اور ہر نومولود بچے کو ذبح کر کے اُس کا خاتمہ کر دیتے تھے۔

چنانچہ جب بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام شروع ہو گیا تو پھر رعسمیس کو ہوش آیا اور وہ حدش محسوس کرنے لگا کہ ہماری سب کی خدمتیں اور محنت و مشقتوں کا کام تو بنی اسرائیل ہی کرتے ہیں، اگر اُن کے نومولود بچوں کا یہ قتل عام جاری رہا تو ان کے بوزھتے ہو جانے والے مرد تو مر جائیں گے اور بچے بھی ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا جس سے خدمت و مشقت لی جائے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا

مصر کے شہر تعمیس کا ایک شخص نام جس کا حاموس تھا اُس نے مصر کے عربی حکمرانوں کے خلاف تحریک چلائی۔ اس تحریک نے ایسا زور، ایسی قوت پکڑی کہ آخر مقامی لشکر کے ہاتھوں عمالیتی حکمرانوں کو زک اور شکستہ اٹھانا پڑی جس کے جواب میں وہاں لاکھ کی تعداد میں عمالیتی یا بکسوس یا عربی النسل حکمرانوں کو مصر سے نکال دیا گیا، اس طرح ایک نہایت متعصب قبیلہ النسل خاندان برسرِ اقتدار آ گیا اور اس نے علاقہ کے زمانے کی یادگاروں کو چن چن کر مٹا دیا اور انہی حکمرانوں سے بنی اسرائیل پر مظالم کی ابتداء ہوئی، اس لئے کہ بنی اسرائیل کو عرب حکمرانوں کے دور میں بڑا نوازا گیا تھا۔

مصری تاریخ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ان چرواہے یا عمالیتی بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ اپنے دیوتا شام سے اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کی دلشابی تھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ہم عصر بادشاہ کو فرعون کے نام سے یاد نہیں کیا گیا کیونکہ فرعون مصری مذہبی اصطلاح تھی اور یہ لوگ مصری مذہب کے قائل نہ تھے لیکن بائبل میں غلطی سے اس کو بھی فرعون کا نام دیا گیا ہے۔ شاید اس کے مرتب کرنے والے سمجھتے ہوں گے کہ اس کے سب بادشاہ فراعنہ ہی کہلاتے تھے۔

موجودہ زمانے کے محققین جنہوں نے بائبل اور مصری تاریخ کا جائزہ لیا ہے، وہ عام رائے یہ رکھتے ہیں کہ چرواہے بادشاہوں میں سے جس فرمانروا کا نام تاریخ میں اہلئیس ملتا ہے، وہی اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کا ہم عصر حکمران تھا۔

مصر کا دار الحکومت اُس زمانے میں بھی ممفس تھا جس کے گھنڈرات قاہرہ کے جنوب میں اب بھی موجود ہیں۔ یوسف علیہ السلام ۱۸ یا ۱۷ سال کی عمر میں وہاں پہنچے۔ ۲ یا ۳ سال عزیز مصر کے گھر میں رہے۔ آٹھ یا نو سال جیل میں گزارے۔ تیس سال کی عمر میں ملک کا فرمانروا ہوئے اور ۸۰ سال تک بلا شرکت غیرے تمام ملک مصر پر حکمران رہے۔ اپنی موت کے نویں یا دسویں سال انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے پورے خاندان کے ساتھ فلسطین سے مصر بلا لیا اور اُس علاقے میں آباد کیا جو موجودہ مہدیاں اور قاہرہ کے درمیان واقع ہے اور تاریخ میں اس علاقے کو جوشن یا گوشن کا نام بھی دیا گیا ہے۔ حضرت یوسف کے زمانے تک یہ لوگ اُس علاقے میں آباد رہے اور اُن کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور انتقال کے وقت بنی اسرائیل کو

علاوہ حضرت یعقوب کی کچھ زمین سکھ یعنی موجودہ نابلس میں بھی تھی۔

بقول مؤرخین حضرت یوسف کی پیدائش ۱۹۰۶ ق م کے لگ بھگ زمانے میں ہوئی اور ۱۸۹۰ ق م کے قریب زمانے میں وہ واقعہ پیش آیا جس سے مصر میں اسرائیلیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔

یعنی یوسف علیہ السلام کا خواب دیکھنا اور پھر کنوئیں میں پھینکا جانا۔ اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر ۱۷ یا ۱۸ کی تھی۔ جس کنوئیں میں پھینکے گئے وہ سک کے شمال میں دودھن کے قریب واقع تھا اور جس قافلے نے انہیں کنوئیں سے نکالا وہ جلعاد یعنی شرق اردن سے آ رہا تھا اور مصر کی طرف عازم تھا۔ جلعاد کے گھنڈرات اب بھی دریائے اردن کے شرق میں وادی الیابلس کے کنارے واقع ہیں۔

مصر میں جس دور میں یوسف لائے گئے، اُس دور میں مصر وہاں کے پندرہویں خاندان کی حکومت تھی جو مصری تاریخ میں چرواہے بادشاہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور فلسطین و شام سے مصر جا کر دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ زمانے میں سلطنت مصر پر قابض ہو گئے تھے۔

عرب مؤرخین اور مصرین نے ان کے لئے عمالیتی کا نام بھی استعمال کیا ہے جو مصریات کی موجودہ تحقیقات سے ٹھیک مطابقت رکھتا ہے۔

مصر میں یہ لوگ اجنبی حملہ آور کی حیثیت رکھتے تھے اور ملک کی خانگی حالت کے سبب انہیں وہاں اپنی بادشاہی قائم کرنے کا موقع مل گیا۔ یہی سبب ہوا کہ ان کی حکومت میں یوسف علیہ السلام کو عروج حاصل کرنے کا موقع ملا اور پھر اُن کی نسل جو بنی اسرائیل کہلائی، وہاں ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔

ملک کے بہترین زرخیز علاقے میں ان کو آباد کیا گیا اور ان کو وہاں بڑا اثر و رسوخ حاصل ہوا کیونکہ وہ مصر کے چرواہے یعنی عربی النسل عمالیتی حکمرانوں کے ہم جنس تھے۔ پندرہویں صدی قبل مسیح کے اوائل تک یہ لوگ ملک پر قابض رہے اور ان کے زمانے میں ملک کا سارا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا، اس لئے کہ یہ بنی اسرائیل مصر کے چرواہے عمالیتی یا بکسوس حکمرانوں کے ہم جنس تھے جو عرب تھے۔

چنانچہ انہی عربی حکمرانوں کے دور میں مصر کے اندر ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اٹھی جس نے بکسوس یا عمالیتی یا عربی النسل حکمرانوں کا تختہ الٹ دیا۔ ہوابوں کہ

یہ شخص دو چار مستحق واقعات نہیں ہیں بلکہ تاریخ ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ جسے عروج دینا چاہتا ہے، ساری دنیا مل کر اس کو نہیں گرا سکتی بلکہ دنیا جس تدبیر کو اس کے گرانے کی نہایت کارگر اور یقینی تدبیر مانتی ہے، اللہ اُسی تدبیر سے اس کے عروج کی صورتیں نکال دیتا ہے اور اُن لوگوں کے دل میں سوائے رسوائی کے کچھ نہیں آتا جنہوں نے اسے گرا نا چاہا ہوتا ہے اسی طرح اللہ نے برطیس خدا جسے گرا نا چاہتا ہے، اسے کوئی تدبیر سنیا ل نہیں سکتی بلکہ سنیا لے کی تدبیریں الٹی پڑتی ہیں اور اُسی تدبیریں کرنے والوں کو منہ کی کھائی پڑتی ہے۔ اس حقیقت حال کو اگر کوئی سمجھ لے تو اس سے پہلا سبق تو یہ ملے گا کہ انسان کو عقائد اور اپنی تدبیر دونوں میں اُن حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہئے جو قانون الہی نے اس کے لئے مقرر کر دی گئی ہیں۔ کامیابی اور ناکامی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن جو شخص اپنے مقصد کے لئے سیدھی سیدھی جائز تدبیر کرے گا، وہ اگر ناکام بھی ہوا تو اسے ذات و رسوائی سے دوچار نہ ہوگا اور جو شخص ناپاک مقصد کے لئے غیر صحیح تدبیر کرے گا، وہ آخرت میں تو یقیناً رسوا ہوگا بلکہ دنیا میں بھی اس کے لئے رسوائی کا لہجہ بھگم نہیں ہوتا۔

اس سبق اس سے توکل اور تفویض الہی اللہ کا ملتا ہے جو لوگ حق و صداقت کے راہی کر رہے ہوں اور دنیا انہیں منادینے پر تلی ہوئی ہو، وہ اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں اس سے غیر معمولی تسکین حاصل ہوگی اور مخالف قوتوں کی بظاہر نہایت اہم تدبیروں کو دیکھ کر وہ قطعاً ہراساں نہ ہوں گے بلکہ نتائج کو اللہ پر چھوڑتے ہوں گے۔ اس لئے اخلاقی فرائض انجام دیتے چلے جائیں گے اور سب سے بڑا اور حقیقی سبق واقعات سے یہ بھی ملتا ہے کہ ایک مرد مومن اگر حقیقی اسلامی سیرت رکھتا ہو اور اللہ سے بے بہرہ بھی ہو تو وہ شخص اپنے اخلاق کے زور سے ایک پورے ملک کو فتح کر لے گا، ایک لاکھ سو سترہ سال کی عمر میں تن تنہا، بے سرد سامان، انجینی ملک اور دنیا کی انتہا پر غلام بنا کر بیٹھا گیا۔ تاریخ کے اُس دور میں غلاموں کی یہ حیثیت تھی کہ وہ کسی سے پوچھ نہ نہیں، اس پر مزید یہ کہ ایک شدید اخلاقی جرم کا الزام لگا کر جیل میں لایا جس کی میعاد سزا بھی کوئی نہ تھی۔ اس حالت تک گمراہیئے جانے کے بعد وہ اپنے ایمان اور اخلاق کے بل بوتے پر اٹھ کر پورا ہاتھ خرمصر کے حکمران بنے اور

حیثیت کی کہ جب تم اس ملک سے نکلو تو میری ہڈیاں بھی اپنے ساتھ لے کر جانا۔ چونکہ مصر میں اب عمالیتی عربوں کے دور حکومت میں بنی اسرائیل کو بڑا نواز کیا تھا۔ چنانچہ جب مقامی متعصب حکمران برسر اقتدار آئے تو انہوں نے باضی کا انتقام لینے کے لئے بنی اسرائیل کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ یوں اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام اور اُن کے بعد کے دور میں جہاں بنی اسرائیل کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھتی رہی، وہاں اُن پر مظالم کی تعداد بھی بڑھتی گئی جب تک یوسف مصر میں حکمران رہے، بنی اسرائیل کو مصر میں بڑا عروج اور بڑی تیزی سے ترقی حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی یوسف علیہ السلام کے واقعے سے کچھ عبرت خیزیاں بھی سامنے آتی ہیں اور وہ یہ کہ اللہ جو کام کرنا چاہتا ہے، ہر حال و ہر دور و ہر جگہ کرتا ہے۔ انسان اپنی تدبیر سے اُس کے منصوبوں کو روکنے اور بدلنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بسا اوقات انسان ایک کام اپنے منصوبے کی خاطر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے ٹھیک نشانے پر تیر مار دیا ہے مگر نتیجہ میں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسی کے ہاتھوں سے وہ کام لے لیا جو اُس کے منصوبے کے خلاف اور اللہ کے منصوبے کے عین مطابق تھا۔

پہلا یہ کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب اُن کو کنوئیں میں پھینک رہے تھے تو اُن کا گمان تھا کہ ہم نے اپنی راہ کے کانٹے کو ہیٹھ کے لئے بنادیا ہے مگر فی الواقعہ انہوں نے یوسف کو اُس بام عروج کی پہلی سیڑھی پر اپنے ہاتھوں سے اکھڑا کیا تھا جس پر اللہ اُن کو پہنچانا چاہتا تھا اور اپنی اس حرکت سے انہوں نے خود اپنے لئے اگر کچھ کمایا تو بس یہ کہ یوسف کے بام عروج پر پہنچنے کے بعد بجائے اس کے کہ وہ عزت کے ساتھ اپنی بھائی کی ملاقات کے لئے جاتے آئیں عداوت اور شرمساری کے ساتھ اسی بھائی کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔

دوسرا یہ کہ عزیز مصر کی بیوی یوسف کو قید خانے بھجوا کر اپنے نزدیک تو انتقام لے رہی تھی مگر فی الواقعہ اس نے ان کے لئے تخت سلطنت پر پہنچنے کا راستہ صاف کیا تھا اور اپنی اس تدبیر سے خود اپنے لئے اس کے سوا کچھ نہ کمایا کہ وقت آنے پر فرماں روا نے ملک کی مرہبہ کھلانے کی بجائے اس کو علی الاعلان اپنی خیانت کے اعتراف میں شرمندگی اٹھانا پڑی۔

”جب کوئی شخص اصل پیدائش میں نیک بخت نہ ہو تو اس کے پرورش کرنے والے کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا معدوم ہو جاتا ہے۔ دیکھو! وہ جس موسیٰ کو جبرئیل علیہ السلام نے پالا، وہ کافر ہو گیا اور جس موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے پالا، وہ اکابر رسول بن گیا۔“

بہر حال، بنی اسرائیل کا یہ موسیٰ بن ظفر اُس غار میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھوں پر پرورش پائے لگا اور اسی سال ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔

یہ دوسرا واقعہ پہلے واقعہ سے کہیں زیادہ اہم تھا چونکہ اس واقعہ نے آگے چل کر بنی اسرائیل کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔

ہوایوں کہ اللہ کے نبی یعقوب کے بیٹے لاد کی نسل سے ایک شخص عمران نے بنو لاد کی ایک عورت یوحنا سے شادی کر لی اور اس سال جو بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا نہ تھا، اُس سال اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ہارون بن کر لیا۔

پھر دو سال کے وقفے تھے جو سال بچوں کے قتل کا تھا، ان کے ہاں پھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے موسیٰ رکھا۔ موسیٰ کی پیدائش پر عمران اور یوحنا دونوں بیاں بیوی بڑے پریشان تھے کہ فرعون لشکری ضرور اُس بچہ کو قتل کر دیں گے۔

لیکن قدرت تو کچھ اور ہی فیصلہ کر چکی تھی اور بنی اسرائیل میں عمران اور یوحنا نے ہاں پیدا ہونے والا وہ بچہ ایک بزرگ ترین رسول اور بنی اسرائیل کا نجات دہندہ چنا بنا دیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر ان کی والدہ بے حد پریشان تھیں اور ابھی کوئی فیصلہ نہ کر سکی تھیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اُن کو وحی ہوئی کہ:

”تم کوئی خوف و غم نہ کھاؤ، ہم اس بچہ کی حفاظت کریں گے اور کچھ دن جدار بنے بعد یہ بچہ تم تیرے پاس واپس لے آئیں گے۔ پھر ہم اسے اپنے رسولوں میں داخل کریں گے اور یہ کہ بچے کو ایک تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دو۔“

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یوحنا نے خداوند قدس کے ان احکامات کا اتباع کیا اور موسیٰ کو نیل کی ایک تابوت میں ڈال کر دریائے نیل کے کنارے ڈال دیا۔

دریائے نیل کی موجوں نے اس صندوق کو ایک ایسی چٹان پر لا ڈالا جہاں فرعون

انہی کی حکمرانی کے دور میں آخر مصر میں بنی اسرائیل کو عروج حاصل ہوا اور اُن کی تعداد رعمیس کے دور تک بڑھتے بڑھتے لاکھوں تک جا پہنچی تھی۔

بہر حال فرعون رعمیس کے حکم پر بنی اسرائیل کے بچوں کو ایک سال قتل کر دیا تھا اور دوسرے سال چھوڑ دیا جاتا تھا۔ مصر میں بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کئے جانے والے سالوں میں حیرت انگیز اور تاریخ عالم کے دو بڑے حادثات و واقعات رونما ہوئے۔

پہلا واقعہ یا حادثہ یہ ہوا کہ وہ سال بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا سال تھا۔ اسی سال میں بنی اسرائیل کے ایک شخص ظفر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام موسیٰ رکھا گیا۔ اس بچہ کی پیدائش پر اس کی والدہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ضرور اس بچہ کو فرعونی لشکر قتل کر دیں گے۔ لہذا اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے بچہ کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھنے سے بچے کہ وہ بچہ کو کسی جنگل یا غار میں ڈال کر قدرت کے حوالے کر آئے۔ اس طرح اس بچہ بھروسہ اور یقین تو رہے گا کہ اس کا بچہ شاید زندہ رہ جائے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ عورت خاموش ہو رہی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اُس کو بتانے اپنے بچہ موسیٰ کو ایک تاریک رات میں اٹھایا، گھر سے نکل کر بہتی کے قریب ہی بچے کو ایک درخت میں ڈال کر اس کا منہ اوپر سے بند کر آئی تاکہ بچہ کے رونے کی آواز سنائی نہ دے اور فرعونی لشکریوں کے ہاتھوں قتل نہ ہو جائے۔ نیز اس نے غار کا منہ اس احتیاط کے ساتھ بند کر دیا تاکہ وہ کسی درندے یا جنگلی جانور کا شکار نہ ہو جائے۔

بہر حال، وہ عورت اپنے بچہ کو اُس غار میں بند کر کے چلی گئی۔ کبھی کبھی آتی اُس کا خبر گیری کرنے کے لئے۔ غار کا منہ کھولتی اور اُسے دیکھ جاتی۔

چنانچہ مؤرخین اور مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس غار میں جبرائیل علیہ السلام کو اُس بچہ کی حفاظت اور دیکھ بھال پر مامور کر دیا۔ جبرائیل امین علیہ السلام اس بچہ کے لئے ایک انگلی پر شہد، دوسری پر مکھن اور تیسری پر دودھ لاتے اور بچہ کو چننا دیتے تھے۔ بچہ آگے چل کر موسیٰ کے دور کا نامور سامری جادوگر بنا اور اسی نامور سامری نام کے جادوگر سے متعلق ایک عرب شاعر نے اپنے کچھ اشعار بھی کہے، جن کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

وہابی میں میرے پاس لائی ہیں۔ میں نے صندوق سے نکال کر اسے اپنا بیٹا بنالیا۔ اب یہ میری اور تمہاری دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔“

فخون نے جھٹ اپنی بیوی کی بات، کاسٹے ہوئے کہا:

”تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک تو معلوم ہے مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

آسیہ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا:

”میں نے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک نہ سہی، تو بھلے اس کی ضرورت محسوس نہ کر۔ اس کو اپنی بیوی تو دوسری بیویوں سے اولاد ہے۔ میرے ہاں چونکہ کوئی بچہ نہیں ہے، لہذا میں اپنا بیٹا بنانے کا ارادہ کر چکی ہوں اور بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا، اللہ کی لعنت ہے میرے پاس آئیچہ ہیں۔ بچہ کو مجھ سے لے کر یہ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے کہہ کر آئی ہوں کہ میں تم سے اس بچہ کی جان بخشی کرواتی ہوں۔ کیا میں میرے بھتیجے پر اس قدر اصرار کرتی ہوں کہ اس کی پرورش کروں؟“

اس کے پاس ہونے سے کم از کم مجھے یہ احساس تو نہ ہوگا کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ اہم سبب یہ ہے کہ میں اس بچہ کی جان بخشی کر دوں تاکہ میں اسے اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ سکوں۔“

فخون نے اپنی بیوی آسیہ کی بات مان لی اور اپنے مسلح لشکریوں کے سامنے موئی کی جان بخشی کر دی۔ اس طرح اس نے موئی کو آسیہ کے پاس رہنے کی اجازت دی۔

اپنی دونوں فرعون کے جویوں و کاہنوں اور قیاد شناسوں نے اسے پھر بتایا کہ تیری اولاد کے زوال کا سبب ایک اسرائیلی لڑکا ہوگا۔ اس انکشاف پر فرعون رمیسس اور اس کے والد ہو گیا۔ اسرائیلی بچوں کے قتل کے سلسلے میں زیادہ محتاط ہو گیا۔ اس کام کے سلسلے میں سفرہ اور فوہ نام کی دو دایاں بھی مقرر کیں تاکہ یہ دونوں بنی اسرائیل کے بچوں کی سکن لیتی رہیں اور جو بچہ پیدا ہو، اسے فوراً قتل کر دیں۔

اس دونوں دایوں کو فرعون نے اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ قتل کے سالوں میں بنی اسرائیل بچے قتل ہونے سے رہ نہ جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل پر فرعون رمیسس کا جبر و ظلم کی انتہا شروع ہو گئی تھی۔

رمیسس کی بیوا اور اس کی باندیاں اور لونڈیاں نہانے دھونے کے لئے آتی تھیں۔ اس صندوق کو دیکھا تو اسے اٹھالیا۔ پھر اس نے چاہا کہ اس کو کھولے اور دیکھے کہ اس کے اندر کیا ہے:

چنانچہ ایک دوسری باندی بولی، کہنے لگی:

”اس صندوق کو مت کھولو، ہو سکتا ہے اس میں کچھ مال ہو۔ اگر ہم نے اسے کھول لیا تو ہم پر بددیانتی کا الزام لگایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہم نے اس میں سے کچھ چرا لیا ہے۔ اس صندوق کو اپنی ملکہ آسیہ کے پاس لے چلیں۔“

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس موقع پر رمیسس کی ایک بیوی بھی وہاں موجود تھی، اس کے کہنے پر دریائے نیل کے اندر بہنے والے اس صندوق کو بکڑا گیا اور پھر اس صندوق کو رمیسس کی بیوی آسیہ کے پاس لے جایا گیا۔

آسیہ نے جب اس صندوق کو کھولا تو اندر اس نے موئی کو دیکھا۔ صندوق کو کھول کر موئی بیٹا کو دیکھتے ہی اللہ نے اس کے دل میں ایسی محبت ڈال دی کہ اس سے پہلے کسی بچے سے نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے موئی کی پرورش کا فیصلہ کر لیا۔

رمیسس کے بولشکری بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل پر مامور تھے۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ یوں ایک بچہ صندوق کے اندر تیرتا ہوا محل کی قریبی چٹانوں سے آن لگا ہے اور اس وقت ملکہ آسیہ کے پاس ہے تو وہ چھریاں لے کر آسیہ کے پاس پہنچ گئے اور مطالبہ کیا: ”یہ بچہ اسرائیل ہے، لہذا اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ اسے ذبح کر کے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔“

اس پر آسیہ نے موئی بیٹا کو اُن کے حوالے کرنے کے بجائے انہیں مخاطب کر کے کہا:

”صرف اس ایک لڑکے سے تو بنی اسرائیل کی قوت نہ بڑھ جائے گی۔ تمہرو! میں رمیسس سے بات کر کے اس کی جان بخشی کرواتی ہوں۔ اگر اُس نے اسے بخش دیا تو یہ بہتر ہوگا، اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو میں بچہ تم لوگوں کے حوالے کر دوں گی۔“

آسیہ موئی بیٹا کو اٹھائے اپنے شوہر رمیسس کے پاس گئی اور اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی:

”تم جانتے ہو میری کوئی اولاد نہیں۔ اس بچہ کو میری باندیاں دریا میں بہتے ہوئے

موئی بیٹا کو تابوت میں ڈالنے اور دریا میں بہانے کے وقت آپ کی والدہ اپنی بڑی بیٹی اور موئی بیٹا کی بہن کو مامور کیا کہ وہ اُس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق پر نگاہ رکھیں اور دیکھیں کہ خدا اُس کی حفاظت کا وہ کیسے پورا کرتا ہے چونکہ موئی بیٹا کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنائی کہ ہم اس بچہ کو تیری جانب واپس کریں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا۔

چنانچہ موئی بیٹا کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے گنبداشت کرتی جا رہی تھیں کہ اُس نے دیکھا صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کنارے جا لگا تھا اور فرعون کے گھرانے میں سے ایک عورت نے اپنے ہاتھوں سے ذریعے اس کو اٹھوایا اور شاہی محل میں لے گئی۔ موئی بیٹا کی ہمشیرہ یہ دیکھ کر بہت غصہ ہوئیں اور حالات کی صحیح تفصیل معلوم کرنے کے لئے شاہی محل کی خادماؤں میں جا کر ہو گئیں۔

اُنہر آسیہ موئی بیٹا کو فرعون سے اپنے لئے حاصل کرنے کے بعد انہیں دریا میں پلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن آپ کسی کا دودھ پیتے ہی نہ تھے۔ لاچار آسیہ نے شاہی محل کی دونوں دایوں سفرہ اور فرحہ کو طلب کیا، دونوں دایاں حاضر ہوئیں۔ دونوں پہلے جھک کر آسیہ کو تعظیم دی، پھر سفرہ نے پوچھا:

”اے ملکہ! آپ نے ہمیں کیوں طلب کیا ہے؟“

اس پر آسیہ کہنے لگی:

”دیکھو! میں نے ایک بچہ کو اپنا لیا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی آسیہ نے اپنی گود میں بیٹے موئی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

”اب یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے محل کی باندیاں دریا میں بہتے ہوئے ایک صندوق کو بکڑ کر لائی تھیں اور یہ بچہ اسی صندوق میں تھا۔ میں نے فرعون رمیسس سے اس کے لئے بات کر لی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ بچہ کون ہے؟ تاہم میرا گمان غالب ہے کہ یہ بچہ اسرائیلی ہے۔ بہر حال یہ کوئی بھی ہو، اب میرا شوہر رمیسس اسے میرے محل میں کر چکا ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اور میں نے اسے پروان چڑھا ہے۔“

پھر آسیہ اُن دایوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

”پراسے دایو! میں اس بچہ کی طرف سے بڑی پریشان اور فکر مند ہوں۔ یہ

میں نے نہیں پیتا۔ میں نے تم دونوں کو اس لئے بلایا ہے کہ دودھ پلانے کا بندوبست کیا جائے۔ میں نے شہر کے کچھ منادیوں کو بلا رکھا ہے۔ ضرورت پڑی تو شہر میں ندا کرادی جائے گی کہ جو عورت اس بچہ کو دودھ پلانے میں کامیاب ہو جائے گی، اُسے معاوضہ دیا جائے گا اور ہر طرح سے اس کی امداد کی جائے گی لیکن اس سے پہلے میں جانتی ہوں کہ میں بھی اُسے دودھ پلانے کی کوشش کروں۔ ہو سکتا ہے یہ تم دونوں میں سے کسی کا بیٹا ہو۔“

اس کے ساتھ ہی آسیہ نے موئی بیٹا کو گود سے اٹھا کر سفرہ کو تنہا دیا۔ پہلے سفرہ نے موئی بیٹا کو دودھ پلانے کی کوشش کی، پھر فوہ نے لیکن موئی بیٹا نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا۔ جب یہ دونوں ناکام ہو گئیں تو آسیہ نے بڑی پریشان سی آواز میں دونوں کو بلایا:

”اے شاہی محل کی دایو! میں سوچ رہی ہوں کہ یہ بچہ دودھ ہی نہ پئے گا تو زندہ رہے گا۔“ اس کے ساتھ ہی آسیہ نے تالی بجائی جس پر ایک باندی بھاگتی ہوئی آئی اور آسیہ کے سامنے گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ آسیہ نے اس باندی کو حکم دیا:

”میں ان مقررہ منادیوں کو بلا کر لاؤ جنہیں ہم نے طلب کیا تھا اور جو ہم سے ملنے پہنچے ہیں۔“

اس پر وہ باندی تیزی سے اُس کمرے سے نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چار منادی حاضر ہوئے اور آسیہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے تین نے اس کے سامنے بڑی بڑی دھنیں لٹکا رکھی تھیں جب کہ چوتھا منادی خالی ہاتھ تھا۔ آسیہ اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فکر گیر اور تکھری ہوئی آواز میں کہنے لگی:

”خود منادیو! یہ بچہ جو ان دونوں دایوں نے اٹھا رکھا ہے، اسے میں نے گود لے لیا ہے یہ کسی اور اسرائیلی عورت کا بچہ ہے۔ میں نے بڑے جتن کئے پر یہ کسی کا بچہ نہیں پیتا۔ اگر یہ دودھ نہ پئے گا تو زندہ کیسے رہے گا۔ تم اسی وقت شہر کی طرف جاؤ اور شہر کے گلی کوچوں میں ندا کرو کہ جو عورت اس بچہ کو دودھ پلانے میں کامیاب ہو، وہ اس عورت کا دودھ یہ بچہ رعبت سے پئے گا، اسے نہ صرف انعام دیا جائے گا بلکہ اسے دودھ پلانے کی معقول اجرت بھی دی جائے گی۔ بس اب تم جاؤ اور ندا کرو۔“

”سن منادی! اس لڑکی کا تعلق ضرور اس بچے سے ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ ضرور جانتی رہی کہ یہ بچہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے، ورنہ یہ لڑکی اتنے وثوق سے یہ بات نہیں کہتی۔ میری مانو تو اس لڑکی کو گرفتار کر کے ملکہ آسیہ کے سامنے پیش کر دو اور جو کچھ اس نے کہا ہے، وہ بھی ملکہ سے جا کر کہہ دینا۔ دیکھیں گے کہ ملکہ اس سارے معاملے کا کیا ملہ لڑتی ہے؟“

بڑے منادی نے دائی فوہ کی بات پر رضامندی کا اظہار کیا اور کہنے لگا: ”فوہ! تو ٹھیک کہتی ہے۔ اس لڑکی کو ضرور ملکہ کے دربار پیش کرنا چاہئے، آگے لے لی قسمت کہ ملکہ اس کے لئے کیا فیصلہ کرتی ہے؟“

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دوسری دائی نام جس کا سفرہ تھا، وہ بڑی نرمی سے بولی اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی: ”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کے ذریعہ ہمیں کوئی ایسی عورت مل جائے جس کا یہ بچہ چلے اور ہم سب ملکہ کی طرف سے کسی بڑے انعام کے حقدار ہو جائیں۔“

بڑے منادی نے دوسری دائی سفرہ کے جب یہ الفاظ سنے تو کہنے لگا: ”سفرہ! تو بھی ٹھیک کہتی ہے، پر ہمیں پہلے اس لڑکی کو ملکہ کے سامنے پیش کر کے ان حالات کہہ دینے چاہئیں، ایسا نہ ہو کہ اس معاملہ کی تہہ میں کوئی راز ہو اور بعد میں ہمیں اس کو اس کی خبر ہو تو کہیں ہماری گردنیں ہی نہ کاٹ دی جائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بڑا منادی رکا اور پھر دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مزید کہہ رہا تھا: ”اگر ہم سب اپنی گردنیں محفوظ اور مامون دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اس لڑکی کو مار کے ملکہ آسیہ کے سامنے پیش کرنا ہی بہتر ہے۔ رہا سوال انعام کا تو اس لڑکی کی ملکہ کے سامنے اس بچے سے متعلق کوئی نیا انکشاف ہو گیا تب بھی یقین جانو ملکہ انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گی۔“

چنانچہ دوسری دائی سفرہ نے بھی بڑے منادی کے ان خیالات کی تائید کی۔ لہذا وہ اپنے اور موٹی کی بہن کو لے کر محل کی طرف گئے تاکہ اسے ملکہ آسیہ کے سامنے لایا جائے۔

اب منادی اور دونوں دائیاں موٹی طیفہ اور ان کی بہن کے ساتھ محل میں داخل



وہ منادی جو خالی ہاتھ تھا، زمین کی طرف بھکا اور احترام کا اظہار کرتے ہوئے آسیہ سے کہنے لگا:

”اے مقدس ملکہ! اطمینان رکھیے، ایسی عورت کی تلاش میں ہم شہر کی کلی کلی کو چھان ماریں گے جو اس بچہ کو دودھ پلا سکے اور ہمیں امید ہے کہ ہم ایسی کوئی عورت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

آسیہ منادی کی بات پر خوش ہوئی۔ چند سکے اسے انعام میں دیے اور دعا سنائی

میں وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

قدرت کے عناصر بھی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ حرکت میں تھے۔

موٹی طیفہ کی بہن انہیں تلاش کرتی ہوئی اس طرف نکل آئی جس طرف وہ

منادی دائیوں اور موٹی طیفہ کے ساتھ ندا کر رہے تھے۔ جب اس نے سنا کہ وہ

اعلان کر رہے تھے کہ ایک نوزائیدہ بچہ ہے جو کسی کا دودھ نہیں پیتا اور جس عورت کا

دودھ پئے گا، اسے انعام و اکرام کے علاوہ دودھ پلانے کی اجرت بھی ادا کی جائے گی۔

یہ اعلان سنتے ہی موٹی طیفہ کی بہن بھاگ کر لوگوں کے جھوم میں گھس گئی۔

شاید وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ جس بچے کے لئے یہ اعلان کیا جا رہا ہے، وہ بچہ کون ہے

کے لئے شاہی محل کی طرف سے منادیوں کے ذریعہ ایسا اعلان ہو رہا ہے۔ موٹی

بہن جب ان منادیوں اور دائیوں کے قریب گئی تو اس نے جب اس بچہ کو دیکھا کہ

کے لئے ندا کی جارہی تھی تو اس کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئیں اور انہیں خوشی

آنسوؤں سے بھر گئی تھیں جن کی کوئی قیمت کوئی محل نہیں لگایا جاسکتا۔ اس لئے کہ

پہچان گئی تھی کہ جس بچے کے لئے اعلان کیا جا رہا تھا، وہ بچہ اس کا اپنا بھائی موٹی

یہ سارا معاملہ دیکھنے کے بعد موٹی کی بہن نے منادیوں کے سربراہ کو مخاطب

کہنے لگی:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت

پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دائی نام جس کا فوہ تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ثبہات میں ڈوبی آواز میں کہنا شروع کیا:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ

اماری رسائی ہو جائے گی بلکہ انعام و اکرام مل جانے سے ہمارے گھر کی حالت سدھر جائے گی۔ بس میں یہ بات منادیوں اور دائیوں کو سمجھانا چاہتی تھی لیکن انہوں نے میری بات پر دھیان ہی نہیں دیا اور مجھے گھنچ کر آپ کے پاس لے آئے۔“

موٹی علیہ السلام کی بہن سے یہ ساری تفصیل سننے کے بعد آسیہ نے اس سے بڑی نرمی کا اظہار کیا اور منادیوں کو حکم دیا کہ بچے کو اس کی ماں کے پاس لے جایا جائے،

”مگر اس لڑکی کی ماں کا دودھ ہی یہ بچہ پی لے۔“

چنانچہ ملکہ آسیہ کے حکم پر منادی اور دائیاں موٹی کو لے کر موٹی کی والدہ کے گھر

ہانے کے لئے موٹی کی بہن کے ساتھ ہوئے۔

چنانچہ گھر پہنچ کر موٹی علیہ السلام کی بہن نے اپنی ماں یوحاند کو لگ لے جا کر سارا

ماملہ سمجھا دیا کہ جو بچہ آپ کی طرف لایا جا رہا ہے، وہ میرا بھائی موٹی ہی ہے۔ پس

اب یوحاند دائیوں اور منادیوں کے سامنے آئی اور دائیوں نے بچہ اس کی گود میں رکھا تو

بچہ فوراً ماں کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگا یہاں تک کہ سیر ہو گیا اور رزک گیا۔

یہ معاملہ دیکھ کر منادی اور دائیاں ”فی الفور ملکہ آسیہ کے پاس گئے اور بچے کے

دودھ پینے کا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر ملکہ آسیہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ منادیوں کو حکم

دیا:

”جاؤ! اس عورت کو پیچے سمیت یہاں میرے پاس لے کر آؤ تاکہ اس عورت کو

جہاں دودھ پلانے پر ملازم رکھا جاسکے اور سنو! اس عورت اور اس کی بیٹی کے ساتھ

اخلاق اور نرمی سے پیش آنا۔ ان پر کوئی سختی نہ کرنا۔“

چنانچہ منادی اور دائیاں وہاں سے روانہ ہو گئے اور فوراً ہی پھر موٹی علیہ السلام کی

والدہ یوحاند کے پاس آئے، انہوں نے دیکھا کہ بچہ دودھ پینے کے بعد انتہائی پرسکون

انداز میں اس کی گود میں پڑا تھا۔ دائی سفرہ نے اس موقع پر یوحاند کو مخاطب کر کے کہا

”خبر کیا:“

”اے خاتون! تو خوش قسمت ہے کہ تیرا دودھ اس بچے نے اپنی خواہش اور رغبت

سے پی لیا ہے تو تیری خوش قسمتی میں ہم بھی حصہ دار ہو جائیں گے اس لئے کہ تجھے تو اس

ہم کا انعام اور اجرت ملے گی، تیرے ساتھ ہی ساتھ ہم بھی انعام و اکرام سے نوازے

جائیں گے۔ اے خاتون! ہم نے اس واقعہ کی اطلاع ملکہ کو کر دی ہے، اب تو ہمارے

امام نے محسوس کر لیا تھا کہ ملکہ آسیہ اُس کی ضرورت محسوس کر رہی ہے، اُس نے اس سے کام لیا اور کہا:

”اے ملکہ! میں اپنے بچے کو گھر پر چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی، کیونکہ وہ بھی شیر خوار ہاں! اگر آپ راضی ہوں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں۔ میں اسے اپنے گھر پر رکھ کر وہ باؤں گی اور وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس بچے کی حفاظت اور خبر گیری میں ذرا کوتاہی نہ کروں گی۔“

امام نے یہ بات ملکہ آسیہ سے اس لئے کہی تھی کہ انہیں خدائے بزرگ و برتر کا وہ یاد آگیا جس میں انہیں بشارت دی گئی تھی کہ چند روزہ جدائی کے بعد ہم بچے کو پاس واپس لے آئیں گے۔ یہ خیال آتے ہی یوحنا اپنی بات پر جم گئی تھی۔

پانچویں ساری گفتگو کے جواب میں ملکہ آسیہ نے مجبور ہو کر یوحنا کی بات مان لی، انہوں نے اور دانیوں کو انعام دینے کے علاوہ یوحنا کو بھی انعام و اکرام سے نوازا، ان کی پرورش کے لئے رقم فراہم کی۔ اس طرح موسیٰ اپنی والدہ کے پاس پرورش کرتے تھے۔



ساتھ شاہی محل تک چل کیونکہ ملکہ نے تجھے طلب کیا ہے۔“

چنانچہ اُس دایہ کے یہ الفاظ سن کر یوحنا نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ بچے کو سنبھالا اور منادیوں اور دانیوں کے ہمراہ محل کی طرف جانے کے لئے ہوئی۔

جب کہ لوگ یوحنا کو ملکہ آسیہ کے سامنے لائے تو وہ بڑی خوش ہوئی کہ بچہ اُس کے پاس بڑا پرسکون تھا۔

ملکہ نے یوحنا کی عزت افزائی کی اور اُسے اپنے قریب ہی ایک خالی نشست پر بٹھایا اور پھر پوچھا:

”اے خاتون! تیرا نام کیا ہے اور بنی اسرائیل کے کس قبیلے سے تیرا تعلق ہے؟“

اس پر یوحنا مطمئن انداز میں کہنے لگی:

”اے ملکہ! میرا نام یوحنا ہے اور میں اول اول یہاں اپنے بیٹوں کے ساتھ آباد ہونے والے یعقوب کے بیٹے لادی کی نسل سے ہوں۔ میرے شوہر کا نام عمران ہے اور وہ بھی بنو لادی سے ہے۔“

ملکہ آسیہ نے پوچھا:

”کیا تیرا شوہر تیرے ساتھ نہیں آیا؟“

جواب میں یوحنا کہنے لگی:

”جس وقت یہ منادی اور دانیوں میری بیٹی کے ساتھ میرے گھر آئیں، اُس وقت میرا شوہر گھر نہ تھا۔ اس لئے میں اکیلی ہی ادھر چلی آئی۔“

ملکہ آسیہ نے پھر پوچھا:

”اور تمہاری وہ بیٹی بھی تمہارے ساتھ نہیں آئی جس کی وجہ سے تم ہمیں ملی ہو۔“

موسیٰ کی ماں یوحنا نے پھر اپنی گود میں موسیٰ کو سنبھالتے ہوئے کہنا شروع کیا:

”اپنی اُس بیٹی کو میں گھر پر چھوڑ آئی ہوں کیونکہ میرا بھی ایک دودھ پیتا بچہ ہے، اُس کا نام ہارون ہے۔ میری بیٹی اس کی دیکھ بھال کرے گی۔“

یہ الفاظ سن کر آسیہ نے اپنے مطلب کی طرف آتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا:

”اے یوحنا! چونکہ اس بچہ نے تیرا دودھ پی لیا ہے جسے میں اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ لہذا تجھے یہاں اس لئے بلایا گیا ہے کہ تو یہیں شاہی محل میں رہ کر اسے دودھ پلاتی رہے۔“

اس پر برزہ پھر سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

”بیٹی! کیا تو ہمارے علم میں اضافہ کے لئے حنیوں کی زبان اور اُن کے مذہب سے متعلق کچھ کہے گی؟“

برزہ نے جب یہ سوال کیا تب سیاسی بھی بڑے غور سے سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

”سریان! اگر تم برزہ کے ان سوالوں کا سیر حاصل جواب دو تو پھر میں تم سے وعدہ کروں کہ جب تم یہ تفصیل بتا چلو گی، تب میں تم پر ایک ایسا انکشاف کروں گا جسے اب تک تم سے چھپا کر رکھا اور اُس انکشاف کو سن کر تم خوش بھی ہو جاؤ گی۔“

جواب میں سریان نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی:

”گلتا ہے جس طرح میں نے یہ بات چھپا کر رکھی تھی کہ میں حنیوں کے بادشاہ کی بیٹی ہوں، اس طرح آپ نے بھی اپنا کوئی راز چھپا رکھا ہوا ہے۔ بہر حال آپ فکر نہ کریں۔ میں حنیوں کی زبان اور مذہب سے متعلق تفصیل سے بتاتی ہوں، اُس کے بعد آپ مجھ پر وہ انکشاف کیجئے گا جسے اب تک آپ چھپائے ہوئے ہیں۔“

سریان نے جب اس کا وعدہ کیا تب سریان نے تفصیل کے ساتھ حنیوں کے مذہب اور اُن کی زبان سے متعلق تفصیل کہہ دی تھی جو کچھ سریان نے کہا تھا، اُس کا لب لباب پھر اس طرح ہے:

”جہاں تک حنیوں کی زبان کا تعلق ہے تو ان کے گروہوں کی طرح اُن کی زبان کا تلفظ بھی اسی جیسا کہ سریانیوں کی زبان سے کافی حد تک ملتی جلتی تھی۔“

مذہبن لکھتے ہیں کہ حتی دستاویزوں کا سب سے بڑا مجموعہ وہ ہے جو ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۷ء تک یومناز کوئی شہر سے برآمد ہوا۔ یہ دس ہزار سے زیادہ تختیاں تھیں جو حکمرانوں، شاہی محافظ خانہ کے طور پر ۱۳۰۰ ق م کے آس پاس جمع کی گئیں، ان میں مسامری خط استعمال کیا گیا تھا جس کی کلید یوگوسلاویہ کے ایک عالم نے دریافت کی۔ اس عالم کا نام

ایک روز اشوکانی شہر میں اپنی حویلی کے اندر سیاسی، اُس کی بیوی سریان، طامہ اور برزہ اکٹھے بیٹھے گھر کی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک برزہ نے اپنا رخ بدلا اور سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

”بیٹی! اب تو سیاسی کی بیوی ہے۔ سیاسی سے بے پناہ محبت بھی کرتی ہے۔ صبح میں اور طامہ جب اکٹھے بیٹھے ہوتے تھے تو ہم نے یہ سوچا کہ سریان کو اب یہاں رہتے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے، لہذا اُس سے پوچھا جائے کہ کیا وہ ہمارے ماحول سے مطمئن اور خوش ہے۔“

برزہ کے ان الفاظ کے جواب میں سریان نے گھورنے کے انداز میں طرف دیکھا، پھر کہنے لگی:

”خوش نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اپنے آپ کو انتہاء درجہ کی بخت خیال کرتی ہوں کہ میں سیاسی کی بیوی ہوں اور مجھے آپ دونوں کی طرف مودار نہ شفقت نصیب ہے۔ اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا نعمت مل سکتی ہے۔ جہاں یہاں کا ماحول ہے، میں اس سے بے حد خوش اور مطمئن ہوں۔“

سریان جب خاموش ہوئی تب برزہ پھر بول اُٹھی، کہنے لگی:

”بیٹی! تمہیں یہاں کی اور وہاں کی زبان اور مذہب میں خاصہ فرق محسوس ہوگا۔“

اس پر سریان کہنے لگی:

”زبان میں تو کوئی اتنا فرق نہیں ہے، ہاں! مذہب میں ضرور ہے۔ لیکن آکر جو عقائد مجھے ملے، میں سمجھوں ہوں ہمارے عقائد سے وہ بہت بہتر اور عقائد زیادہ قریب ہیں۔“

طرح شام میں عود اور عیشاری، مغرب میں ایڈونٹس اور ونش کی اور ایشیائے کوچک میں آیش اور سیسل کی۔

تیشوب کو یوں پیش کیا جاتا تھا کہ ایک آدمی ساڑ پر کھڑا ہوتا اور اس نے ہاتھ میں بنی پکڑی ہوتی تھی، سب سے زیادہ طاقتور معبود سورج دیوی تھی جو جنگ کی دیوی بن گئی اور زمین کی دیوی کی بھی کچھ صفات حاصل کر لی تھیں۔

دیوتاؤں کا لباس جیسا کہ یادگاروں متشالوں سے ظاہر ہوتا ہے عموماً گھٹنوں سے اوپر کرتا ہوتا اور سر پر بخر دلی شکل کی ٹوپی ہوتی تھی۔

دیویوں کو بہت لمبے کرتے پہنائے جاتے تھے اور ان کے سروں پر اسطوانہ نما بلند ٹیڑھی رکھی جاتی، جو تے نوکدار ہوتے اور ان کا اگلا حصہ اوپر اٹھا ہوا ہوتا۔ یہ چیز دیوتاؤں اور دیویوں میں مشترک دیکھی گئی ہے۔ انسانی شکلیں بھی اسی لباس میں بنائی جاتیں مگر بسامت میں دیوتاؤں سے کم تر ہوتیں۔ بھاری لباس اور اوپر اٹھے ہوئے جوتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قوم کی ابتداء سرد و برفانی آب و ہوا میں ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ حنیوں نے شامیوں و مصریوں اور آشوریوں سے تعلقات پیدا کر لئے تو اجنبی دیوتاؤں و دیویوں کو بھی اپنایا۔ مصری معاہدے میں ایسے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے ایک ہزار دیوتا اور دیویاں معلوم ہوتے ہیں کہ حنیوں میں عورتوں کا درجہ مقابلہ بلند تھا اور عام میلان ایک بیوی کی طرف تھا۔ اس کی تصدیق اول تو یوں ہوتی ہے کہ حنیوں کے دارالاصنام میں دیویوں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ دوسرے باب حنیوں کے ایک بادشاہ شہیلو کی موت نے سہستانوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تو دو شرطیں رکھی گئی تھیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ سہستانی بادشاہ کی صرف ایک بیوی ہو اور وہ حتیٰ شہزادی ہونی چاہئے۔

حنیوں سے متعلق اب تک کھدائی کے دوران جو کچھ معلومات حاصل ہوئیں ہیں، ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر ایسے لوگ بھی تھے جنہیں تاریخ کے اوراق میں خابرو کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ لوگ حنیوں کے لشکر میں بھی کافی تعداد میں شامل تھے اور جو کھدائی کے دوران کتبات ملے ہیں، ان میں خابرو کے نام سے ان کا ذکر بڑا نمایاں پیش کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ خابرو جو حنیوں نے اندر تھے وہ جنوبی علاقوں کو پامال کر رہے تھے۔ خابرو اکادی لفظ ہے یعنی یہ ایک

جاتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک سطر دائیں سے بائیں جانب، دوسری سطر سے دائیں جانب ہوتی تھی۔ اس رسم الخط کی کلید حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔ شام میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں ان کے تصویری کتبات والی یادگاریں ہیں۔ ان میں سے ایک کریش یعنی جرابلس شہر دوسرا حلب اور تیسرا حما۔ کریش ۲۴۴ گنگی کتبات حاصل ہوئے ہیں، جواب برطانیہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ صرف چار کتبات برآمد ہوئے جب کہ چار مہرین راس الشمرہ سے ملیں اور عجائب گھروں میں محفوظ ہیں۔

مٹی زبان و ادب کے سلسلے میں جو کچھ برآمد ہوا، اس میں زیادہ تر مذہبی نظریات و دعاؤں و انسانوں کے ناموں و افسانوں اور خطوں پر مشتمل مواد ہے۔ ان سے ایک مجموعہ قوانین بھی ملا ہے جس کا تعلق چودھویں صدی قبل مسیح کے وسط سے ہے۔ مجموعہ کی تفصیلات بہت ملکی تھیں حالانکہ سامی عربوں کی تفصیلات عموماً ملکی نہیں تھیں۔ اس میں آٹھ کے بدلے آٹھ والا قانون قطعاً موجود نہیں۔ زیادہ تر تفصیری قوانین زراعت سے متعلق رکھے گئے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ زراعت اُس وقت اقتصادی نظام کی بنیاد تھی۔

جہاں تک حنیوں کے مذہب کا تعلق ہے تو حنیوں کے مذہب کے متعلق مزید کہتے ہیں کہ کچھ زیادہ معلومات فراہم نہیں، تاہم مظاہر پرستی ان کے ہاں اپنی شکل میں بالکل نمایاں نظر آتی ہے۔ درختوں، دریاؤں، درختوں اور پہاڑوں کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ دیوتاؤں میں سب سے زیادہ معروف اور مشہور ان کا تیشوب نام کا ایک تھا جو آدمی اور بھڑوں کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ اس کو قوی دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا۔ سہستانوں کے کچھ علاقوں میں بھی اس دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ مختلف شہروں میں دیوتاؤں کو اُس کے مقامی مظاہر سمجھا جاتا تھا۔

ایک اور دیوتا تلے بنوش تھا اور شام کا حد نام کا دیوتا اس سے ملتا جلتا تھا۔ مصر کے ساتھ جو معاہدہ ہوا، اس میں حد کی ریفقہ کو عیشاری بتایا گیا لیکن اس کا حتی نام تک ٹھیک دریافت نہیں ہوا۔ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ اُس کا نام ماتھا تھا۔

حنیوں کے ہاں یہ دیوی زمین کی نمائندہ تھی اور مغلوب قوتوں کی سب سے بڑی پرائی دیوی خیال کی جاتی تھی۔ تیشوب اور عیشاری کی پوجا بالکل اسی طرح ہوتی تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب خاموش ہوئی تب اُس کی طرف غور سے دیکھتی ہوئی برزہ نے پوچھا:

”سریان، میری بیٹی! حنیوں کے ہاں جن بتوں کی پوجا پاٹ ہوتی ہے، اُس کی تعبیل تو نے ہم سے کہی لیکن تو دیکھتی ہے کہ ہم بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والے نہیں ہیں۔ ہم ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور دین ابراہیم کے پیروکار ہیں۔ کیا تم ہمارے اندر رہتے ہوئے اپنے دین کے معاملے میں کچھ...“

یہاں تک کہتے کہتے برزہ کو ڈک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اُس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے سریان کہنے لگی:

”آپ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں؟ میں تو اپنے آپ کو خوش بخت خیال کرتی ہوں کہ میں بتوں کی پوجا پاٹ کے ماحول سے نکل کر آپ لوگوں کے اس ماحول میں آئی ہوئی ہوں جہاں صرف خالق کائنات کو ترجیح دی جاتی ہے اور اُس کی پرستش کو امت دی جاتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں مذہب کے لحاظ سے حنیوں کی نسبت یہاں کا ماحول بہت اچھا ہے اور میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ اس ماحول میں، میں اتنی مطمئن، اتنی خوش ہوں جس کا تم اندازہ نہیں کر سکتی۔ اتنی خوش اور مطمئن تو میں حنیوں کے ہاں اپنے ماں آپ کے پاس بھی نہ تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سریان رکی۔ اُس کی گفتگو سے برزہ خوشی اور طمانیت میں گر رہی تھی۔ یہاں تک کہ سریان نے پھر سیماس کو مخاطب کیا:

”جج میں اماں برزہ نے نیا موضوع چھیڑ دیا تھا۔ میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا آپ نے ابھی تک اُس کا جواب نہیں دیا کہ آپ مجھے کون سی خوشخبری دینا چاہتے ہیں، اور کس راز سے پردہ اٹھانا چاہتے ہیں؟“

اس پر سیماس نے پہلے ایک گہری نگاہ سریان پر ڈالی، پھر سنجیدگی سے کہنے لگا:

”سریان! میرے خیال میں اس راز کو راز ہی رہے دو، اگر میں نے اُس راز سے پردہ اٹھا دیا تو میرے خیال میں تمہیں پھر اپنی ذات پر باپوی ہوگی اور میں تمہیں مایوس کر دیکھنا چاہتا۔“

”آپ اُس راز سے پردہ اٹھائیں، میرے مایوس ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں کیوں مایوس ہوں گی؟“ میں تو یہاں اپنی مرضی سے رہ رہی ہوں اور بانگش

طرح کا شامی عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں دوسری جانب سے آنے والا یا دریا کو عبور کرنے والا۔ پندرھویں صدی مسیح کی دستاویزوں میں خابرو کو رضا کار غلام بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ ۱۳۰۰ ق م اور ۱۱۵۰ ق م میں انہیں عقیدوں کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

مؤرخین نے بھی لکھتے ہیں کہ حنیوں کی سرگزشت میں خابرو کا ذکر پہلے پہل ۱۶۰۰ ق م میں ان کے بادشاہ مارشل اول کے عہد میں آیا ہے اسی نے ان لوگوں کو ملازم رکھا تھا۔ تل الامارہ کے مقام پر جو کھدائی کے دوران خطوط ملے ہیں، ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ خابرو فرعون کے مقابلے میں باغیوں سے مل گئے تھے اور ۱۳۶۷ ق م میں انہوں نے شامی شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

ان خطوط میں یروشلیم کے بادشاہ عبدخیا کا ذکر بھی ملتا ہے جو ان دنوں فرعون مصر کا باجگوار تھا اور ان دنوں مصر کا فرعون اخناتون تھا۔ یروشلیم کے عبدخیا نام کے اسی بادشاہ نے حنیوں کے اندر موجود خابرو کے خلاف فرعون سے امداد کی درخواست کی تھی جن سے عبدخیا کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

خابرو کے متعلق کہیں کوئی واضح ذکر ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ آیا یہ مختلف عناصر کا ایک گروہ تھا جو دو آبدجلہ و فرات میں بس گیا تھا۔ یہ نام سب سے پہلے ۲۳۰۰ ق م میں ناران سن کے جنگجوؤں کے لئے استعمال ہوا اور ناران سن قدیم اکادی حکمران خاندان سے تھا اور یہ شامی اور عربی تھے۔ پھر یہ نام اٹھارویں صدی کے ایک خط میں بھی استعمال ہوا، اس کے بعد پندرھویں صدی قبل مسیح کی ملنے والی تختیوں میں بھی حنیوں کے اندر کام کرنے والے ان خابرو کا ذکر ملتا ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حنیوں کے اندر کام کرنے والے یہ خابرو یا بھڑوں کا جہاں تک تعلق ہے تو ان کا کوئی مخصوص قومی گروہ نہ تھا بلکہ خانہ بدوش و اجنبیوں اور قزاقوں کا ایک جھنڈ تھا جو تنخواہ یا مالی غنیمت کے لالچ میں عموماً حنیوں کے ساتھ مل جایا کرتے تھے۔

حنیوں کی زبان اور مذہب سے متعلق اختصار کے ساتھ بتانے کے بعد سریان نے ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے شوہر سیماس پر ڈالی، پھر کہنے لگی:

”آپ لوگوں کے کہنے پر میں نے حنیوں کی زبان اور ان کے مذہب سے متعلق تفصیل سے بتا دیا ہے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ جب میں یہ تفصیل بتا چلوں گی تو آپ بھی مجھے ایک اہم خبر سنائیں گے جسے اب تک آپ نے راز بنا رکھا تھا۔“

سیاس جب خاموش ہوا تب سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی: ”اچھا، تو آپ کے یہ خیالات ہیں میرے متعلق۔ اگر میری بڑی بہن رعسمیس کی بی بی بن گئی ہے تو پھر سنیں، میں اُس سے ہزار بار درجہ اچھی ہوں کہ میں ایک ایسے شخص کی بی بی بنی ہوں جس کا نام سیاس ہے جو سینتائیس کا سالہ راطلی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک ایسے دین و مذہب سے تعلق رکھتا ہے جس میں وحدانیت کی پرستش ہوتی ہے اور اس دین کے ماننے والے اللہ کے بزرگ نبی ابراہیمؑ کے پیروکار ہیں۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ ساتھ والی حویلی جو طباش کی تھی، اُس میں شور و غوغا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یہ شور سن کر سریان و برزہ اور طمامہ ہی نہیں سیاس بھی کسی قدر فکر مند اور پریشان ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا، پھر اپنی ماں طمامہ و بیان اور برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا:

”یہ نہ جانے طباش کی حویلی میں کیا معاملہ ہوا ہے کہ اس قدر شور اٹھا ہے۔“

اس سے خیال میں آپ لوگ بیٹھیں، میں دیکھتا ہوں کیا ہوا ہے؟“

اس پر طمامہ و برزہ اور سریان بیویں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں اور سریان، سیاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

”ہم بھی آپ کے ساتھ جاتی ہیں، پھر دیکھتی ہیں کہ طباش کی حویلی میں کیا ہوا ہے۔“

وہاں اس قدر شور و غوغا اٹھ رہا ہے۔“

سیاس کی اس تجویز سے سیاس نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ چاروں دیوان خانے کے اگل کر بڑی تیزی سے اپنے ہمسائے میں طباش کی حویلی کی طرف جا رہے تھے۔



خوش اور مطمئن ہوں۔ دیکھیں! آپ وقت ضائع نہ کریں، آپ بتائیں کس راز پر پردہ اٹھانا چاہتے ہیں؟“

اس پر سیاس نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر ایک گہری نگاہ سریان پر ڈالی اُس کے بعد وہ کہہ رہا تھا:

”سریان! بات یہ ہے کہ جو گزشتہ جنگ رعسمیس اور تمہارے باپ کے درمیان ہوئی تھی، تم یہ تو جانتی ہو کہ پہلی جنگ میں تمہارا چچا اور تمہارے باپ کا بڑا بھائی ملا تھا اور اُس کے بعد بھتیجیوں نے تمہارے باپ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اُس کے بعد ایک جنگ تمہارے باپ اور رعسمیس کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ میں بھی چونکہ رعسمیس کا سیلاب رہا تھا، لہذا بھتیجیوں نے رعسمیس سے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ اس صلح کے لئے کچھ شرائط رکھی گئی تھیں اور امن شرائط میں ایک شرط تمہاری بڑی بہن دلوزہ کے متعلق بھی تھی۔“

دلوزہ کا نام سن کر سریان چوکی تھی۔ جتنو بھرے انداز میں سیاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

”میری بہن دلوزہ سے متعلق کیا شرط تھی؟“

”شرط یہ تھی کہ دلوزہ کو رعسمیس سے بیاہ دیا جائے۔ تمہارے باپ نے اس بات کی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ تمہاری بڑی بہن کو رعسمیس سے بیاہ دیا گیا۔ اب تمہارے مرکزی شہر خوشاش میں نہیں بلکہ وہ رعسمیس کے مرکزی شہر ممفس میں رعسمیس کی بیوی کی حیثیت سے قیام کئے ہوئے ہے۔“

سیاس جب خاموش ہوا، تب سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی:

”اچھا ہوا کہ وہ رعسمیس کی بیوی بن گئی۔ اس سے بڑھ کر اُسے کیا چاہئے تھا؟“

آپ نے یہ کیوں کہا کہ اس راز سے پردہ اٹھ گیا تو میں اپنی ذات پر مطمئن نہیں رہتا گی۔“

سیاس نے غور سے سریان کی طرف دیکھا، کہنے لگا:

”میں اس راز سے پردہ اس لئے نہیں اٹھانا چاہتا تھا، سوچا کہ تم یہ خیال کر لو گی کہ تم سے تو تمہاری بڑی بہن دلوزہ ہی اچھی رہی جو مصر کے بادشاہ رعسمیس کی بیوی بن گئی۔ حالانکہ شخصیت و خوبصورتی و جمال اور دیگر صفات میں تم اُس سے کہیں بڑھ کر ہو۔“

پاس لے کر آئیں اور ساتھ ہی اُس نے منادیوں کے ذریعہ شہر میں اعلان کر دیا کہ:

”میرا بچہ آج میرے گھر آ رہا ہے، لہذا شہر میں کوئی ایسا نہ رہے جو اپنے گھر سے باہر نکل کر اس کا احترام اور عزت نہ کرے۔ میں خود اس کی نگرانی کروں گی اور دیکھوں گی کہ اہل شہر اس معاملے میں کیا کرتے ہیں؟“

اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ جب یوحاندہ موٹی کو لے کر اپنے گھر سے نکلی تو لوگوں نے اُن دونوں پر تحائف اور ہدایا کی بارش شروع کر دی، یہاں تک کہ یوحاندہ بچے کو لے کر ملکہ آسیہ کے پاس پہنچ گئیں۔

جس قدر تحائف ملے تھے، ملکہ آسیہ نے یوحاندہ کے حوالے کر دیئے۔ پھر بچے کو اُن سے لے لیا اور اسے صحت مند اور چاق و چوبند دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ اسی خوشی میں اُس نے اعلان کر دیا کہ میں ابھی اپنے بچے کو لے کر رعسمیس کے دربار میں جاتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ وہ میرے بیٹے کو کیا انعام دیتا ہے۔

موٹی کو اپنی گود میں لئے ملکہ آسیہ بھرے دربار میں داخل ہوئی اور موٹی کو اُس نے رعسمیس کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا:

”میں نے آج اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلوا لیا ہے۔ سب لوگوں نے اسے تحائف پیش کئے ہیں۔ اب میں اسے آپ کے پاس لے کر آئی ہوں اور دیکھوں کہ آپ اسے کیا تحفہ دیتے ہیں۔“

رعسمیس نے موٹی کو گود میں لے لیا۔ درباری بچے کو اُس کی گود میں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ رعسمیس آسیہ سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُسی لمحے موٹی نے رعسمیس کی اڑھی بکڑی اور اُسے کھینچ کر زمین کی طرف بھجکا تا شروع کر دیا۔ ملکہ آسیہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی اور ہنسنے، خوشی کا اظہار کرتے درباریوں پر خاموشی اور تنبیہ کی طاری ہو گئی۔

اس موقع پر دربار کا ایک بوڑھا کاہن اٹھا اور رعسمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

”اے بادشاہ! بنی اسرائیل کا وہ وعدہ ہم بھرے دربار میں پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اللہ نے ان کے بڑے نبی ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا نبی پیدا ہوگا جو آپ پر غالب آئے گا اور آپ کو بچھا ڈے گا۔ ہاں اے بادشاہ! یہ وہی لڑکا ہے جو آنے والے دنوں میں آپ کے لئے دشواری کا

سیاس و سریان و طمامہ اور برزہ چاروں تیز چلتے ہوئے اپنے ہمسائے میں طباش کی حویلی پر آئے اور سیاس نے آگے بڑھ کر حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا طباش تھا، اُسے دیکھتے ہی فکر مند کے اظہار میں سیاس نے اُسے مخاطب کیا:

”طباش میرے بھائی! ہم چاروں بھاگے بھاگے آئے ہیں، یہ تمہارے ہاں کیسا شور و غوغا اٹھ رہا تھا؟“

سیاس کے ان الفاظ پر طباش قہقہہ لگاتے ہوئے ہنس پڑا، پھر کہنے لگا:

”پہلے چاروں اندر آؤ، پھر بتاتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے؟“

اس پر سیاس و سریان و طمامہ اور برزہ چاروں داخل ہوئے۔ پھر انہیں دیوان خانہ کی طرف لے جاتے ہوئے طباش کہنے لگا:

”دراصل میرے ہاں میٹا ہوا ہے، اس لئے میں، اماں اور بہن اس موقع پر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔“

طباش کے ان الفاظ پر سیاس و سریان و طمامہ اور برزہ بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ تیز تیز چلتے ہوئے دیوان خانہ میں داخل ہوئے، جہاں طباش کی ماں شیرات و بہن یافش اور ایک طرف ایک مسہری پر بلسان اپنے نومولود بچے کے ساتھ بڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ سیاس و سریان و طمامہ اور برزہ بھی طباش و شیرات اور یافش کے ساتھ اُن کی خوشیوں میں شامل ہو گئے تھے۔



جب موٹی کچھ بڑے ہوئے، اپنے ہاتھ پاؤں ملانے کے قابل ہو گئے تو مصر کی ملکہ آسیہ نے اپنے چند درباریوں کو حکم دیا کہ بچے کو یوحاندہ کے ہاں سے اُس کے

باعث بنے گا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اس نے آپ کی داڑھی پکڑ کر آپ کو زمین کی طرف جھکا دیا تھا۔ گویا یہ آپ کو پچھاڑنا چاہتا ہے۔“

”اپنے اس کاہن کی یہ گفتگو سن کر رمعیس پریشان ہو گیا۔ اس کی دوسری بیویوں سے جو اس کی اولاد تھی، وہ بھی یہ گفتگو سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد رمعیس بلند آواز میں چلایا، ”اُن لشکریوں کو بلاؤ جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے پر مامور ہیں تاکہ سب لوگوں کے سامنے اس بچے کو ذبح کر دیا جائے، اور آئے والے دور میں ہمارے لئے کسی دکھ اور مصیبت کا باعث نہ بنے۔“

رمعیس کی اس گفتگو کے جواب میں ملکہ آسیہ فوراً بولی اور کہنے لگی: ”رمعیس یہ بچہ تم مجھے دے چکے ہو، پھر تم یہ معاملہ اس کے ساتھ کیوں کر رہے ہو؟“

رمعیس غضب ناک ہو کر بولا۔ ”یہ بچہ ایسی سزا کا حقدار ہے۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ یہ میری داڑھی کھینچتے ہوئے گویا یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ مجھے زمین پر پچھاڑ دے گا اور مجھ پر غالب آئے گا۔ لہذا اس کا قتل کرنا ضروری ہے۔“

اس پر ملکہ آسیہ نے معاملے کو بگڑتے اور بچے کو خطرے میں دیکھا تو بڑی فکرمند ہوئی۔ فوراً ہی اس نے کچھ سوچا اور رمعیس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اس معاملے کو نبٹانے کے لئے میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں جس سے فیصلہ ہو جائے گا کہ آپ کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف کھینچنے والا معاملہ بچے نے اپنے بچپن کی خبری اور لاشعوری جذبے کے تحت کیا ہے یا یہ دانستہ شوخی ہے۔ میری تجویز سے سارا معاملہ مکمل کر سامنے آجائے گا لیکن میری شرط یہ ہے کہ جب تک یہ معاملہ ٹھٹ نہ جائے، اس وقت تک آپ بچوں کو ذبح کرنے والے لشکریوں کو نہ بلائیں۔“

فرعون نے اپنی ملکہ آسیہ سے وعدہ کیا، پھر کہنے لگا۔ ”کہو، تم اپنی تجویز کو، میرا وعدہ ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ کر لیا جائے گا، ذبح کرنے والے لشکریوں کو نہیں بلایا جائے گا۔“

چنانچہ جواب میں ملکہ آسیہ فیصلہ کن انداز میں کہنے لگی۔ ”اگر یہ معاملہ ہے تو پھر ایسا کیجئے کہ دو طشت منگوائیے۔ ایک طشت میں آگ کے دھتے ہوئے انگارے اور دوسرے طشت میں دو چمکدار اور انتہائی جاذب نظر اور

بہترین موتی ہوں۔ بس ان دونوں طشتوں کو بچے کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اگر بچہ انہما کر موتی اٹھالے اور انگاروں کو چھوڑ دے تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے آپ کی داڑھی پکڑ کر کھینچنے کا عمل کیا اور یہ عمل اپنے عقل و شعور سے اور دانستہ طور پر کیا ہے۔ ایسی موت میں آپ کو حق ہوگا کہ آپ اُن لشکریوں کو بلائیں اور انہیں حکم دیں کہ اس بچے کو قتل کر دیں، میں کوئی اعتراض نہ کروں گی۔ میں یہ سمجھ کر خاموش ہو جاؤں گی کہ میں اس بچے کو اپنایا ہی نہ تھا۔“

”لیکن اسے رمعیس! اگر بچہ ہاتھ بڑھا کر انگاروں کو اٹھالے اور موتیوں کو اٹھا کر دے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ کام اس نے عقل و شعور سے نہیں کیا بلکہ بچپن کی احمیت اور بھول پن میں اس سے یہ فعل سرزد ہوا ہے۔ اس صورت میں مجھے یہ حق ملے گا کہ میں اس بچے کو یہاں سے لے جاؤں۔“

ملکہ آسیہ کی اس تجویز پر رمعیس کا غصہ فرو ہو گیا اور کسی قدر مسکراتے ہوئے انہما کر لہجے میں اس نے ملکہ آسیہ کی اس تجویز کی حمایت اور تائید کی تھی۔ ساتھ ہی وہ انہما کر مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم جانتی ہو میری سب بیویوں میں تم چھوٹی ہو اور میں تمہیں سب سے عزیز رکھتا ہوں۔ لہذا تمہاری خوشی کی خاطر اس تجویز کو منظور کرتا ہوں۔ میں اسے رد نہیں کر سکتا۔ لیکن نہ کرنے سے تم ناخوش ہو جاؤ گی اور تمہاری ناراضگی میرے لئے تکلیف کا باعث ہوگی۔ لہذا یہاں سب لوگوں کے سامنے تمہاری اس تجویز پر عمل کیا جائے گا۔“

آسیہ کو مخاطب کرنے کے بعد آخر فرعون رمعیس اپنے بیٹے منتحاک کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”میرے بیٹے! تم خود جاؤ اور دو ایسے طشت لاؤ کہ ایک میں موتی اور دوسرے انگارے ہوں اور ہم اسی تجویز پر عمل کریں گے جو ابھی سب کے سامنے آسیہ نے پیش کی ہے۔“ اپنے باپ کا یہ حکم سن کر منتحاک وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ فرعون رمعیس کا بیٹا جو اس کی مختلف بیویوں سے

ہاں کام کیا اور بچہ مجھے زندہ سلامت مل گیا۔“

آسیہ کے ان الفاظ پر رمعیس کی ماں یوحاندہ فکرمند اور پریشان ہو گئی تھی، کہنے لگی۔ ”یہ معاملہ کیسے اور کیونکر ہوا، کیا آپ مجھے اس کی تفصیل نہ بتائیں گی۔ کیونکہ میں اب اس بچے کی پرورش میں ملوث ہو گئی ہوں۔“

آسیہ نے جو کچھ اس بچے اور اپنے ساتھ رمعیس کے دربار میں پیش آیا تھا، یوحاندہ کو بتا دیا۔ جب وہ خاموش ہوئی تو یوحاندہ فکرمندی میں کہنے لگی۔

”اے محترم ملکہ! یہ معاملہ اور حادثہ تو اس بچے کے لئے سودمند نہیں۔ اگر پھر کبھی ایسا ہو تو بچے کی جان تو جاتی رہے گی جب کہ مجھے اب اس سے ایسی افسوس ہو گئی ہے کہ میں یہ میرا اپنا ہی بیٹا ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ بچہ یہاں شاہی محل میں کم سے کم آئے۔“

اس نے ہو کر یہ پھر کبھی ایسی ہی یا اس سے بڑی انتظار میں پڑ جائے۔ اس لئے اے ملکہ! اس کے بارے میں آپ احتیاط کریں اور اس پر مستزاد یہ کہ میرے بچے اس کے ساتھ اپنے مانوس ہو چکے ہیں کہ وہ ملی بھگت کو اپنے آپ سے اسے علیحدہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ ان حالات میں، میں امید کرتی ہوں کہ آپ کوئی بہتر فیصلہ کریں گی۔ ایسا فیصلہ جس میں اس بچے کی بہتری اور عافیت ہو اور انہیں خدشات اور اندیشوں کو سامنے رکھتے ہوئے، میں آپ سے یہ گزارش کروں گی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ بچہ زیادہ سے زیادہ میرے پاس رہے، ہاں آپ سے ملانے کے لئے میں کبھی کبھی آپ کے پاس لے آیا کروں گی۔“

یوحاندہ کی باتوں سے متاثر ہو کر آسیہ نے فکرمندی آواز میں اپنی رائے اور فیصلے کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تو جن خدشات اور خطرات کا اس بچے کے متعلق اظہار کیا ہے، میں ان سے عمل طور پر اتفاق کرتی ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آسیہ زکی، کچھ سوچا، دوبارہ اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”تمہاری ساری باتیں سن کر میں ایک نتیجے پر پہنچی ہوں۔ لہذا میرا یہ فیصلہ ہے کہ بچہ مکمل شاہی اخراجات پر تمہارے پاس تمہاری نگہداری میں ہی پرورش پائے گا۔ آج یہ حادثہ ہونے جا رہا تھا اگر دوبارہ ایسا ہی حادثہ رمعیس کی موجودگی میں ہو گیا تو پھر اس

وہ دونوں طشت جب فرعون رمعیس کے سامنے لائے گئے تو رمعیس انہما کر سے اٹھ کھڑا ہوا اور طشت لانے والے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دونوں طشت فرش پر رکھ دو۔“

محافظوں نے دونوں طشت زمین پر رکھ دیئے تو رمعیس نے اپنی بیوی آپس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم بچے کو دونوں طشتوں کے سامنے بٹھا دو۔“ چنانچہ آسیہ نے فوراً اس پر عمل کیا اور موتی علیہ السلام کو جو بچے تھے، فوراً اُن دونوں طشتوں کے سامنے بٹھا دیا۔ موتی علیہ السلام اُن طشتوں کی طرف بڑے، موتیوں کو چھوڑ دیا اور انگاروں کو اٹھا لیا۔ فرعون رمعیس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بڑا پریشان سا ہوا۔ فوراً اُن بڑھ کر بچے سے انگارے چھین لئے کہ کہیں اس کا ہاتھ نہ جل جائے۔ اس طرح جب دربار میں ملکہ آسیہ کی بات رہ گئی تھی۔

اس موقع پر فرعون رمعیس نے بچے کو اٹھا کر آسیہ کو دے دیا اور پرسکون انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سن آسیہ! تم نے اپنی تجویز سے ثابت کر دیا ہے کہ اس بچے نے میری داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف کھینچنے کا عمل یقیناً بچپن کی بے خبری اور معصومیت میں کیا ہے۔“

نے انگاروں کو تھام کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس نے یہ کام اپنے عقل و شعور کے تحت دانستہ نہیں کیا، لہذا تم اس بچے کو اپنے پاس رکھتے اور اس کی پرورش کرنے کا حق ہوں۔“

یہ معاملہ دیکھ کر درباریوں میں سے کوئی نہ بولا، سب خاموش رہے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آسیہ حرکت میں آئی اور موتی علیہ السلام کو وہاں سے لے گئی۔

جب آسیہ اپنے کمرے میں واپس آئی تو موتی علیہ السلام کی ماں یوحاندہ کمرے میں بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ آسیہ نے بچے کو لا کر اس کی نگہداشت رکھتے ہوئے کہا۔

”سن یوحاندہ! آج تو میں اس بچے سے محروم ہو چلی تھی۔ میرا شوہر رمعیس خاتمہ کرنے کے لئے کچھ محافظوں کو طلب کرنے ہی والا تھا کہ میری ایک

ہم اند کو تھائی اور کہنے لگی۔
”فقدی کی یہ ٹھیلی اپنے پاس رکھو، تمہارے کام آئے گی۔ اب تم جاؤ، شاعی محل کی
دونوں دایاں جو بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر ہیں اور جن
دونوں کو تم خوب جانتی ہو، میرے کہنے پر وہ دونوں دایاں گاہے بگاہے تمہیں بچے کی
پردش کے لئے معقول نقدی اور معاوضہ پہنچاتی رہیں گی۔ اس سلسلے میں تم بالکل مطمئن
اور آسودہ رہنا۔“

چنانچہ ملکہ آسیہ کے اس فیصلے اور اُس کی گفتگو سے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے
”نئے یوحنا اپنے بیٹے موسیٰ کو لے کر شاعی محل سے نکل گئی تھیں اور اب موسیٰ بن ظفر یعنی
سامری ایک منہ بند غار میں جبرائیل کے ہاتھوں پر درش پانے لگا اور موسیٰ علیہ السلام بن
نران اپنے ہی گھر میں اپنی والدہ کے پاس شاعی اخراجات پر پلنے لگے تھے۔



بچے کی خبر نہیں، رمیسس اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس کے علاوہ ایک اور معاملہ بھی
ہے کہ یہ مصر کے بڑے بڑے کاہن اور ستارہ شناس نہ جانے کیوں اس بچے کے مخالف
ہو کر بچے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو
ہو کر مصر کے حکمرانوں کی چاہی اور بنی اسرائیل کی نجات، آزادی، فلاح اور عزت کا
باعث بنے گا۔ لہذا یہ بچہ اب زیادہ تر تیرے پاس ہی رہے گا۔ میں جب اسے لےنے کے
لئے شاعی محل میں بلایا کروں گی تو اپنی طرف سے پوری کوشش کیا کروں گی کہ یہ
رمیسس کے نزدیک اور سامنے نہ جانے پائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آسیہ پھر رُکی۔ اُس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے متعلق
اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ بچہ مجھے دوسرے بچوں کی نسبت علیحدہ اور مختلف لگتا ہے۔ جس وقت میرا شوہر
اس بچے کے قتل کے درپے ہو گیا تھا تو میں نے یونہی آگ کے انگاروں اور موتیوں کی
تجوڑ پیش کر دی تھی۔ میں تو صرف اسے قتل ہونے سے بچانا چاہتی تھی لیکن میں اُس
وقت حیران اور دنگ رہ گئی جب میری خواہش کے عین مطابق اس بچے نے موتیوں کو
چھوڑ کر انگاروں کو تھام لیا۔ اس لئے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ بچہ عام اور دوسرے
بچوں کی نسبت مختلف اور منفرد ہے۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے، اگر کسی
موقع پر میں اس بچے کی طرف سے زیادہ پریشان بھی ہوئی تو میں خود تمہارے گھر آ کر
اس سے مل لیا کروں گی۔“

موسیٰ علیہ السلام کی ماں یوحنا آسیہ کے اس فیصلے سے بے حد خوش ہوئی تھی۔ اس
لئے کہ وہ تو خود یہی چاہتی تھی کہ بچہ ہمہ وقت اُس کے پاس ہی رہے اور وہ خود اس کی
پردش اور نگرانی کرے۔ لہذا وہ آسیہ کی گفتگو سے مطمئن اور خوش ہو کر اُس کا شکریہ ادا
کر رہی تھی۔ اُس کے بعد آسیہ کے کہنے پر بچے کو سنبھالتے ہوئے اُس نے آسیہ سے
جانے کی اجازت طلب کی، وہ بڑی خوشگوار آواز میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”کیا اب میں بچے کو لے جاؤں۔“

آسیہ کے چہرے پر اداسی کے تاثرات نمودار ہوئے تھے۔ کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔
”ہاں، اب تم بچے کو لے جاؤ لیکن سنو، اس کی دیکھ بھال خوب عمدگی سے کرنا۔“
اس کے ساتھ ہی ملکہ آسیہ نے کچھ سوچتے ہوئے نقدی کی ایک ٹھیلی نکال کر

ہیں۔ ابھی تک وہ ہماری سرحدوں کے اندر نہیں آئے، ہم آپ کی خدمت میں حاضر
انے کے لئے اُس وقت روانہ ہوئے تھے جب وہ اپنی طاقت اور قوت اور اپنی اجتماعی
تعلیم کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد اپنے ہمسائے میں بسنے والے دوسرے قبائل کو بھی
اپنے ساتھ ملا کر مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جن
”سے قبائل کو انہوں نے اپنے ساتھ ملا کر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کا تہیہ کیا
ہے، اُن میں جو قبائل سب سے اہم ہیں۔“ اسو یہ قبائل نے جو نام کے جن قبائل کو اپنے
ساتھ ملایا، یہ لوگ بڑے جنگجو اور حملہ آور ہونے میں بڑے باک اور دلیر ہوا کرتے
تھے۔ یہ قبائل اب بھی افریقہ کے اندر موجود ہیں اور مؤرخین ان سے متعلق تفصیل کچھ
اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

”جو قوم جو صحرائے اعظم کے مشرقی حصے میں آباد تھی اور ہے، یہ لوگ بہت وسیع
ماتے میں اب بھی آباد ہیں جس کے مشرق میں صحرائے لیبیا، مغرب میں بحر، شمال میں
ان کا علاقہ اور جنوب میں چاڑ ہے۔ جو کہ بہت بڑی تعداد ان کے علاوہ قطرون اور
الفرہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تھقی اور بول کے شمالی حصے اور بحر الغزال
میں بھی یہ لوگ آباد ہیں۔ صحرائے اعظم میں کاتم اور کور کے نخلستانوں میں ان لوگوں کی
الطریقت ملتی ہے۔ بقول مؤرخین یورپ کے لوگ انہیں ”توبو“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے
اور اب بھی اسی نام سے مخاطب کرتے ہیں۔“

زبان کے اعتبار سے مؤرخین لکھتے ہیں، جو قبائل کے دو گروہ بالکل جدا پچھانے
جاتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر پست قد اور سانولے رنگ کے ہوتے تھے۔ ان میں کچھ
ایہ بھی بدوی ہیں اور کچھ شہری، لیکن اکثر غریب اور بد حال ہیں۔ ان کی آمدنی کے
وسائل بھجور اور غلے کی کاشت ہے جو اندی کی سیراب وادیوں میں کی جاتی ہے لیکن ان
کا خاص پیشہ لوٹ مار ہے۔ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے، یہ غارت گری سے چوکتے
ہیں، یہ لوگ تھکان اور بھوک کی سختیوں کے عادی تھے اور اب بھی عادی ہیں۔

ان سے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہ لوگ پہلے کی طرح اب بھی دو گروہوں
میں تقسیم ہیں: اشراف اور عوام۔ کچھ علاقوں میں یہ قبیلے یا تو مطلق اختیار حاکم ہیں یا پھر
ان کے حاکم قبائل شامیرہ، گوندہ اور توبہ ہیں۔ ان لوگوں کے درمیان سوڈانوں کی
ایک الگ طبقہ بھی ہے، انہیں چٹنی ذات کے انسان تصور کیا جاتا ہے۔ انہیں

فرعون رمیسس ایک روز اپنے مرکزی شہر ممفس کے قصر میں اپنے بیٹے منتاح،
بڑے سالاروں میں سے سیرم، توحس بہت سے چھوٹے سالاروں اور امراء کے ساتھ
بیٹھائی اسرائیل کی بڑی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ ایسے
میں اُس کے محافظ دستوں کا سالار قصر کے اُس کمرے پر نمودار ہوا۔ زمین کی طرف
خوب جھکتے ہوئے اُس نے رمیسس کو تعظیم دی، پھر رمیسس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”مالک! ہماری مغربی سرحدوں کی طرف سے کچھ خبر اور ہرکارے آئے ہیں۔ وہ

کچھ انتہائی اہم خبریں رکھتے ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔“
ان الفاظ پر رمیسس ہی نہیں، وہاں بیٹھے سارے سالار بھی چوٹے تھے۔ چنانچہ
رمیسس نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے مغربی سرحدوں سے
آنے والے اپنے ہرکاروں اور مجرّدوں کو فی الفور پیش کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد تین مجرّدوں کو اُس کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب وہ رمیسس کو
تعظیم دے چکے، تب رمیسس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”مغربی سرحدوں سے تم ہمارے لئے کئی خبر لے کر آئے ہو؟ کیا ایک بار پھر
اسو یہ قبائل ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے ہماری سرحدوں کے
علاوہ ہمارے علاقوں کے اندر ترک تاز اور یلغار کرنا شروع کر دی ہے؟“

اس پر اُن تین میں سے ایک رمیسس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس بار حملہ آور ہونے والے اسو یہ قبائل کی
تعداد پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس کا نام میں انہوں نے کچھ دیگر قبائل کو بھی اپنے
ساتھ ملایا ہے اور وہ شاید ہمارے ہاتھ میں ماضی کی اپنی ناکامیوں اور شکستوں کا انتقام
بھی لینے پر تے ہوئے ہیں۔ وہ بڑی تیزی سے ہمارے مغربی علاقوں کا رخ کئے ہوئے

میں ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ نے اسے دیکھا ہے تو آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک بڑا کام ہے۔ اس کے لئے کہ تعداد میں اب وہ بہت زیادہ ہیں لیکن اس پہلے خطرے کا اندیشہ ہے، تاہم دوسرا قدم ہوا تھا کہ اس قدم کے اٹھانے میں اسرائیلیوں کی طرف سے زیادہ اندیشہ ہے اور وہ یہ کہ ہماری غیر موجودگی میں اسرائیلی مصر سے نکل کر فلسطین کا رخ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر ہمیں وہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پہلا یہ کہ اب تک جو ہم اسرائیلیوں سے کام لیتے رہے ہیں، ان کے جانے کے ہم اس سے محروم ہو جائیں گے اور مصریوں کی خدمت کرنے والا کوئی اسرائیلی یہاں نہیں رہے گا۔

دوسرا نقصان ہمیں یہ ہوگا کہ اگر یہ بڑی کامیابی کے ساتھ مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف چلے جاتے ہیں تو فلسطینیوں کے ساتھ مل کر یہ مصریوں کے خلاف علم بغاوت اٹھا کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اب تک فلسطینی ہمیں خراج ادا کرتے رہے ہیں کہ جب بھی فلسطینیوں نے سر اٹھانے کی کوشش کی، ہم نے ان پر ضرب لگائی اور انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر رکھا۔ اگر یہی اسرائیلی سارے کے سارے اٹھ کر فلسطین میں آج ہو جاتے ہیں تو اس طرح فلسطین میں ہمارے دشمنوں کی تعداد پہلے کی نسبت کئی گناہو جائے گی۔ ایسی صورت میں فلسطین کے لوگوں سے بٹنا، انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار اور آج گزار بنا کر رکھنا ہمارے لئے اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ بعد فرعون رمیسس زکا، دوبارہ کچھ سوچا، اُس کے بعد اپنے سارے سالاروں اور امراء کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”میرے ساتھیو! اب بتاؤ اسرائیلیوں کے خطرے سے بچنے کے لئے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟“

فرعون رمیسس کے اس سوال پر کچھ دیر تک اُس کے سالاروں اور امراء کے

تحرارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

مذہب کے اعتبار سے اب یہ لوگ مسلمان ہیں لیکن مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مسلمان ہونے سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، کیونکہ ان کی رسوم انتہائی غیر اسلامی ہیں۔ عیسائی اور برکو کے لوگ کٹر عقیدے والے ہیں۔ انہوں نے یورپی لوگوں کے رواج اور اثر و نفوذ کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔

ان لوگوں کو ایک زمانے تک بربر خیال کیا جاتا رہا ہے، بعد میں انہیں بروہ خیال کیا جانے لگا، موجودہ زمانے میں انہیں سوڈان کے باشندے خیال کیا گیا ہے، جہاں سے صحرا میں دھکیل دیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے کاتم کے علاقے کی تاریخ میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان قبائل کے بارے میں سترھویں اور اٹھارویں صدی سے پہلے کوئی معلومات دستیاب نہیں ہو سکی ہیں۔

بہر حال، اپنے آنے والے ہر کاروں اور تجربوں سے ساری تفصیل جاننے کے بعد دیر تک فرعون رمیسس گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ آخر اُس نے باری باری ایک گہری نگاہ اپنے بڑے سالاروں میں سے تھوس اور سیرم پر ڈالی۔ پھر اُن دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم اور تھوس! یہاں میرے پاس سے اٹھ کر سیدھے مشرق کی طرف جاؤ، لشکر کو تیار کرو۔ میں تمہیں صرف ایک دن کی مہلت دیتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ کل ہم یہاں سے پورے ساز و سامان کے ساتھ ایک جرا لشکر لے کر اپنی مغربی سرحدوں کا رخ کریں اور اُن قبائل پر ایسی ضرب لگائیں کہ آنے والے دور میں وہ پھر کبھی ہمارے خلاف صف آراء ہونے کی کوشش نہ کریں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فرعون رمیسس پھر خاموش ہوا، کچھ دیر سوچتا رہا۔ دوبارہ وہاں بیٹھے اپنے سارے سالاروں اور امراء کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب جب کہ حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہونے لگے ہیں، کبھی ہمیں اپنی مغربی سرحدوں پر باغی قبائل کے خلاف برسر پیکار ہونا پڑتا ہے، کبھی ہمیں پر ضرب لگانا پڑتا ہے، کبھی فلسطین کے باغی ہم سے ٹکراتے ہیں۔ ان حالات میں، میں مصر کے لئے ایک اور بہت بڑا خطرہ بھی محسوس کرتا ہوں اور وہ خطرہ اسرائیلی ہیں۔ تم لوگ جانتے ہو مصر کے اندر ان اسرائیلیوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ چکی ہے۔ ان سے اب میں یہ

املاں ختم کر دیا۔ اگلے روز وہ اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اپنے دونوں بڑے سالاروں تھوس اور سیرم کو وہ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔

رمیسس نے اپنے جرا لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنی مغربی سرحدوں کا رخ کیا تھا۔ دوسری طرف اسو یہ قبائل اپنے حمایتی قبائل کے ساتھ اپنے اپنے صحرائی مسکنوں سے نکل کر بڑی تیزی سے مشرق کا رخ کئے ہوئے تھے۔ وہ امون رمیسس کی حدود میں داخل ہو کر ابھی لوٹ مار کا سلسلہ شروع کرنا ہی چاہتے تھے کہ ان کے اطلاع گردوں نے انہیں خبر کر دی کہ فرعون رمیسس ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان پر ضرب لگانے کے لئے قریب ہی پہنچ گیا ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اسو یہ قبائل نے اپنے لشکر کو سرحدوں پر استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک رمیسس بھی پہا لشکر کے ساتھ اُن کے سامنے جا پہنچا۔

چنانچہ مغرب کے اُن وحشی قبائل نے اپنے لشکر کو صرف دو حصوں میں تقسیم کر کے لیا۔ ایک حصہ اسو یہ قبائل پر مشتمل تھا جن کی کمانداری اُن میں سے اُن کا ایک سالار کر تھا۔ دوسرا حصہ وحشی قبائل پر مشتمل تھا، اُن کی کمانداری بھی ان ہی کے ایک سالار تھا۔ باہتھ میں تھی۔ جس وقت اسو یہ اور قبائل اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے، انہیں اپنے دونوں بڑے سالاروں تھوس اور سیرم کے ساتھ اپنے لشکر کے سامنے آ کر پھر بڑی راہزادگی سے تھوس اور سیرم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ساتھیو! لشکر کو تین حصوں میں ہم نے تقسیم کر دیا ہے۔ سیرم دائیں حصے کی کمانداری تمہارے پاس، بائیں پہلو کی تھوس کے پاس درمیانی حصہ میرے پاس رہے گا۔ میرے ساتھیو! اس سے پہلے تم دونوں کو ان وحشی قبائل کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ ہے، تم جانتے ہو، میں بھی اس سے آگاہ ہوں کہ یہ پھرے خاک کی طرح حملہ آور ہیں اور لشکر کے اندر گھس کر اپنی کارروائیاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا کرنے والے اس لئے کرتے ہیں کہ دشمن کے لشکر میں پھیل، افراتفری اور بد نظمی پھیلانے کی کوشش کریں اور اسی بد نظمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اپنی کامیابیوں کو گنگے لگاتے ہیں۔ اب ہم نے بھی اُن پر ضرب لگنے اور اپنی کامیابی کو آخری شکل دینے کی کوشش کی ہے۔ اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے اور اُس پر عمل کر کے ان کے وحشی قبائل کو یقیناً ہم سے سامنے کھینچ کر رکھ دیں گے۔“

اندر گہری خاموشی طاری رہی۔ آخر اُس کا ایک صلاح کار اور مشیر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! میرے ذہن میں ان اسرائیلیوں سے بچنے کے لئے ایک بڑا منصوبہ اور بڑا کامیاب طریقہ اور حربہ ہے۔ اے بادشاہ ان اسرائیلیوں کی بغاوت، سرکشی سے بچنے کے لئے اور انہیں مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف نہ جانے دینے کے لئے انہیں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھا جائے۔ اگر انہیں بری طرح کسی تعمیر کے کام پر لگا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی سرکشی اور بغاوت کرنے کے آثار بالکل ختم ہو جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی سرکشی اور بغاوت کرنے کے ذریعے دوشہر آباد کر کے شروع کر دیئے جائیں۔ ایک شہر کا نام آپ اپنے نام پر رمیسس رکھ دیں اور دوسرے کا نام فوم رکھیں۔ سب اسرائیلی نوجوانوں کو ان دوشہروں کی تعمیر پر لگا دیا جائے جیسا کہ آپ بتا چکے ہیں کہ ان کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ چکی ہے اور بڑھ رہی ہے، لہذا اگر یہ اپنی زیادہ تعداد کی وجہ سے اُن شہروں کی تعمیر تیز کر دیئے ہیں اور انہیں جلد ختم کر کے دیئے ہو جاتے ہیں تو پھر ایک اور کام کر کے اُن کے کام کی رفتار کو سست بنایا جاسکتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ عرصہ تک وہ شہروں کی تعمیر میں مصروف رہیں۔ حربہ یہ استعمال کیا جاسکتا ہے کہ پہلے اُن شہروں کی تعمیر کے لئے اسرائیلیوں کو ہمیں آپ کی طرف سے مہیا کیا جائے اور جب یہ دیکھا جائے کہ شہر تعمیر کرنے کی اُن کی رفتار تیز ہو گئی ہے اور کام کو جلد ختم کر دیں گے، جب اُن کے لئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ وہ ہمیں کاہندو بوسم بھی اپنے طور پر کریں۔ سرکاری طرف سے انہیں کوئی مہیا نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح اسرائیل کے لوگ پہلے تو شہروں کی تعمیر کے کام میں لگے ہوں گے لیکن آپ کے اس اعلان کے بعد وہ دو کاموں میں بھٹن جائیں گے۔ ہمیں کی تلاش کریں گے، ساتھ ہی تعمیر کے کام میں لگ جائیں گے۔ اس طرح اُن کے کام کی رفتار سست ہو جائے گی اور وہ ایک لمبے عرصہ تک ان دوشہروں کی تعمیر میں مصروف رہیں گے، اس طرح اُن کی بغاوت اور سرکشی کے آثار باقی نہیں رہیں گے۔“

اپنے اس مشیر اور صلاح کار کے یہ الفاظ سن کر رمیسس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اُس نے حکم جاری کیا کہ اپنی اسرائیل کے ہاتھوں دوشہروں یعنی رمیسس اور فوم کی تعمیر کے لئے ہاتھوں کو تیار کر دیئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی رمیسس نے وہ

”میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ مغربی حراؤں سے اندران اسویہ، تہو اور ان کے اہل و عیال کو ختم کرنا بہت مشکل ہے۔ جس طرح ٹڈی دل پر پوری طرح قابض پایا جاسکتا، صرف وقتی طور پر انہیں ٹالا جاسکتا ہے، یہی حالت ان وحشی قبائل کی ہے۔ مغرب کے صحراؤں کے اندران کی تعداد اُن گنت ہے۔ وقتاً فوقتاً مشرق کا ان کے ہاتھ آتے ہیں، ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے لے جاتے ہیں، اشیاء اپنے مغربی علاقوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہاں کچھ عرصہ چین لے جاتے ہیں، ان کا جس قدر بھی قتل عام کرو، دو چار پانچ سال کے بعد یہ پھر ویسے کا ویسا ہوتا ہے۔ مشرق کی طرف نمودار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ مغرب کے صحراؤں کے علاقوں سے قبائل ہیں جو مستقل طور پر آباد ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ صدا خانہ بدوش رہتے ہیں۔ وہ سب ان کی مدد پر آمادہ اور تیار رہتے ہیں۔ ایسا وہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ جہاں کہیں بھی کوئی ہم پیش آئے، وہاں ان کے ہاتھ مار کا بازار گرم کرنے کا موقع ملے اور ایسا کر کے وہ اپنے لئے فائدہ اور نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“ یہاں تک کہتے کہتے رئیس کوڑک حانا پڑا۔ اس نے اپنی قبائل حملہ آور ہونے کی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکے تھے۔ چنانچہ اس کے کہنے پر اُس کے دونوں بڑے سالار سیرم اور توحس اپنے اپنے حصے کے لشکر لے کر سامنے چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اسویہ اور تہو قبائل نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ ان کے لشکر کو انہوں نے آگے بڑھایا۔ اس کے بعد وہ وحشی اور خونخوار قبائل رات کے چار بجے کے کھوارے لمحوں میں رئیس کھنچ کر چہرہ تاننا کر دینے والے بھڑکنے بیچ تاب خانہ بدوشوں اور وحشت بھرے اندھیروں میں چھپتی چلائی ہواؤں اور خونی لمحوں کے

میان میں طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ اپنی کارروائی کرتے ہوئے فرعون رمیس اور اُس کے دونوں بڑے سالار سیرم اور توحس بھی وقت کے جوش مارے سمندر میں جسموں کی ساری پر تیں کھولتی دکھائی دیتی تھیں۔ ان کی کہانوں اور ہر شے کی کوکھ میں خوف بھرتی وحشت خیز قوتوں اور مرگ کے خونی تماشے کھڑے کرتے اندھیروں کے سیل بے امان کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

لوٹ کر دیا، اس لیے کہ اُس نے ٹیلوں اور اُن کے اندر بکھری بھول بھلیوں سے اپنی قبائل ہی آشنا تھے۔ چنانچہ رمیس اپنے لشکر کو اُس صحرائیں ڈال کر گویا تابی کی طرح نہیں کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے اسی پر اکتفا کر لیا تھا کہ اُس نے وحشی قبائل کو ہمارے مردوں پر شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے اور پھر رمیس نے چند دن اپنے لشکروں کے ساتھ اپنی سرحدوں پر ہی قیام کیا اور جب رمیس کے ہاتھوں اور اُس کے بھروسے نے یہ اطلاع دی کہ وحشی قبائل شکست کھانے کے بعد اپنے مسکنوں اور مامنوں کی طرف چلے گئے ہیں، تب مطمئن ہو کر رمیس بھی اپنے لشکر کے ساتھ واپس اپنے مرکزی شہر ممفس کی طرف چلا گیا تھا۔



جنگ شروع کرنے سے پہلے ہمارا لشکر دفاعی حالت میں رہے گا۔ درمیانی حصے کے سامنے میں ہوں گا، دائیں جانب سیرم، بائیں جانب توحس تم ہوں گے۔ ان دشمن قبائل کو پہلے حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کیا جائے گا اور اُس کے بعد ہم اپنی ضرب کی ابتداء کریں گے۔ جو بھی ان کے ساتھ جنگ شروع ہو، ہم اپنے لشکر کی حالت اور صورت کمان ہی بتائیں گے یعنی لشکر آدھے دائرے کی صورت اختیار کر لے گا، ایسا کرنے کے لئے سیرم اور توحس تم دونوں کو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھوڑا سا آگے اور دائیں بائیں بڑھنا ہوگا۔ جب ہم دشمن کے سامنے نیم دائرے کی شکل بنائیں گے تو یاد رکھنا اس سے دشمن کے لئے دشواریاں اٹھیں گی۔ سامنے کی طرف سے تو ہم پہلے ہی ضرب لگا رہے ہوں گے لیکن جب نیم دائرے کی صورت اختیار کریں گے، تب ہمارے دائیں بائیں کے لشکر دشمن کے دائیں بائیں پہلوؤں پر بھی ضرب لگانا شروع ہو جائیں گے۔ جب ہم ایسا کریں گے تو یاد رکھنا ان قبائل کی تنظیم خراب ہوگی۔ پہلوؤں پر ضرب لگنے سے، کیونکہ وہاں کے لشکریوں کی کوئی راہنمائی کرنے والا نہیں ہوگا۔ لہذا یقیناً پہلوؤں پر بد نظمی پھیلے گی۔ افراتفری کا عالم برپا ہوگا اور یہ بد نظمی اور افراتفری ایک لہر کی صورت میں اُن کے لشکر میں دھلی حصے کی طرف بڑھ سکتی ہے۔ ایسا کرنے سے، لئے ہمیں اُن کے سامنے اور پہلوؤں پر پھر ضررین لگانا ہوں گی اور تازہ توڑ، تیز اور شدید حملے کرنے ہوں گے۔

ایسا کر کے ہم یقیناً ان قبائل کو شکست سے دوچار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن اس کے بعد جو کارروائی شروع ہوگی، وہ انتہائی خطرناک ہوگی۔ جب یہ قبائل ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر بھاگیں تو پورا لشکر ایک ساتھ رہ کر اُن کا تعاقب کرے۔ مختلف حصوں میں کسی بھی صورت مت بننا، اگر ایسا کرو گے تو یہ اسویہ اور تہو قبائل پلٹ کر ایسی شدت اور ایسی خونخواری سے حملہ آور ہوں گے کہ اپنی شکست کو کامیابی اور ہماری کامیابی کو شکست میں تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔ لہذا ان کی شکست کے بعد بھی اپنے پورے لشکر کو تھد اور استوار رکھنا ہے اور پورے لشکر کے ساتھ ہی اُن کا تعاقب کر کے انہیں نقصان پہنچانا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمیس رُکا۔ کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ توحس اور سیرم دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

افریقہ کے بے آب و گیاہ ریکیٹوں اور میداؤں کے اندر دونوں لشکریوں کے نکلانے سے ریحوں کو سکا دینے والا موت کا گرد و غبار اڑنے لگا تھا۔ وقت کی فراغت آئیں چروں پر موت کی مہرین لگانے لگی تھیں۔ نبض کی جنبش رکنے لگی تھی۔ میدان جنگ کے اندر بھولوں کی خوشبو جھینے، دلوں کو بے اختیار، بحر کو بے اعتبار، اشجار کو سایہ، جسموں کو بے جان، سروں کو بے تن کرنے کے عمل کی ابتداء ہو گئی تھی۔ مورچہ چاروں طرف اور پوشیدہ عمل کی طرح لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتی چلی جا رہی تھی۔ شروع میں وحشی قبائل کا پلہ فرعون رمیس اور اُس کے دونوں بڑے سالار توحس اور سیرم کے مقابلے میں ہماری تھا اور انہیں پورا یقین تھا کہ وہ اس بار رمیس اور اُس کے لشکریوں کو کھال کر رکھ دیں گے اور رمیس کو شکست دے کر اُس کے مرکزی شہر ممفس تک اُس کا تعاقب کرتے چلا جائیں گے لیکن ان قبائل کی بد نظمی جب تھوڑی دیر بعد رمیس کی تجویز کے مطابق اُس کے دونوں سالاروں توحس اور سیرم کے لشکر کے وہ حصے جو آگے اور دائیں بائیں بڑھے تھے، انہوں نے اُن وحشی قبائل کے پہلوؤں پر بھی ضررین لگانا شروع کر دی تھیں۔ ان ضربوں کی وجہ سے ان قبائل کے پہلوؤں پر ایسی ضرب پڑی کہ وہاں رمیس کے لشکریوں کو روکنے والا کوئی نہ تھا جس کی بناء پر اُن قبائل کے پہلوؤں میں افراتفری اور بد نظمی پھیلنا شروع ہوئی۔ اس سے رمیس کے دونوں سالاروں نے پورا فائدہ اٹھایا، اپنے حلوں میں تیزی پیدا کر دی۔ اس طرح رمیس کے سالاروں نے اُن قبائل کے پہلوؤں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا جس کے نتیجے میں پہلوؤں کے وہ وحشی اپنے وسطی حصے کی طرف بڑھے تھے، اس طرح افراتفری اور بد نظمی دائیں بائیں پہلوؤں سے شروع ہوئی تھی، اس کے اثرات بد نظمی سے لشکر کے وسطی حصے تک پہنچنا شروع ہو گئے تھے جس کی بناء پر پورے لشکر کے اندر بد نظمی کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اسی لہر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رمیس نے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے حلوں میں تیزی پیدا کر دی تھی جس کے نتیجے میں ان وحشی قبائل کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ رمیس ایک بار پھر اُن کے مقابلے میں کامیاب رہا اور انہیں شکست دینے کے بعد کچھ دور تک رمیس نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ بڑے ہولناک انداز میں اُن کا تعاقب کیا اور جب وہ صحرا کے اُن حصوں میں داخل ہوئے۔ لگے جہاں دور تک پہنچے ہی نیلے نظر آتے تھے، وہاں رمیس نے اپنے

اس پر طباش کے چہرے پر خوشیاں رقص کرنے لگیں۔ کہنے لگا: ”کیسی خوشی؟“
 بلسان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ”سیاس بھائی کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ آپ دونوں
 اندر تو آئیں۔“

اس پر دونوں حویلی میں داخل ہوئے۔ اصطبل کے بجائے انہوں نے گھوڑوں کو
 کنن ہی میں ایک طرف باندھ دیا۔ اتنی دیر تک بلسان نے دروازہ بند کر دیا اور اپنے
 بیٹے مارون کا ہاتھ پکڑ کر وہ بھی چلی۔ سب دیوان خانے سے آگے جو کمرہ تھا، وہاں پہنچے
 اس کمرے میں سریان ایک مسہری پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے سامنے انتہا درجہ کا
 نابھورت بچہ لیٹا ہوا تھا جب کہ اُس کے ارد گرد طما، برزہ، طباش کی بہن یاش، ماں
 میرات سب بیٹھی ہوئی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

سیاس اور طباش جب اُس کمرے میں داخل ہوئے تب سب نے بے پناہ خوشی
 کا اظہار کرتے ہوئے سیاسی کو مبارکباد دی۔ سیاسی نے آگے بڑھ کر پہلے اپنی بیوی
 ریان کا جائزہ لیا۔ وہ خوش و خرم تھی۔ پھر بیٹے پر نگاہ دوڑائی، اس موقع پر سیاسی کی ماں
 طما اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے! تمہارا بیٹا شکل و صورت میں بھی تم جیسا ہی ہے۔ سریان بھی بالکل ٹھیک
 ہے۔ بیٹے! فکر مند نہ ہونا لیکن اب تم دونوں بھائی ایک کام کرو، بازار جاؤ اور اس خوشی
 کا موقع پر محلے میں تقسیم کرنے کے لئے کچھ لاؤ۔“

سیاس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس
 طباش، سیاسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیاس! تم بیٹھو، میں دیکھتا ہوں دستک دینے والے کون ہیں۔“ اس کے ساتھ
 ہی طباش بڑی تیزی سے صدر دروازے کی طرف گیا۔ جب اُس نے دروازہ کھولا تو
 وہاں سے ایک مسلح جوان کھڑا تھا۔ طباش کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔

”کیا سیاسی گھر پر نہیں ہیں؟“ اس پر طباش کہنے لگا۔

”وہ بھی گھر پر ہے۔ کہو کیا معاملہ ہے؟“ اس پر وہ آنے والا مسلح جوان کہنے لگا۔

”آپ دونوں کو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بادشاہ نے طلب کیا ہے۔“
 طباش اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم چلو، ہم دونوں تمہارے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔“ اس پر وہ مسلح جوان کہنے لگا۔

سیاس اور طباش ایک روز دونوں دریائے خاور کے کنارے کنارے کنارے
 تک گھوڑے دوڑانے کے بعد واپس شہر میں داخل ہوئے۔ جب وہ اپنی حویلیوں کے
 پاس آئے تو انہوں نے دیکھا طباش کی حویلی کے بیرونی دروازے کو قفل لگا ہوا تھا۔
 موقع پر طباش بڑے غور سے اپنی حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے
 سیاسی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیاس میرے عزیز بھائی! میری حویلی کے بیرونی دروازے کو باہر سے
 ہوا ہے، اس کا مطلب ہے میری بیوی، میرا بیٹا، ماں اور بہن کہیں گئے ہوئے ہیں۔
 اس پر سیاسی نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ طباش کا شانہ خیمہ تپایا۔ ”ہوسکتا ہے کہ
 ضروری خریداری کے لئے بازار کی طرف گئی ہوں۔ آپ میرے ساتھ آؤ، وہاں انکے
 پیچھے کرگفتگو کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی طباش، سیاسی کے ساتھ اُس کی حویلی کی طرف ہوا۔
 دروازے کے پاس جا کر دونوں گھوڑے سے اترے۔ جب سیاسی نے دروازہ کھولا
 تب انہوں نے دیکھا دروازے کو اندر سے زنجیر لگی ہوئی تھی۔ اس پر سیاسی
 دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والی طباش کی بیوی بلسان تھی۔
 کے ساتھ طباش کا بیٹا مارون بھی تھا۔ اپنی بیوی بلسان کو وہاں دیکھتے ہوئے طباش
 کسی قدر جستجو بھرے انداز میں اپنی بیوی بلسان کو مخاطب کیا۔

”خیریت تو ہے؟ تم اور مارون بھی یہاں ہو یا اماں اور بہن بھی یہاں آئی ہیں
 ہیں۔“ اس پر بلسان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”ہم سب یہاں ہیں اور سیاسی بھائی کے لئے ایک خوشخبری ہے۔“

کاتے رہے ہیں، ہم پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ہم نے کمالی جرات مندی سے
 ان کے حملوں کو روکا۔ اس سلسلے میں سیاسی اور طباش دونوں کی کوششوں اور کوششوں کی
 اس قدر تعریف کی جائے کہ ہے۔ جتوں کے مقابلے میں جب فرعون رعسمیس ہماری
 ان سرزمینوں کی طرف آیا اور اُس کے ساتھ مل کر ہم نے جتوں کو شکست دی۔ تب سے
 جی خاموش تھے۔ انہوں نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی نہ ہی باہل کے کاسیوں کو
 اپنا بوف بنایا، حالانکہ اس سے پہلے وہ ہمارے علاوہ کاسیوں پر بھی حملہ آور ہوتے رہے
 ہیں۔ لیکن اب انہوں نے پھر پر پزے نکالے شروع کر دیے ہیں۔ انہوں نے
 ہابیوں کا رخ تو نہیں کیا، وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونا شروع ہوئے ہیں اور لوٹ
 مار کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد اور ضروریات کا سامان حاصل کرنے لگے ہیں۔ شاید وہ
 بیٹھتے ہیں کہ اب انہیں کوئی روکنے والا نہیں، اس لئے کہ اُن کے موجود بادشاہ متوشلیش
 کی بیٹی، نام جس کا دلوز ہے، وہ فرعون رعسمیس کی بیوی ہے، اس بناء پر وہ یہ خیال
 کرتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر یا باہل کے کاسیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو پہلے کی طرح اُن
 کے خلاف رعسمیس ہماری مدد نہیں کرے گا، اس لئے کہ رعسمیس کو جی شہزادی دلوز ایسا
 نہیں کرنے دے گی۔ اُن کا یہ بھی خیال ہو گا کہ رعسمیس خود بھی سوچے گا کہ وہ اپنی بیوی
 کی سرزمینوں پر کیسے ضرب لگا سکتا ہے اور کیسے اُس کے باپ کی مملکت پر حملہ آور ہو سکتا
 ہے۔ میرے خیال میں انہی باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے جی رعسمیس کو خاموش کر چکے
 ہیں اور انہیں یقین ہو گیا ہے کہ رعسمیس اب اُن کے مقابل نہیں آئے گا۔ لہذا سیتانیوں
 اور باہل کے کاسیوں پر حملہ آور ہو کر وہ جس قدر فوائد حاصل کر سکتے ہیں، کر لیں۔

لیکن ہم نے ان جتوں پر یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم اپنی سرزمینوں کا دفاع کر سکتے
 ہیں اور اُن کے حملوں کو روکتے ہوئے جوانی کا رروائی کے طور پر اُن کے علاقوں پر حملہ
 آور ہو کر پیش قدمی اور ترک تاز بھی کر سکتے ہیں۔ میرے عزیز ساتھیو! جو پھر اور ہرکارے
 کے لئے کر آئے ہیں، میں چاہتا ہوں انہیں کی راہنمائی میں ہمارا لشکر اُن علاقوں کا
 رخ کرے جس علاقے کو جتوں نے اپنا بوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ
 ایک بار جتوں پر ایسی ضرب لگائیں کہ انہیں سمجھ آ جائے کہ ہم سیتانی مصر کے رعسمیس
 کی مدد کے بغیر بھی اپنا دفاع کرنے کے قابل ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کر سکتے تو پھر میں سمجھتا
 ہوں، جتوں کے مقابلے میں ہمیں باہل کے کاسیوں کو اپنے ساتھ ملانا ہو گا۔ اُن کا

”باقی سب امراء اور سالار بھی وہاں جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں، لہذا...“ اُس کی
 بات کاٹتے ہوئے طباش پھر بول پڑا۔

”تم فکر مند نہ ہو، ہم جلد پہنچ جائیں گے۔“ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان
 گیا۔ طباش پلٹ کر حویلی کے اندر آیا۔ اُسے دیکھتے ہی سیاسی نے پوچھ لیا۔
 ”کون تھا؟“

اس پر طباش کہنے لگا۔

”ہم دونوں کو متی وزانے بلایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اہم معاملہ درپیش ہو
 میرے خیال میں آؤ چلیں، اس لئے کہ آنے والا ہرکارہ کہہ رہا تھا کہ سب سالار امراء
 جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اس بناء پر ہمیں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔“

سیاس اپنی ماں طما کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں! ہمیں متی وزانے بلایا ہے، دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے۔ اور آتے ہوئے ہم
 محلے کے سب گھروں میں ہانسنے کے لئے مٹھا پتیر اور دوسری اشیاء لیے آئیں گے۔
 آپ بے فکر رہیں۔“

سیاس کے ان الفاظ پر اُس کی ماں طما خوش ہو گئی تھی۔ چنانچہ سیاسی اور طباش
 وہاں سے نکلے۔ صدر دروازے کے پاس آئے، جہاں وہ اپنے گھوڑوں کو باندھ کر
 تھے۔ گھوڑوں کو کھولا، باہر نکل کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر وہ اپنے مرکزی شہر اشکل
 کے قصر کی طرف ہولتے تھے۔

دونوں جب ایک ساتھ قصر کے اُس کمرے میں داخل ہوئے جس میں سب لوگ
 بیٹھے ہوئے تھے، تب وہ بھی آگے بڑھ کر اپنے منصب کے مطابق جوششیں اُن کے
 لئے مخصوص تھیں، اُن پر جا کر بیٹھ گئے تھے۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سیتانیوں
 بادشاہ متی وزا بھی پستی دروازے پر نمودار ہوا اور اپنی نشست پر آکر بیٹھ گیا تھا۔
 کے تھوڑی دیر بعد اُس نے اپنے سارے امراء، سالاروں اور دوسرے لوگوں کا ہاتھ
 لیا۔ آخر میں اُس کی نگاہیں سیاسی اور طباش پر جم گئی تھیں۔ پھر ہلکا سا جسم اُس کے
 چہرے پر نمودار ہوا، اُس کے بعد سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میں نے آپ سب لوگوں کو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔
 یہ کام جتوں کی طرف سے اٹھنے والے خطرات ہیں۔ ماضی میں جی یہاں تا بڑوہ ضرور

اس پرستی و زکا کے قصر میں جو گفتگو ہوئی تھی، اس کی تفصیل سیاست نے سب سے لے لی تھی۔ کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ سیاست کی ماں طماہ پھر دکھ انداز میں بول اٹھی۔

”اس کا مطلب ہے کہ ایک بار پھر ہمارے علاقوں کی سرحدوں پر خطرات طمانے لگے ہیں۔ بیٹے تم دونوں کب تک لشکر لے کر روانہ ہوں گے؟“

اس پر طماہ کہنے لگا۔
”اماں! لشکر کل شاید یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں اور سیاست دونوں لشکر کی امداد کی کریں گے۔“ اس گفتگو سے حسین اور خوبصورت سریان بھی کسی قدر اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ تاہم سب اسی کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جب کہ اگلے روز صبح اور طماہ دونوں ایک لشکر لے کر اپنے سرحدی علاقوں کی طرف کوچ کر گئے۔

سیاست اور طماہ دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور رقی رفتاری کے ساتھ شمال مغرب کے رخ پر سفر کیا تھا۔ اپنی سرحدوں سے چند میل دور پہنچنے کے بعد اس بلد سیاست نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس دوران اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا طماہ بھی اس کے پاس آگیا تھا۔ چنانچہ طماہ کو مخاطب کرتے ہوئے سیاست کہنے لگا۔
”طماہ! میرے بھائی! میں نے اپنے لشکر کو روک دیا ہے جو کچھ ہم نے کرتا ہے، اس تک کر اُسے طے کر لیں۔ ہماری سرحدوں پر یقیناً حتمیوں کا ایک بہت بڑا لشکر آگیا، انہیں میں مصروف ہوگا۔ میں نہیں چاہتا، ہم دونوں آگے بڑھیں اور اس کا سامنا کرتے ہوئے اُن سے ٹکرائیں۔ اس طرح ہمارا اور اُن کا ٹکراؤ طول بھی پکڑ سکتا ہے۔ اس بات تک انہیں جالینا چاہتا ہوں اور اُن پر اس انداز میں حملہ آور ہونا چاہتا ہوں جس سے امداد بھی نہیں کرتے اور ہمارے حملہ آور ہونے سے اُن پر ایک طرح سے لرزہ اور دباؤ بنی جاری ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاست زکا۔ دونوں طماہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے

”طماہ! میرے بھائی! یہیں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہمارے وہ خیر کارے جو ہماری راہنمائی کر رہے ہیں، وہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

سالار ہزار ہا بھی حتمیوں کے خلاف جنگ کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور میرے خیال میں سیاست اور طماہ کے ساتھ مل کر وہ حتمیوں کی پیش قدمی کے سامنے بند ضرور باندھ سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متنی وزا زکا۔ پھر غور سے سیاست کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیاست! میں سارا معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ بولو، تم کیا کہتے ہو؟“

اس پر سیاست نے پہلے کمرے میں بیٹھے سارے امراء اور سالاروں پر ایک نگاہ ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”میں زیادہ طویل گفتگو نہیں کروں گا جو خبریں ہمارے ہر کارے لے کر آئے ہیں، میں چاہتا ہوں، اُن کے ساتھ میں اور طماہ دونوں ایک لشکر لے کر روانہ ہوں اور حتمیوں کے اُس لشکر پر ضرب لگائیں جو ہماری سرزمینوں کے اندر داخل ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کرتا شروع کر چکا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اور طماہ دونوں مل کر حتمیوں کے اُس لشکر کو مار بھگائے میں کامیاب رہیں گے۔“

سیاست کی اس گفتگو سے متنی وزا ہی نہیں، وہاں بیٹھے سب امراء اور چھوٹے سالاروں نے بھی اتفاق کیا تھا۔ لہذا یہ فیصلہ ہوا کہ دو ایک روز تک لشکر کو تیاری کا موقع فراہم کیا جائے۔ اُس کے بعد سیاست اور طماہ دونوں لشکر لے کر اپنے تجربوں کی راہنمائی میں اپنے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی متنی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا تا کہ جس لشکر نے روانہ ہونا تھا، اُس کی روانگی کے علاوہ اُسے جو ضروریات کا سامان مہیا کیا جاتا ہے، اُس کا اہتمام اور انتظام کیا جائے۔

قصر سے نکل کر سیاست اور طماہ نے ڈھیروں بیٹھا خیر اور کچھ دوسری چیزیں خریدیں۔ اُس کے بعد وہ حویلی میں داخل ہوئے۔ جب وہ اُس کمرے میں داخل ہوئے جس میں سریان اور اُس کے بچے کے پاس طماہ، برزہ، شیرات، پاش، بلسان اور طماہ کا بیٹا مارون بیٹھے ہوئے تھے۔ جب محلے میں بانٹنے کے لئے جو چیزیں طماہ اور سیاست اٹھائے ہوئے تھے، وہ انہوں نے ایک طرف رکھ دیں۔ اس موقع پر سیاست کی ماں طماہ، سیاست کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سیاست! میرے بیٹے، متنی وزا نے بلایا تھا، خیریت تو ہے؟“

اتنے ہوئے حملہ آور ہونا۔ تمہارے اس طرح کرنے سے پہلے حتمیوں کے پاؤں لاجا میں گئے۔ اُن کے اندر بدولی، افراتفری کا عالم برپا ہو جائے گا اور وہ یہ خیال اپنے گے کہ اُن سے ٹکرانے کے لئے سیناتینوں کا ایک نہیں کئی لشکر ان علاقوں کی امداد آچکے ہیں اور انہی تباہ و برباد کر دیں گے۔ میرے عزیز بھائی! دشمن پر حملہ آور ہونے سے پہلے اپنے رب کو یاد کرنا، اُسی سے مدد اور اعانت طلب کرنا، اس لئے کہ وہ بہتر قبول کرنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے سیاست کو زکا جانا پڑا، اس لئے کہ بے پناہ خوشی اور طمانیت اظہار کرتے ہوئے طماہ بول اٹھا تھا۔

”سیاست، میرے بھائی! جو منصوبہ بندی تم ترتیب دے رہے ہو، میں سمجھتا ہوں، لیکن اور کارگر ثابت ہوگی اور اس پر عمل کرتے ہوئے یقیناً ہم حتمیوں کو بہت جلد مات دینے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس موقع پر میرے ذہن میں ایک چیز ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طماہ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے سیاست کہنے

”طماہ! میں نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی، میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں، کہنے دو گے۔ بعد اُس میں تم جو اضافہ کرنا چاہو گے، میرے بھائی میں خوب غور سے سنوں گا۔“

سیاست کے ان الفاظ سے طماہ مطمئن ہو گیا تھا، لہذا سیاست نے پھر کہنا شروع

”طماہ! یہ مت خیال کرنا کہ یہیں کھڑے کھڑے لشکر کی ترتیب مکمل کر لی جائے، اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ نہیں، یہاں تھوڑی دیر زکا جائے گا، اس کو سستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اُس کے بعد سورج جس وقت مغرب اور دُوب ہو رہا ہوگا، جب ہم پیش قدمی شروع کریں گے۔ میں چاہتا ہوں حتمیوں پر وقت ہم ضرب لگائیں جس وقت وہ اپنے پڑاؤ کے اندر موجود ہوں۔ جب ہم اُن پر ضرب لگائیں گے اور انہیں شکست دے کر مار بھگائے میں کامیاب ہو جائیں گے، میرے بھائی پڑاؤ کے اندر جو کچھ انہوں نے لوٹ مار کا سامان جمع کر رکھا ہے، اس

کچھ تمہاری راہنمائی کریں گے، کچھ میری۔ پہلے اُن ہر کاروں اور تجربوں کو میرے یہاں بلو، اُن سے بات کرنے کے بعد پھر دشمن پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی آخری شکل دیں گے۔“

اس پر طماہ نے چھوٹے سالار کو اشارہ کیا جس پر وہ لشکر میں شامل تجربوں کو بلایا۔ جب وہ سیاست کے سامنے آئے، تب سیاست نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے شروع کیا۔

”میرے ساتھیو! پہلے یہ بتاؤ کہ جہاں حتمیوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہیں نکل کر وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے۔“

اس پر وہ تجربہ دہرے سوچتے رہے۔ آخر میں صلاح مشورہ بھی کیا، پھر اُن میں سے ایک بولا اور سیاست کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! دشمن کا لشکر یہاں سے زیادہ سے زیادہ قریب بھی ہوا تو دس میل کے فاصلے پر ہوگا۔“

اس انکشاف پر بلا کہ سیاست کے چہرے پر نمودار ہوا اور اُس کے بعد وہاں طماہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طماہ! میرے بھائی! یہ ہمارے تجرب اس وقت ہمارے سامنے کھڑے ہیں۔ ابھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ آدھے تمہارے ساتھ کام کریں گے اور آدھے میرے ساتھ۔ لشکر کو بھی یہیں کھڑے کھڑے دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ میرے عزیز بھائی! میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ذرا بائیں جانب ہٹے ہوئے اور ایک کمانڈر ہونے آگے بڑھوں گا اور دشمن کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف جاتے ہوئے انہیں لٹکارتے ہوئے اُن پر حملہ آور ہوں گا۔“

”ظاہر ہے جب وہ مجھے دیکھیں گے تو سارے حتیٰ سمیت کر مجھ پر حملہ آور ہوں گے اور میرا خاتمہ کرنے کے درپے ہوں گے۔ میرے عزیز بھائی! اتنی دیر تک تم بھی اسی کارروائی مکمل کر چکے ہوں گے۔ تم دائیں جانب سے میری طرح کاوا کاٹنے ہو گے۔ آدھے تجربوں کے ساتھ آگے بڑھنا، دشمن پر حملہ آور ہونے میں پہلے کروں گا۔ جس وقت دشمن پوری طرح سست کر مجھ پر ٹوٹ پڑے اور کوشش کرے کہ میرا خاتمہ کر دے تو میرے عزیز بھائی! اسی وقت تم پشت کی جانب سے اپنے جنگی نعرے

ناتانیوں کے علاقوں میں یلغار اور ترک تاز کرتے ہوئے اپنے لئے بہت کچھ حاصل کرتے جا رہے تھے اور اپنے پڑاؤ کے اندر انہوں نے بہت سا سامان بلکہ سامان کے اہم نفع کر لئے تھے۔ چونکہ گزشتہ کئی دنوں سے سیستانوں کی طرف سے نہ کسی نے اُن کی راہ روکی تھی، نہ کوئی جوابی کارروائی کی گئی تھی۔ اس بناء پر حتیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ جس روز اُن پر حملہ آور ہونے کے لئے سیاسی اور طباش پیش قدمی کر رہے تھے، اس روز بھی وہ مختلف علاقوں میں ترک تاز کرنے کے بعد واپس اپنے پڑاؤ میں آئے۔ اس موقع پر جب کہ حتی اپنے کھانے کا اہتمام کر رہے تھے، اچانک ایک طرف سے سیاسی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا، پھر حتیوں پر اندھی الم ناک ظلمت میں فسیلوں کی آواز، چرائیوں کو گل کرتی، تیز طوفانی ہواؤں، دلوں میں خوف بھرتے موت کے ہمارے اور تاریخ کا سرمایہ بن کر اترتے حادثوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ حملہ اچانک تھا۔ حتی اس کی امید بھی نہیں کر سکتے تھے، نہ ہی اس کی انہیں اطلاع تھی۔ لہذا وقتی طور پر حتیوں پر خوف اور وحشت طاری ہو گئی تھی۔ تاہم جلد ہی انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا، اس طرح حتیوں کا پورا لشکر سٹ کر سیاسی پر حملہ آور ہونے کے لئے نکل پکا۔

میں اسی موقع پر اُن کی پشت کی جانب سے طباش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ بھی سیاسی کی طرح حتیوں کی پشت پر دہری پہنائیوں میں ہر عنوت کا نشانہ نکال دینے والے طوفانی جھڑوں، روح کی جنگاہٹ، خیالات کی گہرائی، لہائیاں کی پرچھائیاں تک میں، اندیشوں تک میں، اندیشوں کی ریت بھر دینے والے آتش فشاں دھانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یہ صورت حال حتیوں کے لئے بڑی حوصلہ شکن تھی۔ جس وقت ایک طرف سے سیاسی اُن پر حملہ آور ہوا تھا۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی سیاسی پر فنی کی اندھی پالکڑی کرتی، زیر آلود شدید ناامیدیوں، موت کی مانند، طاقتور آگ اور خون کے لہجوں، ستم کی یلغار، حسد کے الاؤ اور الم بھرے قصوں کی طرح حملہ آور ہوتے تھے لیکن اب میں اسی لمحہ پشت کی جانب سے طباش بھی حملہ آور ہو گیا، جب اُن کی حالت بڑی ناگہانی سے بگڑنے لگی تھی۔

اب اُن سرحدی علاقوں میں حتیوں اور سیستانوں کے ٹکرانے سے بڑے بڑے

پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا اور وہ سارا سامان ہم اُن لوگوں میں تقسیم کر دیں گے جن پر آور ہو کر انہوں نے یہ سامان اکٹھا کیا ہے لیکن انہیں شکست دینے کے بعد ایک پوری طاقت اور تشدد کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور زیادہ سے زیادہ اُن کی تعداد کو کم کرنا ہے تاکہ آنے والے دور میں وہ سوچ سمجھ کر ہمارے علاقوں پر حملہ ہونے کی کوشش کریں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی رک گیا۔ غور سے طباش کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”میرے بھائی! میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا، اب جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو، کہو۔“

اس موقع پر طباش کے چہرے پر ہلکا سا تسم نمودار ہوا تھا، کہنے لگا۔

”سیاس! میرے بھائی! اب میں نے کچھ نہیں کہنا جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، اب میں نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ کوچ ہم اُس وقت یہاں سے کریں گے جب سورج غروب رہا ہوگا۔ اس طرح ہمیں دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا اور راہ کی تاریکی میں شب خون کے انداز میں اُن پر حملہ آور ہونے سے ہم اُن کے پاؤں کے سے زمین کھینچ کر رکھ دیں گے۔“

طباش کے ان الفاظ سے سیاسی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر سارے لشکریوں کو دے دیا گیا کہ وہ اپنی اپنی سواریوں سے اتر سکتے ہیں، اس طرح عارضی طور پر سیاسی اور طباش نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کر لیا تھا۔ اسی قیام کے دوران لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور جو بجز راہنمائی کے لئے ساتھ لائے گئے تھے، وہ بھی آدھے آدھے تقسیم کر لئے گئے تھے۔ سورج جس وقت غروب ہو رہا تھا، اُس وقت ہی انہوں نے وہیں قیام کئے رکھا اور جب سورج کی سرخ نکلیا غروب ہونے کے لئے چل رہی تھی، تب وہ بھی اٹھے، وہاں سے کوچ کیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر دو حصوں میں بٹ گئے۔ دائیں بائیں بٹتے ہوئے اپنے درمیان فاصلہ کرتے چلے گئے اور پھر بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھے تھے۔

سورج غروب ہونے کے بعد آہستہ آہستہ پھیلنے اور گہرے ہوتے اندھیرے کا ہر شے کو اپنی راہ اپنی طیلان کے اندر سینٹا شروع کر دیا تھا۔ حتی گزشتہ کئی دنوں

سالاروں کے ارادے، ناتمام حسد کے ٹکار خانے ویران ہونے لگے تھے۔ میدان جنگ میں تہرمانیت کے جھوکھٹکی کے طوفان، اذیتوں کے بھنور، گرم تند آتش فشاں اذیتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ حتیوں کے شیطان کی طرح سیاہ ارادے تھکے مرجھائے چہروں اور خشکی اور بے چارگی کی صورت اختیار کرتے چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے مزید کھراؤ کے بعد سیاسی اور طباش نے حتیوں کی تعداد کافی کم کر دی تھی اور چاند تاروں کی لو میں جب حتیوں نے دیکھا کہ دونوں طرف سے حملہ آور ہونے والی قوتوں نے اُن کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم کر دی ہے، تب اُن کے سالار بڑے فکر مند ہوئے اور بچے کچھ لشکر کو بچانے کے لئے انہوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

سیاس اور طباش نے چونکہ پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ انہیں شکست دینے کے بعد پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور بڑی تیزی سے اُن کے لشکر کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے حتیوں کو شکست دینے کے بعد سیاسی اور طباش دونوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُن کے پیچھے لٹ گئے تھے اور بری طرح انہیں کاٹتے ہوئے اپنے آگے آگے بھاگنے لگے تھے۔ چار میل تک بڑے ہولناک انداز میں یہ تعاقب جاری رہا، سیاسی اور طباش نے جب انداز دیکھا کہ اب بچنے والے تھوڑے ہی حتی رہ گئے ہیں اور وہ اُن کے لئے کسی ضرر اور خطرے کا باعث نہیں بن سکتے، تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے۔ اُس جگہ آئے جہاں حتیوں کا پڑاؤ تھا، وہاں آکر سب سے پہلے انہوں نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اُس کے بعد حتیوں کے پڑاؤ پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

حتیوں کے پڑاؤ کی ہر شے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس سارے کام سے فارغ ہونے کے بعد سیاسی نے سب سے پہلے لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی وہ طباش اور دوسرے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں چاہتا ہوں کہ چند روز تک یہاں قیام کریں۔ جہاں تک حتیوں کا سوال ہے، اب فی الفور اُن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ حتیوں کے لشکر کو شکست دینے، خوفناک انداز میں شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کر کے ہم نے ان کی

پانچہ حتیوں کی اس انتقامی کارروائی سے بچنے کے لئے ان علاقوں میں ہم اپنے ہنوز کر جائیں گے اور اگر حتیوں نے ہم سے انتقام لینے کے لئے نقل و حرکت کی تو وہ بجز ہمیں صورت حال سے بروقت آگاہ کر دیں گے اور حتیوں کی راہ روکنے کے لئے ایک بار پھر ہم ان سرزمینوں کا رخ کر سکتے ہیں۔

بہر حال، یہاں چند روز قیام کریں گے۔ اس قیام کے دوران سرحدی علاقوں کا دیا جائے گا۔ جن علاقوں پر حتی حملہ آور ہوئے ہیں اور وہاں سے انہوں نے لوٹ کر کام کیا ہے اور اُن کے پڑاؤ کے اندر جو سامان ہمیں ملا ہے، وہ سامان اُن لوگوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ اگر یہ سامان کم رہا تو حتیوں کے علاقوں میں بھی لوٹ کر اس کا سلسلہ شروع کیا جائے گا اور اپنے سرحدی لوگوں کے نقصان کا پورا ازالہ کرنے کے بعد پھر ہم اپنے مرکزی شہر اشوکانی کا رخ کریں گے۔“

سیاس کی اس تجویز سے طباش ہی نہیں باقی سارے سالاروں نے بھی اتفاق کیا۔ پانچہ چند روز تک لشکر نے وہاں قیام کیا۔ حتیوں کے پڑاؤ سے جو چیزیں ملی تھیں، وہی سیستانوں میں تقسیم کر دی گئیں اور جو مال کم پڑا، اُس کی کمی پوری کرنے کے لئے حتیوں کے علاقوں کے اندر لوٹ کھسوٹ اور دور تک حملہ آور ہو کر سامان حاصل کیا۔ ہمارا وہ بھی سیستانوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اُس کے بعد اسی طور پر مطمئن ہو کر ان اور طباش اپنے لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر اشوکانی کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

اس طرح وقت بڑی تیزی سے گزرنے لگا۔ اس دوران سیاسی کے ہاں ایک بیٹے کے بعد ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹے کا نام اُس نے پہلے ہی 'طیان' رکھا تھا جب کہ اپنی بیٹی کا نام اُس نے 'یوریا' رکھا تھا۔ دوسری طرف طباش کا ایک بڑا بیٹا پہلے تھا، اُس کا نام 'نہل' تھا۔ اُس کے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام 'مارون' رکھا گیا تھا۔



موسیٰ علیہ السلام ایک عرصے تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے شباب کے دور میں داخل ہوئے تو نہایت قوی الجشہ اور بہادر جوان نکلے۔ چہرے سے رعب چمکتا اور انگشتوں سے ایک شانِ عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور اسرائیلی مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُن کا خون ٹھونکنے لگا تھا اور موقع بہ موقع وہ عبرانیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش رہنے لگے۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے اور قوی پیکل جوان ثابت ہوئے تو عبرانیوں کے معاملات میں اُن کی نصرت اور حمایت کا یہ اثر ہوا کہ مصری مائستوں کے مظالم عبرانیوں پر کم ہونے لگے۔ اس میں شک نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی ذلت اور غلامی پر غصہ اور غم اور اُن کی حمایت اور نصرت کا عقیق جذبہ ایک امی اور قدرتی جذبہ تھا۔

اسی دوران خداوند قدوس کی عطا کا ہاتھ آگے بڑھا اور جسمانی طاقت اور قوت کے ساتھ ان کو زیورِ علم و حکمت سے بھی نوازا گیا۔ اور سن رشد کو پہنچ کر ان کی قوت فیصلہ اور علم و نظر بھی عروج تک پہنچ گئے اور اس طرح اُن کو جسمانی اور روحانی تربیت کا کمال حاصل ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام شہر میں گشت کرتے ہوئے اکثر ان حالات کا مشاہدہ کرتے اور کہہ رہے تھے کہ اسرائیلی کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ شہری آبادی کے ایک کنارے پر جا رہے تھے کہ دیکھا ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے ٹھہرتا رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو فریاد کرنے لگا کہ "میں چاہتا ہوں۔"

موسیٰ علیہ السلام کو مصری کی اس جابرانہ حرکت پر غصہ آ گیا اور اُس کو باز رکھنے کی کوشش

کی مگر مصری نہ مانا۔ موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں آ کر ایک طنزِ نچر رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اُسی وقت مر گیا۔

موسیٰ نے یہ دیکھا تو افسوس ہوا کہ کیوں ایسا ہوا۔ حالانکہ اُن کا ارادہ ہرگز قتل کا نہ تھا۔ ندامت اور شرمندگی سے کہنے لگے، بلاشبہ یہ کارِ شیطان ہے جو انسان کو ایسی غلط راہ پر لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے کہ جو کچھ ہوا نا انصافی میں ہوا۔ اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

بقول مورخین خدا نے بھی ان کی غلطی کو معاف کر دیا اور مغفرت کی بشارت سے نوازا۔ ادھر شہر میں مصری کے قتل کی خبر پھیل گئی مگر قاتل کا کچھ پتا نہ چلا۔ آخر مصریوں نے فرعون کے پاس جا کر کہا، یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے۔ لہذا آپ دادِ ری فرمائیے۔ فرعون نے کہا، اس طرح ساری قوم سے تو بدلہ نہیں لیا جاسکتا، تم قاتل کا پتا لگاؤ، میں ضرور اس کو گھیر کر دار تک پہنچاؤں گا۔

سوئے اتفاق کہنے یا حسن اتفاق، دوسرے دن بھی موسیٰ علیہ السلام شہر کے آخری کنارے تک گئے۔ پھر دیکھا وہی اسرائیلی ایک قبیلے سے جھگڑا کر رہا ہے اور قبیلے اس پر غالب آ رہا ہے۔ یہ معاملہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کل کی طرح اُس روز بھی فریادی کی مدد اور دادِ ری کے لئے بڑھے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو دہری ناگواری محسوس ہوئی۔ ایک جانب قبیلے کا جبر تھا، دوسری جانب اسرائیلی کا شور مچا رہا تھا، اسی جھنجھلاہٹ میں انہوں نے مصری کو ہار رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو جھڑکتے ہوئے کہنے لگے۔

تو بھی بلاشبہ کھلا ہوا گمراہ ہے، یونہی خودخواہ جھگڑا مول لے کر دادِ فریاد کرتا رہتا ہے۔"

اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے پھر اپنی طرف ناگواری تلخ الفاظ کہتے سنا تو سمجھا کہ وہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لے لیا چاہتے ہیں، اس لئے شرارت آمیز انداز میں کہنے لگا۔

"جس طرح کل تو نے ایک مصری کو ہلاک کر دیا تھا، اسی طرح کیا آج تو مجھ کو بھی قتل کر دینا چاہتا ہے۔"

مصری نے جب یہ سنا تو اُسی وقت فرعونوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی۔

انہوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ مصری کے قاتل موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرعون نے یہ سنا تو جلاد ابولم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک مصری بھی تھا جو دل و جان سے موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا اور اسرائیلی مذہب کا حق ماننا تھا۔

وہ فرعون کے خاندان کا فرد تھا اور دربار کا حاضر باش تھا۔ اس نے فرعون کا یہ حکم سنا تو فرعونی جلادوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ خود کو مصر سے نجات دلائیں اور کسی ایسے مقام پر ہجرت کر جائیں جہاں ان کی دین نہ ہو سکے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مشورے کو قبول کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے مصر سے نکل کر ارضِ مدین کی طرف جانے کا تہیہ کر لیا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد آپ مصر سے اہل خاموشی کے ساتھ مدین کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاں تک مدین کا تعلق ہے، یہ کسی مقام کا نام نہیں تھا بلکہ قبیلے کا نام تھا۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کی نسبت سے تھا جو اُن کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوا۔ اس لئے ابراہیم کا یہ خاندان بنی قطورہ بھی کہلاتا ہے۔ مدین جو حضرت ابراہیم کا بیٹا تھا، اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل کے پہلو ہی میں حجاز میں آباد ہو گیا تھا۔ یہ خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا اور اسی قبیلے کی طرف خداوند قدوس نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا جن کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔

یہ قبیلہ جس مقام پر آباد تھا، اس سے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ یہ حجاز میں شام سے متصل ایک ایسی جگہ آباد تھا جس کا ارض بلدِ افریقہ کے جنوبی صحرا کے ارض بلد کے ملحق ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شام کے متصل حصہ زمین پر آباد تھا۔

عرب کے جغرافیہ میں جو شاہراہ حجاز کے تاجر قافلوں کو شام، فلسطین، یمن بلکہ مصر سے ملاتی اور بحیرہ قلزم کے مشرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی، قرآن مقدس میں ان کو "دوانی یعنی اور مصاف شاہراہ" کہا گیا ہے کیونکہ گرمیوں اور سردیوں میں اہل قریش قافلے اس شاہراہ پر سفر کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ یہی اہل مدین "اصحابِ ایکہ" بھی کہلاتے ہیں۔ عربی میں "ایکہ" اس سرسبز و شاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں جو ہرے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے

جنگوں اور بین میں اُگی رہتی ہیں اور جھاڑ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

ان دونوں باتوں کے جان لینے کے بعد مدین کی آبادی کا آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مدین کا قبیلہ بنیہ قلم کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں ایسی جگہ آباد تھا جو شام سے متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جاسکتا ہے اور حجاز والوں کو شام، فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں اس کے کھنڈر راہ میں پڑتے تھے اور تنوک بالاعاقل تھے۔

بعض حضرات نے مدین اور اصحاب ایکہ کو ایک قبیلے کے دو نام دیے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مدین تمدن اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ دیہاتی اور بدوی قبیلہ جو جنگل اور بن میں آباد تھا۔ اس لئے اس کو بن والا یا جنگل والا بھی کہا گیا ہے۔

لیکن اکثر حضرات یہ دونوں نام ایک ہی قبیلے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ و ہوا کی خوشگوار، نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پر فضا بنا دیا تھا کہ یہاں میوے، پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے اس قدر باغات اور جہن تھے کہ ایک شخص آبادی سے باہر نکل کر نظارہ کرتا تو اسے یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ اسی بناء پر اسے ایکہ کہہ کر متعارف کروایا گیا۔

ابن کثیر کا یہ خیال ہے کہ ایکہ نام کا ایک درخت ان علاقوں میں تھا، کیونکہ اہل قبیلہ اس درخت کی پرستش کرتے تھے۔ لہذا اس کی نسبت سے مدین کو اصحاب ایکہ کہا گیا کیونکہ یہ نسبت نسلی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی۔ اسی لئے یہ مدین والے اصحاب ایکہ کے نام سے بھی مشہور ہو گئے۔ اہل مدین یا اصحاب ایکہ یا بن والوں سے متعلق مؤرخین مرحہ لکھتے ہیں کہ ان اہل مدین کی بستیاں کنعانی عربوں کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اہل مدین بھی بدوی عرب تھے جو مدین سے یرون یعنی بحر مردار کے دائیں ساحل پر ایک علاقے پر مقیم تھے اور تجارت کے لئے لوگ یمن، بابل اور مصر تک سفر کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ فرعون کے خوف سے بھاگے تھے، اس لئے ان کے ہمراہ نہ کوئی رفیق اور راہنما تھا، نہ زادراہ اور تیز روی کی وجہ سے برہنہ پاتھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ

ان کی مزاحمت کو دور کر سکیں، بس جب یہ سب پانی پلا کر واپس ہو جائیں گے، تب پانی ہوا پانی ہم پلا کر اپنے گھر کو لوٹیں گی اور یہی ہمارا روزمرہ کا دستور ہے۔“

اس لڑکی کے یہ الفاظ سن کر موسیٰ علیہ السلام پھل کر رہ گئے تھے۔ جوش میں آئے، آگے بڑھے، تمام بھوک کو چیرتے ہوئے کنوئیں پر جا پہنچے اور کنوئیں کا بڑا ڈول اٹھایا، وہ ڈول ڈول تھا کہ کنوئیں سے کوئی اٹکیلا اسے کھینچ کر پانی نکال ہی نہیں سکتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس ڈول کو کھینچ کر لڑکیوں کے مویٹیوں کو پانی پلا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام جب مجمع کو چیرے ہوئے اندر گھسنے لگے تو اگرچہ لوگوں کو ناگوار گزارا مگر ان کی پر جلال صورت اور جسالت طاقت سے مغلوب ہو گئے اور ڈول کو تنہا کھینچتے ہوئے دیکھ کر ان کی قوت سے ہار گئے جس کے بل بوتے پر کمزوروں اور ناتواؤں کو پیچھے بنا دیا کرتے تھے اور ان کے حقوق کو بری طرح پامال کیا کرتے تھے۔

کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کنوئیں کے منہ پر بہت بڑا ڈول ڈھکا ہوا تھا جو ایک جماعت کے متفقہ زور لگانے سے اپنی جگہ سے ہٹا تھا مگر وہ آگے بڑھے اور تنہا اس کو ہٹا کر لڑکیوں کے مویٹیوں کے لئے پانی بھر دیا لیکن بہت سے طم اور مؤرخ اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ جو لوگ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ اس مقام پر دو کنوئیں تھیں، ایک سے مدین کے لوگ پانی پلا رہے تھے اور دوسرا منہ پتھر سے ڈھکا ہوا تھا اور یہ کہ اس زمانے میں بھی اس مقام پر دو کنوئیں موجود ہونا گئے ہیں۔

لیکن دوسرا اگر وہ اس نظریے کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ قرآن اور دوسری کتب میں دوسرے کنوئیں کا قطعی کوئی ذکر نہیں ہے اور جو کچھ بیان ہے، ایک ہی سے متعلق بیان کیا ہے۔ دوسرے، بعد میں اس جگہ دو کنوئیں ہونے لازم نہیں کہ اس وقت بھی وہاں اسی طرح دو کنوئیں موجود تھیں۔ ہو سکتا ہے عرصہ دراز بعد یا اسلامی عہد میں ضرورت کے لحاظ سے یہاں دوسرا کنواں تیار کر لیا گیا ہو۔ زیادہ قریب ترین اور درست اور مناسب یہی ہے کہ وہاں ایک ہی کنواں تھا۔ غرض جب ان لڑکیوں کے گلے نے پانی پی لیا تو وہ گھر کو واپس چلی گئیں۔ انہیں تو خلاف عادت جلد واپس آنے پر ان کے والد کو سخت تعجب ہوا اور انہیں کرنے پر لڑکیوں نے گزرا ہوا ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح ایک مصری نے ان کی

موت نہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلووں کی کھال تک اڑا دی لی۔ اس پریشان حالی میں موسیٰ ارض مدین میں داخل ہوئے تھے۔

آپ نے جب مدین کی سرزمین میں قدم رکھا تو دیکھا کہ ایک کنواں ہے۔ کنوئیں سے پانی کے خوش نشینی تالاب پر بھیڑ لگی ہوئی ہے اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ جو انوں کی ایک جماعت اپنے جانوروں کو جس وقت پانی پلا رہی تھی تو اس جماعت سے ذرا فاصلے پر دو لڑکیاں کھڑی تھیں اور اپنے جانوروں کو پانی پر جانے سے روک رہی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہاں بھی وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو دنیا کی ظالم طاقتوں نے اختیار کر رکھا ہے اور خدا کے برتر کے بہترین قانون کو تو کچھ تلووں کا سارا نظام ظلم و زیادوں پر قائم کر دیا ہے۔ آپ نے یہ سمجھا کہ لڑکیاں کمزور اور غریب گھرانے سے ملنے رہتی ہوں گی، تب ہی تو اس انتظار میں ہیں کہ قوی اور سرکش جب اپنے جانوروں کو اب کر لیں اور وہ اپنے جانوروں کو لے کر وہاں سے چلے جائیں تو پچا کچھ پانی اُن جانوروں کا حصہ ہے۔ ہر قوی نے زیر کے لئے یہی قانون تجویز کر رکھا ہے کہ ہر

ان کے میں وہ مقدم ہو اور ضعیف موخر ہو اور قوی کا حصہ سب سے پہلے ہو۔

اس رسم و قاعدے کی نشاندہی عربوں کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کے ایک شعر میں ہوئی ہے، وہ کہتا ہے۔

”اور ہم جب کسی پانی پر آتے ہیں تو عمدہ اور صاف پانی ہمارے حصے میں آتا ہے ہمارے غیروں کے جو ہم سے کمزور ہیں، اُن کے حصے میں گندہ پانی اور مٹی ہے۔“

درحقیقت یہ شعر تنہا عمرو بن کلثوم اور اُس کے قبیلے کی حالت کا نقشہ نہیں ہے بلکہ ان کے خاندان نظام کا ٹھیک ٹھیک آئینہ دار ہے۔

بہر حال موسیٰ علیہ السلام سے یہ حالت نہ دیکھی گئی، وہ آگے بڑھے اور لڑکیوں سے بات کیا۔

”تم کیوں پانی نہیں پلاتی ہو، پیچھے کیوں کھڑی ہو۔“

اس پر ان دو بہنوں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ہم مجبور ہیں، اگر جانوروں کو آگے لے کر بڑھتی ہیں تو یہ طاقتور زبردستی ہمیں

بہرہ دیتے ہیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں، ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ

اپنی بیٹیوں سے یہ سن کر باپ نے کہا۔

”فحلت سے جاؤ، اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔“

اچھر باپ اور بیٹیوں کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی تو دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پلانے کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر سستہ لگے۔ مسافرت اور غربت اور پھر بھوک اور پیاس نے آپ کو بڑھال کر رکھا تھا۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔

”پروردگار! اس وقت جو بھی بہتر سامان میرے لئے تو اپنی قدرت سے نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں۔“

چنانچہ اپنے باپ کے کہنے پر لڑکی تیزی سے وہاں پہنچی تو دیکھا کہ کنوئیں کے قریب ہی موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، شرم دھیسے لگا ہیں نیچے کے لڑکی نے کہا۔

”آپ ہمارے گھر چلے، میرے والد آپ کو بلاتے ہیں اور آپ کو اس احسان کا بدلہ دیں گے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ شاید اس سلسلے میں کوئی بہتر صورت نکل آئے، اس لئے چلنا ہی بہتر ہے اور اس کی دعوت کو رد کرنا مناسب نہیں۔ خدا نے میری دعا سن لی اور یہ اسی کا پیش خیمہ ہے۔

چنانچہ یہ سوچ کر موسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے لڑکی کو یہ ہدایت کی، وہ آگے نہ چلے بلکہ ان کے پیچھے پیچھے چلے اور اشارے کے ساتھ ان کی راہنمائی کرتی جائے۔

یوں موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے گھر جانے کے لئے چل پڑے لیکن طبعی اور فطری فیرت اور عزت نفس کے پیش نظر بار بار اس جملے سے متاثر ہو رہے تھے کہ میرا باپ آپ کو اس احسان کا عوض دیتا چاہتا ہے مگر مسافرت اور حالات کی نزاکت نے یہی مشورہ دیا کہ اس وقت اس پیشکش کو گوارا کر لو تا کہ اس غربت میں ایک تنخواہ اور ہمدردی مستقل ہمدردی کو حاصل کیا جاسکے۔

موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے اس لڑکی کے ساتھ اس کے گھر پہنچے اور اس کے والد جو ایک بزرگ صورت اور عمدہ سیرت انسان تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملاقات سے ہمکنار ہوئے۔ لڑکیوں کے والد نے پہلے کھانا کھلایا، پھر اطمینان کے ساتھ بٹھا کر ان کے حالات سنے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ولادت اور فرعون کے بنی اسرائیل پر مظالم سے

اے میں جبر نہ ہوگا۔“ بہر حال طرفین کی باہمی رضامندی کے بعد بزرگ میزبان نے ان بیان کردہ مدت کو مہر قرار دے کر موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔ کچھ دشمنان اور مفسرین کا یہ بھی خیال ہے کہ مدت ختم ہونے پر عقد عمل میں آیا اور عقد کے اہل اہل ہی موسیٰ اپنی بیوی کو لے کر روانہ ہو گئے۔ اس لڑکی کا نام جو موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کی ”صفورہ“ تھا۔

یہاں مؤرخین ایک نئی بحث میں پڑتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جن دو لڑکیوں کے بزرگ موسیٰ نے پانی پلایا تھا جن میں سے ایک لڑکی اپنے باپ کے کہنے پر موسیٰ علیہ السلام کو لے گئی تھی۔ ان لڑکیوں کے والد کون تھے۔

قرآن مقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مدین کے شیخ کے متعلق جو واقعات بیان ہیں، ان میں سے کسی ایک جگہ بھی اس شیخ کا نام نہیں بتایا۔ اس لئے تاریخی حیثیت سے مدین کے نام میں مؤرخین اور مفسرین کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں جو درج کیے گئے ہیں۔

اول یہ کہ مفسرین اور اصحاب عقل و دانش اور مؤرخین کی بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ یہ قول بہت عام اور مشہور ہے۔

مشہور مورخ امام جریر طبری نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ صاحب موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حسن بصری اس طرف مائل ہیں کہ مدین کے شیخ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے اس سلسلے میں سند کے ساتھ ابن ابی اسحاق سے روایت نقل کی ہے اور ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ صاحب موسیٰ علیہ السلام میزبان موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔

دوئم، ایک جماعت کہتی ہے کہ موسیٰ کے اس میزبان کا نام بیرون تھا اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ طبری نے سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوسعیدہ بن ابی ریحان جثلی فرماتے تھے کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو اجیر بنایا، وہ شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ تھا۔

سوم، بعض کہتے ہیں کہ اس میزبان موسیٰ علیہ السلام کا نام بیڑی تھا۔ طبری نے سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اجیر رکھنے والا مدین کا شیخ

شروع کر کے آخر تک ساری داستان سنائی۔ سب کچھ سننے کے بعد اس بزرگ نے موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دے کر کہا۔

”خدا کا شکر کرو کہ اب تم کو ظالم کے پنجے سے نجات مل گئی ہے۔ اب کوئی خوف مقام نہیں ہے۔“

کھانا کھانے کے بعد جس وقت لڑکیوں کے والد اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی، اس وقت اس بزرگ کی ایک بیٹی نے اپنے والد کو مخاطب کر کے علیحدگی میں کہا۔

”اے میرے ابا جان! آپ اس مہمان کو اپنے مویشیوں کے چرانے اور پانی مہر کرنے کے لئے رکھ لیجئے، یہی بہتر ہے جو قوی بھی ہے، امانتدار بھی۔“

اپنی اس بیٹی کی یہ بات سن کر والد کو حیرت ہوئی۔ اس کی بات عجیب معلوم ہوئی۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا۔

”تھک کو اس مہمان کی قوت اور امانت کا حال کیسے معلوم ہوا؟“

جواب میں لڑکی کہنے لگی۔

”میں نے مہمان کی قوت کا اندازہ اس سے کیا کہ کنویں کا بڑا ڈول اس نے تھک بھینچ لیا اور ہمارے جانوروں کو پانی پلایا، حالانکہ عام لوگوں میں سے کوئی بھی اسے اکیلا کھینچ نہیں سکتا۔“

اور امانت کی آزمائش اس طرح کی کہ جب میں بلانے کے لئے گئی تو اس نے مجھے دیکھ کر گناہیں بچنی کر لیں اور گفتگو کے دوران ایک مرتبہ بھی نگاہ اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا اور جب یہاں آنے لگا تو مجھ کو پیچھے پھلنے کے لئے کہا، خود آگے آگے چلا اور مجھ سے کہا کہ میں اشاروں سے اس کی راہنمائی کرتی رہوں۔“

ان بزرگ نے اپنی بیٹی کی باتوں کو سنا تو بہت مسرور ہوئے اور موسیٰ سے کہا۔

”اگر تم آٹھ سال تک میرے پاس رہو اور بکریوں کو چراؤ تو میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں، اگر تم اس مدت کو دو سال بڑھا کر دس سال کر دو تو اور بھی بہتر ہے، یہی اس لڑکی کا مہر ہوگا۔“

موسیٰ علیہ السلام نے اس شرط کو منظور کر لیا اور کہنے لگے کہ ”یہ میری خوشی پر چھوڑ دینے کے میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو چاہوں پورا کروں۔ آپ کی جانب سے اس کے

بیڑی نامی تھا اور اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں۔ عورت کے والد کا نام بیڑی تھا مگر بیڑی والی روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ تھا اور تواریت نے اسی سے ملتا جلتا نام بیرون دیا ہے۔

چہارم، بعض مؤرخ اور علما کہتے ہیں کہ میزبان موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کی تو ایک مرد مومن تھا۔

پنجم ایک جماعت کا گمان ہے کہ یہ شیخ نہ شعیب علیہ السلام ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے بیٹے، اس لئے کہ قرآن مقدس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا زمانہ ہے جس کے درمیان صدیاں حائل ہیں، اس لئے کہ قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”قوم لو ط کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں ہے۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم لوط کی ہلاکت کا زمانہ حضرت ابراہیم کا زمانہ تھا، اور حضرت موسیٰ کے زمانے کے درمیان مدت چار سو سال سے بھی زیادہ ہے اور ان لوگوں نے اس مدت کو قریب کر دینے کے لئے یہ کہا کہ شعیب علیہ السلام کی عمر غیر معمولی پر طویل ہوئی، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مؤرخین اس قول کی تائید کے لئے یہ دلیل بھی قوی طور پر رکھتے ہیں کہ اگر میزبان موسیٰ شعیب علیہ السلام ہوتے تو قرآن مقدس ضرور ان کے نام کی تصریح کرتا اور اس طرح مجمل و مبہم نہ چھوڑتا۔

ان پانچ اقوال کی نقل کے بعد مؤرخین کے نزدیک رائج اور صحیح مسلک معلوم ہے جو ابن جریر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر محدثین اور مؤرخین نے اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نام کی تصریح کے بارے میں کوئی روایت صحت کو نہیں پہنچتی اور جو روایت نقل کی گئی ہیں، وہ قابل احتجاج نہیں ہیں۔ اس لئے جس طرح تصریح کے بغیر قرآن عزیز نے ان کا ذکر کیا ہے، اسی طرح ہم بھی ان کے نام کی تصریح کو خدا کے علم کے حوالے کرتے ہیں۔

جو لوگ میزبان موسیٰ کا نام حضرت شعیب علیہ السلام لیتے ہیں، ان کے متعلق مشہور مورخ عبد الوہاب نجار لکھتے ہیں کہ ”مجھ سے ایک بڑے فاضل عالم نے یہ بحث کی کہ



خوشحال کی طرف آرہے تھے اور راستے میں سیتانیوں کے دو سالار سیماس اور طباش آپ پر حملہ آور ہوئے تھے، اس ٹکراؤ میں آپ اپنے بچے کچھ ساتھیوں کو لے کر اپنے بڑی شہر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اس وقت آپ کی بیٹی سریان آپ کے لشکر نے پھیلے حصے میں تھی جہاں لشکر کے لئے رسد کا سامان متحرک تھا۔ چنانچہ اس ٹکراؤ میں ہمارے بہت سے لشکری مارے گئے، وہاں حملہ آوروں نے سریان کو گرفتار کر لیا۔ اب ہم جو تفصیل لے کر سیتانیوں کی سرزمینوں سے آئے ہیں، وہ یہ ہے کہ سریان سیتانیوں کے نامور سالار سیماس کی بیوی ہے۔ اس نے کب اور کن حالات میں اس شادی کی یا اس کی شادی زبردستی ہوئی، یہ ہم نہیں جانتے۔ تاہم آخری معلومات یہی ہیں کہ وہ سیماس کی بیوی ہے اور سیماس سے اس کا ایک بیٹا ہے نام جس کا ”لیان“ ہے۔ ایک بیٹی ہے نام جس کا ”یورینا“ ہے۔ بیٹا بڑا اور بیٹی چھوٹی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خبر جب خاموش ہوا تب متوخلیش کچھ دیر تک گہری دہان میں ڈوبا رہا۔ شاید کوئی فیصلہ کرتا رہا۔ اس کے بعد آنے والے خبروں کو مخاطب کے کہنے لگا۔

”تم پہلے کی طرح اپنے کام میں لگے رہو۔ میری بیٹی اور اس کے شوہر پر نگاہ رکھنا۔ وہ کہاں جاتے ہیں، کہاں رہتے ہیں۔ ان کے روزمرہ کے کیا کام ہیں۔ میں متوخلیش اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جاتے جاتے اپنے بڑے سالاروں میں سے گور اور سنوش دونوں کو میرے پاس بھیج دوں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ خبر وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس کمرے میں تھوڑے سالار سالار گور اور سنوش داخل ہوئے تھے۔ متوخلیش انہیں اپنے پاس بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ دونوں جب بیٹھ گئے، تب سریان کے متعلق آنے والے خبروں نے تفصیل بتائی تھی، وہ متوخلیش نے گور اور سنوش دونوں سے کہہ لی تھی۔

متوخلیش جب خاموش ہوا، تب گور اور سنوش دونوں نے کچھ دیر صلاح مشورہ کیا اس کے بعد گور اور سنوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب ان حالات میں آپ کیا چاہتے ہیں جو آپ کا فیصلہ ہوگا، ہم اسی کے مطابق ہیں آجائیں گے۔“

حتیوں کا بادشاہ ایک روز اپنے مرکزی شہر خوشحال میں اپنے قصر کے ایک کمرے میں اپنے دونوں بیٹوں کاوک، لوزمان اور اپنی بیوی اسورک کے ساتھ بیٹھا گھریلو موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایسے میں متوخلیش کا چوہدار دروازے پر نمودار ہوا۔ پہلے متوخلیش کو اس نے تعظیم دی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! سیتانیوں کی سرزمینوں سے ہمارے کچھ خبر آئے ہیں، وہ لوگ آپ کی چھوٹی گم ہوجانے والی بیٹی سریان سے متعلق کچھ خبریں لے کر آئے ہیں۔“

چوہدار کے ان الفاظ پر متوخلیش ہی نہیں، اس کے دونوں بیٹے کاوک اور لوزمان اور اس کی بیوی اسورک سب چونک اٹھے تھے اور جستجو بھرے انداز میں چوہدار کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ متوخلیش نے چوہدار کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”سیتانیوں کی سرزمینوں سے آنے والے ان قاصدوں کو فی الفور میرے سامنے پیش کرو۔“ اس پر وہ چوہدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ کچھ بھر تھے۔ وہ متوخلیش کے سامنے آکر رکے۔ متوخلیش کو انہوں نے تعظیم دی اور اس کے سامنے بادب کھڑے ہو گئے تھے۔ متوخلیش نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم میری چھوٹی گم ہوجانے والی بیٹی سریان سے متعلق تفصیل لے کر آئے ہو۔ اگر تم نے اس کا اتنا پتا معلوم کر لیا ہے تو بولو، وہ اس وقت کہاں ہے، کیسی زندگی بسر کر رہی ہے؟ کیا وہ کسی کی امیری میں ہے یا کسی نے اسے لونڈی بنا کر اپنے پاس رکھ لیا ہے؟“

متوخلیش جب خاموش ہوا تب آنے والوں میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کا اندازہ کسی حد تک درست ہے۔ جس وقت آپ باہل سے آئے

ہاں سریان کو جو اس کی بیوی ہے، اس کے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتا ہے، جب اس کو روک دیا جاتا ہے، اس کے ساتھ میں یہ بھی چاہوں گا کہ سیتانیوں کے سالار سیماس کا سر کاٹ دیا جائے، اس نے کیسے جرات اور جسارت کی کہ میری بیٹی کو یوں اپنے پاس رکھ کر اس سے زبردستی شادی کرے، اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمیں شکست کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے، اس لئے کہ ان حالات میں باہل کے کسی بھی اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے، اس لئے کہ ماضی میں کیونکہ ہم ایک ساتھ سیتانیوں اور کاسیوں کو اپنا ہدف بناتے رہے ہیں۔ لہذا ہمارے خلاف یہ دونوں قوتیں اتفاق اور اتحاد بھی کر سکتی ہیں، ایسی صورت میں ہمارے خلاف مشکلات اٹھ سکتی ہیں۔ ان حالات میں بے شک مصر کے رئیس کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں، اس لئے کہ میری بیٹی دلوکر ان دونوں رئیس کی بیوی ہے لیکن اگر ہم اعلان سیتانیوں اور کاسیوں کے مرکزی شہر کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر خدشا اور خطرہ ہے کہ رئیس بھی ضرور ہمارے خلاف حرکت میں آسکتا ہے اور میں کسی بھی صورت ایسا نہیں چاہوں گا کہ رئیس اس رشتے کو فراموش کر کے سیتانیوں اور کاسیوں کی خاطر ہمارے خلاف حرکت میں آجائے۔

اپنی بیٹی کو حاصل کرنے اور سیماس کا خاتمہ کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک ہی تجویز آئی ہے کہ ہم ایک خاصا بڑا لشکر اپنی اور سیتانیوں کی سرحدوں پر مقرر کردیں اور وہ لشکر گاہے گاہے سیتانیوں کے علاقوں پر برابر حملہ آور ہوتا رہے۔ اس سلسلے کو طول دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایسا ہوگا تو سیتانیوں کا بادشاہ متی دوا یقیناً اپنے دو سالاروں سیماس اور طباش پر ہی بھروسہ کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ہم کے لئے وہ دونوں کو بھیج دے یا کسی ایک کا انتخاب کرے، اب ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس ہم کو روکنے اور ہمارے حملوں کا جواب دینے کے لئے سیماس اور طباش آتے ہیں تو کب ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر و بیشتر ہمیں سیماس اکیلے لشکر لے کر نہیں آتا رہا ہوگا۔ عموماً طباش اس کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ آئندہ بھی ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ سیتانیوں کے ساتھ ٹکراؤ کا سلسلہ جاری رہے، اسے طول دینا چاہئے۔ اس طول کے دوران کبھی نہ کبھی تو سیماس میری بیٹی سریان اور اس کے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے ٹکرانے کے لئے

ہاں سریان کو جو اس کی بیوی ہے، اس کے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتا ہے، جب اس کو روک دیا جاتا ہے، اس کے ساتھ میں یہ بھی چاہوں گا کہ سیتانیوں کے سالار سیماس کا سر کاٹ دیا جائے، اس نے کیسے جرات اور جسارت کی کہ میری بیٹی کو یوں اپنے پاس رکھ کر اس سے زبردستی شادی کرے، اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمیں شکست کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے، اس لئے کہ ان حالات میں باہل کے کسی بھی اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے، اس لئے کہ ماضی میں کیونکہ ہم ایک ساتھ سیتانیوں اور کاسیوں کو اپنا ہدف بناتے رہے ہیں۔ لہذا ہمارے خلاف یہ دونوں قوتیں اتفاق اور اتحاد بھی کر سکتی ہیں، ایسی صورت میں ہمارے خلاف مشکلات اٹھ سکتی ہیں۔ ان حالات میں بے شک مصر کے رئیس کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں، اس لئے کہ میری بیٹی دلوکر ان دونوں رئیس کی بیوی ہے لیکن اگر ہم اعلان سیتانیوں اور کاسیوں کے مرکزی شہر کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر خدشا اور خطرہ ہے کہ رئیس بھی ضرور ہمارے خلاف حرکت میں آسکتا ہے اور میں کسی بھی صورت ایسا نہیں چاہوں گا کہ رئیس اس رشتے کو فراموش کر کے سیتانیوں اور کاسیوں کی خاطر ہمارے خلاف حرکت میں آجائے۔

اپنی بیٹی کو حاصل کرنے اور سیماس کا خاتمہ کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک ہی تجویز آئی ہے کہ ہم ایک خاصا بڑا لشکر اپنی اور سیتانیوں کی سرحدوں پر مقرر کردیں اور وہ لشکر گاہے گاہے سیتانیوں کے علاقوں پر برابر حملہ آور ہوتا رہے۔ اس سلسلے کو طول دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایسا ہوگا تو سیتانیوں کا بادشاہ متی دوا یقیناً اپنے دو سالاروں سیماس اور طباش پر ہی بھروسہ کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ہم کے لئے وہ دونوں کو بھیج دے یا کسی ایک کا انتخاب کرے، اب ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس ہم کو روکنے اور ہمارے حملوں کا جواب دینے کے لئے سیماس اور طباش آتے ہیں تو کب ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر و بیشتر ہمیں سیماس اکیلے لشکر لے کر نہیں آتا رہا ہوگا۔ عموماً طباش اس کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ آئندہ بھی ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ سیتانیوں کے ساتھ ٹکراؤ کا سلسلہ جاری رہے، اسے طول دینا چاہئے۔ اس طول کے دوران کبھی نہ کبھی تو سیماس میری بیٹی سریان اور اس کے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے ٹکرانے کے لئے



ہاں سریان کو جو اس کی بیوی ہے، اس کے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتا ہے، جب اس کو روک دیا جاتا ہے، اس کے ساتھ میں یہ بھی چاہوں گا کہ سیتانیوں کے سالار سیماس کا سر کاٹ دیا جائے، اس نے کیسے جرات اور جسارت کی کہ میری بیٹی کو یوں اپنے پاس رکھ کر اس سے زبردستی شادی کرے، اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمیں شکست کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے، اس لئے کہ ان حالات میں باہل کے کسی بھی اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے، اس لئے کہ ماضی میں کیونکہ ہم ایک ساتھ سیتانیوں اور کاسیوں کو اپنا ہدف بناتے رہے ہیں۔ لہذا ہمارے خلاف یہ دونوں قوتیں اتفاق اور اتحاد بھی کر سکتی ہیں، ایسی صورت میں ہمارے خلاف مشکلات اٹھ سکتی ہیں۔ ان حالات میں بے شک مصر کے رئیس کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں، اس لئے کہ میری بیٹی دلوکر ان دونوں رئیس کی بیوی ہے لیکن اگر ہم اعلان سیتانیوں اور کاسیوں کے مرکزی شہر کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر خدشا اور خطرہ ہے کہ رئیس بھی ضرور ہمارے خلاف حرکت میں آسکتا ہے اور میں کسی بھی صورت ایسا نہیں چاہوں گا کہ رئیس اس رشتے کو فراموش کر کے سیتانیوں اور کاسیوں کی خاطر ہمارے خلاف حرکت میں آجائے۔

اپنی بیٹی کو حاصل کرنے اور سیماس کا خاتمہ کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک ہی تجویز آئی ہے کہ ہم ایک خاصا بڑا لشکر اپنی اور سیتانیوں کی سرحدوں پر مقرر کردیں اور وہ لشکر گاہے گاہے سیتانیوں کے علاقوں پر برابر حملہ آور ہوتا رہے۔ اس سلسلے کو طول دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایسا ہوگا تو سیتانیوں کا بادشاہ متی دوا یقیناً اپنے دو سالاروں سیماس اور طباش پر ہی بھروسہ کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ہم کے لئے وہ دونوں کو بھیج دے یا کسی ایک کا انتخاب کرے، اب ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس ہم کو روکنے اور ہمارے حملوں کا جواب دینے کے لئے سیماس اور طباش آتے ہیں تو کب ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر و بیشتر ہمیں سیماس اکیلے لشکر لے کر نہیں آتا رہا ہوگا۔ عموماً طباش اس کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ آئندہ بھی ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ سیتانیوں کے ساتھ ٹکراؤ کا سلسلہ جاری رہے، اسے طول دینا چاہئے۔ اس طول کے دوران کبھی نہ کبھی تو سیماس میری بیٹی سریان اور اس کے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے ٹکرانے کے لئے

انت بھی اسی جانور سے ہوتی تھی۔ چنانچہ پنجاب کے پرانے باشندوں سے بھی آج احوال کیا جائے کہ تمہاری ذات کیا ہے تو کوئی کہے گا میں ہنس ہوں، کوئی کہے گا سیال ماں اور کوئی کہے گا کہ لوہڑ ہوں۔

رفتہ رفتہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں آپس میں ضم ہوتی گئیں۔ یہ اتحاد اگر پرانے طریقے۔ لہور میں آتا تو ریاستی دیوتاؤں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہو جاتے تھے۔ مثلاً اہم ریاست کا دیوتا اگر نر ہوتا اور دوسری کا مادہ اور ان کی عمریں بھی برابر ہوتیں تو ان کی نامی باندی جاتی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی بن جاتے تھے۔ اگر ان میں عمروں میں اتنی ہوتا تو بڑی عمر کا دیوتا چھوٹی عمر کے دیوتا کا باپ بن جاتا تھا۔ اس کے برعکس اگر اہم ریاست دوسری ریاست کو بزرگ شمشیر فتح کرتی تو مقبوضہ ریاست کے دیوی دیوتا اب قرار دیئے جاتے تھے اور فاتح قوم انہیں نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھی۔

مثلاً چار ہزار سات سو قبل مسیح کے قریب مصر میں باز اور گدھ قوم کے لوگ بہت طاقتور ہو گئے تھے۔ یہ لوگ وسطی مصر میں آباد تھے۔ ان کی ریاست کا صدر مقام عبیدوز تھا۔ عبیدوز کے قریب واقع تھا۔ عبیدوز بہت متبرک شہر سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہ حورس کا مکان تھا اور یہاں حورس دیوتا کا سب سے بڑا مندر بھی تھا۔ جب یہ لوگ جنوب پر حملہ کیا تو ان کے اور جنوب کی بادشاہت کو ختم کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تب پہلی بار ان میں ایک متحد بادشاہت قائم ہوئی اور ممفس اس کا دارالسلطنت بنایا گیا۔ متحدہ طاقت قائم ہونے پر مصری فرمانرواں کے تاج پر سانپ کا اضافہ ہو گیا کیونکہ فاتح جو اس سے شمال کی طرف آئے تھے، ان کا دیوتا حورس تھا۔ اب انہوں نے شمال والوں کو اپنی پانی تھی اور شمال والوں کا دیوتا سانپ تھا۔ لہذا انہوں نے حورس کے ساتھ سانپ کو بھی شامل کر لیا کیونکہ حورس دیوتا کے ماننے والوں کو فتح ہوتی تھی۔ لہذا ان کی نگاہوں میں حورس دیوتا کی عظمت اور شوکت پہلے سے بھی بڑھ گئی تھی کیونکہ پہلے وہ فقط جنوبی طاقتوں ہی کا مقامی دیوتا تھا۔ اب وہ فراعہ مصر کی پوری سلطنت کا سب سے بڑا دیوتا بن جانے لگا تھا۔ فراعہ کے ہر فرمان کا آغاز حورس کے نام سے ہونے لگا اور انہوں نے ان کی اولاد بلکہ زندہ حورس کا لقب اختیار کیا۔

انہی مصری تہذیب وادی نیل کی تاریخ کا نہایت اہم اور عہد آفرین واقعہ تھا۔ ظاہر

بنی اسرائیل کے سوا فرعون رعمیس اور اس کی رعایا بے حد خوش تھی۔ اس لئے کہ ان کے فصلی تہواروں کا سلسلہ شروع ہو رہا تھا۔ عراق کی مانند مصری تہذیب بھی پرانی ہے۔ اس تہذیب کا آفتاب اقبال تقریباً تین ہزار سال تک بڑی آب و تاب سے روشن رہا اور اس کے کارنامے پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنے رہے اور دوسری اقوام کی طرح مصر کے اندر بھی فصلی تہوار بڑی آب و تاب کے ساتھ منائے جاتے تھے۔ مصریوں کا نیا سال انیس جولائی سے شروع ہوتا تھا۔ اسی دن دریائے نیل میں سیلاب کا آغاز ہوتا تھا۔ نئے سال کی رسموں کی تفصیلات فرعون رعمیس کے معبد کی دیواروں پر اب تک موجود ہیں، یہ تہوار پورے مصر میں منایا جاتا تھا۔

مصری تہذیب کے سب سے قدیم آثار وسطی خطے میں بدری، تاسا اور عزہ کے کھنڈروں میں ملتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی بستیاں ابتداء میں اسی علاقے میں قائم ہوئیں۔ پھر جوں جوں آبادی کا دباؤ بڑھتا گیا، لوگ دریائے نیل کے کنارے شمال کا رخ کرتے چلے گئے۔ ڈیلٹا کا علاقہ بہت بعد میں آباد ہوا، وہ بھی لیما کی طرف سے آنے والے مصریوں سے، جو کئی اعتبار سے جنوبی مصر کے باشندوں سے بہت مختلف تھے۔

مصر میں متحدہ بادشاہت سے بہت پہلے وادی نیل کا علاقہ چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور ہر ریاست کا اپنا الگ سربراہ ہوا کرتا تھا اور اپنے اپنے دیوی دیوتا ہوتے تھے۔ ابتدا میں ان دیوتاؤں کی شکلیں جانوروں کی ہی ہوا کرتی تھیں۔ یعنی ہر قبیلہ اپنے لئے کوئی جانور مخصوص کر لیتا تھا اور اسی کی نسبت سے اپنے آپ کو یاد کرتا تھا۔ مثلاً کچھ لوگ طاؤس کو، کچھ لوگ خرگوش کو، کچھ گدھ یا لکڑی کو، کسی کا مخصوص جانور نیل، کسی کا باز، کسی کا ہرن اور کسی کا دریائی گھوڑا ہوا کرتا تھا اور ان قبائل اور قوموں کی

لیکن اس کے بھائی سانت نے اس کے خلاف سازش کی۔ اس نے کسی طرح ازریس کے بدن کی ناپ حاصل کی اور اس کے مطابق ایک نہایت حسین تابوت بنایا۔

ایک روز جب کہ شراب کا دور چل رہا تھا اور سب لوگ مدہوش ہو رہے تھے، تو سانت نے ہنس کر کہا، یہ تابوت میں اس کو دوں گا جس کو یہ پورا ہوگا۔

سب لوگ باری باری تابوت میں اترے مگر کسی کو تابوت پورا نہ اتر۔ سب سے آخر میں ازریس تابوت میں لیٹا۔ چنانچہ اس کا سازش بھائی اس کا منتظر تھا۔ اس نے دوڑ کر تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا۔ اس کے پیٹ پر پکھلا ہوا سیسہ بھر دیا اور تابوت کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ جب ازریس کی بیوی اور بہن ازریس کو اس حادثے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی رفیق کات ڈالیں، مائیک لباس پہنا اور اپنے شوہر کی لاش کی تلاش میں نکل پڑی ہوئی۔

دوسری طرف ازریس کا تابوت بہتے بہتے بحر روم میں پہنچا اور بحر روم کی موجیں اسے بیلوس کے ساحل پر لے آئیں اور جس جگہ آ کر وہ رکا، وہاں دفعتاً ایک درخت اُگ آیا اور اس نے تابوت کو اپنے تنے میں چھپا لیا۔

اور جب بیلوس کے بادشاہ نے اس درخت کو دیکھا تو اسے یہ درخت بہت پسند آیا۔ اس نے درخت کو کٹوا کر اس کے تنے کو اپنے محل میں لگوا دیا۔

ازریس کو جب خبر ہوئی کہ اس کے شوہر کا تابوت بیلوس پہنچ گیا ہے تو اس نے قریب غور کا بھیجیں بدلا اور بیلوس روانہ ہو گئی۔ بیلوس پہنچ کر وہ شاہی کنوئیں کی منڈیر بنی ہوئی اور زار و قطار رونے لگی۔

یہ کنواں بقول مصریوں کے اب تو سوکھا پڑا ہے لیکن اب بھی یہ کنواں موجود ہے اور یہاں سیاحوں کی آمد و رفت بھی ہوتی ہے۔

جب بیلوس کی عورتیں اس کنوئیں پر پانی بھرنے آتی تھیں تو وہ ازریس کو وہیں بیٹھ کر زار و قطار روتا ہوا دیکھتی تھیں۔ چنانچہ ان دنوں اس علاقے کا بادشاہ ماکندر تھا۔ اس نے محل کی عورتیں بھی جب پانی بھرنے آئیں اور ازریس نے ان کی رفیق سنواریں اور انہیں مقدس جسم کی خوشبو سے ان کے بالوں کو مہکایا اور جب ملکہ نے اپنی خواہشوں کے لئے ہونے والے دیکھے اور ان کے بالوں کی خوشبو سونگھی تو ازریس کو اپنے بیٹے کی آیا

ہے کہ باز کی قوم کو یہ کامیابی حورس دیوتا ہی کی بدولت نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ حورس کی مدعا ثناء میں بکثرت بھجی گیت اور ناک لکھے گئے اور اس کے کارناموں کو ڈراموں کا موضوع بنایا گیا۔ ان ڈرامائی رسموں اور فصلی تہواروں کا جائزہ اگر لیا جائے تو یہ فصلی تہوار بہت پہلے سے مصر میں رائج تھے اور اس کی ابتداء مصریوں کے دیوتا حورس سے بھی بہت پہلے سے جاری اور ساری تھی۔

کہتے ہیں ازریس جسے دیوتا تسلیم کیا گیا تھا، کبھی مصر کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام گپ تھا۔ جو زمین کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور ماں کا نام نوط تھا جسے ملکہ فلک کہتے تھے۔ قدیم مصریوں کا یہ خیال تھا کہ اس وقت سے اسلام کے آنے تک مصریوں کا سب سے بڑا دیوتا رع تھا۔ اس کو سورج دیوتا بھی کہتے تھے۔ رع عربی میں منتقل ہو کر فرع یا اور فرع سے فرعون ہوا۔ فرعون کے معنی ہیں رع دیوتا کا اتار یا سایہ۔ کہتے ہیں کہ زمین کے دیوتا گپ اور ملکہ فلک نوط سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور جب سورج دیوتا رع کو پتا چلا کہ گپ کی بیوی نوط نے بے وفائی کی ہے تو اس نے ان کے بیٹے ازریس کو عذاب میں مبتلا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ازریس کے دو بھائی اور بھی تھے، ایک کا نام حورس اور دوسرے کا نام سانت تھا۔ ان کی دو بہنیں بھی تھیں۔ ایک کا نام ازریس اور دوسری کا نام نفیس تھا۔ ان دونوں بہنوں کی شادی اپنے بھائیوں سے ہی ہوئی یعنی ازریس کی شادی ازریس سے اور سانت کی شادی نفیس سے ہوئی تھی۔

جس وقت ازریس کو مصر کی بادشاہت ملی، اس وقت مصر کے باشندے بالکل جنگلی، وحشی اور آدم خور تھے۔ لیکن ازریس نے بقول مورخین مصریوں کو جو اور جنگلی پودے تلاش کر دیئے اور اہل مصر کو کاشت کاری کا فن سکھایا تب ان لوگوں نے آدم خوری ترک کر دی اور اناج پیدا کرنے لگ گئے۔ ازریس نے انہیں درختوں کا پھل کھانا اور انگوڑی شراب بنانا بھی سکھایا۔ ازریس کی آرزو تھی کہ دنیا کے سب لوگ تہذیب کی ان برکتوں سے واقف ہو جائیں۔ لہذا اس نے اپنی بہن اور بیوی ازریس کو مصر کے تخت پر بٹھایا اور خود دنیا کے سفر پر روانہ ہوا۔

کہتے والے کہتے ہیں کہ جب وہ اس طویل سفر سے بنی نوع انسان کی نذر وں اور دعاؤں سے لدا ہوا وطن واپس آیا تو اہل مصر نے اس کا شاندار استقبال کیا اور اسے دیوتا کا لقب دیا۔

مقرر کر دیا۔

ازلیس نے شہزادے کو چھاتی سے دودھ نہیں پلایا بلکہ وہ اپنی انگلی بچے کو چوسا دیتی تھی اور وہ آسودہ ہو جاتا تھا۔ ایک دن ملکہ نے بچے کو ازلیس کی انگلیاں چوسنے دیکھ لیا، تب ازلیس نے ملکہ سے سارا ماجرا بیان کر دیا اور درخواست کی کہ ککڑی کا وہ کھمبا جو گل میں لگا ہے، مجھے دے دیا جائے، اس کے اندر میرے شوہر ازلیس کی لاش پوشیدہ ہے۔

بادشاہ نے کھمبا ازلیس کے حوالے کر دیا۔ ازلیس نے اس کے اندر سے ازریس کا تابوت نکالا اور کشتی میں بیٹھ کر مصر روانہ ہو گئی۔ مصر پہنچ کر اس نے کشتی کو بوتو کے مقام پر دریائے نیل کے کنارے چھوڑا اور خود اپنے بیٹے حورلیس کو دیکھنے چلی گئی۔ اتفاق سے ازریس کے سارشی بھائی سانت کا گزرا اور اسے ہوا اور چاندنی رات میں اس نے اس تابوت کو پہچان لیا جو اس نے خود بنایا تھا۔ چنانچہ اس نے اس تابوت کو کھولا اور اپنے بڑے بھائی ازریس کی لاش کے چودہ ٹکڑے کئے اور ان کو دور دور تک پھینک دیا۔

چنانچہ ازلیس بھاگی بھاگی واپس آئی تو اپنے شوہر کی لاش کو نہ پایا تو اس نے سورج دیوتا سے فریاد کی۔ آخر سورج دیوتا نے اس کی فریاد سنی اور ازلیس شوہر کے ٹکڑوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کام میں اس کی بہن نفیس نے بھی اس کی مدد کی۔

کہتے ہیں آخر ان ٹکڑوں کو جوڑا گیا اور ازریس دوبارہ زندہ ہو گیا لیکن مصر کی قدیم روایات کے مطابق مصر کے سب سے بڑے دیوتا رع نے اسے زمین کی بادشاہت کے بجائے پاتال کی بادشاہت عطا کی جہاں وہ مردوں کے اعمال کو میزان میں تولنے کا فرماؤا کرتے لگا۔

روایت کے مطابق قدیم مصری ازریس دیوتا کے اس لئے بھی احسان مند تھے کہ اس نے مصریوں کو نئے قسم کے اناج اور انکھور سے متعارف کروایا اور ان کو شراب بنانے کا ہنر سکھایا اور مردم خوری کی رسم بند کروائی اور اس نے اپنی قوم کے لئے عظیم کارنامے سر انجام دیئے مگر رواج کے مطابق جوانی ہی میں قتل کر دیا گیا تاکہ اس کے خون اور گوشت کے زمین میں مل جانے سے اناج کی فصل اچھی ہو۔

240

مصر میں بادشاہ کو سات یا نو سال کی حکومت کے بعد قربان کر دیا جاتا تھا۔

ابتداء میں مصری قومیں بھی اپنے بادشاہ کو جوانی میں افرائش فصل کی خاطر قربان کر دیا کرتی تھیں۔ البتہ فرعونوں کے برسر اقتدار آنے کے بعد اس رسم میں تبدیلی آئی۔ ترمیم کر دی گئی اور فرعون کے بجائے اس کا نامزد کردہ نمائندہ زراعت کی نگرانی کرنے لگا تھا۔

ہوتا تو تھا کہ قربانی تہوار سے چند دن قبل فرعون تخت سے دستبردار ہو جاتا تھا۔ اپنی جگہ قربان کئے جانے والے شخص کو فرعون مقرر کر دیتا تھا۔ یہ شخص تین چار روز کے لئے بادشاہت کرتا تھا اور جب قربانی کا وقت آتا تھا تو موت کا دیوتا جسے مصری "انوبس" کہتے تھے، اس کے مندر کا پردہت گیدڑ کا چہرہ لگا کر اور گیدڑ کی کھال اوڑھ کر شاہی محل میں داخل ہوتا تھا۔ گیدڑ کی کھال اور گیدڑ کا چہرہ اس لئے لگایا جاتا تھا کہ گیدڑ وہ ملک الموت خیال کرتے تھے اور عارضی فرعون کو بڑے ترک و احتشام سے اپنے محلہ لے جا کر قربان گاہ حاضری دیتے تھے۔

مصریوں کے ہاں اس رسم کے آثار جنوبی مصر میں انیسویں صدی تک باقی رہے۔ مصر کے شش سال کی پہلی تاریخ کو جب کہ دریائے نیل پورے شباب پر ہوتا تھا، فرعون مصر میں حکومت کا نظم و ضبط تین روز تک بالکل معطل ہو جاتا تھا اور ہر شہر اپنا عارضی حاکم مقرر کر لیتا تھا۔ یہ عارضی حاکم نقالوں کی تحریروں کی نوٹی اوڑھے اور سن کی دائری لگائے اور ان میں عصا لئے ضلع کے اعلیٰ افسر کی رہائش گاہ پر پہنچتا تھا۔ ایک آدمی جلا اور ایک آدمی دفتری یعنی ششی کے ہمیں میں اس کے ہمراہ ہوتا تھا اور تماشاویوں کا جھوم شور مچا دیتے تھے۔

پچھلے چلنا تھا۔ اعلیٰ شخص اپنے اختیارات سے دستبردار ہو جاتا تھا اور فرضی احکامات صادر کر دیتا تھا۔ تین روز بعد تقریب کا رواج ختم ہو جاتا تھا اور فرضی شخص کو موت کی سزا دی جاتی تھی لیکن اس کو واقعی پھانسی دینے کے بجائے اس کی ٹوپی، لباس اور دائری کو اس کے جلا دیا جاتا تھا۔

مصری آثار قدیمہ میں ایک ایسی تصویر بھی ملی ہے جس میں فرعون کے تہاں کو قربان کیا جا رہا ہے مگر اس کو ذبح نہیں کیا جاتا تھا بلکہ کالے ناگ سے ڈسوا دیا جاتا تھا۔ تب اس کے دل، پچھروں اور انتڑیوں کو کھیت میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی دوسری اقوام کی طرح مصر میں بھی افرائش نسل کی خاطر آدمی کی قربانی کی جاتی تھی۔ اس رواج کی بکثرت مثالیں انیسویں صدی کی ماخذہ قوموں سے بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

تمام دنیا کی وحشی اور نیم وحشی قوموں میں انسانی قربانی کا رواج پایا جاتا تھا۔ لوگ ان بانیوں کی لاش کو بچ سمیت دفن کر دیتے تھے اور بعض اوقات ان کے خون کو بچوں میں دیا جاتا تھا تاکہ فصل اچھی ہو۔ اس رواج کی سب سے مشہور مثال ہندوستان کے ماننے اڑیسہ میں بھی ملتی ہے۔

اڑیسہ کی کھوڑ قوم بھی یہ قربانی ادا کرتی تھی اور قربان ہونے والے آدمی کو وہ "پا" کہتے تھے۔

میریا کا منصب پانے والے کی وہ بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کی خوب خاطر دلات ہوئی تھی۔ قربانی کے دن ڈھول تاشے بجاتے ہوئے قربان گاہ کے سامنے جمع ہوتے تھے۔ یہ جگہ مندر کے قریب ہی ہوتی تھی، وہاں منتر پڑھتے جاتے تھے اور میریا کو ان کے اس کی لاش کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جاتے تھے۔

اس کے بعد گاؤں کا کھیا اپنے حصے کا گوشت لے کر گاؤں کی طرف بھاگتا جاتا تھا۔ وہاں کو مندر کے پردہت کے حوالے کر دیتا تھا۔ مندر کا پردہت ان کو دھوئیں میں اپنا تھا۔ ایک حصہ وہ کڑھا کھوڑ کر وہیں دفن کر دیتا تھا اور گاؤں کا ہر مرد اس گڑھے میں اپنا اتا تھا۔ تب پردہت اس پر پانی چھڑکتا تھا۔ اس رسم کے بعد پردہت دوسرے گاؤں کے ہر گھر میں تقسیم کر دیتا تھا اور ہر گھر کا سن رسیدہ آدمی اپنے ٹکڑے کو لے کر اپنے کھیت میں گاڑھ دیتا تھا۔ سر، ہڈیوں اور انتڑیوں کو چتا میں رکھ کر جلا دیا جاتا تھا۔ ان کی راکھ کھیتوں میں چھڑک دی جاتی تھی۔ اس قسم کی قربانی کا رواج آسٹریلیا، ہند اور دوسرے ملکوں میں بھی موجود تھا۔ فلسطین، شام اور عرب وغیرہ میں بھی پلوشی کے لئے قربانی دی جاتی تھی۔

شروع میں اس قربانی کے لئے بادشاہ کو سب سے زیادہ مناسب سمجھا جاتا تھا۔ لے کہ قربانی کے لئے بادشاہ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ قوم کا سب سے اہم اور مثالی انسان بلکہ دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ وہ تو جسم زرخیز تھا مگر شرط یہ تھی کہ وہ جوانی ہی میں بھینٹ چڑھایا جائے تاکہ فصلیں اچھی جوان اور تندرست ہوں۔

کچھ عرصے بعد اس میں مزید ترمیم ہوئی اور جنگی قیدیوں کو قربان کیا جانے لگا مگر رواج بھی ترک ہو گیا اور اس کے بعد جانوروں کی قربانی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

قربانی کے ان مواقع پر کتاب اموات کو بھی پاس رکھا جاتا تھا۔ کتاب اموات ان کی دعاؤں کا مجموعہ تھی۔ یہ دعائیں امراء سلطنت کے تابوتوں پر لکھی جاتی تھیں اور ہزار ہر ایک ہزار قبل مسیح تک رائج رہیں۔ اس کتاب کے مطابق انسانی قربانی کی عینیتوں کی جتنی کے آغاز کے وقت منائی جاتی تھی۔ قربانی کے فوراً بعد فرعون مل لے اور مقدس کھیت میں اترتا تھا۔ اسے جوتھا تھا، اس کے بعد قربانی کا خون کھیت میں بہا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ مصریوں کے قدیم آثار میں ایک مندر ایسا بھی سامنے آتا ہے جس میں فرعون رعشمیس کھیت میں مل جوتھا دکھایا گیا ہے۔

مصریوں کی اس کتاب اموات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ فرعونوں کے اٹھارویں ماخذ ان کے عہد میں انسانوں کی جگہ جانوروں کی قربانی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ قربانی جانوروں میں ہرن کو بڑی فوقیت دی جاتی تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ازریس خواہ دیوتا رہا ہو یا انسان یا بادشاہ، یہ واقعہ ہے کہ مصری رسوم میں اس کا تعلق اناج کی افرائش سے تھا۔ روایہ کے مطابق سانت نے ان کی لاش کے ٹکڑے جگہ جگہ بکھیر دیئے تھے۔ جب اس کی بیوی ازلیس نے ان ٹکڑوں کو اکٹھا کر لیا تھا۔

ازریس کا تہوار اکتوبر کے مہینے میں منایا جاتا تھا۔ مصر میں ازریس کے دو نہایت اہم معبد تھے: ایک بوزائرس میں جو دریائے نیل کے ڈیلٹا پر واقع تھا اور دوسرا عبیدوز میں۔ ان تہواروں میں ازریس کی موت کی رسموں پر زور دیا جاتا تھا۔

یہ تہوار جن میں فرعون حصہ لیا کرتے تھے، ان کی دو قسمیں ہوتی تھیں: ایک مصری اور دوسری ڈرامائی جس میں ازریس کے قتل اور دوبارہ زندہ ہونے کے علاوہ ان کے بیٹے حورلیس اور سانت کی جنگ اور سانت کے قتل کے مناظر پیش کئے جاتے تھے۔

مصر میں منائی جانے والی یہ زرعی رسمیں یونانی کی رسمیں تھیں۔ حورلیس کی طوائی مگر مدنی صورتی کو کھیتی اور جو کے دانوں سے بھر دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حورلیس کی

کہ بعد میں دیوتاؤں کے گرد داستانوں کا ایک طوفان قائم کر دیا گیا تھا مگر ان کو وہ ادنیٰ قبولیت کبھی نصیب نہ ہوئی جو ازریس اور مورس کو حاصل تھی۔ لطف یہ ہے کہ ابتدائی دور میں کسی قدرتی دیوتا کا کوئی مندر بھی نہ تھا۔ رہ گیا سورج دیوتا یعنی رع دیوتا تو وہ خالص شاہی دیوتا تھا جو فرعونوں کے پانچویں خاندان کے دور میں وجود میں آیا۔ چنانچہ اٹھارویں خاندان سے بیشتر فرعونوں کے علاوہ کسی شخص کو سورج کی نش کی اجازت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ سورج دیوتا کو ناپسند کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ چنانچہ شاہی نوشتوں میں تو سورج کی شانہ صفت میں زمین انسان کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ البتہ عوامی روایتوں میں سورج دیوتا یعنی رع کی تشبیہ کی گئی ہے۔ مثلاً ایک روایت میں ازریس نے رع کو امحی بنا کر اس سے اسم الہم کا راز معلوم کر لیا تھا اور دوسری روایت میں اسے اتا بوڑھا اور بیوقوف دکھایا گیا مگر ساری دنیا اس پر ہنستی تھی۔ تیسری روایت میں اس کی بدعا بھی کارگر نہ ہوتی تھی بلکہ تحت دیوتا جو علم و ہنر کا دیوتا تھا، ایک داستان میں اپنی دانائی اور ہوشیاری میں رع کو ہرا دیتا تھا۔

بہر حال مصر کے ان دیوتاؤں سے متعلق ایک عجیب و غریب بات یہ بھی تھی کہ مصر کے فرعون اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں دیوتاؤں کی اولاد خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی شادی کے بعد فرعون کی ملکہ مصر کے سب سے بڑے دیوتا رع کے مندر میں جاتی تھی اور وہاں اس کی شب بھری کا عمدہ اہتمام کیا جاتا تھا اور وہ اپنے شوہر یعنی امون کے ساتھ اپنی شادی کی پہلی شب اسی رع دیوتا کے مندر میں ہی گزارتی تھی۔ ان زم کے آثار اب بھی مصر کے اہرام میں بہت سی جگہ پائے جاتے ہیں بلکہ کندہ کئے ہیں اور اس کی رنگین تصویریں بھی بنائی گئی ہیں۔ ان تصویروں کے اندر مناظر کی تسبیح بھی لکھی گئی ہے۔ اسی بناء پر مصر کے فرعونوں کو رع کا اوتار تصور کیا جاتا تھا اور ان کی ذات اتی ہی واجب احترام اور سزاوار احترام تھی جتنی سب سے بڑے دیوتا رع کی۔ قدیم مصری عقیدے کے مطابق بادشاہ کبھی مرتا نہ تھا بلکہ رع کے پاس چلا جاتا تھا اس عقیدے کے سیاسی مقاصد اور محرکات تو معمولی عقل کے انسان کو بھی سمجھ آ سکتے ہیں لیکن اس کا اصل مقصد لوگوں پر دیوتاؤں کا رعب اور دبہ ڈالنا تھا۔

مصر کے اندر زرخیزی کے جو تہوار منائے جاتے تھے، ان میں تخلیق کائنات کی

چاروں اولاد کی صورتوں کو بھی جو کے دانوں، چودہ قسم کے مصالحوں اور چودہ قسم کے قیمتی پتھروں سے بھرا جاتا تھا۔ پھر ان پانچوں صورتوں کو پتھر کے ایک کڑاؤ میں رکھ کر مٹی سے ڈھک دیا جاتا تھا اور جب ان میں آنکھوں نکلنے لگتے تھے پرہت، جشن بہار کی آمد کا اعلان کر دیتا تھا۔ نژاد کے اندر لگنے والے پودوں کو ازریس کا باغ کہا جاتا تھا۔ اس قسم کے متعدد باغ مصر کے بادرویں شاہی خاندان کے اہرام کے دروازوں پر بھی پائے گئے ہیں۔ ازریس کے چھوٹے چھوٹے باغ امراء مصر کے مقبروں سے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ جن برتنوں میں جو کے پودے لگائے جاتے تھے، ان پر ازریس کی شبیہ کھدی ہوئی تھی۔ مدعا یہ تھا کہ جس طرح ازریس کو وہ بارہ زندگی ملی، اسی طرح اناج کے ان دانوں کو بھی وہ بارہ نئی زندگی عطا ہوگی۔

مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس نے ایرانیوں کے دور حکومت میں مصر کا سفر کیا تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں ان ڈرامائی اور زرعی رسموں اور تہواروں کا آنکھوں دیکھا حال قلمبند کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے، جس وقت سورج وہ بے لگتا تھا۔ مجمع انھی کے لے کر مندر کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ تب دیوتا کا جلوس ایک دوسرے مقدس مقام سے روانہ ہوتا تھا۔ دیوتا سواری پر بیٹھا ہوتا تھا اور ہزاروں بھاری اس کے پیچھے اٹھیاں سنبھالے کھینچتے چلتے رہتے تھے۔ جب جلوس مندر کے پاس پہنچتا تھا تو لوگ پہلے سے وہاں اٹھیاں لئے کھڑے ہوتے تھے۔ وہ مزاحمت کرتے تھے اور دیوتا کو مندر کے اندر جانے سے روکتے تھے۔ تب دیوتا کے بھاری مخالفین پر لائیشوں سے حملہ کرتے تھے اور مقابلہ اتنا سخت ہوتا تھا کہ بہت سوں کے سر پھٹ جاتے تھے۔ مصر کا فرعون اختاتون پہلا فرعون تھا جس نے ازریس کی پرستش بند کرادی تھی اور ایک اور دیوتا رع کی پرستش لازمی قرار دی تھی۔ اس وجہ سے فرعونوں کے آخری دور میں ازریس کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا اور رع نمایاں ہو گیا تھا۔ یہی رع جس کا دوسرا نام اطون ہے اور اسی سے لفظ ”فرعون“ استعمال ہوا جس کے معنی ”رع کا اوتار“ ہیں۔

جہاں تک قدیم مصری دیوتاؤں کا تعلق ہے تو مصری تاریخ کے ابتدائی دور میں ازریس، ازریس، حورس، سات اور انویس کے علاوہ کسی بڑے دیوتا کا سراغ نہیں ملتا۔ شروع میں مصر کے بڑے دیوتاؤں میں نہ اطون اور رع کا کہیں ذکر ملتا ہے اور نہ امون اور نوط کا۔ یہ دیوتا دراصل زیب داستان کے لئے تخلیق کئے گئے تھے۔ یہ دور مصر

ہے جو دونوں ملکوں یعنی شمالی اور جنوبی مصر کو خوشحال بنیٹا ہے۔ پھر شمال اور جنوب کے بادشاہ کی طویل عمر کے لئے دعا مانگی گئی ہے اور لکھا ہے کہ فرعون نفر نے اس دعا کو ازسرنو لکھوایا، کیونکہ اس کے اصل نسخے کو کبڑے کھا گئے تھے، ”بادشاہ کو بھائے دوام نصیب ہو۔“ اس کے بعد حورس اور سات کے درمیان نزاع کا ذکر کیا گیا ہے مگر اس نزاع کا نتیجہ قتل اور خونریزی کی شکل میں نہیں نکلتا بلکہ گپ یعنی زمین کا دیوتا اس جھگڑے کو امن اور آشتی سے طے کر دیتا ہے۔

داستان میں آگے جا کر مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب دل اور زبان افوم کے روپ میں ابود میں آئے، اس نے دل میں پھونکا اور دل سے حورس پناح ہوا اور زبان سے سات پناح ہوا یعنی پناح نے پہلے دل میں ارادہ کیا، پھر انوم کی تخلیق کا حکم دیا۔ اس طرح دل اور زبان کا اختیار جسم کے دوسرے تمام اعضاء پر ہو گیا، وہ کہتے تھے کہ پناح تمام دیوتاؤں، تمام جانوروں، تمام رنگینے والی چیزوں اور موبیٹیوں میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، سو جتا ہے اور جو چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔

اس طرح دیوتاؤں کی تشکیل ہوئی اور پناح کی نورتن مکمل ہوئی۔ دراصل دل یعنی مورس نے جو کچھ سوچا اور زبان یعنی سات کو جو حکم دیا، اس سے پوری کائنات کا نظام بنا اور دھوکا کھینچا گیا۔ وہ جو غدا اور آرزو حیات پیدا کرتی ہے، اس کو انصاف دیا کیا جس کا عمل پسندیدہ ہے اور اس کو بے انصافی دی گئی جس کا عمل پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کو زندگی دی گئی جو مطمئن ہے، اس کو موت دی گئی جو تکہاگہار ہے۔ اس طرح تمام کام اور پیشے بازوؤں کی قوت اور پاؤں کی حرکت اور اعضاء کے منصب اس کے حکم کے مطابق مقرر ہوئے جسے دل نے سوچا اور زبان نے ظاہر کیا۔

مصریوں کی تیسری داستان تخلیق جو تیسرے دور میں دہرائی جاتی تھی، وہ مصر کے انہوں کے اٹھارویں حکمران خاندان کے دور کی تھی۔ ان دنوں مصر کا دارالسلطنت تھمیز تھا جو عبیدوز کے قریب جنوب میں واقع ہے۔ تھمیز کا بڑا دیوتا رع تھا، مصریوں کا عقیدہ تھا کہ رع کی کشی دن کے وقت آسمان کے سمندر میں سے گزرتی ہے اور رات نے وقت ظلمات کے سمندر میں سے۔ ظلمات کے سمندر میں ایک مہیب اژدھا رہتا ہے اس کا نام آپوس ہے جو رع دیوتا کا جانی دشمن ہے۔ لہذا رع کے مندر میں ہر روز سورج آجاتے ہی اژدھا کو پسپا کرنے کی خاطر سنتر پڑھ جاتے تھے اور رئیس ادا کی جاتی

داستان بھی لوگوں کے سامنے دہرائی جاتی تھی۔ مصر کے اندر مختلف ادوار میں تخلیق کائنات کی تین داستانیں رائج رہی ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق مصری کہتے ہیں کہ ابتداء میں پانی تھا۔ تب اس میں ایک اٹھ یا کنول کا پھول نمودار ہوا۔ مدت تک یہ اٹھ یا پھول پانی پر تیرتا رہا۔ تب اس میں سے افوم دیوتا نکلا اور اس کے ہاں چارہ اولاد ہوئی۔ ایک کا نام شو، دوسرے کا نام طفنوت، تیسرے کا نام گیپ اور چوتھے کا نام نوط تھا۔ پھر شو اور طفنوت نے اپنے آپ کو گیپ اور نوط میں مدغم کر دیا۔ گیپ کو اپنے پاؤں کے نیچے داب لیا اور نوط کو اوجھا کر دیا۔ اس طرح ان کا عقیدہ ہے کہ انہا کرنے سے زمین اور آسمان جو ابتداء میں جڑے ہوئے تھے، الگ الگ ہو گئے۔ یہی گیپ اور نوط، ازریس اور ازریس کے ماں باپ تھے۔ زمین اور آسمان کے جدا ہونے کی ایک نہایت حسین اور رنگین تصویر جو مصریوں کے ہاں رائج تھی، وہ موجودہ دور میں بھی برطانیہ میں لندن کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ تصویر مصریوں کی کتاب اموات کے دوسرے مناظر کے ساتھ مصریات کے کمرے میں آویزاں ہے اور دسویں صدی قبل مسیح میں بنائی گئی تھی۔

یہ پہلی داستان تخلیق تھی۔ اس کے بعد دوسرے دور میں ایک اور داستان تخلیق دہرائی گئی۔ اس داستان تخلیق کا تعلق ممفس شہر سے تھا۔ ممفس آج کل تو دریائے نیل کے دامن میں قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر جنوب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن اب سے چھ ہزار سال پہلے مصر کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے اس شہر کو وہی اہمیت حاصل تھی جو حورائی کے عہد میں بابل کو حاصل تھی۔ ممفس کا قدیم دیوتا پناح تھا یعنی پانی سے نمودار ہونے والی زمین۔ گویا پناح دراصل افوم ہی کا دوسرا نام تھا۔

ممفس کی اس داستان تخلیق کو ایک پتھر پر کندہ بھی کر دیا گیا تھا۔ اس کی تحریر گو ساتویں صدی قبل مسیح کی ہے لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ یہ داستان کم از کم ستائیس سو برس قبل مسیح کی تصنیف ضرور ہے۔ اس میں حورس کی رزمیہ داستان اور اس کے شجرہ نسب کو ازسرنو ترتیب دیا گیا ہے تاکہ حورس اور پناح کا رشتہ قائم ہو جائے۔ البتہ اس داستان میں تخلیق کے عمل کو بڑے نڈبہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نقل اصل داستان میں بہت بعد میں جوڑا گیا تھا۔

مصریوں کی اس دوسری داستان تخلیق کی تمہید میں حورس دیوتا کی مدح و ثنا کی مکی

مل کے قلموں کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے اور پتھر کی پشت کو بیوی سے زیادہ پیارا کرتے تھے گوانہوں نے اپنا جادو سب سے چھپایا لیکن یہ راز ان کی تحریروں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ گو وہ اب زندہ نہیں لیکن ان کی تحریروں سے معلوم کیا جاسکتا ہے ان کی تحریروں لوگ اب بھی یاد رکھتے ہیں۔ پس یاد رکھو تمہیں بھی تحریکِ عالم حاصل کرنا ہوگا۔ علامہ کتابِ عالیشانِ مقبرے سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔“

یہ تحریر پڑھنے کے بعد وہ کچھ دیر مسکراتے ہوئے گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس
 بعد اس نے بڑے پردہت کو حکم دیا کہ مندر کے اندر جس قدر ساحر اور نجوی ہیں
 وہ ایک جگہ جمع کیا جائے۔ چنانچہ بڑے پجاری نے فرخون کے حکم کا اتباع کر لیا۔
 سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تب فرخون ان کے پاس آیا اور
 ان سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”عزیز اور محترم ساتھیو! میں بنی اسرائیل کی طرف سے خوف زدہ ہوں۔ اس لئے ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے لاکھوں تک جا چکی ہے۔ مجھے اکثر و بیشتر اپنی سرحدوں، باہر دشمنوں سے منہمک پڑتا ہے اور مجھے ہمہ وقت یہ خدشہ رہتا ہے کہ انہیں میری حدود کو گزیرنے میں بنی اسرائیل بغاوت و سرکشی نہ کر دیں۔ یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کریں۔ اس لئے کہ ان کے یہاں سے بھاگنے کے بعد ہمارے لئے کام کاج کون سے گا اور ہمارے سارے کاروبار منجمد ہو کر رہ جائیں گے، تم سب اپنا حساب لگا کر تباہ کیا میرے دور حکومت میں بنی اسرائیل کوئی بغاوت اور سرکشی کریں گے یا وہ میرے نکل کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

جواب میں وہ سارے بخوبی، سادہ اور دوسرے لوگ بیچھ کر سوچ بچار کرتے ہیں۔ اپنا حساب لگاتے رہے۔ اس کے بعد ایک ستارہ شناس جو شاید سب کا سربراہ اور مہتمم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! جو حساب ہم نے لگایا ہے، وہ یہ کہ بنی اسرائیل آپ کے خلاف
بڑی بغاوت اور سرکشی تو بھڑی نہ کر پائیں گے لیکن یہاں سے نکل بھاگنے میں
مکالمات ہو جائیں گے۔“

اس پر پریشانی اور فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کسی قدر جستجو بھرے انداز میں فرمایا: منسیس کہنے لگا۔

اس ستارہ شناس کی اس گفتگو کے جواب میں فرعون نے رئیس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اسی لمحہ فرعون نے رئیس کا ایک ہرکارہ بدحواسی کے عالم میں بھاگتا ہوا رخ دیکھ کر کہا کہ میں معبد میں داخل ہوا تھا۔ قریب آکر اس نے فرعون رئیس سے بڑی رازدارانہ اور ہنسی میں گفتگو کی۔ اس گفتگو کو سن کر رئیس کا چہرہ افسردہ اور اداس ہو گیا تھا۔ رنگ ہلا گیا تھا، آنکھوں کے اندر افسردگی اور ملال چھا گیا تھا۔ پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکل کر دیارے نیل کے کنارے اپنے قہر کا رخ کر رہا تھا۔



تھیں تخلیق کی یہ داستان اسی منتر کا ایک جزو ہے، اس منتر کا عنوان تھا، ایفوس کی پہلی جوریع کا دشمن ہے اور ازیس کا جو زندگی خوشحالی اور تندرستی ہے۔ منتر ہر روز اس یعنی رع کے مندر میں جو دونوں ملکوں یعنی مصر کے دونوں حصوں کے بادشاہوں کا آئینہ تسلیم کیا جاتا تھا۔

آخر میں اس داستان کے ذریعے مصر کے لوگوں کو یہ تاکید کی جاتی تھی کہ اپنا
اثر دھم کی شکل ہرے رنگ سے قرطاس پر بناؤ، اس تصویر کو ایک صندوق میں رکھو
اس پر اپنیس کا نام لکھو، پھر صندوق کو کس کر باندھو اور آگ میں ڈال دو، ایسا ہر روز کرو
ساتھ ہی یہ مंत्र بھی پڑھتے جاؤ: راکھ کو بائیں پاؤں سے پھینک دو اور درمیان میں چار بار اسی
پرتھو کو اور آگ میں ڈالنے وقت چار بار کہو کہ: اے اپنیس روح نے تجھ پر فتح پائی اور ہمارے
بار کو موریس نے اپنے دشمن پر فتح پائی اور چار بار کہو، فرعون نے اپنے دشمن پر فتح پائی
یہی تخلیق کی وہ زمین تھیں جو مختلف تہواروں کے دوران مختلف ادوار میں دہرائی جاتی
تھیں۔

اپنے ان فضلی تہواروں میں حصہ لینے کے بعد فرعون نے رئیس مفیس شہر کے سب سے بڑے معبد میں داخل ہوا جو مصر کے بڑے دیوتا رع کا معبد کہلاتا تھا۔ جب وہ معبد میں داخل ہوا تو معبد کے بڑے پجاری کے علاوہ وہاں مقیم مصر کے سب سے بڑے جاادگر شمعون نے اس کا استقبال کیا۔ شمعون کسی قدر اندھا اور بایٹھا تھا۔ شمعون ان جاادوگروں کا سربراہ تھا جن جاادگروں کا اللہ کے نبی موسیٰ نے سب سے پہلے ہوا تھا۔ بہر حال بڑے پجاری اور بڑے ساحر شمعون نے شاندار انداز میں فرعون کا استقبال کیا۔ فرعون معبد کی عمارت میں داخل ہوا اور تھوڑا سا آگے جا کر ایک دیوار کے قریب رک گیا اور اس کی نگاہیں دیوار پر لکھی ایک قدیم تحریر پر جم گئی تھیں۔ کچھ اس طرح تھی۔

”اگر تم میری ہدایتوں پر عمل کرو گے تو صاحب ہنر و وقار بن جاؤ گے۔ وہاں
 قلم جو دیوتاؤں کے بعد پیدا ہوا ہے، آئندہ کی باتیں بتاتے تھے۔ گو وہ اب موجود نہیں
 لیکن ان کے نام آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انہوں نے اپنے
 اہرام نہیں بنائے اور نہ اس قابل ہوئے کہ اپنی اواد کے لئے دولت چھوڑ جاتے تھے
 ان کا وارث ان کی تحریریں تھیں جن میں داتا کی باتیں لکھی تھیں۔ وہ اپنی لکھوں

”یہ تبدیلی کیسے اور کیونکر ممکن ہوگی؟“ اس پر وہ ستارہ شناس کچھ سوچتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”اے بادشاہ! یہ زمانہ بڑا اختیار پذیر ہے۔ آپ کو علم ہوگا کہ شروع دور میں زراعت کھجور سے منسوب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ زراعت کے ابتدائی دور میں عورت ہی کی اہمیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ زرعی پیداوار کی افزائش کی تمام ساحرائہ ریسیں مادر ارض کی مورتوں کے گرد گھومتی تھیں لیکن جب انسان نے بھاری بھاری ہل ایجاد کئے تو یہ کام تبدیل ہو گیا۔ اپنے انجام کو پہنچ گیا، کیونکہ ہل اور تیل کی مدد سے کاشت کاری کے جس جسمانی قوت کی ضرورت تھی، وہ فقط مردوں کو حاصل تھی۔ ہل کے ذریعے کھیتی باڑی کرنے سے زرعی پیداوار کی گنتا بڑھ گئی اور فاضل پیداوار کی خرید و فروخت کا رواج چلنے پیداوار اور تجارتی لین دین میں جس نسبت سے اضافہ ہوتا گیا عورت کا اثر اہم معاشرے میں اسی نسبت سے گھٹتا گیا، یہاں تک کہ دنیا کے اکثر و بیشتر خطوں میں قریب قریب معدوم ہو گیا۔

اے بادشاہ! اسی طرح بنی اسرائیل کے اندر بھی ایک انقلاب برپا ہوگا جس میں بیوں کی جوڑی اور مل نے زراعت کے اندر انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اے بادشاہ! اسرائیل کے اندر بھی ایک شخص اٹھے گا جو انقلابی ہوگا۔ بنی اسرائیل کو وہ یہاں سے نکال کر لے جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اے بادشاہ! جس روز ایسا ہوگا، اس روز انھیں انسان ایک سر زمین سے دوسری سر زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔“

فرعون رئیس منکر ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے پھر سوال کیا۔

”کیا یہ انقلاب اور تبدیلی میرے دور میں ہوگی؟“
ستارہ شفاں پھر حساب لگانے لگے۔ یہاں تک کہ وہی پہلے والا بڑا ستارہ نکلی
پھر بول اٹھا۔

”اے بادشاہ! اس بارے میں ہم نے حساب لگایا ہے لیکن کوئی چیز ہم پر عیاں نہ واضح نہیں ہوتی، کیونکہ کام اس کائنات کے مالک کی طرف سے ایسے ہوتے ہیں جو ہم علم میں آتے ہیں نہ کسی انسان کے ذہن اس کے شعور اور دانشور میں آتے ہیں۔ ہم معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے لیکن یہ واضح ہے کہ نبی اسرائیل ایک روز مصر سے مل جائے گا۔“

ان فتوحات سے دوسرے کو بے حد مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس کا خزانہ زرو جواہر سے آیا۔ دوسرے مصر کے سب سے بڑے دیوتا رع کے پرہتوں کا بڑا اثر تھا۔ چنانچہ اس رع کے ایک پرہت اطوطپ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ اطوطپ نے اپنے حسن و حسنہ کے ذریعہ میں بڑا رسوخ حاصل کیا۔ وہ بڑا عالم اور فاضل آدمی تھا۔ بحر و بر میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا اور انشاء پر داز اس رہنے کا تھا کہ بڑے بڑے ممالک و سلطنت اطوطپ کا نام لے کر قلم اٹھاتے تھے۔ اس کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں بعد جب مصر یونانیوں کے زیر نگیں آیا تو انہوں نے ان کے عہدیت اطوطپ کو اس کا دیوتا بنا کر ممفس میں اس کا مندر تعمیر کروایا۔ اطوطپ کو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا۔ اس فن میں اس نے خوب مہارت پائی تھی کہ یونانی حکمران اطوطپ کے دور کے ان تعمیرات کے ماہر بادشاہ کے روبرو عمارتوں کا نقشہ پیش کرتے وقت یہی دعوئی کرتے تھے کہ ان کا نقشہ اطوطپ کے اصولوں کے مطابق ہے۔

اطوطپ کی سرپرستی سے فائدہ اٹھا کر رع کے پرہت اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے لگے۔ انہوں نے نئی نئی رسمیں وضع کیں۔ اس کے بعد مذہبی عقیدوں میں حاشیہ دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے دوسرے کورع کی پرستش پر آمادہ کیا۔ پھر اس شرط کے تحت کہ بادشاہ کے علاوہ کسی کورع کی عبادت کا اختیار نہ ہوگا۔ مٹی سازی کی ابتدا بھی ان زمانے میں ہوئی اور اہرام کی تعمیر بھی مصر کی تاریخ میں اسی فرعون دوسری کے دور شروع ہوئی تھی۔

مصر کی دو چیزیں آج بھی قابل ذکر ہیں:

ایک دریائے نیل، دوسرے اہرام مصر۔

دریائے نیل کے ساحل پر کھڑے ہو کر پانی کی ہر موج آج بھی ماضی کے نغمے سنائی دیتی ہوئی گزر جاتی ہے اور تصور کی آنکھ سے دیکھو تو ہر کشتی قلو پھرہ در آغوش نظر آتی ہے۔ وہاں پہنچ کر انسان تاریخ کے افسانوں میں گم ہو جاتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ کیا دریا کے کنارے اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام سے بھاگ کر اسی دریا کے کنارے پناہ لی تھی۔ قاہرہ کے ایک قطعی کلیسا میں برہمچر کے تین بہت پرانے درخت اب بھی کھڑے ہیں اور عیسائی پادریوں کا کہنا ہے کہ حضرت مریم نے اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ سب سے پہلے انہیں درختوں کے نیچے

فرعون رئیس جب اپنے قصر میں داخل ہوا تو قصر میں نوحہ خوانی اور شور مچا رہا تھا۔ اس لئے کہ رئیس کا ایک بیٹا جو مصر سے بیمار چلا آ رہا تھا، مر گیا تھا۔ چنانچہ فرعون کو اپنے اس بیٹے کے مرنے کا بے حد دکھ اور غم تھا اور وہ بیٹے کی لاش کے پاس کافی دیر تک بیٹھ کر دکھ اور غم کا اظہار کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کی لاش کو اہرام میں منتقل کرنے کی تیاریاں ہونے لگی تھیں۔

اپنے مردوں کو مدفن یا اہرام میں منتقل کرنے کے متعلق یہ فرعون بڑے دور اندیش تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے بعد ان کے جانشینوں کی سعادت مندی کو ان کی فرصت نہیں ملے گی کہ وہ ان کی آرام گاہیں تیار کریں اور جس ذوق و شوق سے وہ عمارتیں بناتے تھے۔ اس ذوق و شوق سے ان کی اولاد کی نگر بنائے گی۔ لہذا وہ اپنے اہرام اور مقبرے اپنی زندگی ہی میں بنالیا کرتے تھے اور اس شان سے بناتے تھے کہ شاہی خزانے کا بیشتر سرمایہ حیات جاودانی کے انتظام ہی میں خرچ ہو جاتا تھا۔ بادشاہوں کے علاوہ امراء سلطنت بھی اس کی تقلید کیا کرتے تھے۔

لیکن مصر کے جن حیرت انگیز اہرام اور چٹانوں کے اندر ترشے ہوئے شاہی مقبروں پر بجا طور پر ناز ہے، اس کا رواج فرعونوں کے تیسرے خاندان کے بانی دوسرے عہد سے شروع ہوا اور یہ لگ بھگ تین ہزار سال قبل مسیح تھا۔

دوسرے پہلے شاہی مقبرے کچی اینٹوں سے بنے تھے۔ اونچائی میں ریت کے ٹیلوں سے بڑے نہ ہوتے تھے۔ دوسرے بڑا اولوالعزم اور عالی حوصلہ فرمانروا تھا۔ اس نے صحرائے سینا کے ریگستانوں میں تانبے کی کانیں دریافت کیں۔ اس زمانے میں تانبہ، مسن اور جنگ کی صنعتوں میں وہی مقام حاصل تھا جو ان دنوں لوہے کو حاصل ہے۔ اس نے لشکر کو دور دراز علاقوں کی طرف اس نے بھیجا۔

آرام کیا تھا۔

یہی وہ دریائے نیل ہے جس کے کنارے زلیخا کا محل اور اللہ کے نبی محمد یوسف علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ یہی وہ دریا ہے جس میں فرعون اخناتون اپنی ملکہ کے ہمراہ کو ٹھکانا تھا۔

یہی وہ دریائے نیل ہے جس کے اندر موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنے شیر خوار بچہ لہروں کے سپرد کیا تھا۔

یہی دریائے نیل ہے جس کے کنارے دارا و سکندر کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہوئے تھے۔

دریائے نیل ہی کے کنارے جولیسیز اور انتونی نے عیش و نشاط کی محفلیں منگوائیں تھیں۔ نامور صحابی اور نایاب سالار عمرو بن العاص علیہ السلام نے اسی دریا کے کنارے قیام کیا تھا اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر صلیبیوں کو آوروں کو لالکا کیا تھا۔

دوسری قابل دید شے مصر کے اہرام ہیں۔ مصر کے فرعونوں کے اہرام بھی اسی طرح کے مغربی ساحل پر واقع ہیں۔ ان کا سلسلہ قاہرہ کے جنوب میں دور تک چلا گیا ہے۔ بعض اہرام بالکل نیست نابود ہو چکے ہیں۔ چوتروں کے علاوہ ان کے کوئی آثار نہیں ہیں، البتہ چار پانچ اہرام ابھی تک ابھی حالت میں ہیں۔ ان میں سب سے پرانا اور آثار کے نزدیک سب سے شاندار دوسرا اہرام ہے۔

دوسرا اہرام مصر کے قدیم دارالسلطنت ممفس کے نواح میں سکارہ کی پہاڑیوں پر ہوا ہے۔ یہ جگہ قاہرہ سے تقریباً پندرہ میل دور ہے، کسی زمانے میں دریائے نیل کی ان پہاڑیوں کے نیچے سے گزرتا تھا لیکن اب مشرق کی طرف پانچ چھ میل دور گیا ہے۔ سکارہ ہرم پتھر کی ایک پانچ منزل عمارت ہے جو کسی مستطیل شکل کی ماسک سے چوڑی ہے، بتدریج تنگی ہوئی چلی گئی ہے۔ دراصل یہ ہرم ایک نہایت وسیع پہاڑ پر قائم ہے۔ اس چوڑے کا ہر ضلع ایک سو ستائیس فٹ لمبا ہے اور اس کے اوپر اس طرف تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ کر دوسرا چوڑا بنا ہوا ہے۔ اسی طرح چوٹی تک اور پانچ چوڑے ہیں۔ اسی لئے دوسرے ہرم کو ہرم المدرج کہتے ہیں۔ زمین کی کھدائی سے دوسری سطح تک کا فاصلہ تقریباً پچیس پچیس فٹ ہے۔ یہ ہرم دوسرے زمانے

ان طرف عمارتوں سے گھرا ہوا تھا۔ ان عمارتوں میں تجزیہ اور تحقیق کی مختلف رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔ ایک صدر دروازہ تھا جس کے اندر سے لاش کا جلوس نکلتا تھا۔ ایک دہان تھا جس کے اندر استریاں اور جسم کے اندر کی غلطیوں کی جانچ تھیں۔ ہرم

نایاب ہی ایک مندر تھا اور مندر سے ملے ہوئے پرہتوں کے حجرے بھی تھے۔ ہرم میں جانے کا راستہ نہایت تنگ اور سطح زمین سے نیچے تھا۔ اندر داخل ہونے کے لیے کچے بعد دیگرے تین دروازوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ بادشاہ کی قبر ہرم کے نیچے لوہے میں بنی تھی۔ دو نہایت خوش منظر کمرے تھے۔ تقریباً سولہ فٹ چوڑے، اتنی ہی اونچائی پر بڑی بڑی پتھر کی سلوں کی تشری ہوئی ہیں۔ سلوں کے درمیان چٹائی کا پوتا اور بچہ نظر نہیں آتی۔ پھر بھی یہ سلیں آپس میں اس طرح ملی ہوئی ہیں کہ پانچ ہزار فٹ گزرنے کے بعد بھی بال برابر جوف یا درز نہیں ملتی۔ چھت کو دو کٹنے کے لئے ستون لگائے ہیں اور نہ بلایاں ہیں بلکہ چھت کی سلیں ایک دوسرے میں پوسٹ ہیں۔ ان کی سب دیواروں پر چھت سے فرش تک دوسرے کا رتاے مصر کے تصویریں لگائیں بڑی صفائی سے کندہ ہیں۔ بادشاہ کی تصویر بڑی سادہ ہے۔

ہرم حال فرعون کے بیٹے کی لاش کو شام تک مٹی میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اس دور کی مٹی سازی کے لئے مصر میں دو طریقے رائج تھے: پہلا یہ کہ سب سے پہلے ایک مٹی سے مردے کا مغز تھنوں کے راستے نکال لیا جاتا تھا۔ مغز کا حصہ اندر رہ جاتا تھا اور اس کو اس دور کی دوا میں اندر ڈال کر خاتون کر دیا جاتا تھا۔ پھر ایک تیز پتھر سے اس کے ایک طرف گہرا شکاف ڈالا جاتا تھا اور استریاں نکال لی جاتی تھیں، اس کے بعد اسے اندر اور باہر سے سمجھو کر شراب سے خوب دھویا جاتا تھا اور لوہان کی دھونی دیتے تھے اس کے بعد لوہان، تیز پات اور دوسرے خوشبودار مصالحوں کا سفوف لاش کے اندر ڈالا جاتا تھا اور شکاف اور سوراخوں کو مٹی دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد لاش ستر دن تک اس کے پانی میں ڈوبی رہتی تھی۔ ستر دن کے بعد لاش کو غسل دیا جاتا اور عمدہ لٹھے کی لکڑی لگا کر لاش کے گرد لپیٹ دی جاتی تھیں۔ تب لاش کے دو تھالوں کو لکڑی کے ٹکڑوں میں جو انسان کی شکل کا ہوتا تھا، رکھ دیتے تھے اور کس کا ڈھکنا بند کر کے اس میں دفن کر دیتے تھے۔

دوسری قسم کی مٹی سازی کا طریقہ عام لوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس کی

کھانا کھا کر دے کر پیٹ کا ملبہ نکال لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد پیٹ کو صاف کر دیا جاتا تھا۔ پیٹ کو صاف کرنے کے بعد لاش کو ستر دن کے لئے شورے کے پانی میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد پیٹ کے اندر جو تیل بھرا جاتا تھا، وہ نکالا جاتا تھا، شورے کے ڈوبنے کی وجہ سے لاش میں کھال اور ہڈیوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہتا تھا۔ اس کے بعد لاش پر وہی لٹھے کی چٹیاں لپیٹ کر مصالحوں بھر کر دروازے کے حوالے کر دی جاتی تھی۔ لاش کو دفنانے کے بعد وہاں کے دروازوں کو سلسلوں سے چن دیا جاتا تھا مگر چنانچہ طریقہ عجیب و غریب تھا، وہ اس طرح کے دروازے کے سائز کی ایک سل کو لکڑی کا چوکھٹ پر قائم کیا جاتا تھا اور پھر لکڑی کو آگ دی جاتی تھی۔ لکڑی جب جل جاتی تھی سل خود بخود پھسل کر نیچے آ جاتی تھی اور دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ یہی عمل ہر دروازے کے لئے کیا جاتا تھا۔

جس طرح ممی سازی کی ابتدا فرعون زوسر سے ہوئی تھی اور اسی طرح ابراہیم کی تعمیر کا سلسلہ بھی فرعون زوسر سے ہی شروع ہوا تھا۔ اس سے پہلے قدیم مصریوں کا طریقہ سے واقف تھے اور نہ وہ ایسا کرتے تھے اور اس کی کچھ وجوہات بھی تھیں۔

دراصل پانچ سے چھ ہزار برس پہلے دریائے نیل کی کئی ہزار میل لمبی وادی میں مختلف قبیلے ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ ان کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں دور افتادہ مقامات کے باشندوں سے رابطہ اور تعلق بڑھانے کی خواہش اور ضرورت محسوس تھی۔ اس کے علاوہ آمد و رفت کے ذرائع بہت محدود تھے۔ کشتی ان کی سواری تھی اور بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں بعض اوقات کئی کئی ہفتے لے جاتی تھی۔ ان برآں بردی قبیلے بھی آس پاس کے علاقوں سے آ کر آباد ہوتے رہتے تھے۔ ان علاقوں کے عقائد اور رسم و رواج قدیم باشندوں سے مختلف ہوتے تھے۔ ان عقائد کا اثر ان کی آبادی پر بھی پڑتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم مصریوں کے عقائد میں یکسانیت کے بارے میں بڑا فرق ملتا ہے۔

اس بناء پر قدیم مصری اپنے مردوں کو ندی میں تبدیل کرتے تھے، نہ ابراہیم کرتے تھے بلکہ اپنے مردوں کو خوراک اور برتن بھانڈوں سمیت دفن کر دیتے تھے۔ بعض قبیلے لاشوں کو دریا میں بہا دیتے تھے یا صحرا میں پھینک دیتے تھے جہاں کوہ نیل کو لاش کھکھا جاتے تھے۔ ان پرندوں کو جو تمام غلاتوں اور گندگیوں کا

کے ہیں اور بعض لکڑی کے۔ ان کے سرخ، زرد اور نیلے سیاہ نقش و نگار تین چار ہزار برس گزرنے کے باوجود آج بھی نہایت روشن اور تازہ ہیں۔ یہ تابوت ظاہر ہے بادشاہوں شہزادوں اور امرا نے دربار کے ہیں جو اہراموں سے برآمد ہوئے ہیں۔ عام مصریوں کے پاس اتنی دولت کہاں تھی جو موت کے حسن و زیبائش پر بے دریغ خرچ کرتے۔ مصریوں کے تابوت خواہ سونے چاندی کے ہوں یا پتھر لکڑی کے، انسان کے سر اور ہاتھ کی ہو یا نقل ہوتے تھے اور تابوت کا چہرہ مردے کی شکل کا چہ بہ ہوتا تھا۔ مردے کی کسی اور اسی تابوت میں بند کر کے پتھر کے حصار میں دفن کر دیا جاتا تھا اور مصریوں کے اسی فن کا نتیجہ ہے کہ عجائب گھروں میں آج بھی بے شمار ایسی میاں ہیں جن کا گوشت مدت ہوں سڑھل گیا مگر کھوپڑیاں اور ڈھانچے ویسے کے ویسے ہی باقی ہیں اور بعض ڈھانچوں لٹھوں کی چٹیاں اب تک بدستور لپٹی ہوئی ہیں۔ ممی سازی مصریوں کا نادر روزگار فن تھا۔ اس فن کو انہوں نے تجارتی راز کی طرح اپنے سینے میں محفوظ رکھا۔ البتہ جب مصری نصرانیوں کا غلبہ ہوا تو مصری تہذیب کے ساتھ ہی ممی سازی کا ہنر بھی موت کے لمبوں کے دب کر ختم ہو گیا۔

بہر حال فرعون رعیمیس کے مرنے والے بیٹے کو بھی سونے کے تابوت میں آ کر کے ابراہیم کے ایک خانے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔



حتیوں نے پہلے سیتانیوں کی سرحدوں پر چھوٹی موٹی جھڑپوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ حتیوں کے چھوٹے سالاروں کی طرف سے شروع کیا گیا تھا۔ ان جھڑپوں کا جواب دینے اور حتیوں کو اپنی سرزمینوں میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے سیتانیوں کے بادشاہ متی وزانے بھی اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو کئی چھوٹے ہونے لکھ کر دے کر سرحدوں کی طرف روانہ کیا تھا جنہوں نے حتیوں کو اپنے علاقوں میں داخل نہیں ہونے دیا۔ کچھ عرصہ تک یہ چھوٹی موٹی جھڑپیں حتیوں اور سیتانیوں کے درمیان جاری رہیں اور ان جھڑپوں کے سلسلے میں حتیوں کا بادشاہ متوشلیش جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا جب وہ نہ کر سکا تب اس نے اپنے دونوں بڑے سالاروں گودر اور منوش کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر اپنے مرکزی شہر خوشاش سے روانہ کیا تھا۔ چونکہ سیتانیوں کے مخبر بھی بڑی جانفشانی اور تندہی سے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنے حکمران متی وزانے کو اطلاع کر دی کہ حتیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دو بڑے سالاروں گودر اور منوش کی سرکردگی میں سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ صورت حال یقیناً سیتانیوں کے لئے تشویش ناک تھی۔ لہذا متی وزانے طباش، یاس اور دوسرے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد آخر یہی فیصلہ کیا کہ سیاسی اور بادشاہ ایک خاصہ بڑا لشکر لے کر سرحدوں کی طرف جائیں گے اور حتیوں کے سالار گودر اور منوش کا مقابلہ کریں گے۔

جنگوں کا یہ سلسلہ چونکہ طویل بھی ہو سکتا تھا، لہذا سیتانیوں کے بادشاہ متی وزانے اپنے سالاروں اور لشکریوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں لشکری ہی نہیں بلکہ سیاسی اور طباش بھی یہی فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ اپنی بیویوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ اس کے لئے

لے نکلے، دونوں میاں بیوی لشکر سے نکلنے کے بعد حلیوں اور اپنی سرحد کے ساتھ ساتھ ان کی طرف اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے چلے گئے تھے۔ وہ حلیوں کی حدود میں داخل نہیں آئے تھے۔ اپنی سرزمینوں ہی میں تھے لیکن چونکہ ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ باپ اپنے لشکر سے وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ کچھ سوار جن کی تعداد چار پانچ کے برابر تھی، اچانک گھات سے نکلے۔ انہوں نے ایک دم سیاسی پر حملہ آور ہو کر اس کا ماتہ کر دیا جب کہ سریان کو وہ زبردستی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

لحیان اور یوریمیا دونوں بہن بھائی اپنے خیمے میں کافی دیر تک سریان اور سیاسی کار کر کے رہے جب کافی دیر بعد بھی وہ نہ آئے تب دونوں بہن بھائی پریشان ہوئے۔ اس موقع پر یوریمیا لحيان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میرے بھائی! بابا اور اماں ابھی تک نہیں آئے۔ پہلے کبھی وہ اتنی دیر تک گھر واری کے لئے نہیں گئے۔ دیکھو سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا ہے اور میں مغرب کی طرف دیکھتی ہوں تو دور دور تک بابا اور اماں کے آنے کے کوئی نشانات نہیں ہیں۔ بھائی آؤ ہم طباش کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ بابا اور اماں کا پتا لائیں۔“

لحيان نے اپنی چھوٹی بہن یوریمیا کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ دونوں ان بھائی اپنے خیمے سے نکلے اور ساتھ والے خیمے میں داخل ہوئے جو طباش کا تھا۔ اس وقت طباش اپنی بیوی بلسان، بیٹے مولک اور مارون کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ لحيان اور یوریمیا دونوں جب خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے، تب بڑی محبت اور چاہت میں ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے طباش بول اٹھا۔

”میرے بچو! کیا بات ہے، آگے آ جاؤ۔ تم خیمے کے دروازے پر آ کر رک کیوں کر ہو؟“

اس موقع پر طباش کی بیوی بلسان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے کے دروازے پر پہلے یوریمیا کا ہاتھ پکڑا دوسرا ہاتھ لحيان کے شانے پر رکھا، پھر بڑی محبت میں کہنے لگی۔

”تم دونوں بہن بھائی اندر آؤ، کیا معاملہ ہے؟“

اس موقع پر یوریمیا، طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سیاس کی ماں طامہ نے بھی اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس لئے کہ اس کی غیر موجودگی میں طامہ اور برزہ دونوں گھر کی دیکھ بھال کر سکتی تھیں جب کہ ان کی مدد کے لئے طباش کی ماں شیرات اور بہن پاش بھی موجود تھیں۔ اس لئے کہ پاش کی شادی طباش کی حویلی کے ساتھ ہی رہنے والے ایک نوجوان سے ہو چکی تھی اور وہ بھی اپنی ماں کے علاوہ سیاسی کی ماں اور برزہ کا خیال رکھتی تھی۔ یوں اپنے لشکر کو لے کر سیاسی اور طباش اپنی سرحدوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اس حالت میں کہ سیاسی کے ساتھ اس کی بیوی سریان بیٹا لحيان اور بیٹی یوریمیا موجود تھے۔ لحيان اور یوریمیا اب کافی بڑے ہو چکے تھے۔ دوسری طرف طباش کے دونوں بیٹے مولک اور مارون اپنی ماں بلسان کے ساتھ لشکر میں شامل تھے۔

حلیوں کا لشکر ابھی سیدستانوں کی سرحدوں پر پہنچا ہی تھا اور ستارہا تھا کہ اس کے ایک دو دن بعد سیاسی اور طباش بھی اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے اور حلیوں کے لشکر سے چند فرلانگ کے فاصلے پر انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس طرح حتی جو پہلے یہ خیال کر رہے تھے کہ سرحدوں پر جانے کے بعد وہ کچھ دیر آرام کریں گے، اس کے بعد سیدستانوں کے علاقوں کے اندر ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ سیدستانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچائیں گے بلکہ ان کے علاقے کے اندر تباہی اور بربادی کا کھیل بھی کھیلیں گے لیکن جب ان کے استراحت اور آرام کرنے کے دوران ہی سیاسی اور طباش دونوں اپنا لشکر لے کر ان سے چند فرلانگ کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے، تب حلیوں کے بڑے سالاروں گور اور سنوش کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ اس لئے کہ سیاسی اور طباش کا نام ہی ان کو خوف زدہ کرنے کے لئے کافی تھا، اس لئے کہ سیاسی اور طباش دونوں ماضی میں حلیوں کے ان دونوں سالاروں کو کئی مواقع پر شکست کے داغ لگا چکے تھے۔

یوں سرحدوں پر چند روز تک حلیوں اور سیدستانوں کے درمیان چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہی، اس لئے کہ حلیوں کے سالار گور اور سنوش کوئی بڑا ٹکراؤ چاہتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے کہ یہ ساری جدوجہد حتی ایک مقصد اور اپنا ایک مدعا حاصل کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس طرح جھڑپوں کا یہ سلسلہ دنوں کے بجائے ہفتوں تک طویل ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ قسمت نے حلیوں کا ساتھ دیا۔ ہوا یوں کہ ایک روز سریان اور سیاسی دونوں میاں بیوی اپنے بیٹے لحيان اور بیٹی یوریمیا دونوں کو خیمے میں چھوڑ کر گھر دوڑ کے

۲۔ سریان کا نہ وہاں کوئی اتا پتا تھا اور نہ ان کا وہاں گھوڑا تھا لیکن ہم نے گھوڑوں کے ان سے جو اندازہ لگایا، وہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے امیر سیاسی کو قتل کیا ہے اور سریان اٹھا کر لے گئے ہیں، ان کے گھوڑے حلیوں کے لشکر کی طرف گئے تھے۔“

اس لشکر کی کا یہ جواب سن کر طباش جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسی لمحہ ایک گواہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہاں آیا تھا۔ طباش کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا، بڑی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم طباش! سب سے ہولناک خبر ہمارے لئے یہ ہے کہ امیر سیاسی مارے جا چکے ہیں اور جو خبر میں لے کر آیا ہوں، وہ عجیب ہے اور وہ یہ کہ حتی اپنا پڑاؤ اٹھا کر ہاں سے واپس چلے گئے ہیں۔“

یہ خبر سن کر طباش گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ پھر اپنے ارد گرد جمع ہونے والے ساتھی سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گنتا ہے حلیوں کا یہ لشکر کسی خاص مقصد کے تحت ہمارے سرحدی علاقوں کی طرف آیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ اس تاک میں رہے ہیں کہ جب سیاسی اور سریان ان میاں بیوی پڑاؤ سے نکلیں اور وہ اس پر حملہ آور ہو کر سیاسی کا خاتمہ کر کے سریان اپنے ساتھ لے جائیں۔ میرے خیال میں حلیوں کو پتا چل گیا تھا، ان کے بادشاہ ہمیشہ کی بیٹی سریان سیاسی کی بیوی ہے۔ لہذا انہوں نے یہ انتقام لیا۔ سیاسی کا ماتہ کر کے سریان کو زبردستی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں لیکن وہ ہمارے انتقام سے ہمیں گے نہیں۔ کائنات کے مالک اور محترم خداوند قدوس منظور ہوا تو ہم سیاسی کے واپس سے انتقام بھی لیں گے اور اپنی بہن سریان کو بھی واپس لے کر آئیں گے۔“

اس موقع پر لحيان اپنے آنسو پونچھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور چھاتی تانے ہوئے کہنے لگا۔

”اے علم! یہ کام میں اب خود کروں گا۔ حلیوں نے اگر میرے باپ کو قتل کیا ہے تو میں بچ نہیں پائیں گے، اگر وہ میری ماں کو اٹھا کر لے گئے ہیں تو میں نہ صرف اپنی ماں حاصل کروں گا بلکہ انہیں ایک ایسا چوکاٹوں گا جسے وہ زندگی بھر یاد رکھیں گے اور یہ ان کے لئے ایسا زخم ہوگا جو صدیوں تک مندمل نہ ہونے پائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لحيان جب خاموش ہوا تب مولک اور مارون دونوں اس

”اماں اور بابا کافی دیر پہلے گھر دوڑ کے لئے گئے تھے، ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے۔ دیکھیں سورج غروب ہونے والا ہے۔ اتنی دیر کبھی بھی وہ خیمے سے باہر نہیں آ رہے۔“

یوریمیا کے ان الفاظ پر طباش بھی فکر مند ہو گیا تھا اور اس کی یہ حالت دیکھ کر ہونے، اس کے دونوں بیٹے مولک اور مارون بھی پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ طباش اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔

”میرے بچو! تم بیٹیں بیٹھو، پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کچھ لوگوں کو بھیجتا ہوں، وہ تمہارے بابا اور اماں کا پتا کرتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی طباش خیمے سے نکلا اور کچھ جوانوں کو اس نے مغرب کی طرف روانہ کیا تاکہ سیاسی اور سریان کا پتا کریں۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سیدستانوں کے پڑاؤ کے اندر یہ روح فرسا خبر پہنچی کہ ان کے سالار اعلیٰ سیاسی کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور اس کی بیوی سریان کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ یہ خبر اس وجہ سے پھیلی تھی کہ اسی وقت وہ لشکر کی جنہیں طباش نے سیاسی اور سریان کا پتا کرنے کے لئے بھیجا تھا، وہ سیاسی کی لاش لے کر پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے۔

یہ خبر سن کر طباش کے علاوہ لحيان، یوریمیا، بلسان، مولک، مارون چاروں بھائی ہوئے ایک طرف گئے۔ آنے والوں نے لاش کو لاکر سیاسی کے خیمے سے باہر رکھ دیا تھا۔ اس لئے کہ جو نبی سیاسی کے مارے جانے کی خبر پھیلی، ایک طرح سے سارا لشکر سیاسی کے خیمے کے باہر جمع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر طباش کچھ دیر تک بڑی فکر مندی سے سیاسی کی لاش کو دیکھتا رہا۔ یوریمیا اور لحيان دونوں بہن بھائی لاش کے پاس بیٹھے ہر طرح رو رہے تھے۔ یہی حالت طباش کے دونوں بیٹوں مولک، مارون اور اس کی بیوی بلسان کی تھی۔ آخر طباش نے ان لوگوں کی طرف دیکھا جو طباش کی لاش لے آئے تھے۔ پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ لاش تمہیں کہاں سے ملی؟“

اس پر ان میں سے ایک بولا۔ در طباش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! سیاسی کا گھوڑا آ کر اٹھا اور قریب ہی ان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ان کی

لہ۔ اور برزہ کے غم اور دکھ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سیتانیوں کا بادشاہ متی وزا کافی دیر تک ماں کی حویلی میں رہا۔ اس کی ماں کے علاوہ سیاست کے بیٹے اور بیٹی کو تسلی دیتا رہا۔ اس نے بعد ہزاروں لوگوں کی آہوں اور سسکیوں میں سیاست کو دفن کر دیا گیا تھا۔



کے پاس آئے۔ دونوں نے اپنا ایک ایک ہاتھ لیجان کے شانے پر رکھا۔ اس موقع پر مولک بے پناہ غصے اور غضب ناک کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”لیجان! یہ کام تم اکیلے نہیں کرو گے، سیاست ہمارے علم تھے۔ ان کا انتقام لینا ہم دونوں بھائیوں پر بھی واجب ہے۔ لہذا میرے بھائی! جس کسی نے بھی تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، وہ ہر صورت میں قتل ہو کر رہے گا، چاہے وہ کہیں بھی چلا جائے۔“

بچے مولک کی اس گفتگو سے طباش بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ اس موقع پر لیجان آگے بڑھا، اپنی چھوٹی بہن یوریا کو اس کے شانوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا، اس کے سر پر بندھے رد مال سے اس کا چہرہ صاف کیا، پھر کہنے لگا۔

”میری بہن! چپ ہو جا، جو کچھ ہم پر بنتی بیت چکی لیکن ہم اس کا انتقام ضرور لیں گے۔“

اپنے بھائی کے یوں سنبھالا دینے پر یوریا نے اپنے آپ کو کسی حد تک سنبھال لیا تھا۔ پھر طباش اپنے ارد گرد جمع ہونے والے اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! لگتا ہے یہ جی اپنے لشکر کو لے کر ہماری سرحدوں کی طرف ایک مقصد کے تحت آئے تھے اور یہ مقصد بھی تھا کہ سیاست کا خاتمہ کر کے وہ اپنے بادشاہ کی بیٹی سریان کو اپنے ساتھ لے جائیں چونکہ جی اب لشکر لے کر واپس جا چکے ہیں۔ لہذا ہمارا یہاں قیام کرنا بے سود ہے۔ میرے بھائی! کوچ کی تیاری کرو تاکہ ہم بھی سیاست کی لاش لے کر واپس اپنے شہر اشوکانی کا رخ کریں۔“

طباش کے اس حکم پر چھوٹے سالار فوراً حرکت میں آئے اور تھوڑی دیر بعد سیتانیوں کا لشکر طباش کی سرکردگی میں اپنے سرحدی علاقوں سے اپنے مرکزی شہر اشوکانی کا رخ کر رہا تھا۔

سیاس کی لاش جب اشوکانی شہر میں داخل ہوئی تو لوگوں کو پتا چلا کہ ان کا ہر دل عزیز سالار دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہے اور اس کی بیوی کو جی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ جب شہر میں دکھ اور غم سے ایک کھرام سا جگ گیا تھا۔

حتیوں کا بادشاہ متی وزا خود لاش دیکھنے آیا تھا۔ لاش کے ساتھ وہ اپنے سالاروں اور امراء کے ساتھ سیلاس کی حویلی میں داخل ہوا۔ ساتھ ہی اس نے لیجان اور اس کی بہن یوریا کو بھی کافی تسلی دی۔ سیاست کی لاش جب اس کی حویلی میں داخل ہوئی

انہ متلش تھا۔ متلش کے بھائی اور موجودہ حتیوں کے بادشاہ متھلیش نے باہل شہر فاتح کیا تھا اور باہل میں اپنا ایک لشکر چھوڑ کر متھلیش جب اپنے مرکزی شہر خوشاشاں کی طرف پلٹا تو اس وقت اس کی ایک بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی جس کا نام سریان ہے۔ اس میں سیتانیوں کے سالار سیاست اور طباش ان پر حملہ آور ہوئے۔ ان دونوں کے حملہ آور ہونے سے حتیوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ انہیں شکست ہوئی، سیاست اور طباش نے حتیوں کے رستہ کے سارے سامان پر بھی قبضہ کر لیا اور اس قبضے کے دوران حتیوں کی لہوادی سریان بھی سیتانیوں کے ہاتھ لگ گئی جو اس وقت لشکر کے پچھلے حصے میں سفر کر رہی تھی۔ اسے سیتانیوں کے سالار سیاست نے گرفتار کیا تھا۔“

”سیاس اسے اپنے ساتھ اپنے مرکزی شہر اشوکانی لے گیا اور اس کے ساتھ یہ معاملہ لے ہوا تھا کہ گرفتار ہونے والی حتی شہزادی سریان سیاست کی ماں کے پاس دو مال رہے گی، اس کی خدمت کرے گی، اس کے بعد اسے واپس حتیوں کے مرکزی شہر خوشاشاں کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔“

سریان نام کی اس لڑکی نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ چنانچہ سیاست کے ہاں رہنے لگی۔ اسے بادشاہ! اس کے بعد یہ ہوا کہ وہ سریان، سیاست کو پسند کرنے لگی۔ اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اپنی مرضی اور اپنی خواہش سے اس نے سیاست سے شادی کر لی اور اس سے دو بچے بھی ہوئے: ایک بیٹا جس کا نام لیجان ہے اور ایک بیٹی جس کا نام یوریا ہے۔ یہ دونوں بچے ابھی جوان نہیں ہوئے۔ اسی دوران نئے بادشاہ متھلیش نے آدمی سریان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ آخر جی ہرکاروں اور تجربوں نے اپنے بادشاہ متھلیش کو یہ خبر دی کہ اس کی بیٹی نام جس کا سریان ہے، ان دنوں سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی میں ہے اور وہاں کے سالار سیاست کی بیوی ہے۔ چنانچہ متھلیش نے ایک حربہ آزمایا۔ اس نے سیتانیوں کی سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ پھر اس نے بعد اپنا ایک بہت بڑا لشکر سرحد پر پہنچایا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سیاست اور طباش بھی گئے تھے۔ یہاں غلطی یہ ہوئی کہ سیاست اور طباش دونوں اپنے اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور سرحد پر قیام کے دوران ایک روز سیاست اپنی بیوی سریان کے ہاتھ پڑاؤ سے باہر گھڑ دوڑ کر رہا تھا، حتیوں نے سیاست کو قتل کر دیا۔ سریان کو اٹھا کر اس کے مرکزی شہر خوشاشاں لے گئے۔“

فرعون رعمیس ایک روز ممفس شہر کے اپنے قصر میں اپنے امراء اور سالاروں کے ساتھ بنی اسرائیل سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا چوہدار اس کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ خود بھی زمین کی طرف جھکا اور جو عصا اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا، اسے بھی زمین کی طرف جھکایا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو کر اور فرعون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دو طرح کے ہرکارے اور ہم آئے ہیں۔ کچھ ہمارے وہ جاسوس آئے ہیں جو حتیوں کے نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہیں اور کچھ وہ لوگ آئے ہیں جو مغرب کے وحشی قبائل پر نظر رکھتے ہیں۔ آپ حکم کریں میں ان سب کو اکٹھا بھیجوں کہ باری باری؟“

اپنے چوہدار کے ان الفاظ پر فرعون رعمیس تھوڑی دیر کے لئے متفکر سا ہو گیا تھا۔ ایک گہری نگاہ باری باری اپنے سالاروں اور امراء پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”پہلے ان ہرکاروں کو لے کر آؤ جو حتیوں کے علاقوں کی طرف سے آئے ہیں۔“

اس پر وہ چوہدار پیچھے ہٹ گیا، تھوڑی دیر بعد وہ نین اشخاص کو لے کر آیا۔ انہیں فرعون رعمیس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ان تینوں نے بھی چوہدار ہی کے انداز میں فرعون رعمیس کو تعظیم دی تھی۔ اس کے بعد رعمیس ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم حتیوں کی طرف سے کچھ اہم خبریں لے کر آئے ہو، بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ اس پر ان تین میں سے ایک فرعون رعمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! شال میں ایک انتہائی کرب خیز واقعہ نمودار ہوا ہے۔ اس کی بنیاد اور تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت حتیوں نے باہل پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت ان کا

ہاں کی طرح چاہتا ہے۔ ہفتے میں تین چار بار اسے اپنے قصر میں بلاتا ہے، اس کی لمبی کرتا ہے، اسے ڈھارس دیتا ہے۔ ساتھ ہی ایک کتب میں اس کی جنگی تربیت کا تئین اہتمام کیا گیا ہے۔ سیاست کے ساتھی طباش کے دو بیٹے ہیں، وہ بھی اسی کتب کی تئین وزا کے بہترین سالاروں کی سرکردگی میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہاں لیان نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ وہ قاتلوں سے اپنے باپ کا انتقام لے گا بلکہ اس نے یہ بھی ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے اپنی ماں سریان کو اپنے مرکزی شہر اشوکانی لے کر آئے گا اور اس کام میں طباش کے دونوں بیٹے ملے۔ اور مارون بھی پوری طرح لیان کا ساتھ دینے کے لئے تیار اور مستعد ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ ہرکارہ پھر رکا اور اس کے بعد دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”مالک! لگتا ہے غفریب سیتانیوں اور حتیوں کے درمیان جنگوں کا ایک طویل دور ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آئے والا وہ پھر خاموش ہو گیا۔ اس پر فرعون رمیس گہری دہن میں ڈوبا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سالار سیرم کی طرف دیکھا اور اسے مالب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم! آج ہی دو تیز رفتار قاصد حتیوں کے بادشاہ متوخلیش کی طرف روانہ کرو اور اس سے کہو کہ ان لوگوں نے سیاست کا خاتمہ کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ چنانچہ اس نے حرکت پر حتی سیتانیوں سے معذرت کریں۔ سیاست کے قتل کا قصاص ادا کریں اور ساتھ ہی سریان کو جو انہوں نے زبردستی اپنے مرکزی شہر خوشاش میں روکا ہوا ہے، آزاد کر دیں اور اسے اپنی مرضی سے اشوکانی کی طرف روانہ کر دیں اور اس کے ساتھ محافظ بھی روانہ کریں۔ جو محافظ اسے خوشاش سے نکال کر سیاست کی حویلی میں لائے، احترام اور حفاظت کے ساتھ پہنچا دیں۔ میری طرف سے قاصد جا کر حتیوں کے بادشاہ متوخلیش سے یہ بھی کہیں کہ جو کچھ کہا ہے، یہ مصر کے فرعون رمیس کا حکم ہے۔ ان لوگوں پر عمل نہ کیا تو متوخلیش پر واضح کر دیا جائے کہ رمیس ماضی کی طرح اپنے لشکر لے کر نکلے گا اور صحرائے سینا کو اپنے سامنے روندتا ہوا وہ حتیوں کی سرزمینوں میں داخل ہوگا تو پھر حتیوں کا جو بھی لشکر سامنے آئے گا، موت کے گھاٹ اتارتا چلا جائے گا۔“

رمیس گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ کچھ سوچتا رہا، اس کے بعد اس نے باری باری ایک کئی نگاہ دونوں بڑے سالاروں سیرم اور حتمس پر ڈالی۔ اس کے بعد وہ ان دونوں کو مالب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ان اسویہ قبائل کا جب تک مکمل خاتمہ نہ کیا گیا، اس وقت تک مصر کی مغربی سرحدیں کسی بھی صورت محفوظ نہیں رہیں گی۔ میں تم دونوں کو صرف ایک ہفتے کی ہمت دیتا ہوں، اس دوران اس جبار لشکر کا تعین کر لو جس نے اسویہ قبائل پر حملہ آور ہونے کے لئے مغرب کا رخ کرتا ہے۔ میں بذات خود لشکر میں شامل ہوں گا اور اس بار اسویہ قبائل کی روز روز کی سرکشی اور ہمارے علاقوں کے اندران کی یلغار اور ترک تاز کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔“

فرعون رمیس کی اس تجویز سے اس کے دونوں بڑے سالار حتمس اور سیرم نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد ممفس شہر کے اس قصر میں ہونے والے اس اجلاس کو فرعون رمیس نے ختم کر دیا تھا۔

چند یوم بعد فرعون رمیس کے دو ہرکارے حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش میں ہوں کے بادشاہ متوخلیش کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کی آمد سے پہلے ہی حتمی جاسوس نے بادشاہ کو ان قاصدوں کی آمد کے علاوہ یہ بھی بتا چکے تھے کہ مصر کی مغربی سرحدوں پر جو خطرات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور رمیس اسویہ قبائل کے اس خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کا رخ کرنے والا ہے۔

چنانچہ فرعون کے وہ قاصد جب حتیوں کے بادشاہ متوخلیش کے سامنے پیش ہوئے اور اس کے سامنے انہوں نے فرعون رمیس کا پیغام پیش کیا تو متوخلیش نے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی۔ فرعون رمیس نے دھمکی آمیز انداز میں پیغام بھجوایا تھا کہ ہاں کے قتل کی سیتانیوں سے معذرت کی جائے۔ اس کے اہل خانہ کو قصاص کی رقم ملے گی اور سیاست کی بوی کو واپس سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی میں اس کے لئے اور بیٹی کے پاس واپس بھیج دیا جائے۔

لیکن متوخلیش کو چونکہ خبریں پہنچ چکی تھیں کہ اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا ہے تو اسے رمیس اس پر لشکر لے کر چڑھ نہیں دوڑے گا، اس لئے کہ فرعون کو اپنی مغربی سرحدوں کے خطرات سے بھنا ہے جس کی بناء پر وہ حتیوں پر حملہ آور ہونے کے بجائے

یہاں تک کہنے کے بعد وہ پھر رکا، پھر کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! سیاست سیتانیوں کا ہر دل عزیز سپہ سالار تھا۔ اس نے بہترین انداز میں اپنی قوم کی خدمت کی تھی اور اکثر مواقع پر اس نے بڑے بڑے حتمی لشکروں کو بھی شکست دے کر سیتانیوں کے علاقوں کی حفاظت کی تھی۔ لہذا اس کے مارے جانے سے سیتانیوں کے اندر خوف ہی نہیں، نفرت کی ایک لہر بھی پھیل گئی ہے اور وہ اس ناک میں ہیں کہ اب سیاست کے قتل کا بدلہ حتیوں سے لیا جائے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مرنے والے سیاست کی بوی سریان حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش پہنچ چکی ہے جس وقت وہ اپنے مرکزی شہر خوشاش پہنچی تو اس کے باپ متوخلیش، اس کی ماں اسوک، دونوں بھائی یعنی کاوک اور لوزمان نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ اس دوران اس کا باپ اس پر زور دیتا رہا کہ وہ خوشاش شہر میں شادی کرے۔ اس کے باپ نے اسے یہ بھی ہمت دی کہ جس سے چاہے گی، اسی سے اس کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا لیکن سریان کیونکہ اپنے مرنے والے شوہر کو دیوانگی کی حد تک پسند کرتی تھی۔ لہذا اس نے دوسری شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ اب وہ حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش ہی میں قیام کئے ہوئے ہے۔ وہ وہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ اس پر کڑا پھروہ ہوا ہے اور جب کبھی وہ ادھر ادھر جاتی ہے تو اس پر نگاہ رکھنے والے محافظ اس کے دائیں بائیں آس پاس ہوتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ ہرکارہ رکا۔ کچھ سوچا، اس کے بعد فرعون رمیس کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

”مالک! سیاست کے قتل کی وجہ سے اب سیتانیوں کے اندر انتقام اور ایک غصے اور غضب کی لہر پھیلی ہے۔ اس وقت کیونکہ وہ اس حالت میں نہیں ہیں کہ حتیوں پر حملہ آور ہو کر اپنے سالار سیاست کا انتقام لیں۔ لہذا ان کا بادشاہ حتمی وزا اس کوشش میں ہے کہ اپنی اصلی طاقت کو بڑھائے۔ اپنی قوت میں اضافہ کرے، اس کے بعد حتیوں پر ضرب لگائے اور اپنے سالار سیاست کا انتقام لے۔

اے بادشاہ! دوسری طرف مرنے والے سیتانی سالار سیاست کے بیٹے لیان نے بھی یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ حتیوں سے اپنے باپ کا انتقام لے گا۔ یہاں میں یہ بھی کہوں کہ سیتانیوں کا بادشاہ حتمی وزا مرنے والے سالار سیاست کے بیٹے لیان کو اپنے

فرعون رمیس کا یہ حکم سن کر اس کے سالار سیرم نے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس حکم کی تعمیل کرنے کا اظہار کر دیا تھا۔ اس کے بعد فرعون رمیس اپنے چوہدار کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہنے لگا۔

”اب ان خبروں کو میرے سامنے پیش کرو جو ہماری مغربی سرحدوں کی طرف سے آئے ہیں اور حتیوں کی طرف سے آنے والے ان خبروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔“ اس پر چوہدار حرکت میں آیا، وہ پھر اور ہرکارے جو حتیوں کی طرف سے آئے تھے، وہ چوہدار کے ساتھ نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد چوہدار پھر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس بار اس کے ساتھ دو مجتر تھے جو مصر کی مغربی سرحدوں کی طرف سے آئے تھے۔ پہلے جاسوس اور ہرکاروں کی طرح دو دنے آنے والوں نے بھی انہیں کے انداز میں فرعون رمیس کو تعظیم دی۔ اس کے بعد جب سیدھے کھڑے ہوئے تب رمیس انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم مغربی سرحدوں کی طرف سے آئے ہو۔ کیا مغربی سرحدوں پر ہمارے لئے پھر خطرات منڈلانے لگے ہیں؟“

فرعون رمیس کے اس سوال پر پہلے ان دونوں خبروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد ایک رمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کا اندازہ درست ہے۔ اسویہ قبائل اس سے پہلے کئی بار ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر واپس بھاگے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے تو قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ پھر بھی انہیں پسپا ہونا پڑا۔ اب وہ افریقہ کے دیگر جنگی اور وحشی قبائل کو اپنے ساتھ ملا رہے ہیں اور جہاں تک ہم نے ان کی تیاریوں کا جائزہ لیا ہے، ہمارا اندازہ ہے کہ چند روز تک یہ اسویہ قبائل مغرب کی طرف سے ہمارے علاقوں میں داخل ہوں گے اور ہمارے مرکزی شہر ممفس تک یلغار کرتے چلے جائیں گے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے، اس کے مطابق اس بار ان کی تعداد بھی مذی دل کی طرح ہوگی اور وہ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جب وہ حملہ آور ہوں گے تو کوئی قوت، کوئی طاقت، کوئی لشکر ان کی راہ نہ روک پائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مغرب کی طرف سے آنے والا وہ جاسوس جب خاموش ہوا تب فرعون رمیس نے اسے جانے کی اجازت دے دی جس پر وہ اور اس کا ساتھی دونوں قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک فرعون

اپنے لشکر کے ساتھ اپنی مغربی سرحدوں کا رخ کرے گا۔ اس بناء پر متوشلیش نے فرعون رمیس کے دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کیا۔

”تم دونوں اپنے حکمران رمیس سے ایسا پیغام لے کر آئے ہو جس پر عمل کرنا ہے ہم قاصر ہیں۔ واپس جا کر ہماری طرف سے رمیس سے کہنا کہ سیتانیوں کے سالار سیماس کا قتل ہم پر واجب بنتا تھا، سو ہم نے اسے ٹھکانے لگایا۔ اس کے لئے ہم کسی سے معذرت نہیں کریں گے۔ نہ ہی اس کے لئے کسی کو قصاص ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی بات ہماری بیٹی سریان کی تو اس پر ہمارا حق بنتا ہے، اسے ہم حاصل کرنا چاہتے تھے، سو ہم نے اسے حاصل کر لیا۔ اب وہ ہمارے مرکزی شہر خوشاش میں رہے گی اور کسی بھی صورت ہم سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی کی طرف اسے روانہ نہیں کریں گے۔“

حییوں کے بادشاہ متوشلیش کی طرف سے یہ جواب بڑا دکھا سوکھا سا تھا۔ تاہم فرعون رمیس کے قاصد اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے جس کی بناء پر جو پیغام انھیں متوشلیش نے دیا تھا اسے لے کر وہ اپنے مرکزی شہر ممفس کی طرف چلے گئے تھے۔ دوسری طرف مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اسویہ قبائل سے بننے کے لئے تیاری پر فرعون کو ایک ہفتے سے کہیں زیادہ لگ گیا۔ اس دوران جنگوں اور بیابانوں کے اندر سے اسویہ نامی وحشی جنگجو قبائل بیلغار کرتے ہوئے مصر کے اندرونی علاقوں کی طرف بڑھے۔ یہ اپنے سرداروں کی سرکردگی میں حشرات الارض کی طرح مصر میں داخل ہوئے اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ یہ قبائل مصری سرحد کے قریب آ کر خیرہ لڑائی ہو گئے تھے اور وہاں اندرون مصر لگا تار ترک تازہ کرنے لگے تھے۔

اپنی تیاریوں میں تاخیر کی وجہ سے بڑی سرعت کے ساتھ فرعون نے ان کی ترمیم تازہ کر دینے کے لئے پہلے چند دستے روانہ کئے تھے، بعد میں وہ بڑا لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ اپنے بڑے لشکر کے ساتھ اسویہ قبائل کے مقابلے پر نکلنے کے لئے فرعون رمیس کو تاخیر اس بناء پر ہوئی تھی کہ ان وحشی قبائل کی بیلغار سے رمیس کو اس بار یہ بڑا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرون مصر بنی اسرائیل بھی بے گناہ نہ کھڑی کر دیں۔

یوں بنی اسرائیل کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد رمیس نے اپنی سلاطین عسکری قوت کو اسویہ قبائل کی سرکوبی پر لگا دیا، کئی ماہ تک ان وحشی قبائل سے اس کا ہولناک جنگیں ہوتی رہیں، یہاں تک کہ رمیس انہیں دبانے اور شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جب یہ وحشی قبائل رمیس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جنوبی اور وسطی صحراؤں اور بیابانوں کی طرف بھاگے تو اپنے ساتھ وہ سارے خزانے جو اہرات اور سوئے چاندی کے انبار میں لیے گئے تھے جو انہوں نے مصر میں لوٹ مار سے حاصل کیے تھے۔ لیکن ان قبائل کی بد قسمتی کہ شکست کھانے کے بعد جب یہ لوگ اپنی جائیں بھاگنے کے لئے بھاگے تو بحر روم کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے پہلے انہوں نے مغرب کا رخ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ رخ موڑتے ہوئے جنوب مغرب کے رخ پر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے جائیں گے لیکن ابھی وہ ساحل سمندر کے قریب قریب ہی سفر کر رہے تھے کہ ایک ہولناک عذاب نے انہیں آن لیا۔ یہ طوفان تھا، ایک ایسا ہیما کہ تیز اور تند طوفان تھا جس نے صحرائے سینا میں ریت کے ٹیلوں کو اڑا کر صحرا کی شکل اور ہیئت تبدیل کرنا شروع کر دی تھی۔ اس طرح یہ اسویہ قبائل جو لوٹ مار کے لئے آئے تھے اور اپنے ساتھ بہت کچھ لے کر جا رہے تھے، اس طوفان کی نذر ہو گئے اور ان میں سے اکثر ریت تلے دب کر ہلاک ہو گئے۔ دوسری طرف ان قبائل سے گمراہ ہوئے خود فرعون رمیس بھی بری طرح زخمی ہوا تھا۔ تاہم انہیں شکست دینے اور بھاگنے کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر ممفس کی طرف لوٹ گیا تھا۔

چونکہ سمندر کی طرف سے اٹھنے والے بے روک اندھے طوفان نے اسویہ قبائل آن لیا تھا، لہذا سمندر کی طرف سے اٹھنے والے طوفان سے ان کا اپنا تو خاتمہ ہوا، سارا ہی وہ لوگ جو اپنے ساتھ مال و دولت مصر سے لائے تھے، وہ بھی صحرا میں دفن ہو گئے۔ چنانچہ انہیں شکست دینے کے بعد زخمی رمیس جب اپنے لشکر کو لے کر اپنی مرکزی شہر کی طرف چلا گیا، تب آس پاس کے وحشی قبائل بستیوں کے لوگوں کو اسہم قبائل کے تباہ ہونے کی اطلاع کی تو وہ اپنی بستیوں سے نکل کر صحرا میں اس جگہ آگیا جہاں اسویہ قبائل طوفان کی نظر ہوئے تھے۔ ان قبائل نے وہاں جیسے نصب کر لئے اور ریت میں دب جانے والے خزانوں کو تلاش کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف رمیس بھی

اپنے بڑے لشکر کے ساتھ اسویہ قبائل کے مقابلے پر نکلنے کے لئے فرعون رمیس کو تاخیر اس بناء پر ہوئی تھی کہ ان وحشی قبائل کی بیلغار سے رمیس کو اس بار یہ بڑا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرون مصر بنی اسرائیل بھی بے گناہ نہ کھڑی کر دیں۔ ان دونوں شہروں کی تعمیر کے لئے اسرائیلی جوانوں کو دور دور سے پتھر اور بھس لانا پھر ان شہروں میں مکانات کے علاوہ غلہ رکھنے کے بڑے بڑے گودام بھی تعمیر کئے گئے تھے اور بنی اسرائیل کے جوان دن رات ان شہروں کی تعمیر کے لئے زبردستی مہم کر دیے گئے۔

ان وحشی قبائل کے ساتھ ہونے والی جنگ میں زخمی ہو گیا تھا، چنانچہ واپس اپنے مرکزی شہر جا کر وہ ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ پہلے فرعونوں کی طرح اس کی اول کو بھی مہی میں تبدیل کر کے سقارہ کے میدانوں کے ایک اہرام میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ جہاں تک سقارہ کے میدانوں اور ان کے اندر موجود اہرام کا تعلق ہے تو سقارہ اہرام ممفس کے شاہی خاندان اور امرائے سلطنت کا مخصوص قبرستان تھا۔ چنانچہ وہاں متعدد اہرام موجود ہیں جن کی دیواروں کے رنگین نگارنی اعتبار سے انتہائی دلکش ہیں اور ان میں جو مناظر پیش کئے گئے ہیں، ان سے قدیم مصر کے طرز معاشرت اور آداب اور رسوم و رنج میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اب بھی کچھ قبروں کی دیواروں پر بنی ہوئی کئی رنگین تصاویر نظر آتی ہیں جن کے بالائی حصے میں دو سائڈ آگے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی سائڈ کی دہی پکڑے ہوئے ہے اور دوسرا اسے ہکا رہا ہے۔ چار آدمی اور دو بلیں کے اس قافلے کی راہنمائی ایک پروت کر رہا ہے۔ غالباً بلیوں کی قربانی ہونے والی رسم کی علامت کی گئی تھی۔ تصویر کے زبیر حصے میں بہت سی مرغائیاں ماراں اور بلیاں آگے آگے ایک تعمیر میں شکار کی منظر کشی کی گئی ہے۔ پانچ شکاری ایک کشتی میں بھاگے ہوئے ہیں۔ ان کے پیچھے دریائی گھوڑوں کی ایک قطار بنی ہوئی ہے، اوپر متعدد کھیتیں آگے ہیں۔

مگر سقارہ کے ان میدانوں میں سب سے دلچسپ مناظر ملکہ ”نتی“ کے مقبرے میں ملتے ہیں۔ یہ وہیں خاندان کے مشہور فرعون رمیس سویم کی ملکہ ”نتی“ کی خواہش تھی کہ رمیس کے بعد اس کا بیٹا باپ نے تخت پر بیٹھے مگر رمیس نے اپنے ایک دوسرے بیٹے کو ولی عہد مقرر کر دیا جو انہوں کی کئی دوسری بیٹی کے گھٹے تھا۔

”نتی“ کو یہ گوارا نہ تھا۔ چنانچہ وہ نکل میں بیٹھی بیٹھی اپنے بیٹے سے حق میں دعوے بناتی رہتی تھی۔ قصداً فرعون تخت پر ہوا اس کے بیٹے کی کوئی امید نہ رہی تو ”نتی“ نے دوبارہ بے باک اہمیں اور حرم سرا کے محافظوں سے مل کر بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش کی مگر فرعون سویم سازش کا سراغ مل گیا۔ جرم گرفتار ہوئے اور ملکہ ”نتی“ زندان میں قید کر دی گئی۔ سازشیوں پر مقدمہ چلا اور انہیں خودکشی کی سزا دی گئی جن دستاویزوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ ملکہ ”نتی“ کو بھی خودکشی کرنی پڑی۔ چنانچہ اس

یوں بنی اسرائیل کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد رمیس نے اپنی سلاطین عسکری قوت کو اسویہ قبائل کی سرکوبی پر لگا دیا، کئی ماہ تک ان وحشی قبائل سے اس کا ہولناک جنگیں ہوتی رہیں، یہاں تک کہ رمیس انہیں دبانے اور شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جب یہ وحشی قبائل رمیس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جنوبی اور وسطی صحراؤں اور بیابانوں کی طرف بھاگے تو اپنے ساتھ وہ سارے خزانے جو اہرات اور سوئے چاندی کے انبار میں لیے گئے تھے جو انہوں نے مصر میں لوٹ مار سے حاصل کیے تھے۔ لیکن ان قبائل کی بد قسمتی کہ شکست کھانے کے بعد جب یہ لوگ اپنی جائیں بھاگنے کے لئے بھاگے تو بحر روم کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے پہلے انہوں نے مغرب کا رخ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ رخ موڑتے ہوئے جنوب مغرب کے رخ پر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے جائیں گے لیکن ابھی وہ ساحل سمندر کے قریب قریب ہی سفر کر رہے تھے کہ ایک ہولناک عذاب نے انہیں آن لیا۔ یہ طوفان تھا، ایک ایسا ہیما کہ تیز اور تند طوفان تھا جس نے صحرائے سینا میں ریت کے ٹیلوں کو اڑا کر صحرا کی شکل اور ہیئت تبدیل کرنا شروع کر دی تھی۔ اس طرح یہ اسویہ قبائل جو لوٹ مار کے لئے آئے تھے اور اپنے ساتھ بہت کچھ لے کر جا رہے تھے، اس طوفان کی نذر ہو گئے اور ان میں سے اکثر ریت تلے دب کر ہلاک ہو گئے۔ دوسری طرف ان قبائل سے گمراہ ہوئے خود فرعون رمیس بھی بری طرح زخمی ہوا تھا۔ تاہم انہیں شکست دینے اور بھاگنے کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر ممفس کی طرف لوٹ گیا تھا۔

چونکہ سمندر کی طرف سے اٹھنے والے بے روک اندھے طوفان نے اسویہ قبائل آن لیا تھا، لہذا سمندر کی طرف سے اٹھنے والے طوفان سے ان کا اپنا تو خاتمہ ہوا، سارا ہی وہ لوگ جو اپنے ساتھ مال و دولت مصر سے لائے تھے، وہ بھی صحرا میں دفن ہو گئے۔ چنانچہ انہیں شکست دینے کے بعد زخمی رمیس جب اپنے لشکر کو لے کر اپنی مرکزی شہر کی طرف چلا گیا، تب آس پاس کے وحشی قبائل بستیوں کے لوگوں کو اسہم قبائل کے تباہ ہونے کی اطلاع کی تو وہ اپنی بستیوں سے نکل کر صحرا میں اس جگہ آگیا جہاں اسویہ قبائل طوفان کی نظر ہوئے تھے۔ ان قبائل نے وہاں جیسے نصب کر لئے اور ریت میں دب جانے والے خزانوں کو تلاش کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف رمیس بھی

ریت کنوں میں خارج ہو جاتی تھی اور مزدور اسے کنوں سے نکال کر باہر پھینکتے پاتے تھے۔ اس طرح باؤلی آہستہ آہستہ خالی ہوئی گئی اور وہ چٹان بغیر کسی زور کے اُلی کی تہ میں بیٹھ گئی۔ یہ چٹان اب تک وہیں رکھی ہے اور اتنی دُنی ہے کہ اس کو باؤلی نکالنا دشوار ہے۔

مگر جن اہراموں نے دنیا میں شہرت پائی، وہ گیزہ کے اہرام ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے گیزہ دریا نے نیل کے مغربی ساحل سے چند میل کے فاصلے پر ایک ویران اور سنسان نام تھا لیکن اب یہ علاقہ بھی قاہرہ کی نواحی بستی ہو گیا ہے۔ قاہرہ تین حصوں میں آباد ہے۔ قدیم حصہ جو دریا کے مشرقی ساحل پر واقع ہے، دوسرا حصہ جزیرہ ہے جو سوچ دریا میں ایک نہایت شاداب جزیرہ ہے جس میں امرائے مصر کی رہائش گاہیں ہیں، دوسرے باغات اور اکثر ملکوں کے سفارت خانے قائم ہیں۔ اسی جزیرے کی نوک پر مصر کے بادشاہ فاروق کا محل بھی ہے جہاں یہ کھلنڈ را بادشاہ رنگ رلیاں منایا کرتا تھا۔ تیسرا حصہ دریا کے مغربی ساحل سے گیزہ تک پھیلا ہوا ہے، دراصل یہ نئی بستی ہے اور دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں آباد ہونا شروع ہوئی تھی۔ ان تینوں حصوں کو آپس میں ملانے کے لئے دریا پر کئی خوبصورت اور کشادہ پل بنے ہوئے ہیں۔

گیزہ کے اہراموں میں جو اہرام فرعون خوف کے نام سے مشہور ہے، ایک پہاڑی واقع ہے۔ وہاں سے نیچے دیکھیں تو ایک طرف جزیرے کے درخت نظر آتے ہیں، دوسری طرف صحرائے عظیم کے نیلے ہیں اور تیسری طرف مقطم کی پہاڑی ہے جس پر امامان صلاح الدین ایوبی نے اپنا قلعہ تعمیر کیا تھا۔

خوف فرعون مصر کے چوتھے خاندان کا بانی تھا جو ڈھائی ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ گزرا، جو مفسس کے شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا بلکہ وسطی مصر کے کسی امیر کا بیٹا تھا۔ معلوم نہیں مفسس کا تخت تاج اس کو کیسے ملا اور اس نے کون کون سے کارنامے انجام دیے۔ البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ خوف دوسروں کے برعکس پروہتوں کے اقتدار کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ اس نے پروہتوں کی وہ ساری جائیدادیں ضبط کر لیں جو فرعون دوسرے آپس دے رہی تھیں۔

اس نے اکثر مندروں میں تالے ڈلوادینے تھے اور ان زموں اور قربانیوں کو بند کر دیا تھا جو دوسرے پروہتوں نے وضع کی تھیں۔ اس طرح خوف نے پروہتوں کا زور توڑ

واقعہ کے چند ہی دن بعد فرعون بھی ہلاک ہو گیا۔

ملکہ "تی" کے مقبرے کی دیواریں رنگین مناظر سے لٹی پڑی ہیں۔ ایک جگہ ایک سیاہ فام لڑکا پیٹھ پر ایک نومولود بچہ لے کر لادے نہر پار کر رہا ہے۔ اس کے پیچھے تین گائے ہیں، ایک گائے باؤلی پل رہی ہے، دوسری جو بچہ لے کر لادے، اپنے بچے کے لئے ڈاڑھ رہی ہے۔ تیسری گائے کی پیٹھ پر کسی مرد کا ہاتھ ہے۔

بچہ اڑ کر اپنی ماں کو دیکھ رہا ہے۔ ایک جگہ شکاری سازی کے تمام مراحل پر بڑی صناعی سے دکھائے گئے ہیں۔ ایک جگہ ایک دریائی گھوڑا اپنے بچے کے پاس کھڑا ہے اور اس کے پیچھے ایک گھڑیاں پانی سے سر نکال کر بچے کو بڑی لچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کا منہ کھلا ہے اور وہ اس انتظار میں ہے کہ کب وہ اس بچے کو نگل جائے۔ اس تصویر میں جو ستارہ کے میدانوں میں ملکہ "تی" کے مقبروں میں بنی ہوئی ہے، مرغابیوں اور پھلیوں کے شکار کے بھی بکثرت مناظر ہیں۔ ایک مقام پر تیس عورتیں بڑے خوبصورت انداز میں بادشاہ کے سامنے رقص کر رہی ہیں۔ ایک جگہ پر بیلوں کی قربانی کا بڑا تکلیف دہ نقشہ بھی کھینچا گیا ہے۔ اس زمانے میں نیل کے چاروں پاؤں باندھ دیے جاتے تھے۔ اس کے بعد پہلے اگلے پاؤں کاٹتے تھے، پھر پچھلے پاؤں کاٹتے جاتے تھے۔ تب سر اور جسم کے حصوں کو الگ الگ بطور نذر پیش کیا جاتا تھا۔ یہ سب منظر ملکہ "تی" کے مقبرے کی دیواروں پر اب بھی محفوظ ہیں۔

ستارہ کے میدانوں میں صناعی کا ایک اور کمال بھی اب تک موجود ہے۔ یہ از صناعی ہزار سال قبل مسیح کے فرعون پٹی دوم کے وزیر بتو سے متعلق ہے۔ یہ ایک چٹان ہے جو صرف ایک ہی پتھر پر مٹی ہے اور ڈیڑھ سو فٹ گہری پختہ باؤلی میں رکھی ہے۔ سب سے پہلے انسان یہ مٹی چتا ہے کہ اتنی بڑی چٹان کو باؤلی میں کیسے اتارا گیا۔ اس باؤلی اور چٹان کو دیکھنے کے بعد، دیکھنے والا قریب ہی کچھ اور مناظر کو دیکھ کر اور زیادہ دنگ رہ جاتا ہے اور جستجو میں پڑ جاتا ہے۔ یہ دراصل تین کنوں ہیں جو باؤلی کے تین کناروں پر بسے ہوئے ہیں۔ دراصل مصر کے ان صناعوں نے پہلے یہ پختہ باؤلی بنائی، پھر اس سے مٹی تین کنوں کو کھودے جن کی تہ باؤلی کی ہم سطح تھی۔ تب باؤلی کو ریت سے لہاب بھر دیا اور کنوں اور باؤلی کی ملحقہ دیواروں میں سوراخ کر دیا۔ اس کے بعد وزیر بتو کی اس چٹان کو شہر کے سہارے باؤلی میں ریت پر رکھ دیا گیا۔ چٹان کے دباؤ

اب اس فرش پر لکڑی کے تختوں سے پیشی بند بنا دیے ہیں اور ہاتھ ٹپکنے کے لئے باؤلی بازیں لگا دی ہیں لیکن دوسو پچیس فٹ کی یہ کنھن چڑھائی طے کرنے کے لئے اب فرعون خوف کے مقبرے میں بڑے اشتیاق سے داخل ہوتے ہیں تو سخت آہنی بے کوند وہاں خوف کے کارنامے دیواروں پر کندہ ہیں نہ نگین تصویریں، بس ان پتھروں اور بارہ فٹ لمبا ایک کمرہ ہے، بالکل سادہ اور سہاگن۔ البتہ ایک گوشے آخر فٹ لمبے اور چار فٹ چوڑے پتھر کی ایک قبر ہے، اس پر کوئی نقش و نگار نہیں لکھی یا تختی میں ایک تہہ خانہ ہے جس میں خوف کے زرد جواہر دفن تھے لیکن اب تہہ خانہ خالی پڑا ہے۔ مقبرے کی دیواریں گریباٹ پتھر کی ہیں اور جزائی کے لئے استعمال نہیں ہوا۔

اس کمرے میں ایک ہوادان بھی ہے مگر ہوانہ جانے کہاں سے آتی ہے۔ ایک اور کمرہ بھی دیکھا جاسکتا ہے جس میں مندرکھ کر آواز لگاؤ تو سارا کمرہ ٹوٹنے لگتا ہے۔ یہ کمرہ چڑھائی سے بھی زیادہ دشوار ہے، کیونکہ آدی کو اُلے پاؤں اترنا پڑتا ہے۔

ایمانیہ خوف کے جاہ و جلال کو یہ منظور تھا کہ کوئی شخص واپس جاتے وقت اس کی زیور کر کے اترے بلکہ ہر زائر آج بھی خوف کی لوح کو جھک کر گورنش بجالانے پر آمادہ ہے۔

ریت بعد الموت کے آرام اور آسائش کے لئے اہرام بنانے والے فرمانروا ہوں گزرے خاک میں مل گئے لیکن ابدیت کی آرزو انسان کے دل سے کبھی نہ اُٹتی۔ وہ موت پر فتح پانے کے خواب برابر دیکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ آج بھی انسان کی حیات کو وضع سے وسیع تر بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اس کے خیالی جو بھی دُش اور ایک حسین حقیقت ہے ایک نہ ایک روز اپنی تمام بے بسی اور سخت گیریوں کے باوجود موت کے سامنے مغلوب ہو کر رہتی ہے۔ بہر حال انسان کو یہ کہ اس کی ممی کو قمار کے میدانوں میں منتقل کر دیا گیا تھا اور اس کے ہاتھوں میں کھانسی کا مفتاح تھا اور جو اس کی اولاد میں تیرہویں نمبر پر تھا، مصر کا فرعون بنا جاتا تھا۔



دیا بلکہ رعایا کو پروہتوں کی اوت مار سے بھی کسی حد تک نجات دلائی۔ یہی وجہ ہے پروہتوں نے جو دستاویز نویس بھی ہوتے تھے۔ اپنے نوشتوں میں خوف کے خلاف کر زہرا لگا ہے اور تعمیر ہرم کی فضول خرچیوں پر خوب خوب آوازیں کسی ہیں حالانکہ کے عہد کی تحریریں گواہ ہیں کہ ہرم کی تعمیر کا کام سال میں فقط تین مہینے ہوتا تھا اور نخل کی لمبائی کے موسم میں، جب کسانوں کے پاس اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا اور مصر و ف کر انہیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔

گیزہ کے ان میدانوں میں تین اہرام بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے پہلے سے بڑا خوف کا ہرم، اس سے چھوٹا خضرہ کا ہرم، جو خوف کے ہرم کے عقب میں واقع ہے اور سب سے چھوٹا منکورا کا ہرم ہے۔ خضرہ اور منکورا دونوں خوف کے بعد مصر کے حکمران بنے تھے۔

خوف کا ہرم دنیا میں پتھر کی سب سے اونچی اور وزنی عمارت ہے۔ اس کی اٹھ چار سو ایک سو فٹ ہے۔ اس کے مشاٹ نما چبوترے کا ہر ضلع سات سو پچیس فٹ لمبا ہے۔ خوف کے صناعوں اور معماروں کی لیاقت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ چبوترے کی ہموار سطح اور ضلع کی پیمائش بڑے عمدہ طریقے سے ترتیب دی گئی ہے۔ ہرم کی تعمیر میں تین اٹھ پتھر کی سلیس صوف ہوئیں۔ ہر سٹل کا اوسط وزن ایک ہجک ساٹھ سو ہے۔ جز میں تین تین فٹ لمبی اور پانچ فٹ موٹی سلیس گئی ہوئی ہیں اور پتھری پر چھوٹی چھوٹی سلیس بھی آٹھ فٹ لمبی ہیں۔ خوف کا ہرم تیرہ ایکڑ زمین میں پھیلا ہوا ہے اور مورچوں کا کہنا ہے کہ یہ ہرم ایک اٹھ آدھوں کی محنت سے تین برس میں بن کر تیار ہوا تھا۔

اسی خوف کا یہ ہرم اور اس کا راستہ ہزاروں سال تک ایک سرسبز راز رہا۔ سلامتی مصر نے فرعون کی خزانے کی تلاش میں کئی بار اس ہرم کو کھودنے کی کوشش بھی کی لیکن تاہم ہو سکے۔ چنانچہ اس شکست اور ریخت کے نشان ہرم کی دیواروں پر اب بھی نظر آتے ہیں۔ مثلاً شمالی جانب سے تقریباً پچاس فٹ کی لمبائی پر کئی چٹانیں اکٹڑی ہوئی ہیں۔ اس راز کو بالآخر دامانیان فرنگٹ نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ ہرم کا دروازہ سطوں کے اٹھارہویں رتبے میں پوشیدہ ہے۔ وہاں سے ایک سربگ اوپر کی طرف خوف کے مقبرے آ جاتی ہے۔ یہ سربگ اتنی ٹھک ہے کہ آدمی اگر وہاں ہو کر نہ چلے تو اس کا سر چٹان سے گرا جائے۔ سربگ کا فرش بھی پتھر ہے اور بہت چکنا ہے مگر متحفظین نے سیاحوں کی سہولت

بہر حال، آگے کے واقعات مؤرخین کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ آخر ایک روز موسیٰ بنے اور اپنی بیوی کے ساتھ بکریاں چراتے ہوئے مدین سے بہت دور نکل گئے۔ ان کے لئے کہ گلہ بان قبائل کے لئے یہ بات کوئی قابل توجہ نہ تھی کہ وہ اکثر اپنے گلوں کی فوج کے لئے دور تک نکل جاتے تھے۔ جس روز موسیٰ طائفہ سے ایسا ہوا، مؤرخین لکھتے ہیں، وہ رات بڑی ٹھنڈی تھی۔ چنانچہ جب اندھیرا ہوا تو سردی کے باعث آگ کی جستجو کرنے ہوئے۔ اس موقع پر مؤرخین تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ جب آپ کو بہستان میں پہنچے تو بہستان سینا کے پاس اپنے ریوڑ اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ آئے۔ وہاں بہستان سینا اپنی تمام تر ہمت اور جلال کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ جہاں آپ پہنچے بیوی اور بیٹے کے ساتھ رکے تھے۔ وہ جبل سینا کا شرعی گوشہ تھا اور یہ مدین کا ایک روز کے فاصلے پر بحر قلم کے دو شاخے کے درمیان مصر کو جاتے ہوئے واقع تھا۔

بہارے کا موسم تھا، رات تاریک اور سرد تھی۔ ٹھنڈے کے باعث آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مزید سفر جاری رکھا جائے اور یہ فیصلہ کیا کہ آگ کا لاؤ روشن کر کے رات جیل خانے کے دامن میں ہی گزار دی جائے۔

یہ سوچتے ہوئے ایک جگہ آپ نے اپنے ریوڑ کو ٹھہرایا۔ بیوی اور بچے کو بھی وہاں مہربان کیا۔ پھر گھاس پھوس جمع کی تاکہ آگ کا لاؤ روشن کریں۔ اس کے بعد آپ نے جابا اور جھنقاں پتھروں کو رگڑ کر آگ پیدا کریں۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت کوشش کی مگر آگ پتھروں سے نہ جل سکی، حالانکہ اس سے قبل آپ پتھروں کو رگڑ کر ہی آگ حاصل کرتے تھے مگر اس روز رات کی تاریکی اور سردی میں آپ ان پتھروں کو رگڑ کر آگ حاصل نہ کر سکے۔ شاید قدرت کو ایسا ہی منظور تھا۔ چنانچہ ابھی آگ کو روشن کرنے کی بہجد اور کوشش جاری رکھے ہوئے تھے کہ جبل سینا کی وادی امین میں آپ کو آگ لگائی دی جو چمکتے ہوئے شعلے کی مانند تھی۔ اس موقع پر آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنی وادی کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”وہ دیکھو دائیں جانب کی وادی میں آگ دکھائی دے رہی ہے۔ تم دونوں ماں باپ نہیں بیٹھو، میں وہاں جاتا ہوں اور آگ لے کر آتا ہوں۔ ساتھ جن لوگوں نے یہ آگ روشن کر رکھی ہے، ان سے یہ بھی معلوم کرتا ہوں کہ مصر کو جانے والا کوئی نزدیک

موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں بڑے صبر و تحمل اور شکر کے ساتھ وہ مدت پوری کی جس کا انہوں نے معاہدہ کیا تھا۔ اس مدت کے دوران وہ اپنے خسر کے مویشیوں کی گلہ بانی کرتے رہے۔ اس قیام کے دوران موسیٰ طائفہ کے پاس ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام جبرئیل رکھا گیا۔ عبرانی میں اس کے معنی غربت اور مسافرت کے ہیں۔ گویا موسیٰ نے بیٹے کے نام میں اپنی مسافرت کو بطور یادگار قائم رکھا تاکہ خاندان والوں کو یاد رہے کہ بیٹے کی ولادت غربت اور مسافرت میں ہوئی تھی۔ مدین میں موسیٰ طائفہ کے قیام سے متعلق مؤرخین کے دو گروہ ہیں، کچھ گروہوں کا خیال ہے کہ انہوں نے وہاں اپنی دس سال کی مدت کو پورا کیا، اس کے بعد واپسی ہوئی۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ مدت ختم ہونے کے فوراً بعد موسیٰ طائفہ مصر کو روانہ ہو گئے اور ان کے خسر نے روانگی کے سال میں، بکریوں نے جس قدر بیج دیئے تھے، ان کے حوالے کر دیئے اور وہ اپنی بیوی، بچے اور ریوڑ کو لے کر چل پڑے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ دس سال کی مدت پوری کرنے کے بعد بھی موسیٰ وہاں کچھ عرصہ رہے اور بکریاں چراتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن بھولے بیٹھے جب وادی مقدس میں پہنچ گئے، تب خدا کا حکم ملا کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے رہا کراؤ اور مصر جا کر فرعون کے ظلم سے نجات دلاؤ۔ تورات بھی اس واقعہ کو یونہی بیان کرتی ہے۔ تورات کا کہنا ہے:

”اور موسیٰ اپنے خسر سے جو مدین کے کاہن تھے، گلہ بانی کرتا تھا۔ تب اس نے گلے کو بیان کی طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا۔ اس وقت خدا کا فرشتہ ایک بوٹے میں آگ کے شعلے میں اس پر ظاہر ہوا اور اس پر نگاہ کی تو دیکھا کہ کہ بوٹا آگ کا روشن ہے، وہ جل نہیں جاتا۔“

”میں نے تمہیں پسند کیا تو سننا رہ، جو حکم ہو، سو میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کسی کی مدد نہ کرنا۔ نماز قائم کرنا، بے شک قیامت آنے والی ہے اور اسے مخفی رکھنا چاہتا ہوں اور ہر کسی کو بدلہ ملے جو کچھ اس نے دنیا میں کمایا ہے۔ سو تجھے کہیں روک نہ دے اس لئے، جو یقین نہیں رکھتا اور پیچھے پڑا رہا ہوا ہے حروب کے اور پھر تو بھٹک نہ جاتا۔“

موسیٰ طائفہ نے یہ الفاظ اس طرح سنے کہ آواز ہر جانب سے یکساں آرہی تھی۔ اس کوئی سمت، کوئی جہت متعین نہ تھی اور اس آواز کا سننا بھی ایک عجیب انداز سے ہوا کہ ان آواز کو صرف کانوں نے ہی نہیں بلکہ سارے اعضائے بدن نے سنا جو ایک عجیبے انداز میں تھا۔

آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو آپ آگ سمجھ رہے ہیں، وہ اللہ کی ایک جگہ ہے اور اس میں فرمایا کہ میں ہی آپ کا رب ہوں اور درخت کا آگ نہ پکڑنا، آواز کا ہر سمت سے آنا اور موسیٰ طائفہ کا تمام اعضائے بدن سے اس آواز کو سننا، اس وجہ سے تھا کہ موسیٰ طائفہ کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ آواز ان کے رب ہی کی طرف سے ہے۔

جب موسیٰ طائفہ کو یقین ہو گیا کہ وہ آواز ان کے رب کی طرف سے ہے تو تاریک رات کے سرد ویرانوں میں وہ آواز موسیٰ طائفہ کو پھر سنائی دی۔

”اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔“

گورب العزت کو معلوم تھا کہ موسیٰ طائفہ کے ہاتھ میں ان کا عصا ہے لیکن اس کے اندر یہ بات اس لئے چھپی گئی کہ حیرت انگیز مناظر دیکھنے اور کلام ربانی سننے سے جو رشتہ موسیٰ طائفہ پر طاری ہوئی تھی، وہ اس لطف و کرم اور خاص مہربانی سے مہربان نہ تھا۔ اس سے بانی رہے۔ اس سوال میں یہ حکمت بھی تھی کہ اس عصا کو اپنی دست عاتقی، اس لئے کہ پہلے ہی موسیٰ طائفہ کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھ لو تمہارے ہاتھ میں ایلیز ہے اور جب موسیٰ طائفہ نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ میں عصا ہے، اسے اڑدہا بنانے کا معجزہ ظاہر کیا، اور نہ موسیٰ طائفہ کو یہ خدشہ ہو سکتا تھا کہ شاید وہ اس کے اندر میرے میں انجی کی جگہ نہ پائی ہو پکڑے ہوئے تھے۔

اس سوال کے جواب میں موسیٰ طائفہ نے اپنی بات کو طول دیا اور عرض کیا: ”اے رب! یہ میرا عصا ہے جس میں اس سے بہت کام لیتے ہوں۔ ایک یہ کہ اس پر چمک

ترین راستہ بھی ہے۔“

جب آپ اپنی بیوی اور بچے کو بٹھا کر اس سمت گئے، جہاں کو بہستان سینا کے آگ روشن تھی۔ جب آپ اس آگ کے پاس پہنچے تو آپ نے ایک خلاف عقل عمل کیا اور حیرت انگیز منظر دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی آگ روشن تھی جو ایک بڑے بھرے درخت پر شعلے دار رہی تھی مگر حیران کن بات یہ تھی کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتا اس آگ سے جلتا نہیں تھا بلکہ اس آگ نے درخت کی ترو تا زگی، خوشکوار اور سرسبز اور جدت میں اضافہ کر دیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ موسیٰ طائفہ اس حیرت انگیز اور خلاف عقل منظر کو تھوڑی دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید ابھی اس آگ کی کوئی چنگاری زمین پر گرے تو اسے افکار واپس اپنے اہل خانہ کے پاس جائیں مگر جب دیر تک کوئی چنگاری نہ گری تو موسیٰ نے اپنے اطراف سے کچھ خشک گھاس جمع کی اور اس کو اس آگ کے قریب کیا کہ اگر اس گھاس کو آگ لگ گئی تو بھی ان کا کام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت ان کی حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی بلکہ ان کی جستجو میں اضافہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ گھاس کو آگ کے پاس لے گئی تو آگ پیچھے ہٹ گئے اور گھاس کو آپ نے پیچھے ہٹایا تو آگ پھر آگے بڑھ آئی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کچھ پیچھے ہٹ گئے۔ بہر حال آپ کا آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہو سکا۔ اس عجیب و غریب آگ کی وجہ سے آپ وہاں وادی امین میں حیرت اور تعجب کی حالت میں کھڑے تھے اور عصا مضبوطی سے تھام رکھا تھا کہ خطرے کی صورت میں اس سے کام لے سکیں۔

ابھی آپ اسی تردد اور کشمکش میں تھے کہ اس آگ کے اندر سے ایک آواز آئی۔

”اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار دو کہ تم اس وقت سینا کی مقدس وادی میں ہو۔“

کہتے ہیں جبل سینا کی اس وادی میں موسیٰ طائفہ کو جوتے اتارنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ موسیٰ طائفہ نے اس وقت جو جوتے پہنے ہوئے تھے، وہ مردار گدھے کی کھال کے تھے۔

”موسیٰ طائفہ کو یہ علم نہ تھا کہ وہ جوتے پہنے ہوئے تھے۔“

ان دنوں میں گنگی نہ محسوس کروں۔ میرا یہ تبلیغ کا کام آسان کر دے اور میری زبان پر لسانی اور کثرت دور کر دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے قلب میں سے میرے بھائی بارون کو میرا معاون مقرر کر دے اور اس کے ذریعے میری اس کامیابی کے کام میں اسے شریک کر دے۔

اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی التجا کی۔

”اے میرے رب! میرے ہاتھوں سے مصر میں ایک قتل بھی ہو چکا ہے، اس لئے مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں مجھے قتل ہی نہ کر دیں۔ اس کے علاوہ مجھے جتنا افسوس ہے، میری سب کریمیں گئے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا کے جواب میں خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان کھول دی اور ان کی التجا پر ہی ان کے بڑے بھائی بارون کو نبی بنانے کی بشارت دی۔ پھر حکم دیا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے وحدانیت کا پیغام دو، وہ اللہ پر ایمان لائے، کسی کو اس کا شریک اور شریک نہ بنائے اور دوسرے یہ کہ ظلم سے باز رہے۔ بنی اسرائیل پر مظالم کا خاتمہ کر دے اور انہیں آزاد کر دے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا کے حضور یہ التجا کی کہ میری زبان میں جو کلام ہے، اسے کھول دے، اور یہ کہ میرا بھائی بارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے، اسے بھی نبی بنائے تو اس سلسلے میں موزنین کے تین گروہ ہیں اور تینوں قسم کی رائے دیتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گروہ کس بناء پر تھی۔

پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ گروہ آگ کے انگاروں کی وجہ سے پڑی تھی۔ اس لئے کہ اسی زمانہ طفولیت میں ایک روز فرعون کی آنکھوں میں تیل ڈھونڈا تھا اور فرعون کی دامن جو اہرات اور موتیوں سے مرصع تھی۔ بچوں کی عادت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے دامن پر ہاتھ چلا دیا اور چپکتے ہوئے موتیوں کے ساتھ اس کی داڑھی کے چند پال بھی اڑا آئے، فرعون کی داڑھی پکڑ کر جھکانے کی کوشش کی۔ اس پر فرعون کو سخت غصہ آیا اور ہاتھوں سے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے۔

آئندہ روز فرعون جو اس وقت وہاں موجود تھیں، انہوں نے شوہر کا یہ رنگ دیکھا تو ان کی آنکھیں کھلیں اور عرض کیا کہ بچہ ہے، اس کو نہ مارو، یہ ان اعتراضات سے کیا واقف تھا، اس کے نزدیک تو مجبور اور مجرہ یعنی چنگاری دونوں برابر ہیں۔“

لگتا ہوں، دوسرے یہ کہ میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں سے پتے بھارتا ہوں۔“

یہ تفصیلی اور طویل جواب محبت اور اس کے ساتھ رعایت ادب کی جامعیت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔

جامعت اور محبت کا تقاضا ہے کہ جب محبوب مہربان ہو کر متوجہ ہو تو گفتگو کو دراز کیا جائے تاکہ بات کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے سوال کے جواب میں اس قدر تفصیل بیان کی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔

”اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال۔“

جب موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربی کا اتباع کرتے ہوئے عصا کو زمین پر ڈال دیا تو دیکھ کر وہ عسا ایک بہت بڑے اثر دہا کی صورت اختیار کر گیا تھا اور اس قدر تقسیم ہونے لگا کہ وہ چھوٹے چھوٹے سے سانپ کی طرح حرکت کرتا تھا۔ اثر دہا ایسی تیزی سے حرکت کرتا تھا کہ اس سے پہلوؤں سے ٹکرا کر بڑی بڑی چٹانیں اکھڑ کر پستی کی طرف لڑھک لڑھکتی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام یہ خوفناک منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے۔ جب خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا۔ ”اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو مت۔ تم ہر طرح سے اس میں ہوشیار رہنا تمہارا معجزہ ہے، ہاتھ بڑھاؤ، اپنے عصا کو پکڑو۔“

پس موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ اس اوپر ڈالا اور وہ پہلے کی طرح پھر عصا بن گیا۔ اس کے بعد پھر خداوند قدوس کا ارشاد ہوا۔

”اب تمہیں دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے، اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔“

بلکہ ربی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو آپ کا ہاتھ ہوا روشن ہو گیا تھا۔

آپ کو خداوند قدوس کی طرف سے پھر حکم ملا۔ ”اے موسیٰ! یہ ہماری نشانیاں انہیں لے کر فرعون کے پاس جاؤ، اس لئے کہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام کو احساس ہوا کہ انہیں پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لئے بھیجا رہا ہے تو آپ نے اس عظیم منصب کی آسانی کے لئے درخواست اور عرض کیا۔

”اے میرے رب! میرا حوصلہ فراخ کر دے کہ تبلیغ میں مخالفت کے موقع ملے۔“

وقت اور نوشت و بول چال میں اسی کو استعمال کرتے تھے۔ مدیانی اور عبرانی میں کچھ فرق نہیں تھا، اس لئے کہ دونوں زبانیں ایک ہی جدِ اعلیٰ یعنی حضرت ابراہیم کی نسل سے تھیں۔

وہ مقام جہاں موسیٰ علیہ السلام نے آگ لگی ہوئی دیکھی تھی، وہ جبل سینا کے دامن میں تھا۔ مندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں رومن سلطنت کے بادشاہ بادشاہ قسطنطین نے سن تین سو پچیسھ کے لگ بھگ کے زمانے میں ٹھیک اس مقام پر ایک کلیسا تعمیر کروایا تھا جہاں موسیٰ علیہ السلام کو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس لئے دو سو برس بعد قسطنطین نے یہاں پر ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی جس کے قسطنطین کے بنائے ہوئے کلیسا کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ یہ خانقاہ اور کلیسا دونوں آج بھی موجود ہیں اور یونانی کلیسا کے راہبوں کا ان پر قبضہ ہے اور وہ درخت آن بھی ان پر موجود ہے جس پر اللہ کے نبی موسیٰ نے آگ دیکھی تھی۔ موزنین کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب منصب نبوت سے سرفراز ہو کر کام ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت حق لائے تو ان میں کامیابی اور کامرانی کی نعمت پاکر وادی مقدس سے اترے تو اپنی بیوی اور بچے کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کے انتظار تھے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو سنا تھا لیا اور وہیں سے تمیز محرابی کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ چنانچہ وہاں اہرات کے وقت مصر میں داخل ہوئے۔ دوسری طرف خداوند بزرگ و برتر نے ان کو بڑے بھائی بارون کو بھی وہی کے ذریعے نبی بنانے کی بشارت دے دی۔ اسی وقت سے بھائی بارون کو بھی حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ شہر سے باہر نکل کر موسیٰ علیہ السلام کا استقبال کریں۔

اس وقت جب موسیٰ علیہ السلام اپنے شہر پہنچے تو ان کے بڑے بھائی بارون نے ان کا استقبال کیا۔ اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ اس طرح ایک عرصہ میں غریب و تنگ و تنہا رہنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام ایک بار پھر مصر میں اپنے اہل خانہ کے پاس پہنچے تھے۔



اس پر موزنین کا بھی گروہ کہتا ہے کہ فرعون نے کہا کہ ”میں ابھی اس کا امتحان کرتا ہوں کہ اگر اس نے انگاروں کو دیکھ کر ہاتھ پھینچنا تو ضرور قتل کرادوں گا۔“ خدا تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام سے کام لینا تھا، اس لئے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کر لی۔ لہذا جب فرعون نے چند مجبور یا جو اہرات کے دانے اور چند دھن کی آگ کے سرخ انگارے مٹا کر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھے تو موسیٰ علیہ السلام نے جلد ہاتھ آگے بڑھا کر ایک سرخ انگارے کو اٹھا کر منہ میں رکھ دیا جس سے زبان پر داغ پڑ گیا اور زبان موٹی ہو گئی۔ اس وقت سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں کثرت آگئی اور مسلسل گفتگو میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی۔ پس وادی مقدس میں خدا تعالیٰ کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے اسی کثرت یعنی گروہ کے کھولنے کا ذکر کیا تھا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ زبان میں گروہ پڑنے کی ایک اور وجہ تھی اور وہ یہ کہ جب فرعون نے حکم دیا کہ اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا شروع کرو، اور آپ کی ماں نے آپ کو دریائے نیل میں ڈال دیا اور جب آپ کو دریائے نیل میں سے نکال کر شاہی محل میں پہنچایا گیا تو وہ پانے کے لئے دریائے نیل کی طرف بھاگ پڑا۔ شہنشاہ نے اس کی دایاں آنکھیں مگر انہوں نے کسی کا ہاتھ نہ لگایا تو اس واقعہ میں شہنشاہ کو کچھ عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ دودھ سے نمرود۔ انہوں نے اس حالت میں یہ خبر یہ لیا کیا۔ نہ بچے کی زبان موٹی ہو جاتی ہے اور بات کرنے میں رکاوٹ کا مرض پیدا ہوتا ہے لہذا موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی صورت پیش آئی ہوگی۔

تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ زبان میں گروہ کی ایک اور وجہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی اہل و عیال کو اپنی ہی میں مصر سے بھاگ کر اپنے شہر پہنچے تھے۔ وہاں ایک طویل عرصہ رہے، ایسی صورت میں یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان کے دل میں اس سے ایک حد تک نا انصافیاں اور اس کے محاورات اور اس زبان کے کلمات کے بارے میں غریب سوچے ہوں گے۔ اسی کو انہوں نے فرمایا اور اپنے بڑے بھائی بارون کو بھی فرمایا کہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہیں۔ یہ گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی بارون کو بھی فرمایا کہ اس لئے کہا تھا کہ حضرت بارون بھی مصر میں رہے تھے اور صرف مصری زبان ہی میں بات چیت کر سکتے تھے۔ اس بناء پر وہ موسیٰ علیہ السلام کی دونوں زبانوں سے خوب واقف اور ماہر تھے۔ مصری زبان ان کی لگتی زبان تھی، عبرانی زبان ان کی ماہر زبان تھی جس کو وہ یوں گزرنے کے باوجود بنی اسرائیل سے غلطو ظ رکھا تھا اور باہمی بات چیت

اسے پاس ہے تو مانگ، میری ماں کی حیثیت سے میں تجھ سے انکار تو نہیں کروں گی۔“
ظہارہ کی اس گفتگو سے طباش کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔ چنانچہ ہلکے سے تبسم میں ظہارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں! میں اپنے بیٹے مولک کے لئے آپ سے یوریا مانگتا ہوں۔“
طباش کے ان الفاظ پر یوریا شرما گئی تھی۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ ظہارہ اور لیان دونوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ یہاں تک کہ ظہارہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”طباش! میرے بیٹے، اگر تم یوریا کا رشتہ اپنے بیٹے مولک کے لئے مانگتے ہو تو میں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میری طرف سے ہاں ہے۔ پر دیکھ میرے بیٹے، میں لیان اور یوریا کی دادی ضرور ہوں اور یہ دونوں مجھے سیماس جیسے عزیز اور پیارے ہیں، پر بیٹے یہ رشتہ زندگی موت کا سا ایک تعلق رکھتا ہے۔ اس بناء پر میں چاہوں گی کہ اس میں یوریا اور لیان دونوں بہن بھائی کی رضامندی بھی شامل ہونی چاہئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ظہارہ کی۔ پھر لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
”لیان! اب تو میرا بیٹا بھی ہے اور پوتا بھی ہے اور تیری بہن یوریا اب میرے دادی یوریا کی حیثیت سے پوتی بھی ہے اور سریان کی طرح سے بیٹی بھی ہے۔ میرے بھائی بہن کو ساتھ والے کمرے میں لے جا، طباش نے جو کچھ کہا ہے، اس پر دونوں بہن مان کر کر دو اور جو فیصلہ تم دونوں بہن بھائی کرو، وہ ہم سب کے لئے آخری ہوگا۔“
اپنی دادی کا یہ حکم سن کر لیان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دونوں بہن بھائی اس کمرے سے نکل گئے۔ لیان اپنی دادی یوریا کو لے کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ لیان نے یوریا کو مخاطب کیا۔

”لیان! میری بہن، کاش اس وقت ہمارا باپ، ہماری ماں ہوتے تو وہ ہمارے مرنے بچنے فیصلہ کرتے۔ اس وقت ہماری دادی ہی ہماری ماں، ہمارا باپ ہے۔ طباش نے، اچھا مانگا ہے، دادی اس پر ہاں کہہ چکی ہے۔ میری بہن تو مجھے بہت عزیز ہے۔ لیان سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ میں تجھ سے کچھ سنا چاہوں گا۔ جو فیصلہ تو کرے گی۔ آخری ہوگا۔ اور اس میں کسی کو رد و بدل یا تبدیلی نہیں کرنے دوں گا۔ بول میری

ادب میں شامل ہے۔ اس لئے کہ اب میں جوان ہو چکا ہوں اور اپنی ماں کو واپس اس دہلی میں لانا بھی میرے اولین فرائض میں شامل ہیں۔“

”میری بہن! میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب تم طباش اور بلسان دونوں بات کا تقاضا کریں کہ تمہاری اور مولک کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے تو میں ان سے اس کا کہ میں اپنی ماں کو واپس اس حویلی میں لانا چاہتا ہوں اور یہ خواہش رکھتا ہوں کہ جب میری ماں اس حویلی میں آئے گی، تب مولک اور یوریا کی منگنی کے علاوہ ان کی شادی کا بھی اہتمام کر دیا جائے گا۔ میری بہن! مجھے امید ہے کہ تم اس تجویز سے اتفاق کرو گی۔“

یوریا نے اس موقع پر فخریہ سے انداز میں اپنے بھائی لیان کی طرف دیکھا۔ پھر لیان کی انداز میں کہنے لگی۔

”بھائی، اس سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس روز میرے باپ کا اہتمام لیا گیا، جس روز میری ماں پلٹ کر اس حویلی میں آئے گی، وہ دن میرے لئے زندگی کا سب سے اہم اور خوش کن دن ہوگا۔“

یوریا کے ان الفاظ پر لیان خوش ہو گیا تھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوریا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ لیان طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم طباش اس رشتے کے لئے میری دادی پہلے ہی ہاں کہہ چکی ہے۔ آپ جانتے ہیں، دادی اب ہماری ماں بھی ہے، ہمارا باپ بھی ہے۔ ان کا فیصلہ ہمارے لئے آخری ہے۔ تاہم اپنی دادی کے حکم پر ہی میں اپنی بہن کو دوسرے کمرے میں لے گیا تھا۔ اس لئے میں، میں نے یوریا کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور یوریا اس رشتے سے لئے تیار ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لیان رکا ہی تھا کہ طباش بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”لیان! میرے بیٹے، تمہارے ان الفاظ نے یوں جانو میرے لئے خوشیوں کے انبار کھ دیے ہیں۔ میرے بچے! کیا ایسا ممکن نہیں کہ چند دن تک یوریا اور مولک کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ چند دن تک تم اپنے باپ کے

اشوکا کی شہر میں اپنی حویلی کے اندر ایک روز سیماس کی ماں یعنی لیان کی دادی ظہارہ خود لیان اور اس کی بہن یوریا تینوں بیٹھ گھر کے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں دیوان خانے کے دروازے پر طباش اور اس کی بیوی بلسان دونوں نمودار ہوئے تھے۔ انہیں اپنے دیوان خانے کے دروازے پر دیکھتے ہوئے ان کے احترام کے لئے لیان اور یوریا دونوں بہن بھائی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی آمد پر ظہارہ نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر طباش اور بلسان دونوں میاں بیوی آگے بڑھے۔ طباش لیان کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا جب کہ بلسان یوریا کے پاس بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی، اس کے بعد گفتگو کا آغاز طباش نے کیا اور ظہارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں! آپ جس طرح سیماس کی ماں ہیں، اسی طرح میری بھی ماں ہیں۔ مجھ پر یہ دکھ اور غم زندگی بھر نہ بھلا سکوں گا کہ سیماس کو جیوں نے قتل کر کے زبردستی ہماری گھر سریان کو اپنے مرکزی شہر خوشاش لے جانے کا ایک بھیانک جرم کیا ہے۔ اس کا نادمہ کے پیدا کرنے والے نے چاہا تو سیماس کا انتقام بھی لیا جائے گا اور ایک روز سریان کی واپس اس گھر میں آئے گی۔ اماں آج میں اور میری بیوی بلسان دونوں آپ سے کہہ مانگنے کے لئے آئے ہیں۔“

طباش کے ان الفاظ پر ظہارہ چونکی تھی۔ لیان اور یوریا دونوں بہن بھائی غور اور جستجو بھرے انداز میں بھی طباش اور بھی بلسان کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ ظہارہ نے طباش کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”طباش! میرے بیٹے، تو مجھے سیماس ہی کی طرح عزیز اور پیارا ہے۔ پر میرے پاس کیا چیز ہے جو تو مجھ سے مانگنے کے لئے آگیا ہے۔ بچے! اگر کوئی ایسا

بہن! تمہارا کیا جانتی ہے؟ کیا تو مولک کے ساتھ ملے ہوئے والے اس رشتے پر راضی ہو خوش ہے؟“

جواب میں یوریا نے گردن جھکا لی تھی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی تھی۔ اس پر لیان پھر بول اٹھا۔

”یوریا! میری بہن، میں تمہارے منہ سے کچھ سنا چاہتا ہوں۔“
یوریا نے گردن سیدھی کی۔ ایک گہری نگاہ اپنے بھائی پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔
”بھائی! اگر آپ کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہ ہو تو پھر میری طرف سے ہاں ہے۔“

یوریا کے ان الفاظ پر لیان نے خوشی کا اظہار کیا۔ آگے بڑھ کر اس نے یوریا کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”میری بہن! طباش ہمارے باپ کی جگہ ہیں۔ پھر ان کے دونوں بیٹے مولک اور مارون میرے لئے بھائی ہی ہیں اور پھر مولک کی طبیعت اور مزاج بہت اچھے ہیں۔ میری بہن! وہ مجھے خوش رکھے گا۔ پھر اس موقع پر میں تم سے ایک ضروری بات بھی کہنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں مجھ سے اتفاق کرو گی۔“

لیان کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں یوریا نے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

”بھائی! کیسی بات؟“
اس پر لیان کہنے لگا۔

”یوریا! میری بہن، میں ابھی جب تم دونوں بہن بھائی واپس دیوان خانے میں جا نہیں گئے اور میں تم طباش پر یہ انکشاف کروں گا کہ ہمیں یہ رشتہ قبول اور منظور ہے۔ میری بہن طباش اور بلسان یہ انداز دے کہ اس بات کا تقاضا کریں گے کہ تمہاری اور مولک کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے۔“

”میں میری بہن! تمہارا کیا جانتی ہے، میں اپنے باپ کا انتقام لینے اور اپنی ماں کو واپس اس حویلی میں لانے کا خواہش رکھتا ہوں۔ میں تمہارے رعبوں کا۔ میری بہن! میں یہاں رہا ہوں کہ یہاں سے رخصت ہوں گا۔ دادی سے میں اجازت لے چکا ہوں۔ دادی کی اجازت نہیں دیتی تھی لیکن میں نے اب انہیں منا لیا ہے۔ باپ کا انتقام لینا میرا

اس نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ مجھے ابھی اسی وقت متی وزا نے طلب کیا ہے۔
لہیان کے ان الفاظ پر طباش گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ کہنے لگا۔
”متی وزا نے کس سلسلے میں تمہیں بلایا ہے۔“
اس پر لہیان کہنے لگا۔

”عم! اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر اس نے بلایا ہے تو مجھے
بانا ہی ہے۔ اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں، متی وزا مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے
میرے، مولک اور مارون تینوں کی عسکری تربیت کا اہتمام اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں
نے ساتھ بہترین عسکری کتب میں کیا ہے۔ اس کے لئے میں زندگی بھر متی وزا کا
”مُرگز اور ہوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لہیان رکا، پھر کہنے لگا۔
”عم! آپ بیٹھیں، میں متی وزا کی طرف جاتا ہوں۔“
اس پر طباش اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلسان بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر
لباش کہنے لگا۔

”بیٹے! ہم بھی اب گھر جاتے ہیں، مولک اور مارون دونوں بھائی بڑی بے چینی
سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے کہ ہم آپ لوگوں کی طرف سے کیا جواب لے کر آتے
ہیں۔ لہذا یہ اچھی خبر جا کر ہم ان دونوں بھائیوں سے بھی کہتے ہیں۔“
اس پر لہیان خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ طباش اور بلسان بھی حویلی سے نکلے جب کہ
لہیان بھی اپنے بادشاہ متی وزا کے پاس جانے کے لئے حویلی سے نکل گیا تھا۔



لہیان جب اشوکانی کے قصر میں داخل ہوا تو قصر کا ایک محافظ باقی محافظوں سے
لیدہ و صدر دروازے پر کھڑا تھا۔ شاید وہ لہیان ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ لہیان جب قریب
آیا تو اس نے لہیان کو سلام کیا۔ پھر اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ لہیان چپ چاپ اس کے
ساتھ ہو گیا۔ وہ محافظ لہیان کو قصر کے ایک کمرے کے سامنے لے گیا اور پھر بڑی لاجت
لہیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ یہ سامنے والے کمرے میں چلے جائیں۔ ادھر آپ کا بڑی بے چینی سے
انتظار ہو رہا ہے۔“



ہم ہے جس طرح تم اپنی تعلیم و تربیت مکمل کر چکے ہو، یہ بھی دونوں بہن بھائی اس
فارغ ہو چکے ہیں۔ ان دونوں کی تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے میں نکلیا
لی شادی کا اہتمام کرنا چاہتا تھا۔ جب میں نے اس کا ذکر اپنی بیوی سرام اور بیٹے
ہبان سے کیا، تب یوتان نے مجھ پر انکشاف کیا کہ تم اور میری بیٹی نکلیا دونوں ایک
”مرے کو پسند کرتے ہو۔ ایک دوسرے کو چاہتے ہو حالانکہ اس سے پہلے تم نے کسی سے
اس کا اظہار نہیں کیا۔ ہاں میرا بیٹا یوتان تم دونوں کے اس جذبے اور تم دونوں کی اس
انیت سے واقف تھا۔ یوتان مجھے یہ بھی بتا چکا ہے کہ نکلیا اور تم دونوں ایک دوسرے
اپنی محبت کا اظہار بھی کر چکے ہو۔ دیکھ بیٹے! میں نے جب شادی کے سلسلے میں نکلیا
سے بات کی تو اس نے صاف اور واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا
چاہتی ہے۔ اس پر میں ہی نہیں اس کی ماں اور بھائی نے بھی بخوشی اپنی رضامندی کا
اظہار کر دیا ہے۔ اب میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے بیٹے کہ کوئی مناسب موقع جان کر
م اپنی دادی اور بہن کے علاوہ طباش اور اس کے اہل خانہ کو لے کر قصر میں آؤ تاکہ
بقاعدہ طور پر تمہاری اور نکلیا کی منگنی کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد تم دونوں کی
ماری کا اہتمام اس وقت کیا جائے گا جو وقت تم نے اور نکلیا نے یوتان کی موجودگی میں
ملے کیا ہے۔ اس لئے کہ یوتان نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ تم اپنے باپ کا انتقام لینے
اور اپنی ماں کو حقوں کے ہاں سے لانے کے بعد شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اسی بناء
پہن چاہتا ہوں کہ فی الحال تم دونوں کی صرف منگنی کی رسم ادا کر دی جائے۔ اس کے
بعد جب تم اپنے باپ کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤ گے، اپنی ماں کو بھی واپس لے آؤ
کہ تو اس کے بعد بڑی شان و شوکت کے ساتھ تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے
گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متی وزا جب خاموش ہوا، تب لہیان نے ایک گہری نگاہ
باری باری نکلیا، یوتان اور ان کی ماں سرام پر ڈالی۔ اس کے علاوہ وہ متی وزا کی طرف
دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اگر آپ برائے نامیں تو اس موقع پر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ لہیان کے ان
الفاظ پر نکلیا کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ یوتان اور سرام بھی سنجیدہ ہو گئے تھے۔ یہاں
تک کہ متی وزا نے لہیان کو مخاطب کیا۔

قاتلوں سے انتقام لینے اور اپنی ماں کو واپس لانے کے لئے عیسوں کے مرکزی
خوشامش کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہو اور مجھے یہ بھی پتا ہے، میرے بیٹے مولک
تمہیں اکیلے نہیں جانے دینے کا فیصلہ کیا بلکہ وہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ میں
ہوں، تم دونوں کی روانگی سے پہلے اس منگنی کا اہتمام کر دیا جائے۔“
طباش جب خاموش ہوا، تب مسکراتے ہوئے لہیان کہنے لگا۔

”عم! آپ میرے باپ کی جگہ ہیں، میں اور میری بہن نے مل کر فیصلہ کیا
جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں اور بھائی مولک چند روز تک یہاں سے خوشامش کا رخ
کریں گے۔ وہاں میں اپنی ماں سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ اسی کے ذریعے میں اس
لوگوں کا پتا جانے کی کوشش کروں گا جنہوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور مجھے اس
ہے کہ میں قاتلوں سے انتقام لینے کے ساتھ ساتھ اپنی ماں کو بھی اپنے ساتھ لانے
کا مایاب ہو جاؤں گا۔ اس بناء پر میں اور میری بہن یوریمانے یہ فیصلہ کیا ہے کہ منگنی کی
رسم اس وقت طے ہوگی، جب میں اپنی ماں کو واپس اس حویلی میں لاؤں گا۔ اس
کہ ہم دونوں بہن بھائی کی اسی میں خوشی ہے کہ یہ رسم ہماری ماں کی موجودگی میں ہو
مجھے امید ہے، اس سلسلے میں آپ اور آپ کے اہل خانہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

لہیان کی اس گفتگو سے طباش اور بلسان دونوں میاں بیوی خوش ہو گئے تھے،
طباش کہنے لگا۔

”بیٹے! مجھے اس سلسلے میں بالکل کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر تم دونوں بہن
نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سریمان کے یہاں آنے کے بعد یہ رسم ادا کی جائے گی تو میرے
بچوں میں تم دونوں سے اتفاق کرتا ہوں جیسا تم نے سوچا ہے، ایسا ہی ہوگا۔“

یہاں تک کہتے کہتے طباش کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ حویلی کے دروازے
دستک ہوئی تھی۔ اس پر لہیان اٹھا اور کہنے لگا۔

”میں دیکھتا ہوں، دستک دینے والا کون ہے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اسے دیکھتے ہی طباش نے پوچھ لیا۔

”بیٹے! دستک کس نے دی تھی۔“ اس پر لہیان سنجیدگی میں کہنے لگا۔

”عم! دستک دینے والا ہمارے بادشاہ متی وزا کے محافظ دستوں کا ایک سالار تھا۔“

اس کے ساتھ وہ محافظ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لہیان آگے بڑھا، اس کمرے میں داخل
ہوا، کمرے میں اس وقت سیستانیوں کا بادشاہ متی وزا، ادھیر عمر کی ایک عورت، ایک
نوجوان اور ایک انتہائی خوبصورت، حسین اور پرکشش لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس کا حسن
نگاہوں کو خیرہ کرتا تھا۔ وہ ابھی نوعمر تھی۔ چہرے پر بدن کی دراز قدر لڑکی تھی۔ آنکھیں
ایسی بڑی اور پرکشش تھیں گویا جس کی طرف دیکھے گی، اس چیز میں سوراخ کر کے رکھ
دے گی۔

لہیان آگے بڑھا۔ سیستانیوں کا بادشاہ متی وزا اٹھ کر ملا۔ اس پر باقی تینوں نے بھی
اپنی جگہ سے اٹھ کر بہترین اعزاز میں اس کا استقبال کیا۔ اس کے بعد متی وزا نے جس
نشت کی طرف اشارہ کیا تھا، لہیان اس کے پاس بیٹھ گیا۔ آخر کمرے میں گفتگو کا آغاز
سیستانیوں کے بادشاہ متی وزا نے کیا۔ وہ لہیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”لہیان! بیٹے یہ جو تین میرے ساتھ بیٹھے ہیں، کیا انہیں جانتے ہو؟“

اس پر لہیان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”کیا یہ بھی پوچھنے والی بات ہے۔“ پھر لہیان نے ادھیر عمر کی عورت کی طرف
اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

”یہ خاتون سرام ہیں، آپ کی بیوی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا بیٹا یوتان بیٹھا
ہے اور اس کے ساتھ آپ کی بیٹی نکلیا ہے اور یہ دونوں بہن بھائی تو میرے ہم کتب بھی
رہے ہیں۔ یہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں ان سے خوب شناسا ہوں۔“

لہیان کے اس جواب پر سرام، یوتان اور نکلیا مسکرا رہے تھے جب کہ متی وزا
کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم اس وقت نمودار ہوا۔ آخر اس نے کچھ سوچا، اس کے بعد
لہیان کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”لہیان! میں نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے بلایا ہے۔ پہلے میں تم سے
کہوں کہ تمہارے باپ کے بھٹ پر ہی نہیں، سیستانی قوم پر بھی اتنے اور ایسے احسان ہیں
جنہیں نہ اتارا جاسکتا ہے، نہ انہیں فراموش کیا جاسکتا ہے۔ سچے، وہ مجھے برا عزیز تھا۔
میرے ہاں اس کی قدر و قیمت ایک۔ بیٹے کی کئی تھی۔ اب جو محبت، جو چاہت، جو قدر،
عزت میں اس کے لئے رکھتا ہوں، وہی اب تمہاری ذات میں سوچلی ہے۔ سچے،
جانتے ہو، میرا بیٹا یوتان اور بیٹی نکلیا تمہارے ساتھ عسکری کتب میں تعلیم حاصل کر رہے

یہ ہم دونوں کا راز دار رہا اور ہم دونوں کو یکجا کرنے میں اس کا بہت بڑا کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہنے کے بعد لیان جب خاموش ہوا، تب پہلی بار متنی دوا کی بیوی سردام کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے! کیا تم نے اپنی دادی اور اپنی بہن پر یہ انکشاف کر رکھا ہے کہ تم نکسیما کو دے رہے ہو؟“

اس موقع پر نکسیما بڑے غور سے لیان کی طرف دیکھ کر جاری تھی۔ یہاں تک کہ لیان اٹھ اٹھا۔

”میں نے اپنی دادی اور بہن پر نکسیما سے محبت کا انکشاف تو بہت دور کی بات، لیکن ان دونوں کے سامنے کبھی نکسیما کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہی ماہ سے ایک دوسرے میں دلچسپی لے رہے تھے اور پھر ایک دوسرے پر ہم اپنی محبت کا اظہار بھی یوتان کی موجودگی میں کیا لیکن مجھے ابھی تک کچھ پختہ امید نہیں ہے۔ آپ لوگ نکسیما کو میری زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند ہو جائیں گے۔ آج جو بات نے فیصلہ کیا ہے، اس پر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے، اس کا میں اظہار الفاظ میں نہیں کرتا۔ اب چونکہ یہ معاملہ طے ہو گیا ہے، لہذا آج میں اپنی دادی اور اپنی بہن سے اس معاملے کا ذکر کروں گا۔“

اس موقع پر نکسیما بولی اور اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بابا، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آج ان کے ساتھ ان کے گھر جا کر ان کی دادی ان سے بھی مل لوں۔ اس سے پہلے ان دونوں سے کبھی میری ملاقات نہیں ہوئی۔ ان نے ان دونوں کو دیکھ تو رکھا ہے۔ اس لئے کہ لیان کے باپ جب بھی لشکر لے کر تھے اور شہر کے لوگ انہیں الوداع کہتے تھے تو الوداع کہنے والوں میں ہم سب شامل ہوتے اور اس موقع پر لیان کی ماں، دادی اور بہن بھی ہوا کرتی تھی۔ اس بناء پر میں نے اپنی دادی اور بہن کو دیکھ رکھا ہے لیکن یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد ان عرصہ ہوا، ان سے میری ملاقات ہوئی، نہ ان سے کوئی جان پچچان ہے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے بھی مجھے پچچان میں دیکھ رکھا ہو اور اب وہ دونوں بھی مجھے نہ پچچان کریں۔“

مصر، ہندی میں نے کر رکھی ہے، وہ کچھ اس طرح ہوگی کہ تم اپنے ساتھ کچھ سلع دے کر جاؤ گے۔ تمہارے ساتھ اپنی پوری خیمہ گاہ ہوگی اور اپنے آپ کو سوداگر ظاہر کرو گے۔ یہاں سے سیدھا حلیوں کی سرزمینوں کی طرف نہیں جاؤ گے، پہلے مدین کا رخ کرنا، اس لئے کہ مدین کے تاجر جہاں ایک طرف حلیوں اور آشوریوں کی سرزمینوں کی طرف جاتے ہیں تو دوسری طرف وہ مصر کا رخ بھی کرتے ہیں۔ شام کے سارے شہروں، ان کی تجارت چلتی ہے اور پھر سب سے بڑی بات کہ یہ غیر جانبدار علاقہ ہے۔ ان دنوں نہ مصر کے فرعون کے تحت ہے، نہ وہ ہمارے ماتحت ہے اور نہ ہی وہ ان کی برتری کو تسلیم کرتا ہے۔ غیر جانبدار اور آزاد علاقہ ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہلے مدین کا رخ کرنا، اس کے بعد اپنے آپ کو تاجر ظاہر کر کے حلیوں کی سرزمینوں کا رخ کرنا۔ مدین میں داخل ہونے کے بعد وہ سارا سامان وہیں سے خرید لینا، اہل مدین تجارت کی غرض سے حلیوں کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ اپنے اس سلسلے میں انہیں بہترین جنگجو قسم کے دستے مہیا کئے جائیں گے۔ خاصی بڑی رقم مہیا کی جائے گی جس سے تم سوداگری کا سامان مدین کی سرزمینوں سے خرید کر حلیوں کا رخ کرو گے۔ حلیوں کے مرکزی شہر خوشاش کے نواح میں اپنی خیمہ گاہ لگا دینا، اس لئے کہ مدین کے تاجر جہاں کہیں بھی جاتے ہیں اور جس شہر سے انہوں نے تجارت کرنی ہوتی ہے، ان شہر سے باہر وہ اپنی خیمہ گاہ لگاتے ہیں۔ تم بھی ایسا ہی کرنا اور پھر حلیوں کے مرکزی شہر خوشاش میں مال کے لین دین کا سلسلہ شروع کر دینا۔ اس دوران کوشش کرنا کہ تمہارا رابطہ تمہاری ماں سے ہو جائے۔ تمہاری ماں تمہیں بتا سکتی ہے کہ تمہارے باپ نے قاتل کون کون ہیں۔ پہلے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینا، پھر کوئی مناسب موقع جان کر اپنی ماں کو وہاں سے نکال کر واپس اپنے مرکزی شہر اشوکانی چلے آنا۔ اسے خیال میں اگر یہ طریقہ اپنایا جائے تو تم دونوں یہ کام بڑی آسانی سے کر سکتے ہو۔ اب بولو اس سلسلے میں تمہارا کیا ارادہ ہے۔“

متنی دوا کی یہ منصوبہ بندی اور تجویز سن کر لیان نے خوشی کا اظہار کیا۔ ہر کہنے لگا۔

”جو تجویز آپ نے کہی ہے، وہ ہماری منصوبہ بندی سے کہیں بہتر ہے اور اسی پر عمل کر کے ہم دونوں کام باسانی سر انجام دے سکتے ہیں۔“

لیان کے ان الفاظ پر متنی دوا ہی نہیں، نکسیما، یوتان اور سردام نے بھی خوشی کا

”بیٹے! تم کو، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے پوچھنے یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس پر لیان گلا صاف کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

”آپ کے ہاں آنے سے پہلے تم طیش اپنی بیوی بلسان کے ساتھ ہمارے ہاں آئے تھے۔ ان دونوں نے اپنے بڑے بیٹے مولک کے لئے میری بہن یورما کا رشتہ مانگا ہے۔ میں اور میری دادی نے اس رشتے کو قبول کر لیا ہے۔ اس موقع پر تم طیش چاہتے تھے کہ مولک اور یورما کی منگنی کا اہتمام کر دیا جائے۔ لیکن میں نے تم طیش سے گزراش کی تھی کہ میری خواہش یہ ہے کہ پہلے میں اپنے باپ کا انتقام لوں اور حلیوں کے ہاں سے اپنی ماں کو واپس اشوکانی لے کر آؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ میری بہن اور مولک کی منگنی کی رسم میری ماں سریان کی موجودگی میں ادا کی جائے۔ اگر آپ برا نہ مانتیں تو میں نکسیما کے سلسلے میں بھی یہی پسند کروں گا کہ میرے اور نکسیما کے سلسلے میں جو بھی رسم ادا کی جائے، وہ میری ماں کی موجودگی میں ادا کی جائے۔ اس سے ہماری خوشیوں میں اضافہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد اپنی ماں کو حلیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے نکال لانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔“

لیان کے ان الفاظ سے نکسیما خوش ہو گئی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ یوتان اور سردام بھی مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ متنی دوا بول اٹھا۔

”بیٹے! اگر تم کو ایسا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تمہاری خوشی ہی ہماری خوشی ہے۔ بہر حال ہم لوگ آج سے نکسیما کو تمہارے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور یہ بات منادوں کے ذریعے پھیلا بھی دی جائے گی کہ نکسیما کا رشتہ سیاسی کے بیٹے لیان سے طے کر دیا گیا ہے تاکہ اور کوئی نکسیما کے رشتے کا طلب گار نہ ہو۔ اسی رشتے کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں اور نکسیما کو اجازت دیتا ہوں کہ تم دونوں آپس میں مل سکتے ہو، اپنے مستقبل سے متعلق گفتگو کر سکتے ہو، اکٹھے بیٹھ سکتے ہو۔“

متنی دوا جب خاموش ہوا، بلکہ اس سلسلے میں اس موقع پر لیان کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر متنی دوا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں سب سے پہلے نکسیما کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے میری زندگی کا ساتھی بننے پر اپنی خواہش اور رضامندی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد میں یوتان کا بھی شکر گزار

نکسیما یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ متنی دوا بول اٹھا۔

”بیٹے! تمہیں میری طرف سے لیان کے ساتھ جانے، اس کی دادی، اس کی بہن سے ملنے کی اجازت ہے بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ جب لیان حلیوں کی طرف اپنی ہم سفر نکل جائے تو اس کی غیر موجودگی میں تمہارا فرض بنتا ہے کہ تم اس کی دادی اور بہن دونوں کا خیال رکھو۔“

اپنے باپ متنی دوا کے اجازت دینے پر نکسیما کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ اس موقع پر اس نے سواہی سے انداز میں جب اپنی ماں سردام کی طرف دیکھا تب سردام مسکرائی اور کہنے لگی۔

”بیٹی! جب تمہارے باپ اجازت دے چکے ہیں تو میری طرف سے بھی تمہیں خوشی اجازت ہے۔ تم جاسکتی ہو۔ لیان کی موجودگی میں اور اس کی غیر موجودگی میں بھی تم اس کی دادی اور بہن سے جب اور جس وقت چاہو، مل سکتی ہو، ملاقات کر سکتی ہوں۔“

سردام جب خاموش ہوئی تب سیتانوں کا بادشاہ متنی دوا نئے موضوع کی طرف آیا اور لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹے! اب یہ کہو کہ تم اپنے باپ کا انتقام کیسے لو گے اور وہاں سے اپنی ماں کو کیسے نکال لاؤ گے۔ میں نے سنا ہے اس سلسلے میں تم صرف مولک کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو، اگر ایسا کرو گے تو کامیابی کی بہت کم امید ہے۔ بیٹے! اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ میرے خیال میں اگر اس پر عمل کیا جائے تو تم بڑی آسانی سے نہ صرف اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے سکتے ہو بلکہ بڑی آسانی سے اپنی ماں کو حلیوں کے ہاں سے نکال کر اپنے ہاں لاسکتے ہو۔“

متنی دوا کے ان الفاظ پر لیان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ غور سے متنی دوا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”جو تجویز اور منصوبہ بندی اس وقت آپ کے ذہن میں ہے، وہ کہیں، ہو سکتا ہے، اسی پر عمل کر کے ہم اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔“

لیان کے ان الفاظ کے جواب میں متنی دوا مسکرایا اور اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

”سن بیٹے! تمہارا اور مولک کا یوں اس مہم پر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ جو

اظہار کیا تھا۔ یہاں تک کہ متی وزا پھر بول پڑا۔

”بیٹے! اگر یہ بات ہے تو ایک ہفتے بعد اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جو مسلح دستے سوداگروں کے بھیجیں میں تمہارے ساتھ جائیں گے، وہ بھی تیار ہو جائیں گے۔ تمہارے لئے رقم اور دوسرے سامان کا بھی اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں تم صرف مولک کو ساتھ لے کر جانا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے باپ اور طباش کے درمیان بھائیوں جیسے تعلقات تھے، میرے خیال میں مولک کے ساتھ بھی تمہارے تعلقات ایسے ہی ہوں گے اور پھر مولک کے ساتھ تم نے اپنی بہن کا رشتہ بھی طے کر دیا ہے۔ لہذا وہ تمہارے لئے بڑا مخلص اور جانثار ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی میری تمہارے لئے دعا بھی ہے کہ تم اپنی دونوں بہنیں کامیابی سے سر کر کے خیر و عافیت کے ساتھ واپس آؤ۔“

متی وزا کے ان الفاظ پر لیان نے خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر کہنے لگا۔

”اب مجھے اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔“ متی وزا نے جب خوشی اسے جانے کی اجازت دے دی، تب لیان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر نکسیما بھی کھڑی ہو گئی، کہنے لگی۔

”آپ اکیلے کہاں جائیں گے۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔“

جواب میں لیان مسکرا دیا۔ پھر وہ آگے پیچھے اس قصر کے کمرے سے نکلے۔ اس کے بعد نکسیما کے ساتھ لیان قصر سے نکل کر اپنی حویلی کا رخ کر رہا تھا۔

جب وہ نکسیما کے ساتھ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو اس وقت دیوان میں اس کی دادی طمارہ اور بہن یوریمہ دونوں کسی موضوع پر بڑے پیارے انداز میں بڑی چاہت اور محبت کے ساتھ گفتگو کر رہی تھیں۔ جب لیان کے ساتھ دونوں نے نکسیما کو دیکھا تو خاموش ہو گئیں اور بڑے تعجب اور عجیب سے انداز میں وہ بھی لیان اور نکسیما کی طرف دیکھتی تھیں۔ لیان آگے بڑھا، نکسیما اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ یہاں تک کہ لیان نے دونوں کو مخاطب کیا۔

”ای امی! میں اور یوریمہ اس لڑکی کو غور سے دیکھو۔ کیا تم دونوں اسے جانتی اور پہچانتی ہو؟“

طمارہ اور یوریمہ کچھ دیر تک بڑے غور سے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ طمارہ نے یوریمہ سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد کہنا شروع کیا۔

اس پر نکسیما بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں ایک شرط پر یہاں قیام کر کے اور آپ کے ساتھ شام کا کھانا کھانے آ جا کر تی ہوں۔“

”کیسی شرط؟“ یوریمہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

”شرط یہ ہے کہ میں آج آپ کے ساتھ مل کر کھانا تیار کروں گی۔“

یوریمہ نے اس موقع پر پہلے غور سے اپنے بھائی لیان کی طرف دیکھا تھا۔ پھر اس کی نگاہیں نکسیما پر جم گئی تھیں۔

پھر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر آؤ۔“ اس پر نکسیما فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دونوں کھانا تیار کرنے کے لئے مطبخ کی طرف چل دی تھیں۔



”بیٹے! میں اور یوریمہ دونوں ماں بیٹی اس لڑکی کو نہیں پہچانتیں۔“

اس پر لیان نے نکسیما کو پہلے ایک نشست پر بٹھایا، ساتھ ہی اپنی دادی کے قریب جا کر پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”دادی! اماں! یہ ہمارے بادشاہ متی وزا کی بیٹی نکسیما ہے۔“ اس کے بعد قصر میں دادی، نکسیما، لیان اور سردام کی موجودگی میں جو گفتگو ہوئی تھی، اس کی تفصیل مزے سے لیان نے سنا دی تھی۔

یہ ساری گفتگو سن کر یوریمہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ طوفانی انداز میں اپنی جگہ اٹھ آئی، آگے بڑھی، نکسیما نے بھی جان لیا کہ وہ اسے گلے لگنے کے لئے آئی ہے، ”میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ چنانچہ یوریمہ نکسیما سے لپٹ کر اس کی پیشانی اور بال پیوستے لگی تھی۔“

اس موقع پر طمارہ نے ہاتھ کے اشارے سے نکسیما کو اپنے قریب بلایا۔ اسے اپنے پاس بٹھایا، اپنے ساتھ لیٹایا، اس کا چہرہ چومایا، پھر کہنے لگی۔

”بیٹی! یہ میرے بیٹے لیان کی خوش قسمتی ہے کہ تم نے اس سے اپنی چاہت اور اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ میں اور یوریمہ دونوں ماں بیٹی تمہاری ممنون اور شکر گزار ہیں کہ تم ان کی زندگی کا ساتھی بننے کا فیصلہ کیا ہے۔“

طمارہ جب خاموش ہوئی، تب یوریمہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نکسیما کو مخاطب کیا۔

”میری عزیز بہن! تمہاری بڑی مہربانی کہ تم ہمارے باں آئی ہو اور تمہاری بڑی محبت نے میرے دل پر بھائی کا انتخاب کیا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے یوریمہ کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ مسکراتے ہوئے طمارہ بول

”یوریمہ! نکسیما نے یہاں آ کر ہم پر احسان نہیں کیا بیٹی، یہ گھر اب اسی کا ہے۔“

طمارہ کے ان الفاظ پر سب ہنس دیتے تھے۔ پھر یوریمہ نکسیما کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”نکسیما! میری بہن، اب تم آئی ہو تو شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جانا، اب میں نے والا ہے۔ میں مطبخ کی طرف جاتی ہوں اور کھانا تیار کرتی ہوں۔“

مصر میں داخل ہونے کے بعد اپنے کام کی ابتدا کرنے میں موسیٰ علیہ السلام کے اب اور اہل بیت راست تھے۔ ایک ان کے بڑے بھائی ہارون اور دوسرے بنی اسرائیل سے مل کر اپنے والے ان کے بہترین دست راست جن کا نام یوشع بن نون تھا۔ چنانچہ چند روز بعد ڈالنے کے بعد یوشع بن نون کو تو انہوں نے پیچھے چھوڑا اور خود فرعون کے پاس آ کر انہوں نے فرعون کے دربار میں جانے لگے تو ان کی والدہ نے انتہائی شفقت کی اور انہیں اپنا چاہا کہ ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت و تاج بھی ہے، اور غرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ، وہاں جانا بے سود ہوگا۔

مگر دونوں نے اپنی ماں کو سمجھایا کہ یہ خداوند قدوس کا حکم ہے جسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ ان کا وعدہ ہے کہ ہم بنی اسرائیل کا کامیاب ہوں گے۔

فرعون دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے، فرعون سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا، ان پر دونوں بھائیوں کو فرعون نے اپنے پاس طلب کیا۔ طلبی کے بعد جب گفتگو کا زمانہ آیا، تب فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔

”اے بادشاہ! ہم کو خدا نے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ہم تجھے اللہ کی باتیں چاہتے ہیں: ایک یہ کہ خدا پر ایمان لاؤ اور کسی کو اس کا شریک، سا بھی نہ بننا، دوسرے یہ کہ ظلم سے باز رہو اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دلاؤ، ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، یقین رکھو، یہ بناوٹ اور تصنع نہیں ہیں اور نہ ہم کو یہ بات ہو سکتی ہے کہ خدا نے تعالیٰ کے ذمے غلط بات لگائیں۔ ہماری صداقت کے لئے ہم یہ تعلیم خود شاہد ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہم کو اپنی دوزبردست نشانیاں عطا فرمائی ہیں۔ لہذا تیرے لئے مناسب یہی ہے کہ صداقت اور حق کے اس پیغام کو

فرعون نے بار بار دوران گفتگو موسیٰ علیہ السلام پر یہ اظہار کیا تھا کہ تو نے ہمارے ہاں بیت پائی ہے اور میں تیرا مرئی ہوں تو اس کے معنی صرف اسی قدر نہیں تھے۔ اس کی بات میں وہ عقیدہ کام کر رہا تھا جس کی شکست و ریخت کے لئے موسیٰ علیہ السلام صحت کے لئے تھے یعنی سلطنت مصر کا بادشاہ صرف بادشاہ ہی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ راج دھرم کا مانتا جاتا تھا۔ اس لئے فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ تربیت کائنات کا معاملہ راج دھرم کے سپرد ہے، اور دنیا اس کا بیج منظر یا اوتار فرعون ہے۔ اب جب موسیٰ نے خدائے واحد کی پرستش کے حق میں اور دیوتاؤں کی پوجا کے خلاف آواز بلند کی اور فرمایا کہ میں خداوند قدوس کی طرف سے رسول ہوں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

تب موسیٰ علیہ السلام کے دعوے کے جواب میں اول تو فرعون نے اپنی اور اپنے باپ دادا کی عظمت کو اس طرح ثابت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت پر اس کا بوجھ پڑے اور جب اس طرح اصل معاملے کو حل ہوتے نہ دیکھا تو اب مسئلے کو زیادہ عریاں کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مناظرے پر آمادہ ہو گیا اور کہنے لگا، ”یہ تو توئی بات کیا سناتا ہے۔ کیا بے علاوہ بھی کوئی رب ہے کہ جس کو تو رب العالمین کہتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کی نیابت بیان کر۔“

اس پر موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے، ”اگر تجھ میں یقین اور ایمان صحیح کی گنجائش ہے تو تجھ کو بتانا چاہئے کہ میں جس ہستی کو رب العالمین کہتا ہوں وہ ذات اقدس ہے جس کے قبضے میں آسمان، زمین اور دونوں کے درمیان کی کل مخلوقات کی ربوبیت ہے۔ فرعون! کیا تو ہستی نہ کہتا ہے کہ ان آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان تمام مخلوقات کو تو نے پیدا کیا ان کی ربوبیت کا کارخانہ تیرے دست قدرت میں ہے؟

اگر نہیں، بلاشبہ نہیں تو پھر رب العالمین کی ربوبیت عام سے کیوں انکار کرتا ہے؟“

فرعون نے یہ سنا تو اپنے درباریوں کو تعجب اور حیرت سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”کیا تم سننے ہو، یہ کیسی عجیب باتیں کر رہا ہے؟“ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں کے اس تعجب اور حیرانگی کی پروانہ دے ہوئے اپنے سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

وال دہرا دیا، کہنے لگا۔

”اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟“ جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”ہمارا پروردگار تو وہ ایک ہی پروردگار ہے جس نے دنیا کی ہر چیز کو وجود بخشا اور پھر ہر طرح کی مادی قوتیں دے کر اس پر زندگی اور عمل کی راہ کھول دی۔ جس نے ہر شے کو وجود عطا کیا پھر سب کو منزل کمال کی طرف چلنے کی راہ دکھائی۔“

موسیٰ کا جواب سن کر فرعون ایک طرح سے لاجواب سا ہو گیا تھا، حیران رہ گیا تھا اور پہلو بدل کر بات کا رخ دوسری طرف پھیرنے کی اس طرح سعی کرنے لگا جس طرح کوئی کج رو جواب نہ دینے کی وجہ سے بات کا رخ بدلتا ہے۔

بات کا رخ بدلتے ہوئے فرعون کہنے لگا۔

”اگر میں تمہاری بات کو تسلیم بھی کر لوں تو پھر جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا۔“ مطلب یہ تھا کہ اگر تیری یہ بات سچ ہے تو پھر ہم سے پہلے لوگ اور ہمارے آپ دادا جن کا عقیدہ تیرے عقیدے کی تائید میں نہیں تھا، کیا وہ سب عذاب میں گرفتار ہیں اور سب جھوٹے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کی اس کج بحثی کو سمجھ گئے تھے اور انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اصل مسئلہ کو اٹھانا چاہتا ہے، اس لئے فوراً جواب دیتے ہوئے کہنے لگے۔

”ان پر کیا گزری اور ان کے ساتھ خدا کا کیا معاملہ رہا ہے، اس کی ذمہ داری نہ میری ہے نہ تم پر، ان کا علم میرے پروردگار کے پاس محفوظ ہے۔ ہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ میرا پروردگار بھول چوک اور خطا سے پاک ہے۔ جس نے جو کچھ کیا ہے، اس کو اپنے لئے میں کوئی بھول یا ظلم نہ ہوگا۔“ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے پھر بات کا رخ اصل مسئلے کی طرف پھیر دیا اور اپنے رب کے اوصاف کا ذکر کر کے مسئلے کی حقیقت کو اچھی طرح واضح کرنا شروع کیا۔

کچھ عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائی فرعون کو راہ حق کی طرف لاتے رہے اور مختلف مجالس میں مکالمات کا یہ سلسلہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان جاری رہا۔ فرعون، موسیٰ علیہ السلام کے روشن، پراثر اور پر صداقت دلائل سن کر اگرچہ سچے سچ تاب لھاتا مگر لاجواب ہونے کی وجہ سے کوئی صورت نہیں بنی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلوغلاسی مسائل کرے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ میری ربوبیت اور الوہیت کی بنیاد اس قدر کمزور ہے

قبول کرو اور بنی اسرائیل کو آزادی دے کر میرے ساتھ کر دتا کہ میں انہیں پیغمبروں میں سے اس سرزمین میں لے جاؤں جہاں خدائے واحد کے سوا یہ کسی اور کی پرستش نہ کر سکی راہ حق ہے اور ان کے باپ دادا کا ابدی شعار بھی۔“ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جب یہ الفاظ سنے تو کہنے لگا۔

”موسیٰ علیہ السلام! آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا معاملہ کر رہے۔ وہ دن بھول گیا جب تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی گزاری اور کیا تو یہ بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور یہاں سے بھاگ کر فرعون کے ان الفاظ کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! یہ سچ ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی۔ ایک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ غلطی کی بنا پر مجھ سے ناانستہ ایک مصری ہو گیا اور میں اس خوف سے چلا گیا لیکن یہ خدا کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے ضرورتوں اور مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھر انے میں میری پرورش کرانی اور مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت یعنی نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا۔ سن اے بادشاہ! کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدلہ یہ مصری کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنا کر رکھے۔“

فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر خدا ہونے کا انکار اور تسخر اڑایا اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے موسیٰ سے بحث شروع کر دی۔ اپنے کمرانے کے احسان جتانے اور مصری کے قتل والا معاملہ یاد دلایا اور خوف زدہ کرنے کی سعی کی۔ موسیٰ علیہ السلام چونکہ ان مراحل کے متعلق خدائے برحق سے حتم کا اطمینان کر چکے تھے، اس لئے ان پر مطلق نہ خوف کا اثر ہوا نہ ان کو غصہ آیا بلکہ انہوں نے فرعون کے کمرانے کی تربیت کا اعتراف بھی کیا اور مصری کے قتل کی غلطی کو بھی تسلیم کیا مگر ساتھ ہی ایک شہ برہان، ایک ایسی حجت اور خاموش کن دلیل بھی پیش کر دی کہ فرعون واقعی لاجواب رہا اور اس نے ناراضگی اور غصے کے اظہار کے بجائے گفتگو کا پہلو بدلا اور موسیٰ علیہ السلام بات چیت شروع کر دی اور وہ دلیل و حجت یہی تھی کہ موسیٰ نے کہا کہ ”تو نے میری میری ذات سے متعلق ہے لیکن کیا یہ باتیں اس کے لئے جواز کا سبب بن سکتی ہیں اسرائیل کی پوری قوم کو تو غلام بنائے۔“

”رب العالمین وہ ہستی ہے جس کی ربوبیت کے اثر سے تیرا اور تیرے باپ دادا کا وجود بھی خالی نہیں ہے یعنی جس وقت تو عالم وجود میں نہ آیا تھا تو تجھ کو پیدا کیا، تربیت کی اور اس طرح وہ تجھ سے پہلے تیرے آباؤ اجداد کو عالم وجود میں لایا اور ان کو اپنی ربوبیت سے نوازا۔“ فرعون نے جب اس زبردست دلیل کو سنا اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو درباریوں سے کہنے لگا۔

”مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو خود کو تمہارا پیغمبر اور رسول کہتا ہے، مجنون ہے اور پاگل ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس سے اب کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو سوچا، یہ میرے ہے کہ اور نہ۔ لہذا انہیں بیان میں خدا کی ربوبیت کو واضح کریں، اس لئے فرمایا۔ ”یہ جو شرق اور مغرب اور اس کے درمیان ساری کائنات نظر آتی ہے، اس کی ربوبیت جس کے دست قدرت میں ہے، اسی کو میں رب العالمین کہتا ہوں۔ تم ذرا عقل اور سمجھ سے کام لو تو بآسانی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہو۔“

غرض موسیٰ خداوند قدوس کے مطابق برابر شیریں کلامی، نرم گفتاری اور لطف کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کو راہ حق دکھاتے اور رسالت کا فرض ادا کرتے رہے اور فرعون کی توہین آمیز گفتگو اور مجنون جیسے سخت الفاظ کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اب موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام نے یہ ایک طرح سے سلسلہ مالا تھا کہ وہ اکثر و بیشتر فرعون کے پاس جاتے اور اسے راہ راست دکھانے کی کوشش کرتے۔

ایک روز پھر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس آئے اور فرعون کو یاد دلایا کہ جو راستہ تو نے اختیار کیا ہے، یہ سچ نہیں ہے بلکہ خدا ہی وہ ذات ہے جو لائق پرستش ہے اور اس کے مقابلے میں کسی انسان کا دعویٰ الوہیت کھلا ہوا شرک ہے۔ اے فرعون! تو اپنے باپ دادا کیونکہ اس ہستی نے جس کو میں کہہ رہا ہوں، ہم پر وہی نازل کیا ہے جو حق ہے۔ اس قول کی خلاف ورزی اور مخالفت کرے گا اور اس سے منہ موڑے گا اور خدا کے عذاب کا مستحق بنے گا۔

فرعون کے پاس چونکہ کوئی جواب نہیں بن پڑ رہا تھا، لہذا اس نے وہی پہلے

ماہریت کی قبولیت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا۔
 موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے اس طرح تبلیغ کرنے کی وجہ سے فرعون کے خدشات
 کم ہو رہے اور اس کو حق و باطل کی کشمکش میں اپنے لئے خطرہ نظر آنے لگا۔ اس لئے
 معاملے کو صرف یہیں ختم نہیں کر دیا بلکہ ضروری سمجھا کہ اپنی سلطنت، جبروت اور قہر مانیت
 اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام پر ڈالے اور اس طرح ان کو مرعوب کر کے
 باطنی کے فرض سے باز رکھے۔

چنانچہ ایسا کرنے کے لئے ایک روز وہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو معبود قرار دیا تو میں تجھ کو قید میں ڈالوں گا۔“
 جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”اگرچہ میں تیرے پاس خدا سے واحد کی جانب
 واضح نشان لے کر آیا ہوں، تب بھی تیرے غلط راستے کو کیا میں اپنا لوں گا؟“
 اس پر فرعون کہنے لگا۔

”اگر واقعی تو اس بارے میں سچا ہے تو کوئی نشان دکھا۔“
 اس پر موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور بھرے دربار میں فرعون کے سامنے اپنا عصا زمین
 پر ڈالا، عصا اسی وقت ایک بہت بڑے اڑدے کی شکل اختیار کر گیا اور یہ حقیقت تھی، نظر
 نہ تھا کہ وہ اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو کر بیان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ
 اس روشن ستارے کی مانند چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ دوسری نشانی اور دوسرا معجزہ تھا۔
 فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنی قوم اور
 اپنے بادشاہ کی شکست کو دیکھا تو تھملا اٹھے اور کہنے لگے۔

”بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اور اس نے یہ سب ڈھونگ اس لئے رچایا
 ہے کہ تم پر غالب آکر تمہیں تمہاری سرزمینوں سے نکال باہر کرے۔ لہذا ہم کو اب سوچنا
 ہے کہ اس کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔“ فرعون اور اس کے حواریوں کے باہمی مشورے
 کے بعد طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مہلت دو اور اس دوران میں
 تمام مصری قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرادو اور پھر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ
 کرو۔ بلاشبہ یہ شکست کھا جائے گا اور اس کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔“
 چنانچہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد فرعون نے موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”موسیٰ! ہم خوب سمجھ گئے کہ تو اس حیل سے ہم کو ہماری سرزمین مصر سے بے دخل

نہی حکومت پر قابض ہونا اور تم کو اس سے خارج کر دینا چاہتا ہے اور اب اس کا ایک
 حیل ہے کہ اپنی قلمرو کے ماہر جادوگروں کو جمع کر کے موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے دی جائے
 گا۔ ان کی اس چال کو تا کام نہ دیا جائے۔

موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدا تعالیٰ کے جس قدر
 معجزات، معجزات فرعون اور قوم فرعون کو دکھانے تھے، انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا
 تھا کہ یہ تو جادو اور سحر ہے۔ لہذا اب جب کہ ساحروں اور جادوگروں سے مقابلہ کے بعد
 میں خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو ناچار ان کی صداقت اور حق کے سامنے جھکنا پڑے گا
 اور ان کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔ نیز یہ سوچا اگرچہ وحی الہی کے یقین، روشن حجت و
 ایمان کے ذریعے معجزات کی صداقت کا کافی یقین دلایا جا چکا ہے، تاہم فرعون اور ارکان
 مملکت ہمیشہ ان واقعات کو سحر اور جادو کہہ کر عوام کو اصل حقیقت سے بے خبر رکھنے کی
 کوشش کرتے رہے۔

حد اور تعصب نے خود ان کو حقیقی روشنی سے محروم رکھا۔ پس اگر جشن کے روز
 ناس و عام کے مجمع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کر لیں تو کسی کو
 یہی لب کشائی کا موقع نہ ملے گا اور برسر عام حق کا مظاہرہ منصب تبلیغ کے لئے بہترین
 اور ثابت ہوگا۔

اب ایک طرف جادو تھا اور دوسری طرف خداوند قدس کا معجزہ، جہاں تک سحر کا
 تعلق ہے، لغت میں سحر کے معنی امر مخفی اور پوشیدہ چیز کے ہیں۔ چنانچہ صبح کے اول وقت
 سحر اس لئے کہتے ہیں کہ ابھی دن کی روشنی پوری طرح نمودار نہیں ہوئی اور قدرے
 تاریکی ہوتی ہے اور علمی اصطلاح میں ایسے عجیب و غریب امور کا نام سحر ہے جس کے
 بارے میں دوجہ پذیر ہونے کے اسباب نظروں سے اوجھل ہوں اور باطنی انکسار میں محسوس
 ہوتے ہوں۔

سحر کی حقیقت کچھ ہے یا وہ محض نظر کا دھوڑ اور بے حقیقت شے ہے، اس کے متعلق
 علماء میں اختلاف رائے ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور مظہر
 خدا رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت کاملہ کے پیش نظر اس میں اس طرح
 کے اثرات رکھ دیے ہیں جس طرح زہر میں یا دوسری نقصان دہ ادویات میں ہیں۔
 جبکہ ایک گروہ کہتا ہے کہ سحر کی حقیقت شعبہ، نظر بندی اور فریب خیال کے علاوہ

کہ دلائل موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کے سامنے تاریکیوں کی طرح تار تار ہو جاتی ہے اور
 درباری بھی اس کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے فرعون کے لئے یہ بات سخت ناقابل
 برداشت تھی اور جس قلمرو میں اس کے رعب شاہی اور دبہ حکومت کے ساتھ ساتھ اس
 کی ربوبیت اور الوہیت کا جاہ و جلال بھی مانا جاتا ہو، وہاں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی
 یہ جرأت کہ وہ اسے بت پرستی سے منع کر کے خدا سے واحد کی طرف بلائیں۔

تاہم حق پرستی یہ باتیں اندر ہی اندر اس کو سخت خائف اور پریشان کر رہی تھیں۔
 موسیٰ علیہ السلام کے حقائق سن کر جب فرعون زیادہ ہی شرمندہ ہوا، تب اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا
 کہ اس کے لئے ایک بلند مینار تعمیر کیا جائے جس پر کھڑے ہو کر وہ موسیٰ کے رعب کا
 جائزہ لے۔

جہاں تک فرعون کے وزیر ہامان کا تعلق ہے تو قرآن مقدس اس سے متعلق کوئی
 تشریح نہیں کرتا، یہ کسی شخصیت کا نام تھا یا عہدہ اور منصب تھا اور نہ اس پر روشنی ڈالی کہ
 ہامان نے عمارت تیار کرائی کہ نہیں اور پھر فرعون نے اس پر چڑھ کر کیا کیا، کیونکہ یہ اس
 کے مقصد کے لئے غیر ضروری تھا۔ توریت نے بھی اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں کیا بلکہ
 اس نے فرعون کے عمارت بنانے کے حکم کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔

البتہ کچھ مؤرخین نے یہ قصہ ضرور نقل کیا ہے کہ جب ہامان نے ایک بڑا مینارہ تیار
 کر کے فرعون کو اطلاع دی تو فرعون اس پر چڑھا اور تیر کمان ہاتھ میں لے کر آسمان کی
 طرف تیر پھینکا۔ قدرت الہی کے فیصلے کے مطابق وہ تیر خون آلودہ ہو کر واپس ہوا۔
 فرعون نے یہ دیکھ کر غرور اور دشمنی کے ساتھ مصریوں سے کہا۔

”اب میں نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بھی قصہ تمام کر دیا ہے۔“

اب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے لگاتار فرعون کے سامنے اپنے خداوند قدس کا
 پیغام پہنچانا شروع کر دیا تھا اور اسے شرک، بت پرستی سے راہ حق کی طرف لانے کی تبلیغ
 شروع کر دی تھی۔ فرعون نے اپنے درباریوں، عام قبطیوں کے سامنے موسیٰ کے مقابلے
 میں اپنی شکست کو چھپانے کے لئے ہامان کو عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن وہ خود
 بھی سمجھتا تھا کہ یہ ایک دھوکہ ہے اور بس اس سے دلوں کی تسلی نہیں ہو سکتی اور بہت ممکن
 ہے کہ بہت سے مصری بھی اس کو سمجھتے ہوں، تاہم درباریوں اور خواص و عام میں ایک
 بھی ایسا راجل رشید نہ تھا جو جرأت اور حق گوئی کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کر دیتا اور

کرنا چاہتا ہے۔ لہذا اب تیرا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بڑے بڑے
 جادوگروں کو جمع کر کے تجھ کو شکست دلائی جائے۔ اب تیرے اور ہمارے درمیان مقابلہ
 کے دن کا معاہدہ ہونا چاہئے اور پھر نہ ہم اس سے ٹپیں گے اور نہ تو وعدہ خلافی کرنا۔“

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا۔ ”اس کام کے لئے سب سے بہتر
 وقت یوم الزینہ ہے۔ اس دن سورج بلند ہونے پر ہم سب کو میدان میں ہونا چاہئے
 یوم زینہ قدیم مصریوں کے جشن کا ایک دن تھا اور یہ دن اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ
 اس جشن کے روز سب لوگ جمع ہوں اور حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

غرض موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان یوم زینہ طے پایا اور فرعون نے اسی دن
 اپنے عمال سلطنت کے نام احکامات جاری کر دیے کہ تمام قلمرو میں جو مشہور اور ماہر
 جادوگر ہیں، ان کو جلد از جلد دارالحکومت روانہ کر دیا جائے۔

دراصل موسیٰ علیہ السلام کی بیعت کا زمانہ مصری تمدن کی جو تعریف پیش کرتا ہے، اس
 سے یہ بات بہت نمایاں نظر آتی ہے کہ مصری علوم و فنون میں سحر کو ایک مستقل علم اور فن
 کی حیثیت حاصل تھی اور اسی بناء پر ساحرین کا رتبہ مصر میں بہت بڑا سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ
 ان کو شاہی دربار میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا اور جنگ سمجھا صلح، پیدا نش اور وفات کی
 زائچہ کشی اور اہم حکومتی معاملات میں انہیں کی جانب رجوع کیا جاتا تھا اور ان کے
 سحرانہ نتائج کو بڑی وقعت دی جاتی تھی۔

حتیٰ کہ مذہبی معاملات میں بھی ان کو اہم جگہ دی جاتی تھی۔ قدیم شاہی مقبروں
 میں ممی کے ساتھ جو کاغذات اور دستاویزات برآمد ہوئے ہیں، ان حجروں میں جو تصویروں
 اور نقوش پائے جاتے ہیں، ان سے بھی ان سارے معاملات کی تصدیق ہوتی ہے۔

قدیم قوموں کی عام گمراہیوں میں ایک گمراہی یہ بھی رہی ہے کہ وہ جادو پر مذہبی
 حیثیت سے اعتقاد رکھتے اور ان کو اپنی زندگی میں اثر انداز یقین کرتے تھے اور اس
 اعتقاد کے پیش نظر وہ اس کو سمجھتے سکھاتے بھی تھے اور اس میں طرح طرح کی ایجادات
 اور اختراعات کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ بائبل، مصر، چین اور ہندوستان کی تاریخ اچھے
 جادو کی شاہد ہے۔

یہی وجہ تھی کہ مصری قوم پر فراعنہ اور اس کی سلطنت کے ارکان حکومت کا یہ جادو
 چل گیا کہ موسیٰ جادوگر ہے اور یہ اپنے جادو کی مہارت کے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر

ہاتا ہے، وہ اسی نوع میں سے ہوتا ہے جس میں اس قوم کو جس کو کس سب سے پہلے اس پیغمبر نے خطاب کیا ہے، درجہ کمال حاصل ہو اور وہ اس کے تمام پیلوں سے بخوبی آگاہ ہو تاکہ یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ پیغمبر کا یہ نشان انسانی اور بشری طاقت سے بالاتر قوت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اگر تعصب اور ہٹ دھرمی نہ ہو تو وہ بے ساختہ اقرار کرے گا کہ یہ خداوند قدوس کا عطا کردہ ہے۔

پس معجزہ دراصل براہ راست خدائے تعالیٰ کا فعل ہے جو بغیر اسباب کے ایک صادق کی صداقت کے لئے وجود میں آتا ہے اور وہ کسی اصول قانون پر مبنی نہیں ہوتا کہ ایک فن کی طرح سکھا جائے اور نبی ہر وقت اس کے دکھانے پر قادر ہو، تاوقتیکہ مخالفین صداقت کے سامنے بطور شیعہ اس کو دکھانے کی ضرورت پیش نہ آجائے۔

سو جب کبھی اہم وقت آتا ہے نبی خدا سے رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی جانب سے اس کو دکھانے کی قوت عطا ہو جاتی ہے جب کہ سحر اور جادو ایک فن ہے جس کو اس نے اصول اور قوانین کی پابندی کے ساتھ ہر جادوگر اور ساحر ہر وقت کام میں لاسکتا ہے۔ اس کے اسباب اگرچہ عام نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن اس فن کے تمام واقف کار اس سے واقف ہوتے ہیں، اس لئے وہ دوسرے علوم اور فنون کی طرح ایک مرتب فن ہے جس کو مصریوں، چینیوں اور ہندوستانیوں نے بہت فروغ دیا اور حد کمال کو پہنچایا۔

معجزے اور سحر میں بڑا فرق یہ بھی ہے کہ ساحر کی عام زندگی خوف، وحشت، ایذا رسانی اور بد عملی سے وابستہ ہوتی ہے اور لوگ اس نظر سے ساحر سے خوف کھاتے ہیں، اس کے سامنے مغلوب ہو جاتے ہیں۔

جبکہ نبی اور رسول کی تمام زندگی صداقت، خلوص، مخلوق خدا کی ہمدردی اور نکلساری، تقویٰ و طہارت سے وابستہ ہوتی ہے اور اس کا کردار بے داغ، صاف اور روشن ہوتا ہے اور معجزہ کو پیش نہیں بناتا بلکہ خاص اہم موقع پر صداقت اور حق کی حمایت میں اس کا مظاہرہ کرتا ہے اور وہ ایسے وقت معجزہ دکھاتا ہے جب دشمن بھی اس کی عصمت اور صداقت اور کردار کی پاکیزگی کے پہلے سے معترف ہوتے ہیں۔ مگر اس کی دعوت کو یا ناشک کی نگاہ سے دیکھتے یا انکار کے نقطہ نظر سے اور پھر اس سے معجزے کے طالب ہوتے ہیں۔ نیز اگر سحر اور معجزہ کا مقابلہ آن پڑے تو معجزہ غالب رہے گا اور اعلیٰ سے

کچھ نہیں ہے۔ بلاشبہ باطل اور بے حقیقت شے ہے۔

جہاں تک سحر کا مذہب سے تعلق ہے تو اس کے سلسلے میں عموماً علماء تشریح کر چکے ہیں کہ جن اعمال سحر میں شیاطین اور ارواح خبیثہ اور غیر اللہ سے التجا کی جائے اور ان کی حاجت روا کر دے کر مومنوں کے ذریعے ان کی تغیر سے کام لیا جائے تو وہ شرک کے مترادف ہے اور اس کا عامل کافر ہے اور جن اعمال میں ان کے علاوہ دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں جن سے دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے، ان کا مرتکب حرام اور مکاہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

اس کے علاوہ مؤرخین، مفسرین اور علماء میں عموماً یہ بحث بھی جاری رہی ہے کہ سحر اور معجزہ میں آخر کیا فرق ہے۔ ایک شخص کیسے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ نبی اور پیغمبر کا معجزہ کیا ہے یا ساحر یا جادوگر کا سحر اور جادو کیا ہے، تو اس سلسلے میں جو اہم علمی دلائل اور خیالات پیش کئے گئے ہیں، ان کے لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے بڑی خوبصورتی سے اس کی وضاحت کی ہے۔ بہر حال معجزہ اور سحر میں فرق کے لئے ایک کھل اور آسان دلیل پیش کر دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نبی اور رسول کا اصل معجزہ اس کی وہ تعلیم ہوتی ہے جو وہ گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوموں کی ہدایت کے لئے نسبتاً کمیا اور دینی اور دنیاوی فلاح اور کامرانی کے لئے بے نظیر قانون کی شکل میں پیش کرتا ہے یعنی کتاب اللہ لیکن جس طرح ارباب علم و حکمت اس کے لئے ہونے علوم، حکم اور بتائی ہوئی رشد و ہدایت کی صداقت کے کمال کو پرکھتے ہیں اسی طرح عام انسان دنیا کی سرشت کے لحاظ سے اس پر قائم ہے کہ وہ سچائی اور صداقت کے لئے بھی بعض ایسی چیزوں کے خواہش مند ہوتے ہیں جو لانے والے کے روحانی کوششوں سے تعلق رکھتی ہو اور جس کے مقابلے میں تمام دنیاوی طاقتیں عاجز ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا منہج علم کسی صداقت کے لئے اس کو معیار قرار دیتا ہے۔

اس لئے خداوند قدوس کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ انبیاء اور رسل کو دین حق کی تعلیم اور پیغام کے ساتھ چند نشانات بھی عطا کرتا ہے اور جب وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ اسباب کے ایسا نشان دکھاتا ہے جس کا کوئی دنیاوی طاقت مقابلہ نہیں کر سکتی تو اس کا معجزہ ہوتا ہے۔

اس لئے خداوند قدوس کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی نبی اور رسول کو معجزہ یا نشان

یوم الزینہ جو مصریوں کے لیے ایک جشن اور عید کا دن تھا۔ اس سے کئی روز پہلے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لئے بڑے بڑے ساحر بڑے بڑے جادوگر مصر کے مرکزی شہر ممفس میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ مصر کا سب سے بڑا ساحر اندھا شمعون بھی ان جادوگروں کے اندر موجود تھا۔

موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے سے ایک روز قبل یہ سارے جادوگر ایک جگہ جمع ہوئے مصر کے ان تمام ساحروں پر شمعون کو ناظم نگران اور سرکردہ مقرر کیا گیا تھا۔ جب یہ سارے ساحر اکٹھے ہوئے تو شمعون نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا۔

”میرے ساحر ساتھیو! میں نے فرعون کے دو قاصدوں کے ذریعے یہ پتا لگایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو تبلیغ کا کام کرتے ہیں اور دوپہر کے وقت آرام کرنے کی خاطر شہر سے باہر سمجوروں کے ایک جھنڈے تلے سوتے ہیں۔“

”میرے کچھ ساتھی ساحر اس جگہ کو دیکھ کر آئے ہیں لہذا تم اپنے ساتھیوں کو اس طرف روانہ کرو جہاں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سوتے ہیں وہ انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے وہاں جائیں اور واپس آ کر رد عمل کے طور پر جو کیفیت ظاہر ہو وہ مجھے بتائیں تاکہ میں اس سے اندازہ لگاؤں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سحر میں کس قدر مہارت اور قوت رکھتے ہیں۔“

شمعون کی اس تجویز پر کچھ ساحروں کو وہاں جانے کے لئے منتخب کیا وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اس نیت کے ساتھ کہ انہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔

ساحروں کا یہ مختصر سا گردہ جب اس مخصوص جگہ پر پہنچا تو دیکھا کہ سمجوروں کے ایک جھنڈے کے نیچے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام علیہ گہری نیند سو رہے ہیں۔ جب

اٹھ کر بھی اس کے سامنے مغلوب اور عاجز رہے گا۔

بہر حال عصا اور یہ بیضا کے نشانات موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے عطا کئے گئے تھے کہ ان کے زمانے میں مصر سحر اور جادو کا مرکز تھا اور فن سحر شایہ پر تھا اور مصریوں نے تمام دنیا کے مقابلے میں سحر اور جادو کو اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔

لہذا خداوند قدوس کا جو طریقہ کار جاری رہا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ ایسے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کو ایسے نشانات یعنی معجزات عطا کئے جائیں جو اس نوع سے متعلق ہوں تاکہ انکار پر اصرار حد سے بڑھ جائے اور مخالفین اپنے تعصب، سحر اور جادو کے ذریعے ان کے مقابلے پر آجائیں تو خدا کے نشان یعنی معجزات مخالفوں کو یہ باور کرا دیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو قوت اور طاقت ہے، وہ انسانی صنعتوں اور عجوبہ کاریوں سے بلند اور بشری دسترس سے باہر ہے۔ اس طرح عوام اور خواص کو اس صداقت اور ان کے مبعوث من اللہ ہونے کا یقین ہو جائے اور خواہ زبان سے اقرار کرے یا نہ کرے لیکن ان کا ضمیر اور ان کی گفتگو ان کے دلوں کے اقرار کی شہادت دینے لگے۔

فرعون منتفاع نے یہی سمجھا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑے جادوگر ہیں اور اپنی جادوگری کے زور سے ہی وہ اپنے عصا کو اڑا رہا ہے لہذا لیتے ہیں اور اپنے ہاتھ کو چمکتا ہوا کر لیتے ہیں۔ چونکہ مصر میں اس دور میں جادوگری اپنے عروج پر تھی، اس بناء پر فرعون نے تہیہ کر لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس میدان میں اپنے سامنے زیر کرے رہے گا۔ چنانچہ اس نے بڑے بڑے مناد اپنی سلطنت میں پھیلا دیئے تھے تاکہ سلطنت کے ماہر اور بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کیا جائے تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں۔ اس طرح یوم زینہ جو مصریوں کے ہاں ایک طرح کا جشن اور ان کی عید تھی، وہ دن مقابلے کے لئے مقرر کیا گیا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے اور دوسری طرف مختلف شہروں کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے مصر کے مرکزی شہر ممفس میں تیار ہونا شروع ہو گئے تھے۔



اس پر شمعون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
”ہم ضرور اس مقابلے میں حصہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی طرف سے ہمارے مقابلے میں کیا پیش کیا جاتا ہے اب تم جاؤ اور کل کے مقابلے کے لیے ایسی رسیاں اور چھڑیاں تیار کرو جو مقابلے کے میدان میں مایہ بن کر بھاگے لگیں۔“

شمعون کا کہا مانتے ہوئے سب ساحروہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔
اگلے روز مصریوں کا یوم الزینہ یعنی عید اور جشن کا دن تھا جس میدان میں مقابلے کا اہتمام کیا گیا تھا وہاں گروہ در گروہ لوگ آنا شروع ہو گئے تھے۔ میدان ان گنت لوگوں سے بھر گیا یہاں تک کہ فرعون اپنے سارے لواحقین، اپنے عزیز واقارب، اپنے درباریوں اور امراء کے ساتھ ایک شہ نشین پر آجلوہ افروز ہوا اور اس کے درباری اپنے اپنے مراتب کے مطابق قرعے سے اپنی نشیمنوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ان گنت لوگ حق اور باطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے تھے ایک جانب مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ اپنے ساز و سامان سحر سے لیس کھڑا تھا اور دوسری طرف خدا کے رسول علیہ السلام حق کے پیغامبر اور سچائی اور راستی کے حیکم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کھڑے تھے اور ان کے ساتھ یوشع بن نون اور کچھ دوسرے لوگ بھی جو ان کے ہواستے ان کی پشت پر تھے۔

فرعون بہت مسرور اور خوش تھا اور اس یقین پر کہ ساحرین مصران دونوں کو جلد شکست دے دیں وہ بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔ ساتھ ہی انعام و اکرام کی گفتگو کرتے ہوئے وہ ساحروں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔

جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ ان گنت لوگ وہاں جمع ہیں چنانچہ انہوں نے ارادہ کیا کہ اب اپنے کام کی ابتداء کریں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو چیلنج کریں کہ اتنے میں موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا کرتے ہوئے وہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تمہاری حالت پر سخت افسوس ہے تم کیا کر رہے ہو۔ تم ہم کو جادوگر کہہ کر خدا پر مہوہ الزام نہ لگاؤ مجھے ڈر ہے کہ وہ تم کو اس بہتان طرازی کی سزا میں عذاب وے کرے تم کو جہنم سے نہ نکال سکیں کیونکہ جس کسی نے بھی بہتان باندھا وہ ناکام رہا۔“

وہ ان دونوں کو نقصان پہنچانے کے لئے آگے بڑھے تو دنگ رہ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام قریب رکھا ان کا عصا اڑدے کی شکل اختیار کر گیا تھا پھر وہ ان کی طرف لپکا تو وہ ساحروہاں سے بھاگ نکلے۔

واپس آ کر انہوں نے یہ سارا ماجرا شمعون سے بیان کیا شمعون چند ثانیوں کے گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اپنے ساتھی ساحروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے ساتھیو! جادو اور سحر ایسے امر کے لیے مخصوص ہیں جس کا سبب پوشیدہ اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے گویا سحر ایک حقیقت ہے اور نہ رساں اثرات رکھتا ہے جس طرح زہر اور دوسری نقصان رساں انتہاء میں ہوتے ہیں اور یہ بھی سحر میرے ساتھیو! کہ سحر حرکت دینے والے سے بے نیاز ہو کر خود اپنی ذات میں حصہ نہیں ہے اور نہ سحر جادوگر کے حرکت پذیر نہیں ہوتا۔

”اس کے ساتھ میں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ کوئی ساحر کیسا ہی ماہر اور سحر جادوگر کیوں نہ ہو اس کا جادو اور سحر اس وقت کارآمد ہوتا ہے اور نہ حرکت میں آتا ہے جب وہ ساحر سو رہا ہو اور سونے کی حالت میں یہ جو موسیٰ علیہ السلام کا عصا اڑدیا اس کی حرکت میں آیا ہے تو اس نے مجھے تشویش اور غلبان میں ڈال دیا ہے۔“

شمعون کے ان الفاظ کے جواب میں ایک ساحر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”تو کیا تمہارا خیال ہے موسیٰ علیہ السلام کے پاس سحر نہیں کچھ اور ہے؟“

اس پر شمعون فکر گیر اور فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

”ہاں میرا دل کہتا ہے یہ سحر نہیں کوئی معجزہ ہے اور معجزہ درحقیقت براہ راست خالق حقیقی کا فعل ہے جو بغیر اسباب کے ایک صادق کی صداقت کے لئے وجود میں آتا ہے۔ معجزہ سحر کی طرح کسی اصول اور قانون پر مبنی نہیں کہ ایک فن کی طرح اسے سیکھا جاسکے معجزہ کسی شے کی ماہیت اور صورت کو بدل دیتا ہے جبکہ سحر نقصان دہ ضرور ہے کسی مشکل اور ماہیت میں وہ حقیقی انقلاب برپا نہیں کرتا بلکہ قوت اور اک میں ایک انقلاب برپا کر سکتا ہے۔“

شمعون جب خاموش ہوا تب ایک دوسرے ساحر نے خوف بھری آواز میں پوچھا۔
”تو کیا ہمیں اس مقابلے میں حصہ نہیں لینا چاہیے؟“

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے مقابلے میں مارلیا تو سن رکھو کہ نہ صرف انعام و اکرام سے مال کر دیے جاؤ گے بلکہ تمہاری حیثیت میرے ہاں مقربین دربار کی سی ہوگی اور یہ عزت افزائی ہے کہ ہر کوئی اس کا مضمی اور خواہش مند رہتا ہے۔“

فرعون کے اس جواب پر ساحر مطمئن ہو گئے تھے پھر وہ اپنے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے پاس آ گئے اس کے بعد فرعون کے حکم پر اس کے وزیر نے اٹھ کر اعلان کیا کہ جادو شروع کیا جائے۔ اس پر جادوگر اپنے سردار شمعون کا ہاتھ پکڑ کر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے سامنے لے آئے شمعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام بن عمران اب جبکہ فرعون کی طرف سے مقابلہ شروع کرنے کا حکم جاری ہو گیا ہے تو کیا تم پہلے کچھ ڈالو گے یا ہم ابتداء کریں۔“

موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔

”تم لوگ ہی اپنے جادو سے ابتداء کرو۔“

اس پر اندھے شمعون نے بلند آواز میں نعرہ مارا۔ ”فرعون کی عزت کی قسم ہم ہی جواب دیں گے۔“

اس نعرے کے جواب میں تمام ساحروں نے اپنی رسیاں اور لٹھیاں زمین پر ڈال دیں جو سانپ اور اڑدہوں کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔

یہ معاملہ دیکھ کر لوگ دنگ رہ گئے اس موقع پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور خداوند تعالیٰ کا یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کو سنایا۔

”موسیٰ علیہ السلام! آپ بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔“

ساتھ ہی خداوند قدس کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی وحی کی گئی کہ خوف نہ کھاؤ اور اندر ہے کہ غالب تم ہی رہو گے۔

جادوگروں کی رسیاں اور لٹھیاں کو سانپوں اور اڑدہوں کی صورت میں دیکھ کر فرعون اور اس کے سارے امراء اور مشیر بھی اپنی جگہ خوش ہو رہے تھے انہیں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں ان کے ساحر ہی کامیاب رہیں گے اتنے میں موسیٰ علیہ السلام نے خداوندی جب اپنا عصا میدان میں ڈالا تو میدان میں اندر وہ عصا ایک بہت بڑا

میدان بن کر نمودار ہوا اور ان سارے ساحروں کے شعبدوں کو ٹھگل گیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام کے اس اڑدے نے ساحروں کے اس سارے کام کو ٹھگل لیا تو

لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی جب یہ باتیں سنیں تو آپس میں گفتگو شروع کر دی اور سرگوشیاں کرنے لگے اور درباریوں نے یہ حال دیکھا تو جادوگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”یہ دونوں بھائی بلاشبہ جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم اور تمہارے وطن سے نکل دیں اور تم پر غلبہ پالیں تم اپنا کام شروع کرو اور پرے باندھو موسیٰ کے مقابلے پر ڈٹ جاؤ اور آج جو بھی غالب آئے گا وہی کامیاب ثابت ہوگا۔“

جادوگر بے حد مطمئن اور خوش تھے کہ فرعون اس کے درباریوں اور امراء کے ساتھ ان گنت لوگ جو وہاں جمع تھے ان کی پشت پر تھے موسیٰ علیہ السلام نے جب سارے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ ”اے ساحرو! تمہاری ہلاکت سامنے آ چکی ہے اللہ تعالیٰ پر کسی بہتان نہ لگاؤ اور اس کے ساتھ خدا کی طرف فرعون یا کوئی شریک نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرے تو وہ تمہارا خالق اور رازق ہے تمہیں عذاب میں ہیں ڈالے گا اور تمہاری بنیاد کو اکھاڑ ڈالے گا اور سن لو کہ اللہ پر بہتان باندھنے والا بڑے گھٹانے میں رہتا ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر ان جادوگروں پر بھی خاطر خواہ اثر ہوا ان میں سے نہ یہ مشورہ کرنے لگے کہ ہمیں اس مقابلے سے باز رہنا چاہیے لیکن کچھ دوسرے ساحروں نے انہیں سمجھایا کہ اب تو مقابلہ سر پر آ گیا ہے ایسے موقع پر انکار کرنا بددیانتی اور وہ خلافی ہے۔

اب مقابلے کے سارے سامان پوری طرح تیار تھے شہ نشین پر فرعون اس کے وزیر امراء سب آچکے تھے ایک طرف فرعون کی سوتیلی ماں آسیہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی وہ بھی بیٹھی تھی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی اور فتح مندی کے دعائیں مانگ رہی تھی۔

اس موقع پر مصر کے ان سارے جادوگروں کا سربراہ شمعون اپنے کچھ ساتھی ساحروں کی راہنمائی میں فرعون کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

”اے راجہ دیوتا کے عظیم اوتار اگر ہم یہ مقابلہ جیت گئے تو کیا اس کا کچھ انعام بھی ملے گا۔“

فرعون مسکرایا اور اپنے سامنے کھڑے سارے ساحروں کو خوش کرنے کی خاطر انہیں آواز میں کہنے لگا۔ ”اے مصر کے معزز اور محترم ساحرو! آج کا میدان اگر تم

ان سے ایمان لائے تھے۔ وہی جادوگر جو تھوڑی دیر قبل فرعون سے انعام و اکرام، لات و جاہ کی آرزوئیں اور التجائیں کر رہے تھے، وہی ساحر اب ایمان کے بعد ایسے اور بے خوف ہو گئے کہ ان کے سامنے سخت سے سخت مصیبت اور دردناک عذاب الٰہی ہو کر رہ گیا اور کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی۔

ان ساحروں نے پہلے اپنے سردار شمعون کے ساتھ مشورہ کیا پھر انہوں نے بے جھجک ہو کر فرعون سے کہا۔

”اے بادشاہ! یہ ہم کبھی اور کسی صورت نہیں کر سکتے کہ سچائی اور روشن دلائل ہمارے سامنے آ گئے ہیں اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں۔“

اے بادشاہ! تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر کر تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا خاتمہ کر دے گا ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہیں۔ وہ ہماری جانیں بخشے والا ہے ہمارے لئے ہمارا اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔“

ان جادوگروں کے اس جواب پر فرعون اور اس کی سلطنت کے ارکان کو سخت اذیت اٹھانا پڑی اور سرعام وہ ذلیل اور رسوا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا وعدہ پورا ہوا۔

یہ صورت حال دیکھ کر غیر اسرائیلی نوجوانوں میں سے ایک جماعت مسلمان ہو گئی جن فرعون کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے اس ایمان کا اعلان نہ کر سکی کیونکہ ایمان قبول کرتے ہی اس کی عام ستم آرائیوں کا سلسلہ شروع ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت فرعون کی ذلت اور شکست نے اسے اور زیادہ غضب ناک کر دیا تھا اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام ایمان لانے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تلقین فرمائی۔

”مومن ہونے کے بعد تمہارا سہارا صرف خدا ہے۔“

ان ایمان لانے والوں نے اس پر لبیک کہا اور خدا کے سامنے گڑ گڑا کر رحمت اور عظمت کی دعائیں اور خالوں کے ظلم اور ستم سے محفوظ رہنے کی التجائیں کرنے لگے۔

فرعون کی اس بے بسی کے موقع پر اس کے درباری اس کے پاس آ کھڑے ہوئے لیکن ان میں سے ایک نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”اے خداوند ہمیں فی الفور موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس

میدان صاف اور خالی ہو گیا اور اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکام رہے اور سب لوگوں کے سامنے مقابلہ ہار گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا یہ کرشمہ دیکھ کر جادوگر حقیقت حال کو جان گئے تھے جسے اس وقت فرعون اور اس کے درباری پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ اس حقیقت کو چھپانے سکے اور جادوگروں نے سرعام اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔

پھر جب سب کے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو سے بالاتر اور اللہ کا معجزہ ہے اور سحر سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ سارے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور با آواز بلند اقرار کر لیا۔

”ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی سارے جہانوں کا رب ہے۔“

فرعون نے جب دیکھا کہ اس کا دام فریب تار تار ہو گیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام شکست دینے کی آخری صورت بھی وہ بھی ختم ہو گئی ہے اور یہ کہ سارے جادوگروں نے اس سے صلاح مشورہ کیے بغیر موسیٰ علیہ السلام کے رب کو اپنا رب تسلیم کر لیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام ایمان لے آئے ہیں تو اسے خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں مصری عوام ہی ہاتھ سے نہ جائیں رہیں اور موسیٰ علیہ السلام اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

اس معاملے کو نالانے کے لئے اس نے مکر اور فریب کا ایک اور طریقہ اختیار کیا اور لوگوں کو سنا تے ہوئے اس نے بلند آواز سے ساحروں کو مخاطب کر کے کہا۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تم سب کا استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش کر رکھی ہے۔ تب ہی میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے انہیں اور ہارون پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فرعون رکا اس کے بعد ساحروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”سنو ساحر! میں تم سب کو ایسی عبرت ناک سزا دوں گا کہ آئندہ کسی کو واسطہ نہ رہے دفائی اور غداری کرنی کی جرأت اور جسارت نہ ہوگی ساحر! میں پہلے تم لوگوں کو ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹاؤں گا اور پھر میں تمہیں صلیب پر لٹکا دوں گا۔“

لیکن ساحروں پر فرعون کی اس دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ وہ نیک نیتی اور

”اے مقدس ملکہ آپ کے بیٹے منتخا نے آپ کو بلایا ہے اور وہ اپنے درباریوں کے ساتھ اس وقت میدان کے ایک طرف آپ کا منتظر ہے۔“

اس موقع پر آسیہ نے غور سے تجسس بھرے انداز میں درباری کی طرف دیکھا جس کے چہرے اور آنکھوں میں آسیہ کے پڑھنے اور اندازہ لگانے میں ان گنت تحریریں اور اچکھے جذبے تھے پھر انہوں نے دیر نہ کی اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہو گئیں۔ آسیہ جب فرعون منتخا کے سامنے آئیں تو اس نے ناراضگی اور خشکی سے پوچھا۔

”اے خاتون مجھے خبر ملی ہے کہ جادوگروں کے ساتھ مقابلے کے دوران تم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی کامیابی اور فتح مندی کے لئے دعائیں مانگتی رہی ہو۔“

آسیہ نے پہلے لہجہ بھر کے لئے معنی خیز انداز میں فرعون کی طرف دیکھا پھر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگیں۔

”تو نے جو کچھ سنا ہے سچ سنا ہے میں تمہارے اور درباریوں کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائیں ہوں۔ وہ ایسا رب ہے جو رزاق اور مالک ہے اس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں جس کے سامنے تعظیم ادا کی جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آسیہ کہیں، پھر دوبارہ وہ فرعون کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔

”تم اور تمہارے درباری گواہ رہنا کہ میں کائنات کے اس مالک اور واحد رب پر ایمان لاتی ہوں جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اپنی بے مثل حکمت سے انسان کے اندر احساسات جذبات، شعور اور عقل اور فکر اور تخیل جیسے جذبے بھر دیئے۔“

آسیہ کہیں، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

”اے فرعون تو لوگوں کا رب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ جذبے انسان کے اندر کیسے بھر گئے اور کیا تو ایسا کرنے پر قادر ہے؟ کیا تو جانتا ہے کہ انسانی بناوٹ کے عناصر ترقیبی میں سے کون سا عنصر ان جذلوں کا منبع ہے۔“

فرعون کے پاس چونکہ ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا لہذا اپنے درباریوں اور وہاں جمع ہونے والے دوسرے لوگوں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے اس نے اپنے وزیر کو مخاطب کر کے کہا۔

کے ساتھ مصر کے اندر فساد پھیلائیں اور ہمارے دیوتاؤں کو ٹھکراتے پھریں۔“

پھر موسیٰ علیہ السلام کی روحانی طاقت اور معجزے کا مظاہرہ دیکھ کر فرعون پہلے ہی بے مرموع ہو چکا تھا اس بناء پر اسے موسیٰ کو قتل کر دینا تو دور کی بات ان کے خلاف نامہ کہنے تک کی مطلق ہمت نہ ہوئی اپنے درباریوں کی تسلی کے لئے اس نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

”تم لوگ گھبراتے کیوں ہو میں اسرائیلیوں کی طاقت بڑھنے نہ دوں گا اور میں ان لوگوں کو اس قابل ہی نہ رہنے دوں گا کہ یہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔“

جس وقت فرعون اپنے درباریوں کے ساتھ یہ گفتگو کر رہا تھا اس کا ایک درباری بھاگا بھاگا آیا اور بڑی بدحواسی میں فرعون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے آقا میں آپ سے ایک ایسی بات کہنے آیا ہوں جو نا صرف ہم سب کے لئے تعجب خیز اور حیران کن ہے بلکہ بے حد تکلیف دہ بھی ہے۔“

فرعون کچھ دیر غور سے اس درباری کو دیکھا رہا پھر فکر گیری آواز میں کہا۔

”جو کہنا ہے جلدی کہہ مجھے مزید فکر اور اہام میں نہ ڈال۔“

درباری نے اپنی سانس درست کی پھر بولا۔

”اے آقا نئی اور عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی سوتیلی ماں آسیہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اس میدان میں عام لوگوں کے اور بھی موسیٰ علیہ السلام کی فتح مندی اور کامیابی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھیں اور دعا بھی ملی عام نہیں بلکہ وہ نہایت عاجزی و انکساری اور رقت کے ساتھ آنسوؤں میں ڈوب کر ان رب سے دعا مانگ رہی تھیں جس پر ایمان لانے کو موسیٰ علیہ السلام ہمیں کہتا ہے۔“

فرعون کے چہرے پر یہ بات سن کر ناگواری اور انتہائی کیفیت طاری ہو گئی تھی ہند تاجے خاموش رہ کر اس نے کچھ سوچا پھر وہ حکمانہ انداز میں اپنے درباری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم ابھی اور اسی وقت جاؤ اور آسیہ خاتون کو باکر میرے پاس لاؤ۔“

چنانچہ فرعون کا یہ حکم سن کر وہ درباری بھاگا بھاگا وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس وقت آسیہ مقابلے سے اس میدان سے نکل کر شاہی محل کی طرف جاری تھیں کہ درباری نے انہیں جالیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مدین والوں کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ حنیوں کے مرکزی شہر خوشاش کے (ان میں خیمہ زن ہوا تھا۔ اس تجارتی قافلے میں طرح طرح کا سامان تھا اور وہ سامان انہوں نے اپنے خیمے سے باہر حنیوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے پھیلا دیا تھا۔ اس سامان میں آگ جلانے کے آہنی آلے، ریشم منقش، چڑے کا سامان، کڑھا ہوا کپڑا، چاندی سونے کے ہار اور زیورات، گوہر اور جواہرات، عورتوں کے لئے استعمال ہونے والی ٹوپیاں اور کمر بند، منقش چڑے کے صندوق، لوہے کے برتن، جو اور سوکھا ہوا گوشت رکھنے کے لئے چڑے کے تھیلے، آنتوں کو سوکھا کر بنائی گئی تانت بھیڑ کے اونچی اڑی کے جوتے چڑے کے، پاچا، سردی سے بچنے کے لئے طرح طرح کے قیمتی لہارے، کتان کے کپڑے، لوہے کے برتن، تراشے ہوئے ہاتھی دانت کی چیزیں، زیور رکھنے کیلئے چیزھ کی لکڑی کے ڈبے، خوبصورت آئینے غرض کہ ان کے پاس غریب مرد عورتوں سے لے کر شاہی خاندان کے مرد و عورتوں کے استعمال کا دافر سامان تھا۔ مدین کا یہ تجارتی کاروان حقیقت میں لیمان اور مولک کا کاروان تھا اور جو تاجر کی حیثیت کے ساتھ ان کے ساتھ کام کر رہے تھے، وہ سارے سیتانی جنگجو تھے۔ چنانچہ حنیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے باہر خیمہ زن ہوئے اور اپنی خیمہ گاہ کے سامنے انہوں نے تجارتی سامان لگا دیا تھا تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکیں۔

جس وقت خیمہ گاہ کے سامنے کپڑے بچھا کر ان پر سامان نمائش کے لئے سجایا جا چکا تھا تب ایک جگہ لیمان اور مولک دونوں جمع ہوئے پھر لیمان مولک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مولک میرے بھائی ابھی تو ہم اپنے کام میں بالکل کامران ہیں کسی کو شک نہیں کہ ہم تاجر نہیں کچھ اور ہیں۔ میرے بھائی تجارت کا سامان تو ہم نے لگادیا ہے۔ اب

”دیکھو آسیہ خاتون خود اپنا جرم تسلیم کر چکی ہیں اور سب کی موجودگی میں انہوں نے اقرار کر لیا ہے کہ وہ موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئی ہیں لہذا میری طرف سے ان کے لئے فیصلہ یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ہسرتی طرح زمین پر لٹا دیا جائے پھر ان کے اوپر ایک بھاری چٹان گرا دی جائے۔“

چنانچہ فرعون کے کارکنوں نے اس کا بندوبست کیا آسیہ کو اس سزا سے گزارنے کے لئے جس کا اعلان کیا تھا سب سے پہلے چٹان کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد سزا کی تکمیل کے لئے سب لوگوں کے سامنے آسیہ کو زمین پر لٹا دیا گیا چٹان گرائے جانے سے قبل آسیہ نے خداوند قدوس کے نزدیک نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر دعا کی اور کہا۔

”اے میرے اللہ مجھے اس رسوائی اور کرب سے بچا“ آسیہ کی یہ دعا خداوند قدوس کے ہاں قبول ہوئی قبل اس کے کہ فرعون کے کارکن آسیہ پر چٹان گرا کر ان کا خاتمہ کر دیتے اس چٹان کے گرنے سے پہلے ہی آسیہ کی روح قبض کر لی گئی اور وہ اس جہان سے کوچ کر گئی اور چٹان ان کے مردہ جسم پر گری اس طرح خداوند قدوس نے آسیہ کو چٹان گرنے سے نجات دے دی تھی۔

اس طرح فرعون، آسیہ کو اس کے ایمان لانے کی سزا دینے اور ساحروں کے لئے سزا تجویز کرنے کے بعد وہاں سے اپنے امراء، مشیروں، وزیروں اور کارکنوں کے ساتھ ہٹ گیا تھا دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے یہ مقابلہ جیتنے کے بعد اور زیادہ تنگ و دو اور نئے جذبہ کے ساتھ تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔



میری اس کائنات کے پیدا کرنے والے سے دعا ہے کہ میری ماں بھی دوسری عورتوں کے ساتھ یہاں سامان دیکھنے کے لئے آئے۔ میں تو اپنی ماں کو پہچان جاؤنگا اور انہیں امید ہے میری ماں بھی مجھے پہچان لے گی۔ گو ہمیں پتھر سے کئی برس ہو چکے ہیں لیکن میری ماں ہے۔ اپنے بیٹے کو پہچانے کی ضرور۔ اب میری ذہن میں یہ بات آئی ہے اگر میری ماں خوشاش کی دوسری عورتوں کے ساتھ یہ سامان دیکھنے نہ آئی تو پھر ہم ان کریں گے ہمارا تو سارا مقصد بھی خراب ہو جائے گا۔

لیمان نے ان الفاظ کے ساتھ مولک بھی پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا کچھ دیر بعد خاموش رہے اس کے بعد مولک لیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائی اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے چند روز اس طرح نمائش کے لئے سامان لگا کر ہم تمہاری ماں کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ آگئی تو ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ تم اس سے گفتگو کرنا۔ میرے خیال میں تمہیں دیکھنا تمہاری ماں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور وہ تمہارے ساتھ جانے پر فی الفور رضامند ہو جائے گی۔ میرے عزیز بھائی اگر سامان کی اس نمائش کے دوران تمہاری ماں نہ آئی تب ہم ایسا کریں گے اپنے سامان میں سے کچھ قیمتی اشیاء جو شاہی خاندان کے افراد کے لئے مناسب ہوں وہ لے کر حنیوں کے شاہی محل کا رخ کریں گے وہاں شاہی گھرانے کے افراد کے سامنے وہ چیزیں تحفہ پیش کرنے کے لئے جائیں گے اور نتیجہ امید ہے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو شاہی محل کے اندر کہیں نہ کہیں تمہاری ماں بھی ہوگی۔ اس سے بھی ملاقات ہوگی اس طرح کر کے ایسا ہو گیا تب بھی تمہاری ماں ہمارى ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع جائے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی کاروائی کی ابتدا کریں گے مولک کی اس گفتگو سے لیمان مطمئن ہو گیا تھا۔

”لیمان اور مولک لگاتار تین روز اسی طرح سامان لگاتے رہے۔ تیسرے روز شام سے کچھ پہلے جبکہ لیمان اور مولک ایک جگہ کھڑے تھے اچانک لیمان چونکا اور مولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مولک میرے بھائی کام ہوگا۔ وہ ہو عورتیں آئی ہیں، وہ دیکھو ان میں میری ماں بھی ہے اسے میں پہچان چکا ہوں۔“

چنانچہ اس موقع پر لیمان نے کچھ سوچا پھر مولک کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دوبارہ

”تم یہیں رکھو میں ان عورتوں کی طرف جاتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو میری ماں وہیں دوسری عورتوں کے ساتھ تھوڑا بہت سامان دیکھ کر واپس چلی جائیں مجھے ان کے سامنے چاہیے تاکہ میری ملاقات میری ماں سے ہو اور اس کے ساتھ مل کر میں اپنے مستقبل کا ائندہ عمل طے کر سکوں۔“

مولک نے اس سے اتفاق کیا تھا چنانچہ جو عورتیں آئی تھیں لیمان بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

وہ عورتیں سارے سامان کا جائزہ لے رہی تھیں ان عورتوں میں لیمان کی ماں مریان بھی تھی۔ لیمان نے اس موقع پر اپنی ماں کو مخاطب نہیں کیا بلکہ جوں جوں وہ سامان دیکھ کر آگے بڑھتی رہی وہ بھی ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ایک موقع پر جب مریان نے نگاہ اٹھا کر لیمان کی طرف دیکھا تو چونک سی پڑی اس کی نگاہیں لیمان پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ سامان دیکھنا وہ بھول گئی تھی۔ اس موقع پر لیمان نے بھی رد عمل کا اظہار کیا ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنی ماں کو ایک طرح سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ تمہارا بیٹا ہوں اور فی الحال چپ رہو۔

لیمان کے اس اشارے پر مریان کے چہرے پر گہری پرسکون مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر دوسری عورتوں سے وہ علیحدہ ہو کر سامان دیکھنے لگی تھی۔ جب اس نے ایسا کیا تب لیمان اس کے قریب گیا اور انتہائی محبت میں کہنے لگا۔

”اماں یہ جو کچھ سامان ہم نے بچھایا ہے یہ صرف آپ سے رابطہ کرنے کے لئے اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کیا ہے اماں!“

یہاں تک کہتے کہتے لیمان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ مریان تجارتی روٹی ہوئی آواز میں انتہائی شفقت اور محبت میں کہنے لگی۔

”میرے بیٹے تجھے دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی میں تجھے گلے لگا کر تجھے چوم نہیں سکتی کہ یہ موقع محل نہیں ہے، یہ بتا میری بیٹی یوریا کیسی ہے؟“

”وہ ٹھیک ہے اماں۔“

مریان کچھ دیر خاموش رہی پھر پوچھا۔ ”تمہاری دادی اماں اور برزہ کبسی ہیں۔“

تمہارے باپ پر ٹوٹ پڑے اور ان کا خاتمہ کر دیا کاش وہ خم ٹھونک کر آتے تو پھر
دیکھتے تمہارا باپ کیسے ان پر حاوی ہوتا لیکن وہ اچانک اپنی کمین گاہ سے نکل کر حملہ آور
ہوئے اور تمہارے باپ کو جس نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے لشکریوں کو اپنے سامنے
ریت کے ڈروں کی طرح اڑا دیا جس نے بڑے بڑے کوسور ماؤں کو بڑے بڑے تیغ
ڈلوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا اس کا انہوں نے خاتمہ کر دیا اور مجھے زبردستی
اٹھا کر حتیٰ اپنے لشکر میں لے گئے اور وہاں سے اپنے مرکزی شہر خوشاں لے آئے۔
میرے بچے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ تو ایک تجارتی کاروان کے ہمیں
میں یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ مجھے امید ہے ہم دونوں ماں بیٹا اپنے دونوں مقصد حاصل
کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے میرے بچے میری بھی سب سے بڑی خواہش یہ ہے
کہ میرے شوہر کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے وہ جب اس شہر کے اندر چلے پھرتے
ہیں تو یاد رکھنا انہیں دیکھ کر میں اپنے جینے کو بے کار سمجھتی ہوں اور یہ سوچنے لگتی ہوں کہ
کاش یہ زندگی مجھے ملی ہی نہ ہوتی اور اگر ان سے انتقام لیا جاتا ہے تو میرے بچے میں
سمجھو گی میں نے کچھ نہیں کھو یا میرے بچے تیرے باپ کے قاتل چار ہیں دیکھ بچے ان
پر ہمیں سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا ہے میں ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے چلی جاؤں گی آج
جب سورج غروب ہو جائے گا تب ساربن نام کی ایک خادمہ تم سے رابطہ قائم کرے گی
وہ میرے بچپن کی ساتھی ہے۔ میری راز دار ہے اور میرے ہر کام کو سمجھتی اور راز بنا کر
رکھنے کی کسی پر عیاں نہیں کرے گی۔ میرے بچے! تو بڑا محتاط رہنا اپنے شوہر کے مارے
جانے کے بعد اب تو ہی میری زندگی کا محور اور مقصد ہے۔ ساربن نام کی وہ خادمہ ان
چاروں افراد کی نشاندہی تفصیل کے ساتھ کرے گی جنہوں نے میرے شوہر اور تمہارے
باپ کو قتل کیا تھا اور ان چاروں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ میرے بچے! جب تم اس خادمہ
سے بات کرو جس کا نام ساربن ہے تو مولک کے علاوہ کسی کو بھی اس گفتگو میں شامل نہ
کرنا ورنہ راز راز نہیں رہے گا۔ جب تمہارے باپ کے چاروں قاتلوں سے انتقام لیا
جائے تب ساربن نام کی وہی خادمہ تم پر وہ لائحہ عمل بھی ظاہر کرے گی جس کے تحت میں
شاہی محل سے نکل کر تمہارے پاس آؤں گی پھر یہاں سے ہم اپنے گھر کی طرف ہولیں
گے میرے بچے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے کام لینا ذرا سی غلطی بھی ہمیں کہیں کا کہیں
پہنچا سکتی ہے۔“

یہاں وہاں موجود تھا آپ کے خطاب کے دوران ایک اسرائیلی اٹھا اور انہیں مخاطب
کر کے کہنے لگا۔
”اے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ اس وقت دنیا میں
کون سب سے زیادہ صاحب علم ہے؟“
اس اسرائیلی کے اس سوال پر آپ نے بلا توقف جواب دیتے ہوئے فرمایا۔
”اس وقت میں دنیا میں سب سے بڑا صاحب علم میں ہوں۔“
خداوند کریم کو شاید موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات پسند نہ آئی تھی لہذا اسی وقت
لہرائے محترم کی طرف سے جبرائیل امین علیہ السلام بھی آئے اور موسیٰ علیہ السلام پر
الکشاف کیا۔
”اے موسیٰ علیہ السلام آپ نے جو خود کو دنیا میں اس وقت سب سے بڑا صاحب علم بتایا
ہے تو یہ درست نہیں ہے آپ کو اس سوال کا جواب یہ دینا چاہیے تھا کہ اللہ ہی بہتر جانتا
ہے کہ اس وقت دنیا میں کون سب سے بہتر صاحب علم ہے۔“
”اے موسیٰ علیہ السلام میں اپنے رب کی طرف سے یہ بھی وحی لے کر آپ کی طرف آیا
ہوں کہ اللہ کا ایک بندہ اس دنیا میں ایسا بھی ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور بعض
امور میں وہ آپ سے بھی زیادہ دانا اور عالم ہے۔“
اس وحی پر آپ سخت لولول اور متحسّس ہوئے اور انتہائی عاجزی سے اپنے رب کے
حضور التجا کی۔
”اے میرے رب تیرا جو بندہ اس وقت سب سے بہتر صاحب علم اور مجھ سے
زیادہ دانا ہے وہ کہاں ہے اس سے مل کر میں اپنے دل کی تسلی کر سکوں۔“
موسیٰ علیہ السلام کے اس التجا کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور فرمایا گیا۔
”اس وقت وہ بندہ مجمع البحرین میں ہے پس اے موسیٰ علیہ السلام تو ایک تلی ہوئی مچھلی
اپنے پاس رکھ جس مقام پر وہ مچھلی گم ہو جائے اس جگہ وہ شخص تمہیں ملے گا۔“
یہ حکم پا کر موسیٰ علیہ السلام نے تیاری شروع کی اور اپنے ایک ساتھی یوشع بن نون کو ساتھ
لیا جسے آپ نے اپنا خلیفہ بنایا تھا اور دونوں دریائے نیل کے کنارے کنارے جنوب کی
طرف مجمع البحرین کی طرف اس شخص سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔
مصر سے سوڈان کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام

اس پر دکھ بھرے انداز میں لہیان کہنے لگا۔
”بہر زود فوت ہو چکی ہیں، وادی اماں بوڑھی ہو چکی ہیں لیکن اماں وہ آپ کو اس
یاد کرتی ہیں کہ آپ کو یاد کرتے کرتے کبھی وہ رو دیتی ہیں۔“
لیحان کے ان الفاظ پر سریان بیچاری ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ لہیان
اسے مخاطب کیا۔

”اماں یہ تجارتی کاروان مدین والوں کا نہیں ہے۔ اماں یہ سارا سامان یہ اماں
ہے اس قافلے میں جس قدر افراد ہیں وہ تاجر نہیں ہیں سارے لشکر کے جنگجو ہیں۔ اماں
ان کے اندر غم طباش کا بیٹا مولک بھی ہے۔ وہ فی الحال تھوڑا آگے کھڑا ہے میں نے اس
بھی اسے روکا ہے تاکہ میں آپ سے علیحدگی میں گفتگو کر سکوں۔ اماں! میں اب
سارے جنگجوؤں کو لے کر پہلے مدین والوں کی سرزمینوں میں گیا۔ وہاں سے یہ اماں
سامان خرید کر ہم تاجروں کے ہمیں میں اس طرف آئے ہیں اور ہمارے اس طرف
آنے کے اماں دو مقاصد ہیں۔“

”پہلا یہ کہ میں آپ کو یہاں سے نکال کر اپنے گھر لے کر جاؤں دوسرا مقصد
ہے کہ میں اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لوں۔ اماں میں نے اپنی زندگی کا یہ ایک
اہم جزو بنا رکھا ہے کہ میں اپنے باپ کے قاتلوں سے ضرور انتقام لوں گا انہیں زندہ نہیں
چھوڑوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لہیان جب خاموش ہوا تب سریان کہنے لگی۔
”میرے بچے میں تو خود اپنے گھر جانے کے لئے بڑی بے چین ہو رہی ہوں
تمہارے باپ کو قتل کرنے کے بعد جب مجھے یہاں لایا گیا تو مجھے مجبور کیا گیا، مجھ پر قہر
کی گئی میں دوسری شادی کر لوں پر میرے بچے میں نے ایسا نہیں کیا۔ میرے ایسا کرنے
سے پہلے مجھ پر پہرہ لگادیا تھا میری نقل و حرکت پر گہری نظر رکھی جاتی تھی اور جب یہ
دیکھا گیا کہ اب میں یہاں سے جانے والی نہیں تو پھر مجھ پر پہرہ ختم کر دیا گیا۔ اب
میں اپنی مرضی سے آجائکتی ہوں سن میرے بچے تیرے باپ کے چار قاتل ہیں اگر وہ
سامنے آ کر تیرے باپ کا مقابلہ کرتے تو وہ انہیں خشک پتوں کی طرح اڑا کر رکھ دیتا
لیکن وہ کم بخت اس وقت گھات میں بیٹھے ہوئے تھے جب میں اور تمہارے باپ گھوڑ
دوڑ کے لئے اٹکے تھے اور جب ہم ان کی گھات کے قریب گئے تو اچانک اٹکے اور ایک

یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب خاموش ہوئی تب بے پناہ خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے لہیان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
”اماں! میری سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ آج آپ سے میری ملاقات
گئی ہے۔ اماں! آپ کو میری طرف سے پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں
میں بڑا محتاط ہو کر یہ سارا کام کروں گا اور ساربن نام کی آپ کی خادمہ جس جس کی
طرف بھی اشارہ کرے گی اماں وہ زندہ نہیں رہے گا۔“ لہیان جب خاموش ہوا تب ایک
گہری پیاد بھری نگاہ سریان نے اس پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

”میرے بچے! میرے بچے! ہم دونوں ماں بیٹے کا یوں علیحدہ کھڑے ہو کر اس
طرح گفتگو کرنا بھی ہمیں مشکوک کر سکتا ہے۔ اب تم جاؤں کچھ دیر سامان کا جائزہ لیتی
ہوں پھر جو شاہی خاندان کی عورتیں میرے ساتھ آئی ہیں ان کے ساتھ واپس چل دوں گی
اس پر لہیان کہنے لگا۔

”اماں آپ خالی ہاتھ نہ جائیے گا یہاں سے کچھ سامان بھی لے کر جائیے گا تاکہ
آپ کے ساتھ جو شاہی خاندان کی عورتیں آئی ہیں اور آپ یہ جو علیحدہ ہو کر مجھ سے
گفتگو کر رہی ہیں تو جب آپ اپنی پسند کا کوئی سامان لے کر جائیں گی تو ان کو خشک نہیں
ہوگا وہ یہی سمجھیں گی کہ آپ جو ان سے علیحدہ ہوئی ہیں تو آپ نے اپنے لیے سامان
پسند کر لیا ہے۔“

لیحان کے ان الفاظ کے جواب میں سریان مسکرائی اور کہنے لگی۔
”بیٹے میں ایسا ہی کروں گی تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب تم جاؤ، اپنے کام میں لگ جاؤ۔“
اپنی ماں کے ساتھ اس گفتگو پر لہیان خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر سریان آتے
بڑھنے لگی۔ کچھ چیزیں اس نے پسند کر لیں اور پھر شاہی خاندان کی ان عورتوں میں
شامل ہوئی تھی وہ بھی کچھ چیزیں خرید چکی تھیں لہذا ان کے ساتھ سریان واپس چلی گئی
تھی۔



موسیٰ علیہ السلام اک روز اپنی تبلیغ کے سلسلے میں بنی اسرائیل کو خطاب کرتے
والے تھے اور اس وقت ان کے سامنے بنی اسرائیل میں سے سننے والوں کا ایک بہت

جہاں پر پھیلی کپڑے سے نکل کر دریا کے اندر چلی گئی تھی، بس دونوں حضرات وہاں سے مڑے تیزی سے دریائے نیل کے کنارے اس چٹان کی طرف بڑھنے لگے جہاں پر اہل کا واقعہ پیش آیا تھا۔

جب دونوں واپس اس چٹان کے پاس پہنچے تو دیکھا وہاں ایک شخص نہایت صاف طور سے کپڑے زیب تن کیے سفید چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس محترم شخص کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا جواب اسے ہونے لگا کہ وہ بندہ اٹھ کھڑا ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

”تمہاری اس سرزمین میں سلام کہاں؟“ اللہ کے بندے کا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں مسلمان نہیں رہتے موسیٰ نے اس بات پر ان سے کہا۔

”میرا نام موسیٰ ہے۔“ اس پر اللہ کے اس بندے نے استغناء سے انداز میں کہا۔

”موسیٰ بن عمران؟“

موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تائید کی ہاں میں موسیٰ بن عمران ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص خاص علوم جو خدا نے آپ کو بخشے ہی سکھادیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ پر اللہ کے بندے کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہ اس نے کہا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام تم ان معاملات میں صبر نہ کر سکو گے اس لیے کہ خداوند تعالیٰ نے تم کو نبی اور رموز اسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو تمہیں نہیں دیا اور تمہیں ایسے تشریفی علوم عطا کیے ہیں جن سے مجھے مستفید نہیں کیا گیا۔ پس اے موسیٰ علیہ السلام میں ایک بار پھر کہتا ہوں ان معاملات میں تم میرے ساتھ صبر سے کام نہ لے سکو گے۔“

جواب میں موسیٰ نے ایک عزم اور استقلال کا اظہار کرتے ہوئے وعدہ کرنے کا انداز میں کہا۔

”آپ یقیناً مجھے صابر پائیں گے۔“ اس پر اللہ کے اس بندے نے اس عزم کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

”میں ایک شرط پر تمہیں ساتھ رکھنے پر تیار ہوں کہ کوئی بھی واقعہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ کر مجھ سے کوئی سوال نہ کرے گا تاوقتیکہ میں خود ہی تمہیں ان امور کی حقیقت سے

اس مقام پر آئے جہاں دریائے نیل کی دو شاخیں البحر الرزق اور البحر البیش آتی ہیں ملتی ہیں تو دونوں ایک چٹان کے پاس بیٹھ کر سستانے لگے اس لیے کہ یہی مقام بحر البحرین تھا۔

سفر کے دوران تھکاوٹ کے باعث دونوں لیٹ گئے اور نیند نے ان پر غالب آ گیا یہاں تک کہ یوشع بن نون علیہ السلام بیدار ہوئے تو انہوں نے ایک انتہائی عجیب خیر اور خیر انگیز واقعہ دیکھا۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ پھیلی جو خداوند قدوس کے حکم کے مطابق وہ مل کر کھانے کے لئے اپنے ساتھ لائے تھے وہ کپڑے میں سے نکل کر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی ہوئی پانی میں داخل ہوئی اور تیرتی ہوئی آگے نکل گئی تھی۔

یوشع بن نون علیہ السلام نے یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ پانی کے اندر جس جس کی وہ پھیلی آگے گئی وہاں پانی برف کی طرح جم گیا اور پانی پر دریا میں سے برف کی ایک پگڈنڈی سے بن گئی تھی یہ واقعہ دیکھ کر جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو یوشع ان سے یہ واقعہ بیان کرنا بھول گئے۔

پھر دونوں اس چٹان سے جو دریائے نیل کے کنارے تھی اٹھے اور سفر پر روانہ ہوئے راستے میں موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے نون کے بیٹے میں بھوک محسوس کرنے لگا ہوں۔ آؤ یہاں بیٹھیں اور چندا پھیلی نکالیں اور اس سے بھوک کا تدارک کریں۔“

یہ سن کر یوشع بن نون کو وہ سارا واقعہ یاد آ گیا کہ کس طرح پھیلی کپڑے سے نکل کر پانی کے اندر چلی گئی تھی پس موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”افسوس پھیلی کا تو اس جگہ ایک عجیب خیر واقعہ پیش آیا تھا جہاں ہم نے دریا۔۔۔ نیل کے کنارے چٹان کے پاس لیٹ کر آرام کیا تھا مگر میں واقعہ آپ کو بتانا بھول گیا تھا شاید یہ بھی ابلیس ہی کا چرکہ ہو اس کے بعد یوشع بن نون نے پھیلی کے کپڑے سے نکل کر دریا میں جانے کی کوشش موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دی تھی۔ یوشع بن نون علیہ السلام سے یہ سب کچھ سن کر موسیٰ علیہ السلام چونکے اور کہنے لگے۔“

یوشع بن نون افسوس کہ ہم دونوں بہت آگے نکل آئے جہاں پھیلی کا یہ واقعہ پیش آیا اس بعد ان کی منزل مقصود سے انڈیا، اسی کا سفر کریں اور اس چٹان کی طرف

اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فوراً معذرت خواہانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بات میں بالکل فراموش کر بیٹھا تھا۔ اس لیے آپ میری اس حرکت پر مجھ سے مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملے میں سخت گیری سے کام نہ لیں۔“

اس نے موسیٰ علیہ السلام کی اس معذرت کو قبول کر لیا اور دوبارہ سفر شروع ہوا۔ اسی اثناء میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آ کر بیٹھی اور اس نے پانی میں چونچ ڈال کر ایک قطرہ پانی کا پی لیا۔ تب اللہ کے اس بندے نے اس چڑیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علم الہی کے مقابلے میں میرا اور تیرا علم ایسے ہی بے حقیقت اور بے وقعت ہے جیسے اس بحر کے مقابلے میں پانی کا وہ ایک قطرہ جو اس چڑیا نے پیا ہے۔“

بہر حال جس کشتی میں وہ سفر کر رہے تھے وہ دریائے نیل کے دوسرے کنارے ہاگلی۔ اور تینوں اتر کر دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بستی کے قریب آئے جس کے باہر ایک کھلا میدان تھا جس کے اندر بہت سے بچے آہل میں کھیل رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون کے ساتھ سفر کرنے والے خدا کے اس بندے نے ایک بچے کے پاس آ کر اسے غور سے دیکھا پھر اسے قتل کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو پھر صبر کا یار نہ رہا لہذا اسے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

”آپ نے ناحق ایک معصوم مار کر بہت برا کیا۔“ اس پر اس نے دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”میں تو شروع ہی میں کہہ چکا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہ کر میرا اور ضبط سے کام نہ لیں گے۔“ اس پر موسیٰ علیہ السلام پھر کہنے لگے۔

”اس مرتبہ اور نظر انداز کیجئے اس کے بعد بھی اگر میں صبر نہ کر۔۔۔ کا تو پھر معذرت کا کوئی موقع نہ دیتے گا۔“ چنانچہ اس نے اس عذر کو قبول کر لیا اور سفر دوبارہ شروع ہوا۔

چلتے چلتے وہ تینوں پھر ایک بستی کے پاس آئے بستی کے اندر داخل ہوتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے خوش حال اور مہمان نواز لگتے تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ شخص کہنے لگا۔

”میرا خیال ہے تھوڑی دیر یہاں سنا لیا جائے اور بستی والوں سے مسافر ہونے کے متانت سے کھانے کے لئے کچھ طلب کیا جائے۔“

آگاہ نہ کر دوں۔ اگر تم اس شرط کو تسلیم کرو تو پھر میں تم دونوں کو سفر میں اپنے ساتھ رہنے کو تیار ہوں جس کے دوران تم اسرار اور رموز اور کونی علوم سے متعلق جان پاؤ گے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے اس بندے کی اس شرط کو قبول کر لیا تب اس نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے پر رضا مندی کا اظہار کیا۔

اب موسیٰ علیہ السلام بن عمران یوشع بن نون اور اللہ کا وہ بندہ دریائے نیل کے کنارے کنارے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ تینوں ایک ایسے گھاٹ پر جا پہنچے جہاں لوگوں کا ایک بہت بڑا مجمع ہو رہا تھا اور بے شمار کشتیاں بھی کھڑی تھیں جن میں دریا پار جانے والے لوگ سوار ہو رہے تھے۔

چنانچہ وہاں کھڑے ہو کر اللہ کے اس بندے نے ایک کشتی میں بیٹھنے کا قصد کیا جب وہ اس کشتی کے مالکوں کے پاس آئے اور انہیں کرایہ ادا کر کے دریا پار جانے کو کہا تو ایسا ہوا کہ کشتی والوں نے انہیں پیمانہ لیا اور ان سے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔

تب اللہ کے اس بندے نے یہ ارادہ کیا کہ ان کی کشتی میں نہ جائیں گے بلکہ اپنی اور ایسے ملاح کی کشتی میں دریا پار جائیں گے جو ان کو جانتا نہ ہو اور کرایہ بھی وصول کرے۔

جب اس کشتی والوں نے اللہ کے اس بندے کو روک لیا اور اصرار کیا کہ وہ انہیں کی کشتی میں سوار ہو کر دریا پار کریں اس پر وہ آمادہ ہو گئے اور یوں اللہ کا وہ بندہ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون کے ساتھ دریا پار کرنے کے لئے اس کشتی میں سوار ہو گیا۔

ابھی وہ کشتی تھوڑی ہی دور پہنچی ہوگی کہ اللہ کا وہ بندہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کشتی کے سامنے والے حصے کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس میں سوراخ کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اس حرکت پر ضبط نہ ہو سکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”کشتی والوں نے تو ہم پر یہ احسان کیا کہ آپ اور ہم دونوں کو بغیر کرایہ کے مفت اپنی کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ اس کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ اس کشتی کے سارے مسافر پانی میں ڈوب مریں۔“

موسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ پر اللہ کا وہ بندہ بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری باتوں پر صبر نہ کر سکو گے۔ وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا اور تم بول پڑے۔“

یہ بچ بڑا ہو کر ہر صورت اپنے ماں باپ کو ان کے ایمان کے خلاف سرکشی اور اسلام کے خلاف کفر پر آمادہ نہ کر دے۔ اس لیے کہ ماں باپ اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرنے کی وجہ سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں میں نے اس کے ماں باپ کا ایمان بگاڑنے کے لئے اس لڑکے کا کام تمام کر دیا۔ اب اس لڑکے کے بدلے میرا رب ان مایوس بیوی کو پاکیزہ اور اس سے بہتر اولاد دے گا جو اپنے ماں باپ سے محبت کرنے والی ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اللہ کا وہ بندہ رکا پھر تیسرے واقعہ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب تیسرے واقعہ کی حقیقت سنو! جو دیوار میں نے اس بستی میں بغیر معاوضہ کے مہیسی کر دی تھی وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس بستی میں رہتے ہیں۔ دیوار کے ان کا ورثاتی مال دفن ہے۔ جو ان کے صالح اور ایماندار باپ نے مرنے سے پہلے ان کو دیا تھا اگر دیوار گر جاتی تو یتیمی کے لوگ وہ مال لوٹ کر لے جاتے اس لیے اسے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ میں دیوار کو سیدھا کر دوں تاکہ وہ دونوں یتیم اپنے بلوغت کے سن کو پہنچ کر اپنے مال سے مستفید ہو سکیں۔“

ساری تشریح کرنے کے بعد اللہ کا وہ بندہ اپنی غیر مرئی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

”اب مویٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام اپنے گھر کی طرف روانہ ہو لیے تھے۔ اللہ کا وہ بندہ جس کے ساتھ مویٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام نے سفر کیا اس سے ملنے کیلئے والوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مویٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے جو تین کام کیے ان میں تیسرا کام تو شریعت سے نہیں نکلتا مگر پہلے دو کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت سے آج تک رائج الہیہ میں ثابت رہے ہیں کوئی شریعت بھی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی چیز کو ملوک کو خراب کر دے اور کسی کے بچے کو بے قصور قتل کر ڈالے حتیٰ کہ کسی انسان کو اپنی الہامیہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ کشتی کو آگے جا کر ایک غاصب جھین لے گا اور فلاں دیوار بڑا ہو کر سرکش اور قاتل نکلے گا یا کافر نکلے گا تب بھی اس کے لئے خدا کی بھیجی ہوئی ہمتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بناء پر کسی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالے۔“

مویٰ علیہ السلام نے ان کے خیال کی تائید کی تب وہ شخص اس بستی کے ایک آدمی کو پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم اس بستی میں مسافر ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہماری مہمان نوازی کریں۔“ اللہ کے اس بندے کی بات کے جواب میں اس شخص نے مہمان نوازی کا صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے چند افراد سے بھی یہی گزارش کی لیکن کسی نے کسی بھی فرد نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب وہ لوگ بستی والوں سے مایوس ہو کر جانے لگے تو اللہ کے اس بندے نے دیکھا کہ ایک مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور اس کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔

تب اس نے مافوق فطرت انداز میں دیوار کو سہارا دیا اور دیوار سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس پر مویٰ علیہ السلام پھر صبر نہ کر سکے اور اللہ کے اس بندے کو ٹوکا اور فرمایا۔

”ہم اس بستی میں مسافر نہ وارد ہوئے مگر آپ کی التجا کرنے پر بھی بستی والوں نے ہماری مہمان نوازی نہ کی اور نہ ہی کسی نے ہمیں آرام کرنے کے لئے جگہ کی پیشکش کی اور آپ نے اپنی طرف سے یہ کیا کیا کہ ایسے ناشکرے اور بے مروت لوگوں کی ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر اجرت کے درست کر دیا۔“

مویٰ علیہ السلام کے ان الفاظ کے جواب میں اللہ کا وہ بندہ پھر بولا اور کہنے لگا۔

”اے مویٰ علیہ السلام! اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ اب میں تمہارے سامنے تینوں واقعات کی حقیقت کھول کر بیان کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ اب مزید نہ جاری نہیں رکھ سکتا۔“

”سنئے مویٰ علیہ السلام! پہلا واقعہ کشتی کا تھا جس میں میں نے سوراخ کر دیا تھا۔ وہ کشتی چند غریب آدمیوں کی تھی اور وہ اس کے ذریعے محنت مزدوری کر کے روزی کماتے ہیں۔ اسی پر ان کی گزر بسر ہے۔ اس میں عیب ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ دریا کے پار ایک ظالم اور جاہل حکمران کی حکومت ہے جو ہر اچھی کشتی کو اس کے مالکوں سے چھین لیتا ہے۔ اگر وہ کشتی چھین جاتی تو وہ اپنے روزی کے اس سہارے سے محروم ہو جاتے۔“

”سنئے مویٰ! دوسرا واقعہ اس لڑکے کا ہے جسے بقول آپ کے میں نے جلا وطن کر دیا ہے۔ اس لڑکے کے ماں باپ صالح اور ایماندار ہیں۔ وہ لڑکا بڑا ہوتا تو کافر اور انتہائی ظالم اور پھر اس کی ماں کو اس سے بے پناہ محبت بھی تھی۔ سو اندیشہ

ہر کوئی انسان نہ تھے یعنی اس طرح دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں پہلی یہ کہ یہ کام کرنے کے لئے صرف خضر کو مستثنیٰ کیا گیا تھا اور دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ خضر علیہ السلام کوئی انسان نہیں تھے بلکہ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو مشیت الہی کے تحت نہ کہ شریعت کے تحت کام کرتے ہیں۔

اگر ہم پہلی صورت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا وہ بندہ جس نے مویٰ کے ساتھ سفر کیا یعنی خضر انسان تھے تو یہ واقعہ جس انداز میں قرآن مقدس میں پیش کیا گیا ہے اس میں ان کے انسان ہونے کی کوئی تصریح نہیں کی بلکہ ان کے لئے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں جو بظاہر اس بندے کے انسان ہونے پر لازم نہیں آتے اس لیے کہ قرآن مقدس میں جگہ جگہ فرشتوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کسی حدیث میں حضور علیہ السلام سے بھی کوئی ایسا ارشاد منقول نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو نوع انسانی کا ایک فرد قرار دیا گیا ہو۔

یہ واقعہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے اس میں حضرت خضر کے لئے یہ لفظ راجع استعمال ہوا ہے جو اگرچہ مرد انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر انسانوں کے لئے بھی اکثر استعمال ہوا ہے دوسرے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جن یا فرشتہ یا کوئی اور غیر مرئی وجود جب انسان کے سامنے آئے گا تو انسان کی شکل ہی میں آئے گا اور اس حالت میں اس کو بشر یا انسان ہی کہا جائے گا اس لیے کہ حضرت مریم کے سامنے جب فرشتہ آیا تھا اس کے لئے بھی بشری کا لفظ استعمال کیا گیا تھا جس میں ہمارے سامنے کوئی ایسا واقعہ نہیں آتا جس سے یہ ثابت ہو کہ خضر انسان یا بشر تھے۔ اس کے بعد ہمارے لیے پیچیدگیوں کو رفع کرنے کے لئے ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم خضر کو انسان نہیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق سے سمجھیں جو شرع کی مکلف نہ ہو بلکہ کارگاہ مشیت کا کارکن ہو لہذا ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ دریا نے نیل کے کنارے مویٰ اور یوشع بن نون کے ساتھ اللہ کے جس بندے نے سفر کیا تھا وہ اگر خضر تھے تو خضر انسان یا بشر نہیں تھے بلکہ وہ فرشتوں میں سے یا دوسرے کارکنانِ قضاء و قدر میں سے تھے۔



اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ دونوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے پیچیدگی رفع نہیں کرتا۔ سوال یہ نہیں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کام کسی نے کیے تھے ان کا حکم الہی سے ہوتا تو یقیناً ثابت ہے کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ ان کے یہ افعال ان کے اختیاری نہیں ہیں بلکہ اللہ کی رحمت ان کی تحریک ہوئی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ خود بھی فرماتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک خاص علم حاصل تھا جس پر امر و نہی و حکم سے بالا ہے کہ یہ کام اللہ کے حکم سے کیے گئے تھے مگر اصل سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ان احکام کی نوعیت کیا تھی ظاہر ہے یہ شرعی احکام نہ تھے کیونکہ شرع کے بنیادی اصول قرآن اور اس سے پہلے کی آسمانی سے ثابت ہیں۔ ان میں کبھی کسی انسان کے لئے قتل کی گنجائش نہیں رکھی گئی اور بلاشبہ جرم کے کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے۔

اس لیے اجمالاً یہ ماننا چاہئے گا کہ یہ احکام اپنی نوعیت میں اللہ کے ان احکام سے مشابہت رکھتے ہیں جس کے تحت دنیا میں ہر آن کوئی بیمار مارا ڈالا جاتا کوئی تندرست کیا جاتا ہے کسی کو موت دی جاتی ہے اور کسی کو زندگی سے نوازا جاتا کسی کو تباہ کیا جاتا ہے اور کسی پر نعمتیں نازل کی جاتی ہیں۔

اب اگر یہ سچوئی احکام ہیں تو ان کے مخاطب صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ بارے میں شرعی جواز اور عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیارات کے بغیر عوامل الہیہ کی تعمیل کرتے ہیں۔ رہا انسان تو خواہ وہ بلا ارادہ یا مصلحتی حکم کے نفاذ کا ذریعہ بنے اور خواہ الہامی اس طرح کوئی نہیں حکم اور علم یا حکم اور عمل درآمد کرے بہر حال وہ گناہ گار ہونے سے نہیں بچ سکے گا۔ اگر وہ کام جو اس نے کیا ہے کسی حکم شرعی سے نکلتا ہے اس لیے کہ انسان بحیثیت اس کے کہ وہ انسان احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اصول شریعت میں کہیں بھی یہ گنجائش نہیں پائی جاتی کہ انسان کے لئے محض اس بناء پر احکام شرعیہ میں سے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز ہو اسے بذریعہ الہام اس خلاف ورزی کا حکم ملا ہے اور بذریعہ علم غیب خلاف ورزی مصلحت بتائی گئی ہو۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر کوئی متفق ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ قاعدہ کلیہ سے صرف ایک انسان مستثنیٰ کیا گیا ہے اور وہ ہیں حضرت خضر یا یہ سمجھیں

”دیکھو اب میں اس موضوع پر گفتگو کرتی ہوں جس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تم دونوں کے پاس آئی ہوں ساتھ ہی یہ بھی کہوں کہ یہ سارا معاملہ راز میں رہنا چاہیے۔ سریان کے بیٹے تمہارے باپ سیاس کے چار قاتل ہیں۔ یوں چاروں چاروں ایک طرح سے پیشہ ور قاتل ہیں۔ عمدہ تیغ زن ہیں انہیں بھاری لالچ دے کر ہمارے بادشاہ شیش نے تمہارے باپ کو قتل کرنے اور اپنی بیٹی سریان کو اپنے پاس لانے کے لئے کہا تھا۔ سو وہ چاروں گھات سے نکل کر تمہارے باپ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا خاتمہ کر دیا اور تمہاری ماں کو یہاں لے آئے اور چاروں کے ایک طرح سے روزمرہ کے کام کاج بھی ایک جیسے ہیں ان کا خاتمہ کرنے کے لئے جو چیز تمہارے لئے سودمند ثابت ہو سکتی ہے وہ وہی ہے جس کی وجہ سے ان چاروں نے تمہارے باپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔“

”یہ چاروں تمہارے باپ پر اس وقت حملہ آور ہوئے جب تمہاری ماں اور تمہارے باپ گھوڑ دوڑ کے لئے نکلے تھے اور یہ اچانک حملہ آور ہوئے اور تمہارے باپ کا کام تمام کر دیا اب لگتا ہے ان چاروں کی موت بھی کچھ اسی طرح واقع ہونے والی ہے۔ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے وہ شہر کے مشرقی حصوں میں گھوڑ دوڑ کرتے ہیں مشرق کی طرف شاہراہ ہے جو اناطولیہ کے میدانوں میں مشرقی سمت جاتی ہے جس کے دائیں بائیں اونچے نیچے نیچے بھی ہیں تمہارے لئے بڑے سودمند ثابت ہو سکتے ہیں۔ میرے بچو! میں کل سورج غروب ہونے سے کافی پہلے تمہارے پاس آؤ گی تمہیں اپنے ساتھ اس شاہراہ کے کنارے شہر سے ذرا فاصلے پر لے جاؤ گی جہاں وہ چاروں گھوڑ دوڑ کرتے ہیں اس موقع پر میرا تم سے التماس ہے کہ تم دونوں بھائی ان کا خاتمہ کرنے کیلئے نہ جانا اپنے ساتھ کچھ ساتھیوں کو بھی لے جانا۔ گھات میں رہتے ہوئے ان پر تیر اندازی کرنا ان کا خاتمہ کر دینا اور ان کی لاشیں شاہراہ پر ہی پڑی رہنے دینا۔ شام کے وقت اور سورج غروب ہونے کے بعد اس شاہراہ پر کافی لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے سو رمان چاروں کی لاشیں وہاں پڑی دیکھیں گے تو لاشوں کو شہر میں لائیں۔ گے اس لئے کہ وہ چاروں شہر کے بڑے ہیں اور تمہارے باپ کو قتل کرنے کے بعد تو ہمارے مرکزی شہر میں ان کی بڑی عزت ان کا بڑا وقار ہو چکا ہے۔ چنانچہ جب ان چاروں کی لاشیں شہر کے اندر آئیں گے تو یاد رکھنا شہر کے اندر ایک شور و غل اٹھ کھڑا ہوگا قصر کے

حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے باہر لیان اور مولک دونوں بیٹھے آئے والے حالات سے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ان کا ایک آدمی ڈھلی ہوئی عمر کی ایک عورت کو ساتھ لے کر آیا۔ اس عورت کو دیکھتے ہوئے لیان اور مولک دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ عورت نیچے میں داخل ہوئی اور لیان اور مولک کا جو آدمی اسے اپنے ساتھ لے کر آیا لیان کے ہاتھ کا اشارہ پا کر وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عورت آگے بڑھی قریب جا کر رکی پھر بڑی اچانکت میں ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں میں سے ایک لیان دوسرا مولک ہے میرے متعلق میری ماں سریان نے بتایا ہوگا کہ میرا نام ساربن ہے۔“

اس خاتون کی آمد پر کیونکہ لیان اور مولک دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے لہذا جب اس عورت نے اپنا تعارف کروایا تب دونوں کے چہروں پر خوشیاں اور آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی پھر لیان نے ہاتھ کے اشارے سے اس خاتون کو ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ خاتون بیٹھ گئی تب لیان نے اسے مخاطب کیا۔

”خاتون شاید آپ جانتی ہوں گی۔۔۔۔۔“

ساربن نام کی اس عورت نے لیان کی بات کاٹ دی اور کہنے لگی۔

”آپ کو کچھ بتانے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ سریان کے بیٹے ہیں اور آپ کے ساتھی جو آپ کے ساتھ ہیں نام جن کا مولک ہے وہ آپ کے باپ سیاس کے دست راست اور ساتھی طباش کے بیٹے ہیں۔ میرے خیال میں، میں نے غلط نہیں کہا۔“

ساربن نام کی اس عورت کے الفاظ پر لیان اور مولک دونوں نے مسکراتے ہوئے جب گردن ہلائی تب ساربن ان دونوں کو مخاطب کر کے پھر کہنے لگی۔

بات تک میرا اندازہ ہے کہ ان چاروں کی لاشیں شہر میں پہنچ جائیں گی اور شہر کے اندر ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا اسی ہنگامے سے تم لوگوں نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ اندر اٹھنا ہے۔

تم نے شاہی قصر کے پشتی حصے کی طرف آنا ہے پشتی حصے کی طرف دست باغ ہے اس کے اندر بھی تم نے رہنا ہے تمہاری ماں سریان اپنے کمرے سے پشت کی طرف سے نکلے گی۔ کیونکہ پشت کی طرف سے اس کے کمرے کی کھڑکی ہے۔ اسے استعمال کرے گی اور تم اپنی ماں کو لے کر اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ جس قدر تیزی کے ساتھ سفر کر سکتے ہو اپنی سر زمینوں کی طرف سفر کرنا۔ میرے خیال میں اگر تم تیزی سے سفر کرو تو اپنے کاروان کو جالو گے اور اس طرح تم بحفاظت اپنی ماں کو لے کر اپنی سر زمینوں میں پہنچ جاؤ گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ساربن رکی کچھ سوچا دوبارہ وہ لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹے اس موقع پر ایک تبدیلی بھی رونما ہو سکتی ہے تم دونوں نے قصر کے پشتی حصے کی طرف سورج غروب ہونے کے بعد اس وقت آنا ہے جب فضاؤں میں تاریکی گہری ہو جائے گی اگر اس وقت تک لاشیں شہر کے اندر نہ پہنچیں اور شہر کے اندر ہنگامہ اور افراتفری نہ اٹھے تب بھی تم لوگوں نے قصر کے پشتی حصے کی طرف آنا ہے۔ وہاں جو باغ ہے وہاں تمہاری ماں تمہارا بڑی بے چینی سے انتظار کرے گی اور وہیں سے تم نے اپنی ماں کو لے کر اپنے سفر پر روانہ ہو جانا ہے۔ اب بولو اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ یا غلط فہمی ہو تو بولو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ساربن جب خاموش ہوئی تب بڑی خوش طبعی میں لیان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خاتون محترم میں انتہا درجہ کا آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہماری اور میری ماں کی خاطر اس قدر زحمت اٹھانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب رکیں میں آپ کے لئے کچھ اٹھواتا ہوں۔“

اس پر ساربن نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگی۔

”میرے لئے نہ کچھ منگوانے کی ضرورت ہے نہ ہی میں کچھ لوں گی۔ میں تم

اندر بھی پہنچ جائے گی اور اسی پہنچ سے تم دونوں نے فائدہ اٹھا کر سریان کو اپنے ساتھ لے جانا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ساربن جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیان بول اٹھا۔

”عزیز محترم خاتون وہ کیسے؟“

”میرے عزیز محترم بچو! جو پیغام تمہاری ماں نے میرے ہاتھ بھجوایا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ تمہارے اس کاروان کو کل دوپہر کے وقت یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے صرف تم دونوں بھائی اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ یہاں رہنا۔“

یہاں تک کہتے کہتے ساربن کو رک جانا پڑا اس لیے مسکراتے ہوئے لیان بول اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری ماں کی طرف سے تم جو پیغام لے کر آئی ہو وہ کچھ کچھ میں سمجھ گیا ہوں میرے خیال میں جو میں سمجھا ہوں تم سے کہتا ہوں سنی رہنا۔ اگر میں موقع پر غلطی کروں تو مجھے روک دینا۔“

”تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے قافلے کو کل دوپہر کے وقت یہاں سے واپس اپنی سر زمینوں کی طرف کوچ کر جانا چاہیے مجھے اور مولک کو یہاں رہنا چاہیے اور ہمارے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی ہونے چاہیے جب یہ ہماری خیمہ گاہ نہیں رہے گی تو لازم ہے ہم یہاں نہیں ہوں گے۔ ہم یقیناً اناطولیہ کے میدانوں میں خوشاش شہر کے مشرقی جانب جو شاہراہ دور مشرق کی طرف جاتی ہے وہاں گھات لگائیں گے جب وہ چاروں گھوڑ دوڑ کے لئے آئیں گے ان کا ہم خاتمہ کر دیں گے۔ اس کے بعد جب ان کی لاشیں آنے کی وجہ سے شہر کے اندر ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا تب ہمیں قصر کی طرف آنا چاہیے تاکہ میں اپنی ماں کو وہاں سے نکال سکوں اسے کیسے نکالنا ہے یہ بات میری سمجھ نہیں آئی اب تم خود کو ساتھ یہ بھی کہو کہ جو کچھ میں نے کہا ہے کیا وہ درست ہے۔“

جواب میں ساربن مسکرائی اور کہنے لگی۔

”عزیز بیٹے جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ میں شہر کے مشرق میں شاہراہ کے کنارے جو نیچے ہیں۔ جس تم سے آن کرلوں گی اور ان چاروں قاتلوں کی نشان دہی کرونگی جن کا تم نے خاتمہ کرنا ہے اس کے بعد جب سورج غروب ہو جائے تو اس

لاہر حدوں کے نزدیک پہنچ چکے ہو گئے اور جب ایسا ہوگا تو سب محفوظ ہو جاؤ گے۔“
ساربن کے ان الفاظ پر لیان، مولک اور ان کے سہل جوانوں نے خوشی کے اظہار کیا تھا۔ کچھ دیر سب وہاں خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ ساربن چونگی اور پھر لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے بچو ذرا شہر کی طرف دیکھو وہ چاروں آ رہے ہیں۔“

اس پر چٹان کی اوٹ سے سر باہر نکال کر لیان اور مولک نے دیکھا واقعی چاروں اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے انہیں دیکھنے کے بعد لیان اور مولک دونوں کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں ملنے لگا اشارہ کیا ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کو بھی مخصوص اشارہ کیا اور اس اشارے کو پا کر سب اپنی اپنی کمائیں درست کرتے ہوئے تیز چلنے پر چڑھائے بالکل تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

جب وہ چاروں اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑتے ہوئے ان کے قریب آئے تب اٹھ کھڑے ہوئے کئی تیز بارش کی طرح ان پر برس گئے اور وہ پھٹتی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گرے اور دم توڑ گئے تھے۔

جب ایسا ہو چکا تب لیان اور مولک کو ہستانی سلسلے میں نکلے بھاگتے ہوئے ان کی طرف گئے سب کا جائزہ لیا وہ سب مر چکے تھے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات میں چلے گئے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مشرق کی طرف سے کچھ لوگ آتے کھائی دیئے ان کا رخ تھیں کے مرکزی شہر ختو شاش کی طرف تھا۔

جب وہ وہاں آئے تو چاروں لاشوں اور ادھر ادھر کھڑے گھوڑوں کو دیکھ کر وہ ہلکے اپنے گھوڑے سے اترے لاشوں کا جائزہ لیا اور پھر دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان چاروں لاشوں اور گھوڑوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

اتنی دیر تک سورج بھی غروب ہو گیا تھا لیان اور مولک اپنے ساتھیوں اور ساربن کے ساتھ کچھ دیر حزیں وہاں رکے۔ جب اندھیرا گہرا ہوا تب لیان نے ساربن کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ شاہراہ سے ہٹ کر شہر کی طرف بڑھے اور تھیں کے مرکزی شہر ختو شاش کی طرف ہولیا تھا۔

دونوں پر پہلے ہی واضح کر دیا کہ تمہاری ماں سریان نے مجھے اور میرے خاندان کو اس قدر دے رکھا ہے کہ میں اپنے خاندان کے ساتھ ساری عمر بھی بیٹھ کر کھاتی رہوں تو بڑی سکون اور آسائش بھری زندگی بسر کر سکتی ہوں۔ میرے خیال میں مجھے جو پیغام پہنچا چاہیے تھا وہ میں پہنچا چکی ہوں۔ اب مجھے جانا چاہیے۔“

اس کے ساتھ ہی ساربن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیان اور مولک دونوں اسے اپنی خیمہ گاہ سے باہر چھوڑنے آئے اس کا شکر یہ ادا کیا اس کے بعد اندھیرے کی اوٹ میں ساربن بڑی تیزی سے شہر کی طرف ہوئی تھی۔ اگلے روز دوپہر کے وقت لیان اور مولک کا کاروان ختو شاش شہر کے نواح سے اپنی سرزمینوں کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اسی وقت لیان اور مولک دونوں اپنے کچھ سہل ساتھیوں کے ساتھ ختو شاش شہر کے مشرقی میں شاہراہ کے کنارے ایک نیلے کے پیچھے گھات لگا چکے تھے۔

عصر کے بعد بڑے راز دارانہ انداز میں ساربن بھی وہاں پہنچ گئی تھی بالکل اسی جگہ جا پہنچی جہاں لیان اور مولک اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آمد پر لیان اور مولک دونوں نے خوشی کا اظہار کیا ساربن ایک بڑی چٹان کے پاس بیٹھ گئی تھی پھر لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے بیٹے وہ چاروں تھوڑی دیر تک بس آنے ہی والے ہیں۔ جونہی وہ نزدیک آئیں گے میں ان کی طرف اشارہ کرونگی اور جونہی وہ نزدیک آئیں ان پر ایسی تیز تیر اندازی کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ کر بھاگ نہ پائے تمہاری ماں کے ساتھ جو اس طرف آنے سے پہلے میرا معاملہ طے ہوا ہے وہ یہ کہ یہاں سے تم مجھے اپنے ساتھ محل کے پشتی حصے کی طرف لے جانا۔ میرے وہاں پہنچے کے بعد تمہاری ماں پشتی کھڑکی سے نکل کر باغ میں چلی جائے گی اور تم اسے لے کر کوچ کر جانا۔ میں اس کمرے کی کھڑکی کھلی رہنے دوں گی لیکن کمرے کا دروازہ بند کر کے ان کی رہائش گاہوں کی طرف چلی جاؤنگی جو ہم جیسے لوگوں کے لئے مختص ہیں۔ میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ تمہاری ماں جب تک اپنے کمرے میں سوتی رہے اسے کوئی جگتا نہیں وہ اپنی مرضی سے سوتی ہے اپنی مرضی سے اٹھتی ہے۔ کوئی اس کے کاموں میں مداخلت نہیں ہوتا اور مجھے امید ہے کہ کافی دن چڑھے تک کوئی بھی یہ نہیں جان سکے گا کہ سریان اپنے کمرے میں نہیں ہے اور میرے خیال میں اس وقت تک تم اپنے کاروان اور اپنی ماں کو لے کر

سورج کافی چڑھ آیا تھا تھیں کے مرکزی شہر ختو شاش کے قصر میں بالکل سکون اور سکوت طاری تھا۔ دوپہر سے کچھ پہلے سریان کی ماں اسورک سریان کے کمرے کی طرف آئی۔ کمرہ اس نے کھولا اور کمرے کو خالی دیکھ کر وہ ٹھٹھکی ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ کھڑکی کھلی ہے۔ کھلی کھڑکی نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس نے قصر کے ایک خادم کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ساربن کو بلا کر لائے اس لیے کہ ساربن سریان کی ذاتی ملازمہ تھی۔

قصر کا وہ خادم بھاگتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اس کے ساتھ ساربن بھی تھی۔ اسورک کے سامنے آ کر ساربن رکی جب اسورک نے اسے مخاطب کیا۔

”سریان کہاں ہے؟“

اس موقع پر ساربن نے بڑے ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسورک کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”ہاں میں رات کو انہیں اپنے کمرے میں سلا کر اپنی کھڑکی کی طرف چلی گئی تھی اور آپ جانتی ہیں صبح جب تک وہ بلائی نہیں میں وہیں رہتی ہوں آج ابھی تک انہوں نے مجھے بلایا ہی نہیں ہے۔ لہذا میں نہیں جانتی وہ کہاں ہیں کیا اس وقت وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں؟“

اس پر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسورک کہنے لگی۔

”جاؤ ذرا کمرہ دیکھو۔“

ساربن تیز قدم اٹھاتی ہوئی سریان کے کمرے میں داخل ہوئی کمرے کا جائزہ لیا وہاں آئی اور اسورک کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

بڑی راز داری سے لیان اور مولک قصر کے پشتی حصے کے باغ میں آئے وہاں انہوں نے جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے روکے تو ساربن نیچے اتر کر تقریباً بھاگتی ہوئی قصر کی طرف گئی۔ اس کے قصر کے پشتی حصے کی طرف جانے کے تھوڑے ہی بعد اس حصے سے سریان نمودار ہوئی تھی۔ وہ اپنا چہرہ اپنا سر ڈھانپے ہوئے تھی لیان نے قریب آ کر اس نے اپنا چہرہ دکھایا اپنی ماں کو دیکھ کر لیان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آ اور جو خالوں گھوڑا اپنی ماں کے لئے وہ اپنے ساتھ لایا تھا سریان کو اس پر سوار کروایا اس کے بعد وہ بڑی راز داری سے اس طرف گئے جہاں ان چاروں کا خاتمہ کیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک شہر کے اندر ایک کھرام اور نوہ خوانی کا سا ساں برپا ہو گیا تھا۔ شہر سے باہر جانے کے بعد انہوں نے اپنا رخ بدلا اس کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے اپنی سرزمینوں کا رخ کر رہے تھے۔



”چھوٹی مالکن تو کمرے میں نہیں ہیں اور کمرے کی پشتی کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔“
ساربن کے ان الفاظ پر اسوک اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی کہنے لگی۔

”اس کا مطلب ہے موقع پاکر سریان یہاں سے بھاگنے میں آخر کار کامیاب ہو
ہی گئی۔ میرے خیال میں اس کا یہاں سے چلا جانا ہی بہتر تھا۔ اس لیے کہ کوئی بھی ماں
اپنے بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یقیناً اسے اپنے بیٹے اور بیٹی کی محبت کھینچ کر لے گئی
ہوگی۔“

اس کے بعد اسوک بلیٹی اور ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئی جس کے اندر اس کا
شوہر اور بچوں کا بادشاہ متوشیش اور اس کے دونوں بیٹے کاوک اور لوزمان بیٹھے ہوئے
تھے۔ اسوک نے ان کے پاس جا کر بڑے دکھ اور بڑے افسوس میں سریان کے اپنے
کمرے میں نہ ہونے کی خبر کہی تھی۔ اس پر وہ بیٹوں کھڑے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتے
ہوئے سریان کے کمرے کی طرف گئے۔ سریان کے خالی کمرے کا جائزہ لیا پھر ان
تیوں کی نگاہیں کھڑکی پر جم گئیں یہاں تک کہ متوشیش اپنے دونوں بیٹوں کاوک اور
لوزمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے سریان یہاں سے بھاگ گئی ہے۔ میں نے شروع میں اس
پر پہرہ لگایا تھا لیکن جب میں نے اندازہ لگایا کہ اب وہ یہاں سے جانے اور بھاگنے کی
نہیں ہے تو میں نے پہرہ ہٹا دیا۔ میرے خیال میں میری اسی نرمی سے اس نے قائدہ
اٹھایا ہے اور بھاگ گئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشیش نے ایک گہری نگاہ باری باری اپنے دونوں
بیٹوں کاوک اور لوزمان پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

”میرے دونوں بیٹے پتا کراؤ تمہاری بہن سریان کہاں گئی ہے کیسے یہاں سے
بھاگنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اگر وہ سیدتانوں کی طرف گئی ہے تو وہ اکیلی تو سفر نہیں
کر سکتی کسی نہ کسی کے ساتھ تو گئی ہے۔ یہ جو ہمارے شہر کے مشرق میں مدین کے
تاجروں کا قافلہ اتر ہوا تھا اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟“

متوشیش کے ان الفاظ پر اس کا بیٹا لوزمان بول اٹھا۔
”اے میرے باپ! جہاں تک میں خبر رکھتا ہوں اس کے مطابق مدین والوں کا وہ
تجارتی کاروان گزشتہ دن دوپہر کے وقت ہی یہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ اگر آپ اس پر

یہاں تک کہ سریان کو مخاطب کرتے ہوئے لیجان کہنے لگا۔

”اماں کیا بات ہے آپ آہٹک گئی ہیں اب تو اماں ہم پہنچ گئے ہیں؟“

اس پر وہ کھڑے انداز میں سریان لیجان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”پہلے مجھے اپنے باپ کی قبر پر لے کر چلو اس کے بعد میں اپنی حویلی میں داخل
ہوگی۔“

اپنی ماں سریان کے ان الفاظ پر لیجان اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ
موک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”موک تم سب کو لے کر شہر میں داخل ہو میں اماں کو لیکر پہلے قبرستان کی طرف
جاتا ہوں وہاں سے گھر آتا ہوں۔“

اس پر موک حرکت میں آیا اور اپنے سارے کاروان کو لے کر وہ شہر میں داخل ہوا
جبکہ لیجان سریان کو لے کر قبرستان کا رخ کر رہا تھا۔

قبرستان سے باہر دونوں ماں بیٹا اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ قبروں کے اندر چلے
ہوئے ایک جگہ لیجان رک گیا اور اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے جب اپنے
باپ کی قبر کی طرف اشارہ کیا تب سریان کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ وہ پہلے ہی رونے
والی ہو رہی تھی قبر کی طرف دیکھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ پھر وہ قبر کے پاس
بیٹھ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ بڑی محبت اور پیار سے قبر پر پھیرتے ہوئے ہچکیوں اور
سکینوں میں بری طرح رونے لگی تھی۔

کافی دیر تک ایسا ہی سارہ لیجان چپ چاپ اپنی ماں کے پاس کھڑا ہو کر روتا رہا
شاید وہ چاہتا تھا اس کی ماں خوب رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لے اور اس کا ذہن ہکا
ہو جائے اچانک سریان چونکی اس لیے کہ قبرستان میں بوڑھی طامہ اور اس کے ساتھ
سریان کی بیٹی اور لیجان کی بہن یوریمہ داخل ہو رہی تھی۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے
سریان بیچاری اور زیادہ بد حالی میں رونے لگی تھی۔ اس موقع پر لیجان نے اپنی ماں کے سر
پر ہاتھ رکھا بڑی محبت میں کہنے لگا۔

”اماں ذرا سانسے دیکھو آپ کی بیٹی یوریمہ اور دادی اماں طامہ آ رہی ہیں۔“

جب وہ قریب آئیں تب سریان اٹھ کھڑی ہوئی پہلے وہ طامہ سے گفتگو کیا
ایسی روئی کہ دھاروں دھار اس کے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس کی ہچکیاں اور

لگاتے کرتے ہیں تو میرا دل نہیں جتا۔ اس لیے کہ وہ تاجر قسم کے لوگ تھے اور پھر میں نے
الٹا۔ وہ واپس مدین ہی کی طرف گئے ہیں۔ میرے خیال میں وہ اتنی بڑی جرأت اور
مدد نہیں کر سکتے انہیں پتا ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو سارے کے سارے قتل
کے لیے جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لوزمان رکا اور اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ
کہہ رہا تھا۔

”مکوہ کل دوپہر کے وقت یہاں سے کوچ کر چکے ہیں۔ تاہم اگر آپ ان پر
لگاتے کرتے ہیں تو میں ابھی کچھ تیز رفتار مسلح جوان ان کے پیچھے روانہ کرتا ہوں۔ وہ
ابھرا جائیں گے ان کی تلاشی لیں گے اور دیکھیں گے ہماری بہن ان کے ساتھ ہی مدین
لے رہی ہیں کی طرف تو نہیں گئی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لوزمان جب خاموش ہوا تو اس کا باپ متوشیش پھر بول
لا۔

”لوزمان میرے بیٹے مکمل طور پر مدین کے اس تجارتی قافلہ پر شک نہیں کرتا۔
لہذا چاہتا ہوں احتیاطاً ان پر نگاہ رکھی جائے اور ان کی تلاشی بھی لی جائے۔ ساتھ ہی
کچھ خبر مقرر کر دو جو یہ جاننے کی کوشش کریں کہ میری بیٹی سریان بھاگنے میں کیسے
امیاب ہوئی۔ وہ اکیلی تو نہیں جا ہی نہیں سکتی بزدل ہے ڈرپوک ہے۔ اپنے جاسوسوں
کو کہو یہ جاننے کی بھی کوشش کریں کہ ہماری بیٹی سریان یہاں سے کس کے ساتھ
ہل گئی ہے۔“

اس کے ساتھ ہی متوشیش ہٹا اور قصر کے اسی کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں سے
لوزمان اپنے دونوں بیٹوں اور یوہی کے ساتھ سریان کے کمرے کی طرف آیا تھا۔



لیجان اور موک دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سریان کے ہمراہ اپنے کاروان
چالے تھے اور جب پورے کاروان سیدتانوں کے مرکزی شہر اشوکانی سے
ملا تا تب ایک جگہ سریان نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے اسے روک دیا۔ اس
پر کیونکہ لیجان اپنی ماں کے ساتھ تھا اس نے بھی گھوڑے کو روک دیا۔ ان دونوں
لہجے کو دیکھتے ہوئے موک اور اس کے ساتھی بھی اپنی گھوڑوں کو روک چکے تھے۔

مسکایا ایسی تھیں کہ رکنے والی نہ تھیں۔ پھر طامہ سے علیحدہ ہو کر اپنی پوری قوت کے
ساتھ اس نے یوریمہ کو اپنے ساتھ لپٹایا اور اس کا ہاتھ، گال، چہرہ سب چومالہاں انداز
میں اسے پیار کرتی رہی ساتھ ساتھ روٹی رہی جبکہ یوریمہ بھی اپنی ماں سے گلے مل کر
دھاروں دھار رو رہی تھی۔

قبرستان میں کچھ دیر تک ایسا ہی ساں رہا یہاں تک کہ سب نے اپنے آپ کو
مضیلا اس موقع پر بڑے پیارے انداز میں یوریمہ نے اپنے بھائی لیجان کی طرف دیکھا
کہ کہنے لگی۔

”بھائی میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھول سکوں گی کہ آپ مہری ماں کو
سلامت اپنے ساتھ لے کر آئے۔“

اس سے آگے یوریمہ کچھ نہ کہہ سکی اس لیے کہ ہلکی سی چپٹ اس کے گال پر لیجان
نے لگائی پھر کہنے لگا۔

”یوریمہ تو میری بہن ہے کیا بھائی اپنی بہنوں پر بھی کوئی احسان کرتے ہیں۔
پھر یہ بہن! تو جانتی ہے میں اور تم دونوں اپنی ماں کے بغیر ادھر رہے تھے اپنی ماں کو
یہاں لانا میرے فرائض اولین میں شامل تھا اور پھر میں تمہیں اور دادی دونوں کو یہ
خوشخبری بھی سناتا ہوں کہ میں نے اپنے باپ کے چاروں قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار
دیا ہے۔ میں اپنے باپ کا انتقام بھی لے چکا ہوں اور اپنی ماں کو بھی بحفاظت اپنے
ساتھ لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ خداوند قدوس نے چاہا تو اب ہم پر کون اور خوش
فرم زندگی بسر کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لیجان جب خاموش ہوا تب طامہ پہلی بار بولی اور کہنے
لگی۔

”لیجان میرے بچے میں تیری جس قدر بھی تعریف کروں کم ہے بیٹے ہمیں زیادہ
یہ یہاں نہیں رکنا چاہیے آؤ گھر چلیں آج میرے مرنے والے بیٹے کی روح بھی پر
لیجان ہوگی کہ اس کے بیٹے نے نہ صرف یہ کہ اس کے قاتلوں سے انتقام لیا بلکہ اپنی ماں
کو بھی واپس اپنی حویلی میں لے کر آیا تو میرے بچوں چلیں۔“

اس کے ساتھ ہی سریان، لیجان اور یوریمہ طامہ کے پیچھے پیچھے ہو لیے تھے
طامہ اور یوریمہ بھی دنوں ایک ہی گھوڑے پر بیٹھ کر آئی تھیں۔ لیجان نے پہلے اپنی دادی

مجھے ہوں تمہاری اور یوریا کی زندگی میں جو خلا تھا اسے میرے بیٹے تو نے پر کر دیا ہے۔“

سردام کی اس گفتگو کے جواب میں لیان نے اس کا شکریہ ادا کیا کچھ دیر تک سب وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے پھر سردام، سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں ایک بار پھر اپنی حویلی میں آمد پر تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں میرے خیال میں اب جاتی ہوں اور امید ہے اب تم لوگوں سے ملاقات ہوتی رہے گی۔“

اس موقع پر اپنی ماں کے ساتھ نکسیما بھی کھڑی ہوئی پھر اپنا منہ اپنی ماں سردام کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

”اماں اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دیر یہیں یوریا کے پاس ٹھہر جاؤں۔“

اس پر سردام مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بہن! اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس گھر سے تیرا ایک تعلق ہے۔ ہم اپنے طور پر تو تمہارا معاملہ لیان کے ساتھ لے کر چلے ہیں۔ بس سریان کی آمد پر رسم ادا کرنی باقی ہے۔ اب سریان اور ہم مل کر اس مسئلے کو بھی پورا کر لیں گے۔“

اپنی ماں سردام کے ان الفاظ پر نکسیما خوش ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ سردام نے طہارہ اور سریان دونوں سے اجازت لی پھر وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ یوریا جو اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی وہ حرکت میں آئی اپنا بازو اس نے سریان کے شانے پر رکھا پھر اپنا منہ سریان کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

”اماں آپ کی آمد پر ہم سب ویسے ہی خوش ہیں اس سے بڑی خوشی ہمیں نصیب نہیں ہو سکتی ہے لیکن اماں اس موقع پر میں چاہتی ہوں آپ سے ایک خوشخبری بھی کہوں۔“

یوریا کی اس سرگوشی کے جواب میں سریان بھی مسکراتے ہوئے سرگوشی میں کہنے لگی۔

اس پر یوریا کہنے لگی۔

”بہن! اگر میرے لئے تمہارے پاس کوئی خوش خبری ہے تو کہو، رکتی کیوں ہو؟“

طہارہ کو گھوڑے پر بٹھایا اس کے پیچھے یوریا بھی بیٹھی پھر سریان اور لیان بھی اسی گھوڑوں پر سوار ہوئے اس کے بعد وہ قبرستان سے نکل کر شہر میں داخل ہوئے تھے۔ وہ حویلی میں داخل ہوئے تھے تو حویلی میں پہلے سے طباش، اس کا دوسرا بیٹا مارواں طباش کی بیوی بلسان سب وہاں موجود تھے جب وہ اپنے گھوڑوں سے اترے تب طباش مسکراتے ہوئے قریب آیا اور سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم اپنی بہن کو واپس اپنی حویلی میں آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔“

طباش کے ان الفاظ پر سریان نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اتنی دیر تک اس کی بیوی بلسان آگے بڑھی اور سریان سے گلے ملنے لگی تھی۔ ساتھ ہی طباش کا چھوٹا بیٹا مارواں حرکت میں آیا اور سب کے گھوڑوں کو اوسطیل کی طرف لے گیا تھا۔ یہاں تک کہ سب دیوان خانے میں داخل ہوئے اس وقت مولک بھی حویلی میں داخل ہوا تھا اور وہ بھی دیوان خانے میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر تک آس پاس اور محلے کے لوگ بھی وہاں آ کر جمع ہونے لگے تھے سریان کی واپسی پر خوشی کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ لیان یوریا اور طہارہ کو اس کی واپسی پر مبارکباد بھی دینے لگے تھے۔ اسی دوران لوگ آتے رہے جاتے رہے اور مبارکباد دیتے رہے یہاں تک کہ حویلی میں سینتالیس کے بادشاہ متی دزا کی بیوی سردام اور بیٹی نکسیما دونوں داخل ہوئے ان دونوں کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہو گئے تھے سریان چونکہ دونوں کو نہیں جانتی تھی اس بنا پر وہ کسی قدر تعجب سے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ لیان نے اسے مخاطب کیا۔

”اماں یہ جو ایک خاتون اور اس کے ساتھ ایک لڑکی آئی ہیں۔ خاتون ہمارے حکمران متی دزا کی بیوی اور لڑکی ہے وہ ان کی بیٹی ہے اور اس کا نام نکسیما ہے۔“

دونوں نے پہلے سریان کو اس کی واپسی کی مبارکباد دی اس موقع پر سردام سامنے بیٹھے لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”لیان میرے بیٹے سب سے زیادہ تم مبارکباد کے مستحق ہو اس لیے تمہارے جو ساتھی شہر میں داخل ہوئے ہیں ان سے قصر میں بھی یہ خبریں پھیل گئی ہیں تم نے اپنے باپ کا انتقام لے لیا ہے اور اپنی ماں کو بھی واپس لے کر آئے ہو میں سمجھتی ہوں اس ہم کی کامیابی پر تمہاری جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے بعد یہ جو تم اپنی ماں کو بھی وہاں سے نکال کر لائے ہو تو میں

امان کی یہ گفتگو سن لی تھی لہذا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑے پیار سے انداز میں اپنی ماں اور لیان کے قریب آ کر اس نے اپنی بہن یوریا کا کان پکڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم تھوڑی دیر دور ہو مجھے اماں کے پاس بیٹھنے دو میں جانتا ہوں تم اپنا کام کر چکی ہو۔ اب مجھے اپنے کام کی ابتداء کرنے دو میں یہ جان چکا ہوں کہ تم نے جو کچھ اماں سے کہا اس کے جواب میں اماں کچھ کہی ہے کہ اسے ایک ساتھ تین خوشیاں مل رہی ہیں اب میں اپنی ماں کو چوتھی خوشی سنانا چاہتا ہوں۔“

لیان کے ان الفاظ پر سریان چونکی تھی کہنے لگی۔

”بیٹے چوتھی خوشی کون سی ہے؟“

اس دوران یوریا پیچھے ہٹ گئی اس کی جگہ لیان ہو بیٹھا پھر اپنا منہ اپنی ماں کے قریب لے جاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اماں پہلے آپ یہ بتائیں کہ عم طباش کا بڑا بیٹا مولک آپ کو کیسا لگتا ہے؟“

لیان کے ان الفاظ پر یوریا مسکراتے شرمانے لگی تھی۔ یہاں تک کہ سریان، لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بہت اچھا بیٹا ہے، مخلص ہے، بات ماننے والا ہے۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ کے جواب میں لیان نے ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔

”عم طباش نے مولک کے لئے یوریا کا رشتہ مانگا تھا میں اور دادی اماں نے اس رشتے کے لئے ہاں کر دی ہے۔ طباش اور ان کے اہل خانہ منگنی کی رسم ادا کرنا چاہتے تھے پر اماں میں نے یہ شرط رکھی کہ منگنی کی رسم اس وقت ادا کی جائے جب میری ماں اس حویلی میں آئے گی اور وہ میرے اور میری بہن کے سر پر ہاتھ رکھے گی۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد لیان رکھا پھر غور سے اپنی ماں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں کیا آپ کی تین خوشیوں میں اور خوشی کا اضافہ کر کے میں نے خوشیوں کی تعداد چار نہیں کر دی ہے؟“

جواب میں سریان مسکرائی اپنے دونوں ہاتھوں سے لیان کا سر تھا اس کی پیشانی پر طویل بوسا دیا پھر کہنے لگی۔

”اماں یہ جو نکسیما نام کی لڑکی ہے جو ہمارے بادشاہ متی دزا کی بیٹی ہے اگر ا بھائی کی زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے تو کیسا رہے گا؟“

اس موقع پر سریان کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا پھر کہنے لگی۔

”بیٹے یہ لوگ کیا میرے بیٹے کو اس لڑکی کا رشتہ دے دیں گے؟“

اس پر یوریا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پھر سرگوشی میں کہنے لگی۔

”اماں ہمارے حکمران متی دزا اور اس کی بیوی سردام نے نکسیما کا رشتہ میرے بھائی کو دے دیا ہے وہ تو منگنی طے کرنا چاہتے تھے پھر بھائی نے یہ شرط رکھی کہ جب تک میری ماں یہاں نہیں آئے گی اس وقت تک منگنی کی رسم ادا نہیں کی جائے اماں اب آپ آگئی ہیں تو یہ رسم ادا کرنے میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔“

سریان کچھ دیر تک بڑے غور سے مسکراتے ہوئے نکسیما کی طرف دیکھتی رہی پھر اپنی بیٹی یوریا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

یوریا میری بیٹی اگر نکسیما کا رشتہ میرے بیٹے لیان کے لئے مل رہا ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری خوش قسمتی ہے اور میرا بیٹا سب سے اچھے مقدر والا ہے کہ اسے اپنا حکمران کی بیٹی اس کی زندگی کے ساتھی کے طور پر مل رہی ہے۔

سریان کے ان الفاظ کے جواب میں یوریا بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اماں بات بالکل مکمل ہو چکی ہے اب تو صرف آپ کے ہاں کرنے کی بات ہے اس لیے کہ بھائی نے شرط رکھی تھی کہ جب تک آپ نہیں آئیں گی اس وقت تک منگنی کی رسم ادا نہیں کی جاسکتی۔“

یوریا جب خاموش ہوئی تب سریان سرگوشی میں کہنے لگی۔

”یوریا میری بیٹی میں سمجھتی ہوں مجھے ایک ساتھ کئی خوشیاں مل رہی ہیں۔ میرے لئے سب سے بڑی اور پہلی خوشی یہ ہے کہ میں واپس اپنی حویلی میں آگئی ہوں۔ دوسری خوشی یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے اپنی بیٹی اور اپنے شوہر کی ماں کے پاس ہوں۔ اب تیسری خوشی یہ مل رہی ہے کہ میرے بیٹے کو سینتالیس کے بادشاہ متی دزا کی بیٹی نکسیما کا رشتہ مل رہا ہے۔“

لیان جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے بھی شاید کان لگاتے ہوئے اپنی ماں اور

فرعون ایک روز اپنے ممفس شہر کے قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے ان کارندوں میں سے ایک جو بنی اسرائیل سے کام اور مشقت لینے پر مامور تھا اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زمین کی طرف جھکتے ہوئے اس نے فرعون کو تعظیم دی اس کے بعد کہنے لگا۔

”مالک بنی اسرائیل کے لوگ جن سے ہم کام لیتے ہیں اب دن بدن زیادہ تنگ کرنے لگ گئے ہیں۔ ان سے ہمیں دو طرح کی شکایت ہے۔ ایک یہ کہ ان کی تعداد پہلے کی نسبت بہت بڑھ گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اب وہ کام کے دوران اور کام کے بعد بھی شدت کے ساتھ ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ان سے اب یہ مشقت نہ لی جائے اور ان فلسطین کی طرف جانے کی اجازت دی جائے۔“

اس پر فرعون کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ان سے تم کام کم لیتے ہو جس کی بناء پر ان کے پاس فالو وقت ہوتا ہے اور اس وقت کے دوران وہ طرح طرح کی سازش اور سرکشی کی باتیں سوچتے ہیں۔ دیکھو انہیں مصروف رکھنے، سرکشی اور بغاوت سے بچانے کے لئے ایک بہترین طریقہ ہے رئیس اور قیوم دونوں شہر کافی حد تک مکمل ہو گئے ہیں۔ اب ان کے اندر دیوتاؤں کے معبد کی تعمیر کے کام باقی ہیں۔ اب تک بنی اسرائیل کے ساتھ ہمارا معاملہ کچھ یوں ہے کہ انہیں حکومت کی طرف سے اینٹیں بنانے کے لئے ہمیں مہیا کیا جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے روزمرہ کی اینٹوں کی گنتی پوری کر کے فارغ بیٹھتے ہیں اور پھر ہماری حکومت کے خلاف طرح طرح کی سازش کی باتیں بناتے ہیں۔ اب میری طرف سے جا کر انہیں یہ حکم سنا دو کہ آج کے بعد اینٹیں بنانے کے لئے ہمیں مہیا نہیں کیا جائے گا وہ جہاں سے اور جہر سے چاہیں خود جا کر ہمیں حاصل کریں اور ہمیں حاصل کرنے

فرعون ہمارے سخت خلاف ہو چکا ہے۔ پہلے ہمارے آدمیوں کو ہمیں مل جاتا تھا اور اینٹوں کی جو تعداد فرعون نے مقرر کر رکھی تھی وہ بڑی آسانی سے مکمل کر کے اپنے کام سے فارغ ہو جاتے تھے اور ان کی مشقت پوری ہو جاتی تھی لیکن اب موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کی جنگی فرعون ہم پر اتار رہا ہے۔ ہمارے آدمیوں کو ہمیں بھی نہیں دیتا اور ساتھ یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ جو اینٹیں ہمارے آدمی پہلے بناتے تھے اتنی گنتی کی اینٹیں وہ اب بھی بنائیں گے۔ ہمیں تلاش کرنے کے بعد جب ہمارے آدمی اتنی اینٹیں پوری نہیں کرتے فرعون کے کارندے ان پر ظلم اور تشدد کرتے ہیں۔ میرے بھائیو! اگر ہم نے اس کا کوئی حل تلاش نہ کیا تو یاد رکھنا دن بدن بنی اسرائیل پر مظالم بڑھتے جائیں گے اور پھر بنی اسرائیل کے فلسطین کی طرف جانے کے مواقع بھی کم سے کم تر ہوتے چلے جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد روبن قبیلے کا سردار سمو، جب حانوش ہوا تب آسرتیہ کا سردار ستور بولا اور کہنے لگا۔

”میرے بھائیو! میں کہتا ہوں آؤ بارہ کے بارہ مل کر فرعون سے ملاقات کریں اور اس پر واضح کریں کہ جو گنتی ہمارے آدمی ہمیں ملنے کے بعد پوری کرتے تھے وہ اب کیسے پوری کر سکتے ہیں دن کا بیشتر حصہ تو انہیں ہمیں تلاش کرنے میں ہی گزار جاتا ہے لہذا وہ اگر اوقات گئے تک بھی کام کریں تو اینٹوں کی مقررہ تعداد پوری نہیں کر سکتے لہذا یا تو انہیں دوبارہ ہمیں مہیا کیا جائے یا ان کی مشقت میں کمی حد تک کی جائے۔“

روبن قبیلے کے سردار سمو کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ہاں سے ہاں ملائی، پھر اشکار قبیلے کا سردار اجال بولا اور کہنے لگا۔

”بھائیو! اس معاملے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ آؤ، ہمیں سب فرعون کے پاس چلے ہیں اور اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتے ہیں چنانچہ اشکار قبیلے کے سردار اجال کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا سو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے وہ بارہ سردار فرعون سے ملاقات کرنے کے لئے فرعون کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔“

فرعون کو جب اطلاع دی گئی کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سردار اس سے ملنا چاہتے ہیں تب فرعون نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ فرعون کے سامنے جانے کے بعد سب سے پہلے اللہ کے بنی یوسف علیہ السلام کے قبیلے کے سردار یوشع بن نون بولے اور فرعون کو

رشتہ آیا ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے۔ بنے چند دن کا وقفہ ڈال کر تم دونوں بہن بھائی کی منگنی کی رسم اور مولک اور نکسہما کے ساتھ ملے کر دی جائے گی۔“

سریان کے ان الفاظ پر لیان اور یوریمہ دونوں بہن بھائی خوشی کا اظہار کر رہے تھے یہاں تک کہ غلام نے یوریمہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

یوریمہ میری چنی چنی ماں کو بھوک لگی ہوگی۔ بیٹی! آج کھانا تیار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“

اس پر سریان اپنی بہن پر اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

”اماں! اب میں اننگی میں میں خود آپ سب کے لئے کھانا تیار کرتی ہوں۔“

سریان جو کئی منٹوں کے بعد یوریمہ نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑ کر کھینچ کر دوبارہ اسے بٹھا پھر کہنے لگی۔

”اماں! آپ کی بیٹی اب بڑی بوجھلی ہے۔ میرے ہوتے ہوئے اگر آپ گھر کا کام کریں تو میرے لئے بوجھل شرم سے لہذا آپ چپ چاپ جس نشست سے اٹھی ہیں اسی نشست پر بیٹھ جائیں آپ اطمینان کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی یوریمہ انہیں کیسے اور کتنی بہن بھائی لسانا تیار کرتی ہے۔“

اس کے ساتھ ہی یوریمہ نے کھینچ کر سریان و اس کی نشست پر بٹھا دیا جب وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے نکسہما بھی کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔

”یوریمہ میری بہن آؤ میں بھی تمہارے ساتھ مطبخ کی طرف چلتی ہوں اور دونوں مل کر کھانا تیار کرتی ہیں۔“

نکسہما کے ان الفاظ پر جہاں سریان اور غلام مسکرا دی تھی وہاں یوریمہ بھی مسکراتے ہوئے آگے بڑھی۔ نکسہما کا ہاتھ پکڑا پھر وہ دونوں مطبخ کی طرف ہولی گئیں۔



کے بعد انہیں روزانہ اتنی ہی اینٹیں بنانا ہوں لیکن اینٹیں وہ اس وقت بناتے رہیں ہیں جب ہم ہمیں مہیا کرتے تھے۔“

فرعون کا یہ حکم سن کر اس کے کارندوں کا سربراہ واپس گیا اور بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہارے لیے فرعون کا کہنا ہے کہ آج کے بعد تم کو ہمیں نہیں ملے گا۔ تم خود ہی جہاں سے چاہو ہمیں حاصل کرو لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے اینٹیں تم اپنی ہی بناؤ گے جتنی اس وقت بناتے تھے جب ہمیں ہماری طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔“

یہ حکم پا کر بنی اسرائیل کے لوگ بڑے تنگ اور بیزار ہوئے مصر کے مختلف علاقوں میں ہمیں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے تاکہ ہمیں حاصل کر کے اینٹیں بنائیں اور اپنی مشقت پوری کریں۔

اور جب بڑی مشکل سے ہمیں حاصل کرنے کے بعد وہ اینٹیں بناتے اور اینٹوں کی روزمرہ کی گنتی پوری نہ ہوتی تب فرعون کی طرف سے مقرر بیکار لینے والے انہیں دھمکی دیتے ہوئے کہتے کہ تم اپنا روز کا کام جیسے ہمیں پا کر کرتے تھے اب بھی کرو جبکہ تم ایسا نہیں کر رہے ہو۔ چنانچہ جب چند روز تک بنی اسرائیل کے لوگ ہمیں حاصل کرنے کے بعد اینٹوں کی اتنی تعداد نہ بنا سکے جتنی تعداد وہ پہلے بناتے تھے تو فرعون کے کارندوں نے ان پر سختی کرنا شروع کر دی۔ اس سختی کے جواب میں بنی اسرائیل کے لوگ تنگ پڑ گئے۔ آخر انہوں نے فرعون سے مل کر اپنا یہ مسئلہ حل کرانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

چنانچہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سردار ایک جگہ جمع ہوئے ان میں سے روبن قبیلے کا سمو، شمعون کے قبیلے کا ابن جوزی، یہودہ کے قبیلے کا کالب بن یوحنا، اشکار کے قبیلے کا اجال، بنی دان سے ابن جملی، آسیر کے قبیلے کا ابن میکائل، اللہ کے بنی یوسف علیہ السلام کے قبیلے کا یوشع بن نون، نوبیا کے قبیلے کا قلاتی، زیبولوں کے قبیلے کا جدی، بن لقمانی کے قبیلے کا ابن دکی، آشر کے قبیلے کا جد کے قبیلے کا جبرائیل اور افرامیم کے قبیلے کا سمی ایک جگہ جمع ہوئے اور صلاح مشورہ کرنے لگے۔

سب سے پہلے روبن قبیلے کا سمو، اللہ کے سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائیو! ہم دیکھتے ہو جب سے مدین کی سرزمینوں سے موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آئے ہیں اور انہوں نے فرعون کو خداوند کا پیغام سنانا شروع کیا ہے تب سے

چنانچہ بنی اسرائیل کے وہ بارہ سردار جب فرعون کے محل سے نکلے تو اتفاقاً تھوڑی دُور ان کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے راستے میں ہو گئی تب ان بارہ سرداروں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خداوند ہی تمہیں دیکھے اور تمہارا انصاف کرے کیونکہ تم نے ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہوں میں ایسا ذلیل اور خوار کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لئے ان کے ہاتھ میں تم لوگوں نے تلوار دے دی ہے۔ بنی اسرائیل کے سرداروں کی یہ باتیں سن کر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام نے ایک بار پھر فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل پر مظالم اور جبر و ستم کر دے اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکل کر فلسطین جانے کی اجازت دے دے۔ جب فرعون کے تعصب اور گھمنڈ کی بناء پر ایسا کرنے سے انکار کر دیا تب حکم خداوندی مصر پر مختلف صورتوں میں عذاب نازل ہونا شروع ہوا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خداوند کے حضور التجا کی کہ فرعون تو سیدی راہ کی طرف نہیں آتا اور میرا کہا ماننے سے انکار کرتا ہے۔ تب عذابوں کا سلسلہ شروع ہوا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ دریائے نیل کے کنارے فرعون کے پاس جائیں اور جب وہ اپنے عصا کو آسمان کی طرف بلند کریں گے تو مصر پر پہلے عذاب کی ابتداء ہو جائے گی۔

خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا گیا کہ مصر کے لوگوں پر ایسے اولے برس گئے کہ جو مصر میں جب سے اس کی بنیاد ڈالی گئی ہے نہیں برے ہوں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر یہ اعلان کریں کہ اپنے چوپایوں کو اور جو کچھ لوگوں کا مال کھیت میں ہے اس کو اندر لے آئیں کیونکہ جتنے افراد اور جانور دوسری اشیاء میدان میں ہو گئی اپنے گھروں میں نہیں پہنچ پائیں گی ان پر اولے برس گئے اور ہر چیز فنا اور ہلاک ہو جائے گی۔ بس خداوند قدوس کا یہ پیغام موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو پہنچایا تو فرعون نے اس کی کوئی پروا نہ کی لیکن فرعون کے حواریوں میں سے جو خداوند قدوس کے عذاب سے ڈرتے تھے وہ اپنے خدام، اپنے آدمی اور چوپایوں کو گھروں میں لے آئے اور جنہوں نے خداوند قدوس کے اس عذاب کا کوئی لحاظ نہ کیا انہوں نے تکبر اور گھمنڈ سے کام لیتے ہوئے اپنے چوپایوں اور ہر شے کو گھروں سے باہر ہی رہنے دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جب یہ پیغام فرعون کو پہنچ گیا تب خداوند قدوس کی

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ آخر تمہارے کارندے بنی اسرائیل پر ایسی سختی جبر اور ظلم کیوں کرتے ہیں۔ تمہارے کارندے بنی اسرائیل کے مشقت کرنے والوں کو بھس بھی نہیں دیتے اور ساتھ ہی ان سے یہ بھی کہتے ہیں انہیں بناؤ اور دیکھو اینٹوں کی تعداد اتنی ہی ہونی چاہیے جتنی اس وقت ہوتی تھی جب ہمیں مہیا کیا جاتا تھا۔ لہذا خود بھی سوچو بنی اسرائیل کے لوگوں کا کافی وقت تو ہمیں تلاش کرنے میں گزر جاتا ہے پھر وہ کیسے اینٹوں کی مقدار کی ہوئی تعداد پوری کر سکتے ہیں اور سب ایسا نہیں ہوتا تو ان پر ظلم اور جبر کیا جاتا ہے۔“ فرعون پہلے ہی بنی اسرائیل پر تپا بیٹھا تھا اس لیے کہ ایک تو ان کی تعداد مصر میں کافی ہو گئی تھی۔ دوسرے وہ واپس فلسطین جانے کا تقاضا کر رہے تھے۔ فرعون انہیں واپس نہیں بھیجتا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ اگر بنی اسرائیل اس کے ملک سے نکل گئے تو پھر اس کے لئے مشقت کون کرے۔ گا اس بناء پر فرعون بنی اسرائیل کے سرداروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ لوگ نے حکم دیا ہے کہ وہ جاری رہے گا بھس بھی مہیا نہیں کیا جائے گا اور اینٹوں کی تعداد اتنی ہی حاصل کی جائے گی جتنی بھس دینے وقت کی جاتی تھی۔ اس لیے کہ تم بنی اسرائیل کے لوگ کا بل ہو گئے ہو لہذا میں تم سے کہتا ہوں کہ تمہارے پاس کافی فائدہ وقت چلتا ہے جس کی بناء پر تمہارے لوگ اکثر بیشتر میرے کارندوں سے کہتے ہیں کہ انہیں فلسطین جانے دیا جائے تاکہ وہ اپنی مرضی سے وہاں زندگی بسر کریں۔ لہذا میں تم سے کہتا ہوں تم سب جاؤ کام کرو کیوں کہ یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ ہمیں تم کو نہیں ملے گا۔“ اینٹوں کی تعداد جنہیں اتنی ہی دی ہو گئی تھی تم پہلے دیا کرتے تھے اور اگر میرے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی تو بہت برا ہو گا۔ واپس جا کر بنی اسرائیل کے لوگوں سے کہہ دو کہ ہمیں خود حاصل کرو اور اس کے ساتھ ہی اپنی اینٹوں اور روزمرہ کے کام میں کسی طرح کی کمی نہ ہو پائے۔“

بنی اسرائیل کے بارہ کے بارہ سردار فرعون کی اس گفتگو سے بڑے مایوس اور پریشان ہوئے اس لئے کہ فرعون نے نہ صرف ان کا کہا ماننے سے انکار کر دیا بلکہ تکبر اور گھمنڈ سے کام لیتے ہوئے انہیں جھڑکنے کے انداز میں اپنے محل سے جانے سے کہہ دیا تھا۔

بنی اسرائیل کو جانے دے ورنہ اگر تو نہیں جانے دے گا تو دیکھ کل تیرے ملک میں ہرے خداوند قدوس کی طرف سے ایک نئے عذاب کی ابتداء ہو جائے گی۔“

آپ نے فرعون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو کچھ مجھے خداوند قدوس نے بتایا ہے اس کے مطابق اب بھی اگر تو نہ مانا تو تجھ پر مڑیوں کا عذاب نازل ہو گا اور وہ اتنی بڑی تعداد میں آئیں گی کہ وہ زمین کی سطح کو ایسے ڈھانک لیں گی کہ کوئی زمین کو دیکھ نہ سکے گا۔ اولوں سے جو کچھ تمہارا بیج رہا ہے وہ اسے کھا جائیں گی اور تمہارے جتنے درخت میدان میں لگے ہیں ان کو بھی چٹ کر جائیں گی اور تیرے آبا اجداد نے جب سے وہ پیدا ہوئے اس وقت سے آج تک ایسی ہولناکی نہ دیکھی ہوگی۔

فرعون نے جب دوبارہ خداوند قدوس کی اطاعت کرنے اور بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تب ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی اپنا عصا بلند کیا جس کے نتیجے میں اتنی تعداد میں مڑیاں مصر میں آن گئیں کہ ہر قسم کی سبزی کو جو اولوں سے بیج رہی تھی چٹ کر گئیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے عذاب کے لئے اپنی لٹھی بڑھائی تب ساری رات ہوا چلتی رہی اور صبح ہوتے ہوتے وہ ہوا جو آدمی کی صورت اختیار کرتی چلی گئی تھی مڑیاں لے آئی اور مڑیاں سارے ملک مصر میں چھا گئیں پس مصر میں جو پھل دار درخت گھروں میں یا باغوں میں پھرتے تھے اور جو ثمر اور میوے پک گئے تھے یا پکنے والے تھے سب کو وہ مڑیاں چٹ کر چھینیں اور مصر میں نہ کسی درخت کی، نہ کھیت کی، نہ کسی سبزی کی ہریالی باقی رہی یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فرعون نے پھر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بلوا کر کہا کہ میں تمہارے خدا کا ایک بار گناہ گار ہوا ہوں سو فیض اس بار میرا گناہ بخشو اور اپنے خداوند سے سفارش کرو کہ وہ اس موت کو مجھ سے دور کرے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر جب مڑیوں کے عذاب کے لئے کی التجا کی تو مڑیاں جب ٹل گئیں تب موسیٰ علیہ السلام کا کہا ماننے سے ایک بار پھر فرعون نے انکار کر دیا۔ اس کا دل سخت ہو گیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا اسے فراموش کرتے ہوئے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔

فرعون کے اسی تکبر اور گھمنڈ کے جواب میں تیسرے عذاب کی ابتداء ہوئی یہ

طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ اے موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ آسمان کی طرف برسرِ آسمان کر۔ ملک مصر میں انسان اور حیوان، کھیت اور سبزی پر جو مصر میں ہے اولے لگیں۔

پس اپنے خداوند قدوس کے احکامات کا اتباع کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لٹھی آسمان کی طرف اٹھائی اور خداوند قدوس نے اسی وقت مصر پر بارش اور اولے پھینک شروع کر دیے اولے بڑی تیزی سے برسا شروع ہو گئے تھے اور ایسے اولے گرے اور وہ وزن میں ایسے تھے کہ جب سے مصری قوم آباد ہوئی تھی اپنے ملک میں ایسے اولے گرتے نہ دیکھتے تھے بس ان اولوں سے سارے مصر میں انسانوں اور حیوانوں میں سے جو میدان میں رہ گئے تھے ان کا صفایا کر دیا جو کھیت اور سبزیں تھیں وہ بھی اولوں سے تباہ و برباد ہو گئیں میدانوں کے بزر درختوں کو توڑ ڈالا اور حیرت انگیز بات یہ کہ جش کا علاقہ جہاں بنی اسرائیل رہتے تھے وہاں اولے نہیں گرے تھے۔

”فرعون نے جب یہ صورت حال دیکھی تب اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بلوا کر ان سے کہا۔ میں نے اس دفعہ گناہ کیا یقیناً خداوند قدوس صادق ہے۔ میں اور میری قوم دونوں ہی بدکار ہیں پس اپنے خداوند سے شفاعت کرو کیونکہ یہ زور سے گردنا اور اولوں کا برسا بہت ہو چکا میں تم کو جانے دوں گا اور تم اب رکو گے نہیں۔“

تب موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا۔ ”میں شہر سے باہر نکلتے ہی خداوند قدوس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گا اور یہ عذاب ختم کرنے کی التجا کروں گا لیکن تو یہ جان لے کہ یہ ساری دنیا خداوند قدوس ہی کی ہے۔“ پس حسب وعدہ موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے پاس التجا کی اور اس التجا کے جواب میں اولے برسنے بند ہو گئے۔

چنانچہ فرعون اور اس کے حواریوں نے دیکھا کہ اچانک اولے موقوف ہو گئے ہیں تو اس نے اس کے حواریوں نے موسیٰ علیہ السلام کا کہا ماننے سے انکار کر دیا فرعون کا دل پھر سخت ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ جو عذاب طاری ہونا شروع ہوا تھا وہ تو ختم ہو گیا ہے اب اسے موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

فرعون نے پھر بنی اسرائیل کو مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف جانے کی اجازت دینے سے انکار کیا تب حکم خداوندی ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کے پاس گئے اور اس سے کہا۔

”خداوند قدوس فرماتا ہے کہ تو اب تک میرے سامنے جھکے سے انکار کرتا رہا۔

عذاب ایسا تھا کہ مصر میں تین دن تک گہری تاریکی چھائی رہی تین دن تک نہ تو کسی کسی کو دیکھا اور نہ کوئی اپنی جگہ سے ہلا لیکن وہ علاقہ جہاں بنی اسرائیل کی رہائش گاہ تھیں وہاں تاریکی کے بجائے اجالا رہا فرعون اور اس کے حواریوں نے جب دیکھا کہ مصر میں تو تاریکی چھا چکی ہے روشنی اور اجالے کا کہیں نام نہیں رہا تب حسب سابق انہوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر کہا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق اپنے خداوند کی عبادت کرتا ہیں تمہیں فلسطین سے جانے کی اجازت دوں گا لیکن شرط یہ ہوگی کہ تم اپنی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیلوں کو نہیں چھوڑ جاؤ گے۔ اس پر موسیٰ نے کہا تمہاری یہ شرط قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ بنی اسرائیل کو کم از کم سو معنی قربانیاں کے لئے جانوروں کی ضرورت پڑے گی پس تمہیں جانور بھی ساتھ لیجانے کی اجازت دینا ہوگی۔

پس موسیٰ علیہ السلام کی التجا پر یہ تیسرا عذاب بھی مل گیا اور عذاب کے گھٹنے بند فرعون نے بنی اسرائیل کو روانہ کیا نہ ان کے چوپایوں کو جانے کی اجازت دی بلکہ دھمکی آمیز انداز میں فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔ ”اب تو میرے سامنے سے چلا جا ہوشیار رہ اور پھر بھی میرا منہ دیکھنے کو مت آنا کیونکہ جس دن تو نے میرا منہ دیکھا تو مارا جائے گا تب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا تو ٹھیک کہتا ہے میں پھر تیرا منہ کبھی نہیں دیکھوں گا۔“

فرعون موسیٰ علیہ السلام کی التجا پر خداوند قدوس کی طرف سے فرعون اور اس کی قوم پر مختلف صورتوں میں عذاب نازل ہوتے رہے آخر میں خداوند قدوس کی طرف سے مصر پر آدھی رات کو ایسا عذاب طاری ہوا کہ مصر میں آدھ رات کا سا سماں طاری ہو گیا۔ مصر کے سب پلوں کو جس فرعون کے پلوں نے عداوت جو قید خانے میں تھا اس کے پلوں نے تک بلکہ چوپایوں کے پلوں کو بھی ہلاک کر دیا پس جب یہ صورت حال پیش آئی تو فرعون اور اس کے حواری رات ہی کو اٹھ بیٹھے اس وقت مصر میں بڑا کھرام مچ گیا تھا کیونکہ ایک بھی گھریسا نہ تھا جس میں کوئی مرنا نہ ہوا تب یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فرعون نے رات ہی رات میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بلوا کر کہا۔

”تم بنی اسرائیل کو لے کر میری قوم کے لوگوں میں سے نکل جاؤ اور جیسا کہتے ہو جا کر اپنے خداوند کی عبادت کرو اور اپنے کہنے کے مطابق اپنی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل بھی ساتھ لیتے جاؤ اور میرے لئے بھی دعا کرنا ساتھ ہی مصر کے لوگ بھی فرعون سے سامنے ہی کیوں نہ الٹ دیا جائے۔

بہر حال مختلف مذاہب کے متبع تجربے دیکھنے کے بعد آخر فرعون نے اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اجازت دے دی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو وقت مقرر کیا تھا اس وقت تک سب بنی اسرائیل ایک جگہ جمع ہونا شروع ہوئے۔ ان کا سب سے بڑا مرکز ان دنوں جشن کا علاقہ تھا جشن وہی علاقہ تھا جہاں شروع میں اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آباد کیا تھا۔ حضرت موسیٰ، ہارون اور ان کے ساتھ یوشع بن نون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے چنانچہ وہ کسی محفوظ راستے کو استعمال کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو اپنی محفوظ جگہ پہنچانا چاہتے تھے لہذا شمال کی طرف انہوں نے سفر شروع کیا مورجن لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے جس مقام سے بحیرہ احمر کو عبور کیا وہ غالباً موجودہ سوئیز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا یہاں سے گزر کر یہ لوگ جزیرہ نما سینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے روانہ ہونا چاہتے تھے اس زمانے میں جزیرہ نما سینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ جنوب کے علاقے میں موجودہ شبراطور اور ابو زیمہ کے درمیان تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے تھے اور ان کانوں کی حفاظت کے لئے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی منفقہ کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نما کے جنوب مغربی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے قریب ایک اور مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانے سے ساسی قوم کی چاند دیوی کا بت خانہ تھا۔ غالباً انہی مقامات میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل کو جن پر مصریوں کی غلامی نے مصرت کی زندگی کا اچھا خاصا گہرا ٹھنڈ لگا رکھا تھا۔

بہر حال خداوند قدوس بنی اسرائیل کو ایسے راستے سے لے گیا جہاں وہ فلسطین کے حلوں سے بھی بچ سکتے تھے اور مصر کی راستے میں پڑنے والی چھاؤنیوں سے بھی بچ کر نکل سکتے تھے۔ ایسا شاید اس لئے کیا گیا تھا کہ یہ لوگ لڑائی بھڑائی دیکھ کر بچھڑاتے نہ لگیں اور مصر کو لے نہ جائیں لہذا انہوں نے بحرا احمر کا رخ کیا تھا اس کے علاوہ مصر کے ساحل پر بھی کچھ تھیں یہاں کہ علاوہ اس فرعون اور اس کی قوم فرعون کی نافرمانی اور سرکشی کی

اہل اور عظیم الشان منصوبے کے ذریعے ظالم و قاہر اقتدار سے محروم مظلوم قوم کی نجات عظیم بطور مظاہرہ کرنا بھی مقصود تھا اسی لیے یہ راستہ موزوں سمجھا گیا۔

غرض موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحرا احمر کی راہ ہو گئے اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات اور قیمتی پابجہ جات جو ایک ہزار میں مستعار لئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے کہ کہیں مصریوں پر اصل حال نہ کھل پڑے۔

چنانچہ جب بنی اسرائیل روانہ ہو گئے تب فرعون کے پاس دو حکایتیں کی گئیں پہلی کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف جانے کی اجازت دے کر بہت بڑی رقم کی ہے اور ان کے جانے کے بعد مصر میں ان کی جگہ کوں کام کرے گا۔ دوسرے یہ کہ انکشاف کیا گیا کہ ایک تہوار کے موقع پر بنی اسرائیل نے مصریوں سے زیورات لئے تھے وہ بھی واپس نہیں کیے ساتھ لے گئے ہیں۔ واپس انہوں نے اس لئے نہیں کیے کہ کہیں سارے لوگوں پر یہ عہد نہ کھل جائے کہ وہ کوچ کرنے والے ہیں۔

یہ صورت حال جاننے کے بعد فرعون نے اسی وقت ایک زبردست لشکر کو ساتھ لیا اور بنی اسرائیل کا اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔

اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد توریث کے مطابق بچوں اور چوپایوں کے سمیت چھ لاکھ تھی چنانچہ پوچھوئے کے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ فرعون تو اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے لگ گیا ہے تب وہ گھبرائے اور طرہ انداز میں موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو مرنے کے لئے بیابان میں لے آیا ہے تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا ہے۔ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کیونکہ ہمارے لئے مصریوں کی خدمت کرنا بیابانوں میں مرنے سے بہتر ہوتا۔“

چنانچہ بنی اسرائیل کے سردار اور دوسرے لوگ اس طرح کی گفتگو اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرنے لگے تو حضرت موسیٰ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا۔

”خوف نہ کرو خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور تم ہی کا مایاب ہو گے۔“

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو وہی کے ذریعے حکم دیا گیا کہ اپنے عصا کو پانی پر مارنا کہ پانی

www.pdfbooksfree.blogspot.com

پھٹ کر بیچ میں راستہ نکل آئے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب انہوں نے قلم پر اپنا عصا مارا تو پانی پھٹ کر دو جانب دو پہاڑوں کی صورت کھڑا ہو گیا اور بیچ میں راستہ نکل آیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر تمام بنی اسرائیل اس میں اتر گئے اور خشک زمین کی طرح اسے پا کر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جب سمندر کے دوسرے کنارے پہنچے گئے اتنی دیر تک فرعون بھی پہنچ گیا فرعون نے جب دیکھا کہ سمندر دو حصوں میں بٹ گیا ہے اور نیچے خشکی دکھائی دے رہی ہے تب فرعون نے اپنی قوم کو اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”یہ میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا پکڑو کہ یہ سمندر میں بہا رہا ہے۔ ایک راستہ بن گیا ہے لہذا بڑھو چلو چنانچہ فرعون اور اس کا تمام لشکر بنی اسرائیل کے پیچھے اسی راستے پر ہوا۔“

موسیٰ دوسرے کنارے پر جا کر پھر اپنے عصا کو حرکت میں لاتے ہوئے سمندر کو برابر کرتا چاہتے تھے پھر خداوند قدوس نے ایسا کرنے سے روک دیا اس لئے کہ اسی راستے پر خداوند نے فرعون کو غرق کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ فرعون سمندر میں بننے والے اسی راستے پر بنی اسرائیل کے پیچھے ہوا تھا لیکن خداوند قدوس کی کرشمہ سازی کہ جب بنی اسرائیل کا ہر مرد دوسرے کنارے پر سلامتی کے ساتھ پہنچ گیا اور فرعون اپنے پورے لشکر کے ساتھ سمندر میں داخل ہو گیا تو پانی حکم الہی پر اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر ابھی درمیان ہی میں تھا غرق ہو گیا۔

جب فرعون غرق ہونے لگا اور ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو پکار کر کہنے لگا ”میں اسی واحد الاشریک ہستی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور میں فرمانبرداروں سے ہوں مگر یہ ایمان کیونکہ حقیقی نہ تھا بلکہ گزشتہ فریب کاریوں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لئے یہ ایک مضطربانہ بات تھی اس لئے خداوند قدوس کی طرف سے جواب ملا۔

”اب یہ کہہ رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے جو اقرار کا وقت تھا اس میں انکار کرتا تھا اور اصل وہ مفسدوں میں سے تھا۔“ یعنی خدا کو خوب معلوم ہے کہ تو مسلمانوں میں سے

نہیں بلکہ مندرین میں سے ہے دراصل فرعون کی یہ پکار ایک ایسی پکار تھی جو ایمان لانے کے لئے یقین حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ عذاب الہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد بے اختیار یہی حالت میں نکلتی ہے۔

اس طرح فرعون سمندر میں غرق ہوا اور آج تک وہ مقام جزیرہ نمائے مینا کے اطراف ساحل پر موجود ہے جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اسی کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جس کو طائی آبادی نے حمام فرعون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اس کی جائے وقوع ابوزینا سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے۔ علاقے کے باشندے اسی علاقے کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی

ذہبنے والا وہی فرعون منتحاح ہے جس کو زمانہ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ سن انیس سو سات میں مرگرافٹن ایلن سمیٹھ نے اس کی مٹی پر چند پٹیاں کھولی تھیں۔ اس کی لاش پر نمک کی ایک چمچی ہوئی پائی گئی تھی جو کھارے پانی میں اس کے غرقابی کی ایک کھلی ہوئی علامت تھی اس طرح فرعون اپنے لشکروں کے ساتھ ہلاک ہوا اور موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام انہوں کی سرکردگی میں بنی اسرائیل بحر قلم کو عبور کرنے کے بعد خشکی پر چڑھے تھے۔



حتیوں کا بادشاہ متوشلیش ان دنوں بڑا پریشان اور فکر مند رہنے لگا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ حتیوں کا بادشاہ بننے سے پہلے متوشلیش کی یہ بڑی خواہش تھی کہ وہ سیدستان اور بابل کے کاسیوں کے علاقوں پر قبضہ کر کے حتیوں کی ایک شاندار اور وسیع سلطنت پر حکومت قائم کرے اب تک چونکہ اس کا یہ خواب پورا نہیں ہوا تھا لہذا وہ عموماً اپنے انہی ارادوں کی تکمیل کے متعلق سوچتا رہتا۔

دوسری بڑی فکر مندی جو اسے اب لاحق ہوئی تھی وہ اس کی بیٹی سریان کی وجہ سے تھی۔ جس وقت سیماس کو قتل کرنے کے بعد اس کے آدمی سریان کو لے کر حتیوں کے مرکزی شہر خوتاش پہنچے تو متوشلیش اور اس کے اہل خانہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس لیے کہ سریان انہیں واپس مل گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں متوشلیش اور اس کی بیوی سریان کو اس بناء پر پسند کرتے تھے۔ ایک تو وہ چھوٹی تھی دوسرے نہایت حسین اور خوبصورت تھی۔

اب جو پھر اس کی بیٹی اس کے محل سے غائب ہو گئی تب ایک تو بیٹی کا غم تھا۔ اس کی جدائی نے اسے فکر مند اور پریشان کر دیا تھا دوسرے وہ اس معاملے کو بھی اپنے لئے عار اور ذلت خیال کرنے لگا تھا کہ اس کی بیٹی کو اس کے محل کے اندر سے نکال کر کوئی لے گیا ہے اور ابھی تک یہ پتا نہ چلا تھا کہ اس کی بیٹی کہاں گئی ہے اپنی مرضی سے گئی ہے یا کوئی زبردستی اسے نکال کر لے گیا ہے۔

متوشلیش ایک روز انہیں تفکرات میں اپنے محل کے اندر بیٹھا ہوا تھا اس کی بیٹی اور اس کے بیٹے جانتے تھے کہ ان کا باپ سریان کی وجہ سے بڑا پریشان اور فکر مند ہے چنانچہ جس وقت وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کی بیوی اسورک دونوں بیٹے لوزمان اور کاک بھی آ کر بیٹھ گئے اور چاہتے تھے کہ اسے باتوں میں لگا کر اس کی دل جوئی کا سامان

کریں اتنے میں متوشلیش کے کچھ مجرمن کی تعداد چار کے لگ بھگ تھی اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ ان کی آمد پر متوشلیش چونکا تھا۔ اس کے کمرے میں آنے والے وہ لوگ تھے جنہیں متوشلیش نے اپنی بیٹی سریان کا اتنا پتا لگانے کے لئے مقرر کیا تھا لہذا ان کی آمد پر متوشلیش ہی نہیں اس کی بیوی اسورک اور دونوں بیٹے کاک اور لوزمان بھی ایک طرح کی جستجو میں مبتلا ہو گئے تھے اور بڑے غور سے آنے والے ان چاروں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

متوشلیش نے ان چاروں کو آگے آنے کے لئے کہا چنانچہ وہ چاروں قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئے یہاں تک کہ آگے بڑھ کر انہوں نے متوشلیش کو تنظیم دی پھر متوشلیش نے انہیں مخاطب کیا۔

”کیا تم میری بیٹی کا اتنا پتا لے کر آئے ہو؟“

اس پر ان میں سے ایک جو شاید ان کا سرکردہ تھا متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک آپ کا اندازہ درست ہے ہم آپ کی بیٹی کا اتنا پتا لگا کر آئے ہیں اور آپ کی بیٹی واپس اپنی حویلی یعنی سیدستان کے مرکزی شہر اشوکا کی جا چکی ہے۔“

اس پر دکھ بھرے انداز میں متوشلیش بول اٹھا۔

”وہ کیسے اور کیونکر وہاں اکیلی پہنچ گئی؟“

اس موقع پر اسورک کاک اور لوزمان بھی پریشانی کا اظہار کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ مجرمن بھر بول اٹھا۔

”مالک وہ اکیلی نہیں گئی ہم ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں چند ہفتے پہلے مدنی تاجروں کا کاروان ہمارے مرکزی شہر کے شرقی حصے میں خیمہ زن ہوا تھا۔ وہ اپنے ساتھ وہی سامان لائے تھے جو عموماً مدنی تاجر ہمارے ہاں لے کر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کاروان مدین والوں کا نہیں تھا وہ کاروان سیدستان کا تھا۔“

ان الفاظ پر متوشلیش چونکا تھا کہنے لگا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

اس پر وہ مجرمن بھر بولا اور کہنے لگا۔

قاتلوں سے انتقام لے اور دوسرا یہ کہ اپنی ماں کو یہاں سے نکال کر لے جائے۔
 ”مالک آپ جانتے ہیں ہمارے جن چار بیٹے زونوں نے سیاست کو قتل کیا تھا وہ چاروں آپس میں دوست اور گہرے ساتھی تھے اور شام کے وقت وہ چاروں انا طویلہ کے میدانوں میں ہمارے مرکزی شہر سے نکل کر جو شاہراہ مشرق کی طرف جاتی ہے اس پر گھوڑ دوڑ کیا کرتے تھے لگتا ہے آپ کے نواسے نے یہاں رہنے والوں میں سے کسی شخص کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ کس کے ساتھ رابطہ قائم کیا یہ تو ہم نہیں جانتے لیکن ہمارا اندازہ ہے اس کا یہاں کسی کے ساتھ رابطہ تھا جس نے اس پر انکشاف کیا کہ اس کے باپ کے چاروں قاتل سورج غروب ہونے سے پہلے ہمارے مرکزی شہر خوشنشاہ کے مشرق میں گھوڑ دوڑ کے لئے جاتے ہیں چنانچہ اس نے نگاہ رکھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ اس جگہ گھات میں بیٹھ گیا جہاں ہمارے چاروں بیٹے زونوں کی لائیں ملی تھیں یعنی اس نے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے لیا۔

اب ہم یہ نہیں جانتے کہ اس نے اپنی ماں سے کیسے اور کس طرح رابطہ قائم کیا تاہم یہ بات ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی بھی موقع پر آپ کے قصر میں داخل نہیں ہوا۔ میرے خیال میں جس شخص نے آپ کے نواسے کو اس کے باپ کے قاتلوں سے متعلق خبر کی تھی اس نے اس کا رابطہ اس کی ماں سے کرایا ہوگا۔ چنانچہ دونوں ماں بیٹے کے درمیان کوئی معاملہ طے ہوا ہوگا اور اسی منصوبہ بندی اور معاملے کے مطابق لیماں اپنے ساتھیوں اور اپنی ماں کو لے کر یہاں سے چلا گیا اور اسی خبر تک نہ ہوئی اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کر رہی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ منبر جب خاموش ہوا تب متوشلیش تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا اس کے بعد بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”میں اپنے کسی نواسے کسی نواہ کو نہیں جانتا۔ میں صرف اپنی بیٹی سریان کو جانتا ہوں اگر سیتانی یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ میری بیٹی کے میرے محل سے نکال کر اپنے مرکزی شہر اشوکانی لیجانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوگا تو یہ ان کی بھول ہے میں ان کے اس فعل کے جواب میں ایسے رد عمل کا اظہار کروں گا جس کی وہ امید اور توقع بھی نہیں رکھتے۔ میں ان کی ساری سرزمینوں کو روند دنگا ان کے شہر کو تباہ و برباد کروں گا اور ان کے مرکزی شہر کو آگ کی نذر کرتے ہوئے اسے راکھ میں بدل

”مالک میں ٹھیک اور درست کہہ رہا ہوں وہ کاروان جس نے ہمارے مرکزی شہر کے مشرقی حصے میں پڑاؤ کیا تھا وہ مدین والوں کا تہائی کاروان نہیں تھا بلکہ وہ سیتانی تھے اور وہ تاجر نہیں تھے وہ سب تاجر بنے ہوئے تھے بلکہ وہ سب جنگجو اور مسلم سیتانی تھے اور ان سب کی کمانداری آپ کا نواسا اور آپ کی بیٹی سریان کا بیٹا لیماں کر رہا تھا۔“
 یہاں تک کہنے کے بعد وہ منبر کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا پھر کہہ رہا تھا۔
 ”مالک میں آپ پر انکشاف کروں کہ آپ کی بیٹی سریان کے دو بیٹے ہیں ایک بیٹا جس کا نام لیماں ہے اور ایک بیٹا کی خوبصورت اور حسین بیٹی ہے اس کی شکل و صورت آپ کی بیٹی سریان سے ملتی جلتی ہے اور اس کا نام یورما ہے۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس وقت ہمارے جنگجوؤں نے گھات سے نکل کر اچانک سیاست پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد سریان کو اپنے لشکر میں لائے اور پھر سریان کو اپنے مرکزی شہر میں لایا گیا تھا سریان یہاں آنے پر خوش نہیں تھی۔ پہلے تو آپ نے اس کی نگرانی پر کچھ لوگوں کو مقرر کیا ہوا تھا چنانچہ وہ بالکل پابند اور مجبور تھی اور جب اس کی نگرانی سے سب نگہبانوں کو ہٹا دیا گیا تب وہ مصروفی زندگی بسر کر رہی تھی اور یہاں سے بھاگنے کا کوئی بھی لمحہ وہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اور کس طرح سیتانیوں کے ہاں اپنے بیٹے اور بیٹی کے پاس جائے۔

میں آپ پر یہ واضح کروں کہ جس وقت ہمارے آدمیوں نے سیاست کو قتل کیا تھا تو سیاست اور سریان کے بیٹے لیماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے مرنے والے باپ سیاست کے قتل کا انتقام لے گا بلکہ اپنی ماں سریان کو بھی ہمارے مرکزی شہر خوشنشاہ سے نکال کر سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی لے کر جائے گا۔

اسے بادشاہ اس نے ایسا کر دکھایا اس نے چند سیتانی دستوں کے ساتھ پہلے اپنے مرکزی شہر اشوکانی سے سفر کیا سیدھا ہمارے علاقوں کی طرف نہیں آیا بلکہ پہلے ان دستوں کے ساتھ وہ مدین کے سرزمین میں داخل ہوا اپنے آپ کو سب نے تاجر ظاہر کیا وہاں سے اس قسم کا سامان خریدا جس قسم کا سامان مدیانی تاجر ہمارے ہاں لے کر آتے ہیں پس وہ مدین والوں کے تاجر کے ایک کاروان کی صورت میں داخل ہوئے اور شہر سے باہر انہوں نے پڑاؤ کیا۔“

”اب آپ کا نواسا لیماں دو کام کرنے کے لئے آیا تھا پہلا یہ کہ اپنے باپ کے

دو گنا اب وقت آ گیا ہے کہ اپنی پوری عسکری طاقت اور قوت کے ساتھ پہلے سیتانیوں پر ضرب لگائی جائے سیتانیوں کے سارے علاقوں کو حتیٰ سلطنت میں شامل کیا جائے اور کے بعد ایسی ہی ضرب کا سیوں پر لگائی جائے اور ان سے باطل شہر اور گردنواح سارے علاقے چھین کر انہیں بھی ہم اپنی مملکت میں شامل کر لیں اور جس روز ایسا ہو اس روز میں جانو گنا کہ حتیٰ مملکت کی تکمیل ہو گئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش کچھ دیر خاموش ہوا دو بارہ سوچا اس کے بعد اپنے سامنے کھڑے منبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”اب تم جاؤ جا کر آرام کرو اور جاتے ہوئے گور اور سنوش دونوں سالاروں کو میرا پیغام دو کہ وہ خود بھی آئیں اور اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو قصر میں لے کر آئیں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ منبر وہاں سے ہٹ گئے تھے تھوڑی دیر بعد قصر کے کمرے میں جتوں کے پرانے تجربہ کار سالار گور، سنوش اور اس کے ساتھ نئے پرانے سالار داخل ہوئے تھے اور سارے اپنے اپنے منصب کے مطابق متوشلیش کے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

جب سب سالار اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب متوشلیش نے ایک گہری نگاہ اپنے چھوٹے بڑے سالاروں پر ڈالی اس کے بعد تھوڑی دیر پہلے اس کے منبر جو اطلاعات لے کر آئے تھے اس کی تفصیل اس نے سب پر بیان کی سب نے دیکھا اس موقع پر متوشلیش بے پناہ غصے اور غضب کی حالت میں تھا چنانچہ تفصیل بتانے کے بعد وہ رکا اس کے بعد اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”تم سب لوگ جانتے ہو کہ اپنے بھائی متوشلیش کے دور حکومت میں بھی میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ سیتانیوں اور کا سیوں کے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے جتوں کی ایک ناقابل تسخیر سلطنت کی تکمیل کرنی چاہیے جس کو اب تک انجام نہیں دے سکے اب سیتانیوں نے خود ایک ایک بھانہ ہمارے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ وہ ایک بار پھر میری بیٹی کو یہاں سے نکال کر اپنے مرکزی شہر اشوکانی لے گئے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں اس ذلت اور عار میں ڈالنے کے بعد وہ ہماری طرف سے کسی

دو گنا اب وقت آ گیا ہے کہ اپنی پوری عسکری طاقت اور قوت کے ساتھ پہلے سیتانیوں پر ضرب لگائی جائے سیتانیوں کے سارے علاقوں کو حتیٰ سلطنت میں شامل کیا جائے اور کے بعد ایسی ہی ضرب کا سیوں پر لگائی جائے اور ان سے باطل شہر اور گردنواح سارے علاقے چھین کر انہیں بھی ہم اپنی مملکت میں شامل کر لیں اور جس روز ایسا ہو اس روز میں جانو گنا کہ حتیٰ مملکت کی تکمیل ہو گئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش کچھ دیر خاموش ہوا دو بارہ سوچا اس کے بعد اپنے سامنے کھڑے منبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم جاؤ جا کر آرام کرو اور جاتے ہوئے گور اور سنوش دونوں سالاروں کو میرا پیغام دو کہ وہ خود بھی آئیں اور اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو قصر میں لے کر آئیں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ منبر وہاں سے ہٹ گئے تھے تھوڑی دیر بعد قصر کے کمرے میں جتوں کے پرانے تجربہ کار سالار گور، سنوش اور اس کے ساتھ نئے پرانے سالار داخل ہوئے تھے اور سارے اپنے اپنے منصب کے مطابق متوشلیش کے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

جب سب سالار اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب متوشلیش نے ایک گہری نگاہ اپنے چھوٹے بڑے سالاروں پر ڈالی اس کے بعد تھوڑی دیر پہلے اس کے منبر جو اطلاعات لے کر آئے تھے اس کی تفصیل اس نے سب پر بیان کی سب نے دیکھا اس موقع پر متوشلیش بے پناہ غصے اور غضب کی حالت میں تھا چنانچہ تفصیل بتانے کے بعد وہ رکا اس کے بعد اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم سب لوگ جانتے ہو کہ اپنے بھائی متوشلیش کے دور حکومت میں بھی میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ سیتانیوں اور کا سیوں کے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے جتوں کی ایک ناقابل تسخیر سلطنت کی تکمیل کرنی چاہیے جس کو اب تک انجام نہیں دے سکے اب سیتانیوں نے خود ایک ایک بھانہ ہمارے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ وہ ایک بار پھر میری بیٹی کو یہاں سے نکال کر اپنے مرکزی شہر اشوکانی لے گئے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں اس ذلت اور عار میں ڈالنے کے بعد وہ ہماری طرف سے کسی

مطبخ کے سامنے والے کمرے میں طہامہ، سریان، لیان اور یوریمیا چاروں اکٹھے کھانا کھا رہے تھے کھانا کھانے کے بعد لیان اور یوریمیا دونوں بہن بھائی اٹھے اور نے پہلے مطبخ میں ہاتھ دھوئے پھر یوریمیا ایک بڑے طشت نما برتن میں پانی لے کر آئی اسی برتن میں اس نے اپنی داہی طہامہ اور اپنی ماں سریان کے ہاتھ دھووائے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے بھرا طشت اس نے زمین پر رکھا اپنے شانے دیکھے ہوئے انگوٹھے سے پہلے اس نے طہامہ کے ہاتھ صاف کیے پھر وہی انگوٹھا لے کر جب وہ سریان کے ہاتھ صاف کرنے لگی۔ تب سریان نے اس کے خوبصورت گال ہلکا سا پیار بھرا طہانچہ لگا دیا ساتھ ہی کہنے لگی۔

”میری بیٹی تو اپنی دادی کا یہ کام کرتی ہوئی تو اچھی لگتی ہے لیکن ماں کا نہیں یہ کام ہری بیٹی میں خود کر سکتی ہوں۔ تو میرے لئے کیوں زحمت کرتی ہے؟ تو اپنی دادی کی سب خدمت کرتی ہے تو اس وقت میں کتنی خوش ہوتی ہوں۔ بیٹی! میں اپنے جذبات کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتی۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ طہامہ مسکراتے ہوئے بول

”سریان میری بیٹی تمہیں اور یوریمیا دونوں کو اگر میں کوئی بہت بڑی مشعل لے کر دے دیا میں تلاش کرتی اور ڈھونڈتی تو تم جیسی بیٹیاں مجھے کہیں نہ ملتیں اس سلسلے میں قسمت ہوں کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا جو مارا گیا لیکن ایک سلسلہ میں، میں خوش قسمت بھی ہوں کہ مجھے تمہاری اور یوریمیا کی صورت میں دو خدمت گزار بیٹیاں اور لیان کی صورت میں ایک نایاب بیٹا ملا اور میں جب تک زندہ ہوں تم تینوں پر فخر کرتی رہو گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طہامہ جب خاموش ہوئی تب یوریمیا طہامہ سے لپٹ گئی

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش جب خاموش ہوا تب پھر ایک بار اپنے بڑے سالاروں گود اور سنوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ میں نے کہا ہے اس سلسلے میں اگر تم لوگوں کو کوئی شک ہو تو کہو۔“

متوشلیش کے اس سوال کے جواب میں جب چھوٹے بڑے سارے ہی سالاروں نے متوشلیش کی اس تجویز اور منصوبہ بندی سے اتفاق کیا تب متوشلیش نے خوشی کا اظہار کیا پھر بولا۔

”اگر یہ بات ہے تو آج سے ہی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دو میں ہر صورت چاہتا ہوں کہ تمہیں جیتنے کے بعد لشکر یہاں سے نکلے اور سیتانیوں کی سرزمینوں پر حملہ آور ہو کر ان کے ہر لشکر ان کے ہر شہر اور ہر قصبہ کو تباہی اور بربادی کا شکار کرتا پنا جائے۔“

یہ فیصلہ کرنے کے بعد متوشلیش نے اپنے سالاروں کو جانے کی اجازت دے دی تھی اس نے وہ اجلاس بھی ختم کر دیا تھا۔ یوں حتی سیتانیوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے اور سیتانیوں کی سرزمینوں کو اپنی مملکت میں شامل کرنے کے لئے بڑی تیزی سے اپنی جنگی اور عسکری تیاریوں کو آخری شکل دینے لگے تھے۔



”ہیں۔“ بچے ابھی تیری ماں اور تیری دادی زندہ ہے۔ ہمارے پاس اس قدر اثاثہ ہے کہ ایسی کئی شادیوں کا ہم شادانہ اور بڑے شان و شوکت اور کفر کے ساتھ اہتمام کر سکتے ہیں۔“

اس پر لیان حیرت بھرے اور کسی قدر عجیب انداز میں باری باری اپنی دادی طہامہ اور سریان کی طرف دیکھنے لگا تھا یہاں تک کہ سریان کہنے لگی۔

”لیان میرے بیٹے جو کچھ تمہاری دادی نے کہا ہے درست ہے۔ اس وقت تم حتی الا کے پاس جاؤ واپس آؤ پھر میں اور اماں تم پر انکشاف کریں گے کہ ایسی کئی شادیاں ہوں خاندان کے ساتھ ہم دونوں ماں بیٹی کیسے کر سکتی ہیں۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ پر یوریمیا بھی حیرت زدہ سے انداز میں کبھی اپنی دادی کبھی اپنی ماں کی طرف دیکھ لیتی تھی یہاں تک کہ طہامہ پھر بول اٹھی۔

”بیٹے فی الحال تو چاہتے بلایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے شادی کے علاوہ کوئی اہم معاملہ ہو رہا ہو تمہیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔“

طہامہ یہی تک کہنے پائی تھی کہ اسی لمحہ حویلی کے دروازے کے باہر سے لیان کو آواز دے کر بلایا گیا تھا اس پر طہامہ کہنے لگی۔

”جاؤ جلدی کرو طباش تمہیں بلا رہا ہے۔ میرے خیال میں وہ دونوں باپ بیٹا ہمیں ساتھ لے جانے کے لئے باہر ہی کھڑے ہوں گے۔“

اس پر لیان بڑی تیزی سے مزاج حویلی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو واقعی طباش اور مولک باہر کھڑے تھے انہیں دیکھتے ہی لیان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ طباش بول اٹھا۔

”بیٹے آؤ متی وزانے سب کو بلایا ہے۔ میرے خیال میں کوئی اہم معاملہ درپیش ہے جواب میں لیان چپ چاپ طباش اور مولک کے ساتھ ہولیا تھا۔“

تینوں ایک ساتھ امواکانی شہر کے قصر میں داخل ہوئے بہت سے امراء اور کچھ سالار پہلے سے وہاں پہنچ چکے تھے طباش آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھا جاں کبھی وہ جہاس کے پہلو میں بیٹھا کرتا تھا اس موقع پر مولک اور لیان نے چھوٹے سالاروں کے اندر جو شش خالی تھیں ان پر بیٹھا چاہا اس پر متی وزا کا چوہدر فوراً حرکت میں آیا اور لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”لیان تمہارے باپ کی نشست متی وزا کے پہلو میں سپہ سالار کی حیثیت سے ہوا

اس کی پیشانی چوی پھر کہنے لگی۔

”دادی اماں آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں۔ آپ کی خدمت کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے اگر ہم لوگ یہ نہیں کرتے تو پھر یوں جانیں ہماری زندگی بے کار ہے۔ یوریمیا ان کے الفاظ کا جواب طہامہ دینا ہی چاہتی تھی کہ میں اسی لمحہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی اس موقع پر لیان حرکت میں آیا اور اپنی ماں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔“

”اماں میں دیکھتا ہوں کون ہے اس کے ساتھ ہی لیان اس کمرے سے نکلا تھا۔“

تھوڑی دیر بعد لیان جب لوٹا تب طہامہ، سریان، یوریمیا تینوں دیوان خانے میں بڑی بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب وہ دیوان خانے میں آیا تو اسے دیکھتے ہی سریان نے بڑی بے تابی اور بے چینی سے پوچھ لیا۔

”کون تھا بیٹے؟“

لیان کمرے میں داخل ہوا بیٹھا نہیں بلکہ اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں مجھے اپنے حکمران متی وزانے بلایا ہے شاید کوئی اہم معاملہ ہے۔“

لیان کے اس انکشاف پر ہلکا سا تبسم اس موقع پر سریان کے چہرے پر نمودار ہوا کچھ سوچا پھر لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے ہو سکتا ہے متی وزا تمہاری اور کسبیا کی شادی کی بات کرے۔“

اس پر لیان کہنے لگا۔

”نہیں اماں معاملہ یہ نہیں ہے کچھ اور بات ہے۔ اس لئے کہ سارے سالاروں اور امراء کو بھی طلب کیا گیا ہے۔ ہم طباش اور مولک کو بھی بلایا گیا ہے۔ ویسے بھی اماں اس وقت ہمارے ملکی حالات ایسے تو نہیں ہیں کہ ہم اس شادی کے لئے ہائی بھر لیں اس کے لئے اچھے خاصے اخراجات انہیں گے کسبیا متی وزا کی بیٹی ہے اور شاید وہ شادی سادگی سے کرنا پسند کریں۔“

لیان جب خاموش ہوا تب ہلکا سا تبسم اس موقع پر سریان کے چہرے پر نمودار ہوا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی طہامہ بول اٹھی۔

”بیٹے یہ بات تم نے کیا کہہ دی کہ تمہاری شادی کے لئے ہمارے پاس اخراجات

کرتی تھی۔ وہ نشست ابھی تک خالی ہے کسی کو اس کا حق دار خیال نہیں کیا گیا آج جب تمہیں بلایا گیا تو میرے لئے یہ حکم جاری کیا گیا تھا کہ تمہیں تمہارے باپ کی نشست پر بٹھایا جائے اور محترم طباش کے ساتھ جو نشست خالی رکھی گئی ہے وہ ان کے بیٹے مولک کے لئے ہے۔“

چوہدار کے ان الفاظ پر طباش مسکرایا تھا اپنی جگہ سے اٹھ لیان کا ہاتھ پکڑ کر اسے نشست پر بٹھایا جس پر بھی اس کا باپ سیماس بیٹھا کرتا تھا اور پھر مولک اپنے باپ کے پہلو میں جو نشست خالی تھی اس پر بیٹھ گیا اب باقی سالار اور امراء بھی تیزی سے اس بڑے کمرے میں داخل ہو رہے تھے تھوڑی دیر بعد لیان اور طباش کی نشستوں کے پاس جو نشست تھی اس کے پشتی حصے سے مٹی وزا اور اس کا بیٹا یوتان دونوں نمودار ہوئے اور نشست پر بیٹھ گئے۔

اپنی نشست سنبھالنے کے بعد مٹی وزا نے پہلے اس بڑے کمرے کا جائزہ لیا آخر میں اس کی نگاہیں سیماس کی نشست پر بیٹھے اس کے بیٹے لیان پر جم گئی تھیں۔ اس موقع پر مٹی وزا کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا پھر لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”لیان میں تمہیں اپنے باپ کی نشست اور اس کے منصب کے مطابق بیٹھنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ بیٹے! مجھے امید ہے کہ مختلف معرکوں میں جو کارہائے نمایاں تھے اسے باپ نے انجام دیئے مجھے امید ہے کہ تم اپنے باپ ہی کی طرح اس اعلیٰ منصب کا حق ادا کرو گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مٹی وزا کا کچھ سوچا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں، جس کے لئے تم سب کو بلایا گیا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے خبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ حنیوں کا بادشاہ منوشلیش پھر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے درپے ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو تین بیٹے کی مہلت دی ہے اس مہلت میں اس کا لشکر تیاری کرے گا دوسرا ضرورت کا دوسرا سامان اپنے لئے مہیا کرے گا اس کے بعد حنیوں کا وہ لشکر حنیوں کے تجربہ کار اور مجھے ہوئے سالار گودر اور سنوش کی سرکردگی میں ہماری سرزمینوں کا رخ کرے گا حنیوں کا بادشاہ منوشلیش یہ چاہتا ہے کہ پہلے ہم سیتانیوں کی سلطنت کا خاتمہ کر کے سیتانیوں کے سارے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرے۔ ہمارے خبروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم سے

یہاں تک کہنے کے بعد مٹی وزا کا کچھ سوچا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں، جس کے لئے تم سب کو بلایا گیا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے خبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ حنیوں کا بادشاہ منوشلیش پھر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے درپے ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو تین بیٹے کی مہلت دی ہے اس مہلت میں اس کا لشکر تیاری کرے گا دوسرا ضرورت کا دوسرا سامان اپنے لئے مہیا کرے گا اس کے بعد حنیوں کا وہ لشکر حنیوں کے تجربہ کار اور مجھے ہوئے سالار گودر اور سنوش کی سرکردگی میں ہماری سرزمینوں کا رخ کرے گا حنیوں کا بادشاہ منوشلیش یہ چاہتا ہے کہ پہلے ہم سیتانیوں کی سلطنت کا خاتمہ کر کے سیتانیوں کے سارے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرے۔ ہمارے خبروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم سے

بھی آج ہی ہمارے ہرکاروں نے دی ہے۔ ماضی میں مصر کے فرعون ہمارے لئے ہماری بہترین پشت پناہ ثابت ہوا کرتے تھے خصوصیت کے ساتھ رعحمیس نے اپنے دور حکومت میں حنیوں کے خلاف ہماری اور بابلی کاسیوں کی بھرپور مدد کی رعحمیس کے پورے دور میں ان حنیوں نے ہم پر کوئی بڑا حملہ نہیں کیا۔ رعحمیس کے بیٹے منتاح کا دور مختصر ہی رہا ہے اور اس دوران بھی حتی ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے اجتناب ہی کرتے رہے ہیں۔ میرے خیال میں اب انہیں بھی یہ خبر پہنچ چکی ہے کہ مصر کا فرعون مارا جا چکا ہے اور یہ کہ مصر کے اندر ان دنوں حکومتی معاملات میں افراتفری کا عالم ہے چنانچہ حتی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ہم سیتانیوں اور بابل کے کاسیوں پر ضرب لگاتے ہیں تو مصر کی طرف سے ہمیں کوئی مدد نہیں ملے گی لہذا ہم نے بھی یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اب ہم مصر کی مدد کے بغیر صرف کاسیوں کے ساتھ مل کر حنیوں کو نہ صرف شکست دیں گے بلکہ انہیں ان کے علاقوں میں دھکیلے ہوئے ان کے خلاف جوابی کارروائی بھی کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے مٹی وزا کا کچھ سوچا دوبارہ وہ طباش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”طباش میرے عزیز! میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنی تیاریوں کو صرف ایک بیٹے کے اندر مکمل کر لیں میرے خیال میں اتنی دیر تک بابل کے بادشاہ برنابورش کو بھی میرا پیغام مل جائے گا اور وہ بھی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے لے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ حنیوں کے ہماری سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہمارا لشکر اپنی سرحدوں پر پہنچے برنابورش کے نام میں نے یہ پیغام دے رکھا ہے کہ وہ کوشش کرے کہ وہ ایک لشکر ہزراں کو دے کر بھیجے۔ اس لئے کہ سیماس اور طباش کی طرح ہزراں بھی ایک ایسا سالار ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کی ہنرمندی اور صنائی رکھتا ہے۔ مٹی وزا پھر کا کچھ سوچا پھر طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے یوتان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حنیوں کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچنا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مٹی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

جواب میں لمیان کہنے لگا۔
 ”اماں چند دن تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا اس لئے کہ سارے انتظام مکمل ہو چکے ہیں۔ ہم طباش بھی لشکر کے ساتھ جائیں گے۔“ اس موقع پر یوریا بھی اور کہنے لگی۔
 ”بھائی باتوں میں کافی وقت ہو گیا آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں۔“

اس پر لمیان مسکرایا اور کہنے لگا۔
 ”نہیں میری بہن تم بیٹھی رہو میں مستقر سے کھانا کھا کر آ رہا ہوں۔“
 اس پر یوریا پھر بیٹھ گئی اس کے بعد چاروں مل کر آئندہ کی جنگوں سے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔



کہ ہم تیری شادی نکیسما کے ساتھ نہیں کر سکتے؟ وہ اگر سیتانوں کے بادشاہ متی وزا کی بیٹی ہے تو کیا ہوا تم سیاسی کے بیٹے ہو جو اپنے دور میں سیتانی لشکریوں کا سپہ سالار رہ چکا ہے اور مختلف جنگوں میں اسے جو کچھ حاصل ہوا میرے بیٹے وہ بچا بڑی محنت اور محبت کے ساتھ تم دونوں بہن بھائی کے لئے جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا۔ بہر حال میرے بیٹے ہمارے پاس اس قدر اثاثہ ہے کہ تم دونوں بہن بھائیوں کی شانہ انداز میں شادی کرنے کے بعد بھی ہمارے پاس اس قدر بچا رہے کہ ہم اپنی باقی زندگی بڑے احسن اور باعزت طور پر گزار سکیں۔“

کچھ دیر حریف لوہے کا وہ ڈبلیان دیکھتا رہا پھر اس کا ڈھکن بند کر کے اس نے اسی گڑھے میں ڈال دیا۔ اس کے ایسا کرنے کے بعد سریان باہر گئی باورچی خانے سے ایک برتن میں پانی لے کر آئی اور گڑھے میں مٹی بھرنے کے بعد اس کی اوپر سے لپائی کر دی گئی تھی اس کے بعد دوبارہ باورچی خانے میں جا کر وہ ہاتھ دھونے کے بعد لوٹی اور کہنے لگی۔

اب آؤ دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں اس کے ساتھ ہی سب پہلے کی طرح دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے اس موقع پر یوریا بول اٹھی۔
 ”دادی اماں کم از کم میں اور بھائی یہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ہمارے باپ نے ہمارے لئے اس قدر اثاثہ جوڑا اور چھوڑ رکھا ہوگا۔“
 اس پر طمہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”بہن! تیرا باپ فضول خرچ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اس نے جنگوں میں بہت کچھ کمایا اور پھر ہمارے بادشاہ متی وزا نے بھی اسے خوب نوازا۔ اس لئے کہ اس کی کارروائیاں اور دشمن کے خلاف اس کی معرکہ آرائیاں ایسی تھیں کہ جب تک وہ زندہ رہا متی وزا اس کی قدر دانی کرتا رہا۔ تم دونوں بہن بھائی کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہارا باپ اس قدر اثاثہ چھوڑ چکا ہے کہ تم دونوں بہن بھائی اپنی زندگی آسودگی اور بڑی آسائش میں گزار سکتے ہو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طمہ در کی حب سریان لمیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
 ”بیٹہ تم اپنے لشکر کے ساتھ کب تک روانہ ہو گے اور کیا لشکر میں طباش بھائی بھی شامل ہوں گے؟“

”بدبختو! خدائے واحد کی بندگی اور عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا پاٹ کی طرف پھل ہوتے ہو اور خدا کی ان تمام نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے ہو جن کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو۔“

تاریخ عالم میں بنی اسرائیل کا ایک قوم کی حیثیت سے نقشہ لوگوں کے سامنے اس طرح آتا ہے کہ وہ تقریباً ساڑھے چار سو برس سے مصر کے قاہرہ اور جاہر بادشاہوں اور مصری قوم کے ہاتھوں میں غلام اور مظلوم چلی آتی تھی اور غالب قوم کے سخت سے سخت مصائب اور مظالم کا شکار بن رہی تھی کہ اچانک اسی مردہ قوم میں بجلی کی کڑک اور آفتاب کی چمک کی طرح ایک برگزیدہ ہستی سامنے آتی ہے اور اس کی صدائے حق اور اعلان ہدایت سے روئے باطل جمیر جمیر ہو جاتی ہے اور ایوان ظلم و دہر میں بھونچال آ جاتا ہے۔ وہ دنیا کی ایک زبردست قوت کی طاقت کے مقابلے میں یہ اعلان کرتی ہے کہ میں خدائے واحد کا رسول اور اپنی ہوں اور تم کو ہدایت کی پیروی اور مظلوم قوم کی آزادی کا پیغام سنائے آ رہا ہوں۔

طاغوتی طاقت اپنے تمام مادی اسباب کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتی ہے مگر ہر مرتبہ شکست کا منہ دیکھتی ہے آخری بازی میں حق کی کامیابی اور باطل کی ہلاکت کا ایسا حیرت انگیز نقشہ سامنے آتا ہے کہ مادی طاقت قلم میں غرق ہو جاتی ہے غلام اور مظلوم قوم اور دنیاوی اسباب مسائل سے محروم قوم آزادی کے گیت گاتے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔

یہ ہے وہ عجیب و غریب فطرت اور غلامی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی قوم بنی اسرائیل جو ان تمام معرکہ حق و باطل کو آنکھوں سے دیکھنے اور حق کی کامیابی کے ساتھ نجات پانے کے لئے جواب میں آج موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم کو بھی ایسے معبود بنادے جیسا یہ بچاری بت خانے میں بیٹھ کر پوج رہے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیل نیبوس کی اولاد تھی اور ان میں ابھی تک یہ اثرات ایک حد تک باقی تھے جو ان کو باپ دادا سے ورثے میں ملے تھے تاہم صدیوں سے مصری بت کدوں میں بود و باش کرنے اور ان کے حاکمانہ اقتدار میں غلام رہنے کی وجہ سے ان میں صمم پرستی کا جذبہ کافی سرایت کر چکا تھا اور وہی جذبہ تھا جو آج بچاریوں کو دیکھ کر ان میں ابھر آیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام سے ایسا ناپاک مطالبہ کرنے لگے تھے۔ حالانکہ جو واقعات بنی اسرائیل نے دیکھے تھے ان کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان

موسیٰ علیہ السلام، بارون علیہ السلام، یوشع بن نون کے ساتھ بنی اسرائیل، سلامتی کے ساتھ بزم قلم کو پار کر گئے انہوں نے اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق ہوتے دیکھ پھر ان کی لاشوں کو ساحل پر تیرتے بھی دیکھ لیا تو یہ تقاضا فطرت اور یہ تئنا مشاہدہ۔ یہ بعد صدمت اور خوشی کا اظہار کیا اور اس موقع پر بنی اسرائیل کی عورتوں نے خصوصیت کے ساتھ دفیں بجاتے ہوئے خوشی کے گیت گائے شادمانی اور خوشی کا شجوت دیا جب یہ سب کچھ ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اس موقع پر مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے میری قوم! وہ میرا احترام خداوند قدوس ہی ہے جس نے تم کو اس زبردست فتنہ سے نجات دی سو خداوند قدوس کا شکر ادا کرو اور اس کی بندگی اور عبادت کرو۔“

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساتھ لے کر پیش قدمی شروع کی جس علاقے میں پیش قدمی ہوئی اسے بیابان حورب بھی کہتے ہیں اسے کوہستان سینا بھی کہتے ہیں اور اسے وادی قیہ بھی کہتے ہیں سفر کے دوران وہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں صحرائے سینا میں پرستارن صمم بت کدوں کی پوجا میں مشغول تھے چنانچہ وہاں قیام کے دوران بنی اسرائیل نے جو یہ منظر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”اے موسیٰ علیہ السلام ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنادے تاکہ ہم بھی اس طرح ان کی پرستش کریں۔“

بنی اسرائیل کے یہ الفاظ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برہمی کا اظہار کیا اپنی قوم کی زبان سے یہ مشرکانہ مطالبہ، نسبت زیادہ ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کا ڈانٹا، عار دلائی اور ملامت کی۔

اپنی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہیں تب موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حضور التجا کی جس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اپنا عصا زمین پر مارو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے جب اپنا عصا زمین پر مارا تو فوراً وہاں بارہ چشمے اہل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لئے جدا جدا چشمے جاری ہو گئے اور بنی اسرائیل اس سے مستفید ہونے لگے۔

وہ چٹان جس سے یہ بارہ چشمے پھوٹے اب تک جزیرہ نماے سینا میں موجود ہیں اور سیاح اسے جا کر دیکھتے ہیں اور چشموں کے شگاف اس چٹان میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ بارہ چشموں میں یہ مصلحت تھی کہ بنی اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے خدا نے ہر قبیلے کے لئے الگ چشمہ نکال دیا تاکہ ان کے درمیان پانی کا جھگڑا نہ ہو۔

لیکن بنی اسرائیل مطمئن ہونے والے نہیں تھے بنی اسرائیل کو جب پانی کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو کہنے لگے پانی کا تو انتظام ہو گیا لیکن زندگی کے لئے صرف یہی تو کافی نہیں ہے ہم کو بھوک لگی ہے۔ اب کھائیں گے کہاں سے؟ اور یہاں کھانے پینے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خلاف بھی بڑبڑانے لگے۔

چنانچہ بنی اسرائیل ان بارہ چشموں کے پانی سے مستفید ہوتے رہے جن کے پاس کھجور کے درخت بھی تھے۔ اس کے بعد آگے بڑھنا شروع ہوئے اور ان میدانوں میں پہنچے جو تقریباً صحرائے سینا کے درمیان واقع ہے وہاں پہنچ کر سب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے پھر نکلی اور ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور کہنے لگے ”کاش کہ ہم خداوند کے ہاتھ سے ملک مصر میں ہی مار دیے جاتے۔ جب ہم وہاں گوشت کی بانڈیوں کے پاس بیٹھ کر دل بھر کر روٹی کھاتے تھے کیونکہ تم تو ہم کو اس بیابان میں اس لئے لائے ہو کہ سارے مجمع کو بھوکا مار دو۔ بنی اسرائیل کی اس ناراضگی اور نفرت کو دیکھتے ہوئے موسیٰ نے پھر خداوند قدوس کے حضور التجا کیا اس پر خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ کو تسلی دی گئی کہ بنی اسرائیل کے کھانے کا اہتمام بھی عمدہ کیا جائے گا چنانچہ مورخین لکھتے ہیں جب رات بیت گئی صبح ہوئی تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ زمین اور درختوں پر جگہ جگہ سفید اولے کے دانے کی طرح شبنم کی صورت میں آسمان سے کوئی چیز برس کر گری ہوئی تھی جب انہوں نے اسے کھا کر دیکھا تو نہایت شہرے

سے ایسے مطالبے کی امید نہیں کی جاسکتی تھی اس لئے کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا بلکہ حق و باطل کے معرکوں میں ایک عظیم الشان معرکہ تھا ایک جانب غرور اور نخوت، جبر و ظلم اور قہر مانتیت اور گمراہی کی ذلت اور رسوائی تھی، دوسری جانب مظلومیت اور خدا پرستی، صبر و استقامت کی فتح اور کامرانی کا کامل مرقع تھا خداوند قدوس نے فرعون اور قوم فرعون کی ہلاکت دنیاوی کے بعد عبرت اور بصیرت کے لئے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے آخرت اور سرحدی اور رابہائی زندگی میں کس قدر سخت عذاب اور خدا کی پھٹکار کے کیسے کیسے عبرت ناک سامان مہیا ہیں۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد کوئی بھی سلیم اور صالح طبع رکھنے والا نیک خواہ اور اپنی سرشت والا انسان کسی بھی موقع پر اپنے پیغمبر سے بت پرستی کا مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن بنی اسرائیل مصر میں رہتے ہوئے کچھ ایسے پھٹکے تھے کہ بس بت پرستی کی طرف فوراً مائل ہونے لگے۔

دراصل گائے اور بیل کی پرستش کا مرض بنی اسرائیل کی ہمسایہ اقوام میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ مصر اور کنعان میں اس کا رواج تھا حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم نے بعد بنی اسرائیل اسی مرض میں مبتلا ہوئے اور رفتہ رفتہ قطیوں کے غلام بن گئے تو انہیں من جملہ اور امراض کے ایک یہ مرض بھی اپنے حکمرانوں سے ملا کہ وہ گاؤ پرستی کا شکار ہوئے۔

یوں بنی اسرائیل کا گاؤ پرستی کا پہلا مطالبہ تو مسٹر دکر دیا اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے اور جس سرزمین میں قدم رکھا۔ یہ عرب کی سرزمین تھی جو قلمروں کے مشرق میں واقع ہے جو قلعہ و دق بے آب و گیاہ میدان سے شروع ہوتی ہے۔ تو ریت کی زبان میں اسے بیابان تیر یا وادی سینا یا وادی حورب کے نام دیئے گئے ہیں اور کوہستان سینا، کوہستان حورب یا کوہستان طور تک اس کا دامن وسیع ہے یہاں شدید گرمی پڑتی ہے اور دور دور تک سبزہ اور پانی کا پتہ نہیں۔ اس لئے بنی اسرائیل ان سرزمینوں میں داخل ہو کر گھبرا گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔

وہ کہنے لگے ہم تو یہاں سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے یہاں تو پینے کے لئے

انہوں نے موسیٰ سے ایک اور مطالبہ کر دیا کہنے لگے کہ کری کی شدت اور سایہ دار درختوں اور مکانات کی راحت ہمیں میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہیں۔

ایسا نہ ہو یہ تپش، تمازت اور گرمی ہماری زندگی کا خاتمہ ہی کر دے چنانچہ حضرت موسیٰ پھر مجبور ہوئے انہیں تسلی اور تسفی دی اور خداوند قدوس کے حضور ان کے اس مسئلے میں گزارش کی کہ اے اللہ جب تو نے ان پر بڑے بڑے انعام اور فضل و کرم کی بارش کی ہے تو اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرما۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ فریاد سنی گئی اور آسمان پر بادلوں کے غول کے غول بنے بنی اسرائیل پر سایہ لگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے ہوئے جاتے بادلوں کا یہ ساتہان ان کے سروں پر سایہ کیے رہتا تھا اس طرح بنی اسرائیل خداوند قدوس کی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہوئے ارض فلسطین کی طرف بڑھے تھے۔



حتیوں کے دونوں بڑے سالار مگور اور سنوش اپنے ماتحت کنی سالاروں کے ساتھ ایک جرات فکری لے کر سیتانیوں کی سرزمین کی طرف بڑھے تھے دوسری طرف سیتانیوں کا لشکر طباش کی کمانداری میں سرحد پر پہنچ چکا تھا۔ اس لشکر میں لمیان، موکک اور کچھ دوسرے سالار بھی تھے طباش نے حتیوں کے علاقوں تک دور تک اپنے تجربہ پھیلا رکھے تھے تاکہ حتیوں کے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق انہیں آگاہ کر سکیں۔ اب طباش لمیان اور موکک کو باہل کے لشکر کا انتظار تھا اس لیے کہ سیتانیوں کے بادشاہ نے باہل کے بادشاہ برتابورش کی طرف پیغام بھجوایا تھا کہ دونوں قوتیں مل کر حتیوں کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ باہل کے بادشاہ برتابورش نے بڑی خوشی اور رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے سیتانیوں کے بادشاہ کی اس تجویز کو پسند کیا تھا اس نے اپنے تجربہ کار سالار ہزال کو ایک لشکر دے کر سیتانیوں کی سرزمین کی طرف روانہ کیا تھا اور ہزال کے ماتحت کئی دوسرے سالاروں کو بھی رکھا گیا تھا اب طباش، لمیان اور موکک اپنی سرحدوں پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے بڑے چینی سے ہزال ہی کا انتظار کر رہے تھے۔

دراصل وہ حتیوں چاہتے تھے کہ حتیوں کے سرحد کی طرف آنے سے پہلے پہلے ہزال ان کے پاس پہنچ جائے تاکہ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حتیوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔

حلوے کی طرح پایا۔ چنانچہ اس کا نام من رکھا اور دن میں تیز ہوا چلتی اور تھوڑی دیر میں بیروں کے غول کے غول آ کر زمین پر اترتے اور پھیل جاتے بنی اسرائیل یا آسانی انہیں ہاتھوں سے پکڑ لیا کرتے اور بھون کر کھانے لگے اس کا نام سلوی رکھا گیا۔ اس طرح روزانہ بغیر زحمت اور تکلیف کے ان کو دونوں نعمتیں مہیا ہو جاتی لیکن خداوند قدوس نے بنی اسرائیل کو موسیٰ کی معرفت تنبیہ کر دی تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق من و سلوی کا کام میں لائیں اور دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ کریں۔ ہم ان کو روزانہ نعمت عطا کرتے رہیں گے۔

من و سلوی سے متعلق بائبل کچھ اس طرح بیان کرتی ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد جب بنی اسرائیل اہلیم اور سینا کے درمیان گزر رہے تھے اور خوراک کے ذخیرے ختم ہو کر قانون کی نوبت آ گئی۔ اس وقت من و سلوی کا نزول شروع ہوا اور فلسطین کے آباد علاقے میں پہنچتے تک پورے چالیس سال یہ سلسلہ جاری رہا من و سلوی سے متعلق بائبل میں جو لکھا گیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اور یوں ہر روز شام کو اسے تیز آتے کہ ان کی خیمہ گاہ کو ڈھانپ لیا اور صبح کو خیمہ گاہ کے آس پاس اوس پڑی ہوتی تھی اوس جو پڑی ہوئی تھی سوکھ گئی تو کیا دیکھتے ہیں بیابان میں چھوٹی چھوٹی ایک گول چیز ایسی چھوٹی کہ جیسے دھنپے کے دانے ہوتے ہیں زمین پر پڑی ہے۔ بنی اسرائیل اسے دیکھ کر آپس میں کہنے لگے من کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا ہے اور بنی اسرائیل نے اس کا نام من رکھا اور وہ دھنپے کے بیج کی طرح سفید اور اس کا مزہ شہد سے بہنے ہوئے حلوے کی طرح تھا۔

موزیہین کا کہنا ہے کہ من اور سلوی وہ قدرتی غذائیں تھیں جو اس خروج کے زمانے میں ان لوگوں کو چالیس برس تک مسلسل ملتی رہیں من دھنپے کے بیج جیسی ایک چیز تھی جو اس کی طرح گرتی تھی اور زمین پر جم جاتی تھی اور سلوی تیز کی قسم کے پرندے تھے۔ خدا کے فضل سے ان کی اتنی کثرت تھی کہ ایک پوری کی پوری قوم انہیں غذاؤں پر زندگی بسر کرتی رہی اور اسے فائدہ کشی کی مصیبت نہ اٹھانا پڑی حالانکہ آج کسی نہایت متمدن ملک میں بھی اگر چند لاکھ مہاجر یکا یک آ پڑیں تو ان کی خوراک کا انتظام مشکل ہو جاتا ہے۔

کھانے پینے کی ضروریات کی فراہمی سے جب بنی اسرائیل کو اطمینان ہو گیا تو

ہانتے تھے کہ سیاست جس سمت کا بھی رخ کرے گا کامیابی اور فتح مندی کو اپنے دامن میں سمیٹتا چلا جائے گا۔ میرے عزیز بھائی! کاش میں نزدیک ہوتا سیاست اور اس کے اہل خانہ سے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا تم لوگوں کے جو قاصد باہل گئے تھے اُن سے میں نے سیاست سے متعلق تفصیل سے پوچھا تھا انھوں نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ حیوں کی سرحدوں پر سیاست اپنی بیوی کے ساتھ گھوڑ دوڑ کے لیے نکلا تھا کہ اچانک گھات سے سچی نمودار ہوئے۔ اُس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کی بیوی کو لے کر اپنے مرکزی شہر خوشاش لے گئے انھوں نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا کہ سیاست کے بیٹے لیمان نے بھی ناممکن کو ممکن کر دکھایا اُس نے نہ صرف یہ کہ اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لیا اُن کا خاتمہ کیا بلکہ اپنی ماں سریان کو بھی حیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے نکال کر اپنی حویلی میں لے آیا ہے۔ طباش نیرے بھائی میں سیاست کے بیٹے کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں جس کا نام مجھے لیمان بتایا گیا ہے۔“

ہزال کی اس گفتگو سے طباش نے خوشی کا اظہار کیا پھر لیمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ سامنے دیکھو لیمان کھڑا ہے۔ اُس کے ساتھ میرا بیٹا مولک ہے۔“

ہزال مسکراتے ہوئے آگے بڑھا اپنے دونوں بازو اُس نے پھیلائے پھر بڑے پر جوش انداز میں اُس نے آگے بڑھ کر لیمان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا کئی بار اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگا۔

”بچے تم سے بے تکلیف ہوتے ہوئے میں یہ خیال کر رہا ہوں کہ میں تمہارے باپ سیاست سے مل رہا ہوں۔ اس لیے کہ شکل و شادیت قد و کثمت میں تم بالکل اپنے باپ جیسے ہو میرا اندازہ ہے، دشمنوں کے خلاف یہ تمہاری پہلی مہم جوئی ہے اور اس کائنات کے پیدا کرنے والے کے حضور میری دعا ہے کہ تمہیں ہر مقصد، تمہیں ہر معرکہ، تمہیں ہر کارزار میں کامیاب اور کامران رکھے۔“ لیمان سے ملنے کے بعد ہزال اُسی کے انداز میں مولک سے بھی ملا تھا اس موقع پر طباش نے ہزال کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میرے بھائی پہلے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دو اُس کے بعد سب خیمے میں بیٹھتے ہیں لشکر کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دیتے ہیں اور پھر وہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔“

ہزال نے اس سے اتفاق کیا تھا چٹاں چڑا اُس نے طباش کے لشکر کے پہلو میں

طباش کو لیمان اور مولک کے ساتھ اپنے لشکر سمیت سرحدوں پر قیام کیے تین ہفتے ہوئے ہوں گے کہ وہ شاہراہ جو سرحدی علاقوں سے باہل کی طرف سے آتی تھی کر، باہل گرد کے بادل نمودار ہوئے گرد کے اٹھنے ان بادلوں کو دیکھ کر طباش کے چہرے پر ہراسہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ مسکراتے ہوئے اُس نے باری باری اپنے قریب کھڑے لیمان اور مولک اور دوسرے ہالاروں کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ باہل کے کاسیوں کا ہمارا مدد کے لیے پہنچ گیا ہے۔ ذرا مشرق کی طرف دیکھو جو شاہراہ باہل سے ان علاقوں کی طرف آتی ہے۔ اس پر دھول اٹھ رہی ہے۔ اور گرد کے یہ بادل بتاتے ہیں کہ کاسیوں کا لشکر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ہی ان علاقوں کا رخ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ کاسیوں کے لشکر کی رہنمائی ہمارے وہ قاصد کر رہے ہوں گے جنہیں ہمارا بادشاہ نے باہل کے بادشاہ برتاہوش کی طرف روانہ کیا تھا۔“

طباش کے ان الفاظ کے جواب میں لیمان، مولک اور دوسرے سارے سالار خوشی اور طمانیت کا اظہار کر رہے تھے تھوڑی دیر بعد مشرق سے اٹھنے والے گرد کے وہ بادل چھٹ گئے اور اُس کے اندر سے ایک لشکر نمودار ہوا اُس لشکر کو دیکھتے ہوئے سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہاں تک اس لشکر کے گھوڑے زمین کو ادھیرتے ہوئے اور فاصلوں کو سینٹے ہوئے اُن کے قریب جا پہنچے۔

جب وہ نزدیک آئے تو طباش پہچان گیا اُس لشکر کے آگے آگے ہزال تھا۔ ہزال کا استقبال کرنے کے لیے طباش اپنے پڑاؤ سے باہر نکلا۔ دوسری طرف طباش کے پاس آ کر ہزال نے اپنے لشکر کو روک دیا اپنے گھوڑے سے اترا بھاگ کر آگے بڑھا پڑاؤ پر جوش انداز میں طباش سے گفتگو ہوا دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی چومی پھر یکدم سوچتے ہوئے ہزال اداس، پریشان اور فکر مند ہو گیا لمحہ بھر کے لیے اس کی گردن جھک گئی پھر اُٹھتے ہوئے لہجے میں وہ طباش کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”طباش آج تمہارے ساتھ تو سیاست کو نہ دیکھتے ہوئے یوں جانو میرا دل ڈوبنے لگا ہے۔ وہ ایک ایسا سالار تھا جو لکھنوں کے اندر ناممکن کو ممکن کر دکھاتا تھا اپنے علاقوں میں جب وہ حرکت میں آتا تھا تو حتیوں پر لرزہ اور خوف طاری ہو جاتا تھا اس لیے کہ کتنی

اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم ملنے ہی اُس کے لشکر کی خیمے نصب کرنے لگے تھے اس موقع پر ہزال نے پھر لیمان کی طرف دیکھا بڑی عقیدت اور ارادہ مندی میں کہنے لگا۔

”سیاس کے بیٹے! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے اپنے باپ کے قاتلوں سے بھی انتقام لے لیا ہے اور اپنی ماں کو بھی حیوں کے ہاں سے واپس لے آئے ہو۔ بیٹے! تمہاری اس جرأت مندی پر، تمہاری اس عظمت پر میں تمہیں سلام پیش کرتا ہوں آج تمہارا باپ زندہ ہوتا تو اُس کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ ہوتی بہر حال بیٹے! مجھے اُمید ہے کہ تم اپنے باپ کی طرح اپنا نام روشن کرو گے۔“ اس کے ساتھ ہی طباش سب کو لئے اپنے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔



حتیوں کے دونوں سالار اپنے جہاز لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے جیتانیوں کی امر زمینوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دونوں بڑے سالار گودر اور سنوش کچھ دوسرے انھوں نے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کے آگے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ گودر نے اپنے لشکر کو رکنے کا اشارہ دیا اور یہ اشارہ پاتے ہی اُس کے پیچھے سارا لشکر رک گیا تھا۔ جب ایسا ہوا تب سنوش اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر گودر کے قریب آیا اور بڑی رازداری میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گودر میرے عزیز لشکر کو تم نے روک دیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات یا وجہ ہے؟“

اس پر گودر کہنے لگا۔

”سنوش میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے متوجہ! میں نے ہمارے ذمے یہ کام اٹھایا تھا کہ ہم پہلے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ جیتانیوں پر حملہ آور ہوں اور اُن کے علاقوں کو زیر و زبر اور اُن کے شہروں کو برباد کرنے کے بعد ایک طرح سے اُن کے علاقوں پر قبضہ کر کے اُس کے بعد ہم کاسیوں کے مرکزی شہر باہل کا رخ کریں اور اس کی بھی یہی حالت کریں۔“

”میرے بھائی پچھلی منزل پر تمہارے سامنے اور تمہارے ساتھیوں کے روبرو بھی ہمارے تجربہ اطلاع دے چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی سرحدوں پر جیتانی اکیلے نہیں ہیں بلکہ کاسیوں کا ایک لشکر بھی باہل سے نکل کر اُن کی مدد کے لیے پہنچ چکا ہے اور باہل کے لشکر کی کمانداری باہل کا نامور سالار ہزال کر رہا ہے۔ سنوش جنگ میں ہزال کی ہنرمندی سے تم بھی واقف ہو۔ وہ سیاست جیسا ہی سالار ہے۔ اب اگر جیتانیوں کی سرحدوں پر جیتانی اور کاسیوں دونوں کے لشکر اکٹھے ہوئے ہیں تو ہمیں ایک خاص بڑی قوت کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور ایسی صورت میں کامیابی حاصل کرنے

ہر نامور سالار ہزاروں ایک جہاں لشکر لے کر سیٹانوں کے لشکر سے جا ملا ہے چنانچہ میں ہاتھ ہوں بڑی رازداری اور ساتھ ہی بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ہمارے لشکر ایک حصہ بابل کا رخ کرے اور بابل کو فتح کرے۔

بابل کو فتح کرنے کے بعد وہاں اپنے لیے حالات بہتر کیے جائیں وہاں ایک لشکر بٹھا جائے بلکہ میں یوں کہوں گا کہ لشکر کا جو حصہ بابل شہر کو فتح کرے گا وہ وہیں قیام کرے اور وہیں سے تیز رفتار قاصد متوشلیش کی طرف روانہ کیے جائیں اور اس سے یہ حکم دیا جائے کہ بابل کو ہم نے فتح کر لیا لہذا لشکر کا آدھا حصہ بابل شہر میں قیام کرے گا تاکہ بابل میں سالار ہزاروں اگر پلٹ کر دوبارہ بابل شہر سے چھینے اور لینے کی کوشش کرے تو اسے مار بھگا جائے اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی استدعا کی جائے کہ آدھا لشکر بابل ہی میں قیام کرے گا لہذا جو لشکر سیٹانوں کا مقابلہ کرے گا اس کی تعداد کم ہے۔ اس بناء پر متوشلیش ایک اور لشکر سیٹانوں پر ضرب لگانے کے لیے روانہ کرے تاکہ سیٹانوں کی سلطنت کے اندر جگہ جگہ ہر شہر، ہر قصبہ میں شکست ریزت اور تباہی کا کھیل کھلایا جائے اور سیٹانی سلطنت کا خاتمہ کیا جائے سنوش اگر ہم ایسا کریں تو میرے خیال میں ہماری اس منصوبہ بندی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ہم دونوں کامیاب بنیں گے بلکہ متوشلیش بھی ہمارے اس اقدام پر خوشی اور رضا مندی کا اظہار کرے گا اور بھائی اب بولو تم کیا کہتے ہو۔“

گودر جب خاموش ہوا تب سنوش مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”موصفاہ اتفاق کرتا ہوں۔ چونکہ ہزاروں ایک کافی بڑے لشکر کے ساتھ سیٹانوں سے آئے ہیں اس لیے سیٹانی لشکر کی کمانداری طہاش کر رہا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ طہاش تحت سیاست کا بیٹا لیوان اور طہاش کا بیٹا بھی مولک ہے اور جس طرح ماضی میں طہاش اور طہاش نے متحد ہو کر ہماری ہر کوشش کو ناکام کیا تھا اس طرح مجھے اندیشہ ہے کہ سیاست کا بیٹا لیوان اور طہاش کا بیٹا مولک بھی دونوں مل کر ہماری یلغار ہماری ترک کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ لہذا جو کچھ تم کہہ رہے ہو میرے خیال میں اس پر فی الفور عمل کرنا چاہیے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ بابل پر حملہ آور ہو جائے اور دوسرا حصہ آگے بڑھ کر سیٹانوں اور کاسیوں کے لشکر کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھے۔“

مردوں کا رخ کیا۔

چنانچہ ایک روز اپنے بڑاؤ میں ہزاروں، لیوان، مولک اور دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے کہ حلیوں کی خبریں اچکنے والے خبر وہاں پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی طہاش چونکا تھا لیوان اور مولک بھی بڑے غور سے اُن کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ وہ قریب آئے اور طہاش نے انہیں مخاطب کیا۔

”ساتھیو! میں نے تمہیں حلیوں کے لشکر پر نگاہ رکھے اور اُن کی نقل و حرکت کے متعلق آگاہ کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟“ اس پر ان خبروں میں سے ایک طہاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ہم اپنے کچھ ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں اور وہ حلیوں کے لشکر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں گے جب کہ ہم آپ کے لیے انتہائی کارآمد خبر لے کر آئے ہیں۔“

اُن طہاش نے گروں کے اس انکشاف پر طہاش، ہزاروں، لیوان اور مولک کے علاوہ وہاں کھڑے دیگر سالار بڑے غور سے آنے والے اُن طہاش نے گروں کی طرف دیکھنے لگے تھے یہاں تک کہ طہاش نے انہیں مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”عزیز ساتھیوں اگر تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو تو کہو۔“

اس پر جو پہلے مخاطب ہوا تھا کہنے لگا۔

”جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں اسے ہم اچھی تو نہیں لیکن اہم خبر کہہ سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں حلیوں کا جو لشکر ہماری سرحدوں کی طرف بڑھنے کے لیے حلیوں نے اپنے مرکزی شہر خوشاش سے روانہ کیا تھا اس میں اُن کے دو بڑے اور تجربہ کار سالار گودر اور سنوش بھی شامل ہیں چنانچہ اپنے علاقوں میں تقریباً آدھا سفر کرنے کے بعد ایک جگہ گودر نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اُس کے بعد اُس نے ایک ایسی منصوبہ بندی کی ہے جس کے تحت وہ اپنی کامیابی اور اپنی کامرانی کے درکھول کر اپنے بادشاہ متوشلیش کی نگاہوں میں باعزت اور محترم ہو جانا چاہتا ہے۔“

اس کے بعد اُس نے اُس منصوبہ بندی سے سب کو آگاہ کر دیا تھا جو منصوبہ بندی گودر نے اپنے ساتھ سنوش اور دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر طے کی تھی۔

جب وہ خبر خاموش ہوا تب ہزاروں کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد بولا اور طہاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کے لیے ہمیں مزید جدوجہد کرنا پڑے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہزاروں اور سیٹانوں کا سالار طہاش دونوں مل کر ہمارے خلاف کوئی ایسی ہنرمندی استعمال کریں کہ ہماری کامیابیوں کو ناکامی میں تبدیل کر دیں سنوش تم جانتے ہو جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ ہزاروں سیاسی جیسا ہی ایک سالار ہے جب کہ سیٹانوں کا سالار طہاش بھی اُس سے کم نہیں۔ وہ ان گنت معرکوں میں طہاش کے ساتھ کام کر چکا ہے۔ دشمن کے خلاف ضرب لگانے کا اُس کا طریقہ کار سیاسی جیسا ہی ہے۔ لہذا ہزاروں اور طہاش دونوں مل کر ہماری جدوجہد پر ناکامی کا پوند لگا سکتے ہیں جب کہ میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں متوشلیش کے پاس یہ خبر نہیں پہنچنے دینا چاہتا کہ اُسے جا کر کوئی کہے کہ سیٹانوں کے مقابلے میں ہمیں شکست اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں جو بھی اُس کے پاس جائے اُسے ہماری کامیابی اور فتح مندی کی خبر دے اور اس کے لیے میں نے ایک نئی جوہر اور نئی منصوبہ بندی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد گودر رکا کچھ دیر بعد دوبارہ وہ سنوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سنوش تم جانتے ہو ہمارا بادشاہ متوشلیش اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ چاہتا ہے کہ اگر سیٹانوں کے سارے علاقے اور کاسیوں کی ساری سلطنت بھی ہمارے علاقوں میں شامل ہو جائے تب کہیں جا کر حلیوں کی سلطنت کی تکمیل ہوتی ہے یہ اس کی پہلی آرزو ہے اور اس کی دوسری بڑی آرزو ہے کہ کم از کم بابل شہر جس کی پوری دنیا میں ہمس اور شہرت ہے وہ حلیوں کی مملکت میں شامل ہونا چاہیے۔ سنوش میرے بھائی میں چاہتا ہوں کہ یہاں رکنے کے بعد اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے آدھا حصہ میرے پاس رہے آدھا تمہاری کمانداری میں ہو۔ آدھا لشکر آگے بڑھ کر سیٹانوں کو صرف اپنے ساتھ مصروف رکھے اُن کے خلاف جارحانہ کارروائیاں نہ کرے بلکہ دفاع تک محدود رہے ہونے ایک طرح سے سیٹانوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھے جب کہ لشکر کا دوسرا حصہ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے بابل شہر کا رخ کرے۔ کاسیوں کا لشکر ہزاروں کی کمانداری میں اس وقت بابل سے نکل کر سیٹانوں کے علاقوں کی طرف آیا ہوا ہے۔ لہذا میرا اپنا اندازہ ہے کہ بابل شہر میں اس وقت کوئی چھوٹا سا لشکر ہوگا جو شہر کی حفاظت پر مقرر ہوگا اور پھر اُس پر کوئی تجربہ کار سالار بھی نہیں ہوگا زیادہ سے زیادہ کاسیوں کا بادشاہ برتاوورش ہی اُس لشکر کی کمانداری کر رہا ہوگا۔ اس لیے کہ کاسیوں کا سب سے

سنوش کے ان الفاظ پر گودر نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا پھر دوبارہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائی اب تم فیصلہ کرو کہ تم کس حصے کی کمانداری کرنا چاہتے ہو جو تم کو کم کرے میں وہی کام کروں گا۔“

اس پر سنوش مسکرایا اور کہنے لگا۔

”میں سارا فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں جو تمہارا فیصلہ ہوگا وہی میرے لیے آ رہا ہوگا۔“

اس پر گودر غور سے سنوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو سنوش میں چاہتا ہوں میں آدھا لشکر لے کر بابل کا رخ کروں اور ہر صورت میں اُسے فتح کروں۔ جب کہ آدھے لشکر کے ساتھ تم آگے بڑھ کر سیٹانوں اور ہزاروں دونوں کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھ لیتا مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد بابل شہر میں داخل ہو جاؤں گا اور قبضہ کر لوں گا۔ بابل شہر کو فتح کرنے کے بعد میں تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ کروں گا اور اپنے بادشاہ متوشلیش کو بابل کو فتح کی خبر پہنچاؤں گا۔ ساتھ ہی اُس سے یہ بھی التماس کروں گا کہ وہ ایک اور لشکر سنوش کی مدد کے لیے سیٹانوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دے تاکہ جس طرح ہم نے کاسیوں کا مرکزی شہر فتح کر کے اُس پر قبضہ کیا ہے۔ اس طرح سنوش اور دوسرا لشکر بھی سیٹانی علاقوں کے اندر ترک تاز کرتے ہوئے سیٹانوں کے مرکزی شہر خوشاش کی طرف قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔“

چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہیں پڑاؤ کر لیا جائے اور رات کے پچھلے حصے میں آدھا لشکر لے کر بابل پر ضرب لگانے کے لیے کوچ کر جائے چنانچہ یہ فیصلہ ہونے کے بعد گودر سنوش کے لشکر نے عارضی طور پر وہیں پڑاؤ کر لیا تھا۔

حلیوں کے دونوں سالار گودر اور سنوش نے کو بڑی رازداری سے یہ فیصلہ کیا تھا وہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے ایک حصہ سیٹانوں کو اپنے ساتھ مصروف رکھے گا اور دوسرا بابل پر ضرب لگانے کا لیکن اُن کے ارد گرد اُن کے اطراف میں سیٹانوں کے تجربہ کار جاسوس بڑی تیزی اور بڑی جانفشانی سے اپنے کام میں مصروف تھے گودر اور سنوش کے درمیان ہونے والی امر، منصوبہ بندی کو وہ لے اڑے اور اپنی

”بھاش میرے بھائی لگتا ہے اس گودر اور سنوش نے ماضی میں لیان کے باپ
سیاس کے ہاتھوں اپنی لگاتار ناکامی اور شکستوں کو فراموش کر دیا ہے۔ بہر حال انھوں
نے اگر ایسا کیا ہے تو بد شکستیں ہم انہیں ایسی یاد دلائیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔
اگر گودر اور سنوش نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے
آدھا اس طرف آئے اور اس طرف آئے والا ہمیں جنگ میں مصروف رکھے اور دوسرا
آدھا بائیں کی طرف جائے گا اور وہاں سے مرید ملک طلب کرے گا لیکن کائنات کے
مالک نے چاہا تو ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔“

”ہزال میرے بھائی! اس موقع پر میرے ذہن میں ایک تدبیر اور منصوبہ بندی
ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو حلیوں کے دونوں لشکروں کو ہم ناکامی
کا منہ دکھا کر انہیں واپس جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“
ہزال نے مسکراتے ہوئے طباش کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
”طباش میرے بھائی! اگر ایسی کوئی منصوبہ بندی اور تجویز تمہارے ذہن میں ہے
تو پھر فی الفور کہو اس سے بہتر معاملہ اور کیا ہو سکتا ہے۔“
جواب میں طباش مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
”جیسا کہ تجربوں نے بتایا ہے گودر ایک لشکر لے کر بائیں کا رخ کرے گا سنوش
ہماری طرف آئے اور ہمیں جنگ میں مصروف رکھے گا۔ ہمارے خلاف جارحیت اختیار
نہیں کرے گا صرف ہمیں مصروف رکھے گا تاکہ ہم بائیں کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں اور اتنی
دیر تک گودر بائیں پر حملہ آور ہو کر بائیں پر قبضہ کرے میرے بھائی گودر اور سنوش کی اس
منصوبہ بندی کو ناکام بنانے کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ ہم بھی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم
کر دیتے ہیں۔ ہزال! جو لشکر تم لے کر آئے ہو پورے کا پورا تمہاری کمانداری میں رہے
گا۔ جو لشکر ہم لے کر آئے ہیں اس کے تین حصے کیے جائیں گے اُن تین حصوں میں
سے دو میرے پاس رہیں گے ایک حصہ لیان کی کمانداری میں رہے گا اب اس سے
آگے ہم نے کیا کرتا ہے، رانخور سے سننا۔“
”جو حصہ میرے پاس رہے گا اُس میں ایک سالار کی حیثیت سے میرا بیٹا مولک

”چنانچہ گودر جب اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچے گا تو تم اس کی راہ روکنا۔ یقیناً گودر
دیکھے گا کہ اُس کے مقابلے میں چھوٹا سا ایک لشکر ہے جسے وہ لحوں کے اندر زیر
کر کے آگے بڑھ سکتا ہے تو پھر وہ تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا لیکن جب
وہ لشکر نکرائیں گے تو لیان اپنی گھات سے نکل کر گودر پر حملہ آور ہو جائے گا اور مجھے
یقیناً یقین ہے کہ لیان کے اس طرح گھات سے نکل کر گودر پر حملہ آور ہونے سے نہ
صرف یہ کہ گودر کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو جائے گی بلکہ گودر شکست اٹھا کر
پس بھاگنے کو ہی اپنے لیے عافیت خیال کرے گا۔“

”جہاں تک ہمارے لشکر کے باقی دو حصوں کا تعلق ہے تو اُن دو میں ایک حصہ
فری کمانداری میں دوسرا میرے بیٹے مولک کی کمانداری میں رہے گا ہزال میرے بھائی
تم اور لیان یہاں سے کوچ کر جاؤ گے تو تمہارے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہم اپنے
لوہ کے ذریعے یہ خبریں پھیلا دیں گے کہ حلیوں کے لشکر پر اچانک حملہ آور ہونے
لے لیے سیستانیوں کا سالار طباش اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ کہیں گے نام گھات میں
آگیا ہے اور کسی مناسب موقع پر نکل کر وہ حلیوں پر ایسی ضرب لگائے گا کہ حلیوں کی
سمت اور اپنی کامیابی کو یقینی بنادے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طباش رُکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا

”چنانچہ جب یہ خبریں حلیوں تک پہنچیں گی تو یاد رکھنا کیونکہ سنوش لشکر کے ایک
حصہ کے ساتھ ہمارے علاقوں کی طرف بڑھنے کے لیے مقرر کیا ہوا ہے یہ خبریں سن کر
وہ غلط ہو جائے گا اور اس کی ہمارے علاقوں کی طرف بڑھنے کی رفتار بہت سست ہو
ئے گی۔ وہ کوشش کرے گا کہ پھونک پھونک قدم رکھے تاکہ طباش اور اس کا بیٹا
ملک جو گھات میں چلے گئے ہیں کہیں اچانک نکل کر اُس کے لشکر کے لیے موت کا
لہ نہ بن جائیں جب وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھے گا تو یقیناً

”حرف ہفت کر ایک مناسب جگہ اپنا بڑا ذخیرہ قائم کر لیا تھا ساتھ ہی چاروں سمت اپنے تجربوں
کے ذریعے یہ خبریں بھی پھیلا دی گئی تھیں کہ حلیوں کی راہ روکنے کے لیے سیستانیوں کا
بڑا بہ کار سالار طباش کسی مناسب جگہ گھات لگا چکا ہے اور جو بھی حلی اُس کے قریب
آئیں گے طباش اُن پر حملہ آور ہو کر اُن کی تباہی کا باعث بن جائے گا۔“

اب صورت حال یہ سامنے آئی کہ گودر لشکر کا ایک حصہ لے کر بائیں کی طرف
جائے والی شاہراہ پر گودر کی راہ روکنا جب سامنے کی طرف سے تم اور ایک پہلو کی طرف
سے لیان حملہ آور ہو جائے گا تو گودر کے پاس بھی شکست تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ
نہیں رہے گا۔ بس میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا یہی کچھ ہے اگر اس میں آج
میں سے کوئی کمی نکالنا چاہتا ہے یا اضافہ کرنا چاہتا ہے تو ایسا کرنے سے یقیناً ہم بہتر اور
عمدہ فیصلے کر سکیں گے۔“

ہزال، طباش، لیان اور مولک کچھ دیر خاموش رہ کر باقی سالاروں کے ردعمل
انتظار کرتے رہے جب کوئی نہ بولا جب ہزال خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”طباش یہ جو سارے سالار خاموش ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ سب تمہاری اس
تجویز پر منصوبہ بندی کو پسند کرتے ہیں لہذا آخری فیصلہ یہ ہے کہ آنے والی شب
گہری ہو جائے گی تو میں اور لیان اپنے لشکریوں کو لے کر یہاں سے بڑی برق رفتاری
کے ساتھ اُس شاہراہ کی طرف پیش قدمی کریں گے جو شاہراہ حلیوں کے علاقے
بائیں کی طرف جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ جو منصوبہ بندی تم نے کی ہے اُس منصوبہ
بندی کے تحت میں اور لیان حلیوں کے تجربہ کار سالار گودر کو شکست دے کر مار بیٹھا
میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اتنی دیر تک تم دشمن کو چمکے دیتے رہنا اُن کے سامنے نہ آنا
اور اُدھر اُدھر گھات ہی لگائے رکھنا تاکہ حلیوں کا دوسرا سالار سنوش جو تمہاری طرف بڑھ رہا
وہ انجمن ہی میں مبتلا رہیں اور مجھے امید ہے کہ اتنی دیر تک گودر سے بچنے کے بعد میں
اور لیان بھی اپنے لشکر کو لے کر تمہارے پاس آجائیں گے۔ اس طرح جب ہم سب مل کر
سنوش پر ضرب لگائیں گے تو سنوش اپنے آپ کو ایسے محسوس کر رہا ہوگا جیسے اُس کا
سامنے سونگھ گیا ہو۔“

چنانچہ اس فیصلے پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ آنے والی شب کو ہزال اور لیان
اپنے اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے نہ گئے تھے اور پھر رات کی گہری تاریکی میں وہ
بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اُس کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف پیش قدمی
کر رہے تھے جب کہ طباش اور اس کے بیٹے مولک نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہزال

اُسے ہماری سرحدوں تک پہنچنے میں کچھ وقت لگے گا ہزال اتنی دیر تک تم اور لیان اس
کام کی تکمیل کر لیتا۔

گودر جب لشکر کا ایک حصہ لے کر بائیں کا رخ کرے گا تو تم بائیں کی طرف
جانے والی شاہراہ پر گودر کی راہ روکنا جب سامنے کی طرف سے تم اور ایک پہلو کی طرف
سے لیان حملہ آور ہو جائے گا تو گودر کے پاس بھی شکست تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ
نہیں رہے گا۔ بس میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا یہی کچھ ہے اگر اس میں آج
میں سے کوئی کمی نکالنا چاہتا ہے یا اضافہ کرنا چاہتا ہے تو ایسا کرنے سے یقیناً ہم بہتر اور
عمدہ فیصلے کر سکیں گے۔“

ہزال، طباش، لیان اور مولک کچھ دیر خاموش رہ کر باقی سالاروں کے ردعمل
انتظار کرتے رہے جب کوئی نہ بولا جب ہزال خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”طباش یہ جو سارے سالار خاموش ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ سب تمہاری اس
تجویز پر منصوبہ بندی کو پسند کرتے ہیں لہذا آخری فیصلہ یہ ہے کہ آنے والی شب
گہری ہو جائے گی تو میں اور لیان اپنے لشکریوں کو لے کر یہاں سے بڑی برق رفتاری
کے ساتھ اُس شاہراہ کی طرف پیش قدمی کریں گے جو شاہراہ حلیوں کے علاقے
بائیں کی طرف جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ جو منصوبہ بندی تم نے کی ہے اُس منصوبہ
بندی کے تحت میں اور لیان حلیوں کے تجربہ کار سالار گودر کو شکست دے کر مار بیٹھا
میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اتنی دیر تک تم دشمن کو چمکے دیتے رہنا اُن کے سامنے نہ آنا
اور اُدھر اُدھر گھات ہی لگائے رکھنا تاکہ حلیوں کا دوسرا سالار سنوش جو تمہاری طرف بڑھ رہا
وہ انجمن ہی میں مبتلا رہیں اور مجھے امید ہے کہ اتنی دیر تک گودر سے بچنے کے بعد میں
اور لیان بھی اپنے لشکر کو لے کر تمہارے پاس آجائیں گے۔ اس طرح جب ہم سب مل کر
سنوش پر ضرب لگائیں گے تو سنوش اپنے آپ کو ایسے محسوس کر رہا ہوگا جیسے اُس کا
سامنے سونگھ گیا ہو۔“

چنانچہ اس فیصلے پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ آنے والی شب کو ہزال اور لیان
اپنے اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے نہ گئے تھے اور پھر رات کی گہری تاریکی میں وہ
بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اُس کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف پیش قدمی
کر رہے تھے جب کہ طباش اور اس کے بیٹے مولک نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہزال

میں داخل ہوگا۔ اس طرح باہل کو فتح کرنا اس کے لیے مشکل نہیں رہے گا۔ گویا باہل سے باہر باہل کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہزال سے ٹکرا کر گودر ایک طرح سے خوش تھا کہ اسے آسانی سے باہل کو فتح کرنے کا موقع مل جائے گا لیکن اب جو اس کے پہلو پر لیٹا ہوا تھا اور ہوا تب اس کے سارے ارادے بدلنے لگے۔ پہلے تو وہ بڑھ چڑھ کر آگے حملہ آور ہو رہا تھا لیکن اب اس کے لشکر کا پہلو اپنے لگا تھا لیکن اس نے حملہ آور ہو کر اپنی پہلی ہی ضرب میں ان گنت حلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس طرح جس پہلو پر لیٹا ہوا تھا اور ہوا تب اس پہلو میں اس نے افراتفری اور ایک پلچل اور بد نظمی کا سماں برپا کر کے رکھ دیا تھا۔ گودر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو سنبھالا دے اور اپنے سامنے ہزال کو مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ پہلو پر حملہ آور ہونے والے لشکر پر بری ضرب لگائے لیکن تھوڑی دیر تک اس کے لشکر کی جی چھوڑنے لگے اس لیے کہ اس کے لشکر کے اندر یہ افواہ پھیل گئی کہ اس کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہونے والا لیٹا ہوا نام کا سالار ہے جو سیتانیوں کے نامور سالار سیماس کا بیٹا ہے۔

سیماس کا نام ہی حلیوں کے لئے خوف اور وحشت کا نشان تھا۔ چنانچہ جب انہیں پتا چلا کہ سیماس کے بیٹے لیٹا ہوا بھی حملہ آور ہونے کا انداز اپنے باپ کا سا ہے اور اس نے حلیوں کے لشکر کے ایک پہلو کو کاٹ کر رکھ دیا ہے تب حلیوں کی حالت بڑی تیزی سے بگڑنے لگی۔ وہاں شعلوں، شب بھڑکے زہر، حوصلہ شکنی کے سیلاب، ذلت اور رسوائی کی خوفناکی اور سنگینی فضا کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔

جب جنگ تھوڑی دیر مزید جاری رہی تب گودر نے اندازہ لگایا کہ اب اس کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہوگئی ہے پہلو کی طرف سے لیٹا ہوا حملہ آور ہونے کی وجہ سے سامنے کی طرف سے ہزال نے اپنے حلیوں میں مزید شدت پیدا کر دی ہے اور اب اس نے حلیوں کی اگلی صفوں کا صفایا کر کے ان کے لشکر کے مرکزی حصے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری طرف بھی حالت لیٹا ہوا حلیوں کے پہلو پر حملہ آور ہوا تھا پہلو کی کئی صفوں کو سینے کے بعد وہ بھی ہزال کی طرح حلیوں کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

یہ صورت حال گودر کے لئے ناقابل برداشت تھی لہذا گودر نے شکست قبول کی اور

ہوئی تھیں جس کی بناء پر وہ بدول ہو گیا شکست اور ہسپائی قبول کر کے پیچھے ہٹا اس کے پیچھے ہٹنے کے عمل کے دوران بھی ہزال اور لیٹا ہوا اس پر ضرب لگائی اور رسد کی صورت میں گودر جو کچھ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اس سارے سامان پر ہزال اور لیٹا ہوا نے قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ دونوں سالار گودر کے لشکر کے سارے رسد کے سامان اور اپنے لشکر کو لے کر سیتانی سرحدوں کے اس طرف چلے گئے ہیں جہاں طباش اور اس کا بیٹا مولک ہم سے نگرانے کے لئے بڑی مستعدی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔“

یہ انکشاف سنوٹش کے لئے یقیناً حوصلہ شکن تھا چنانچہ آگے بڑھنا اس نے بند کر دیا اپنے لشکر کو روک دیا اور پھر جس قدر اس کے ماتحت سالار تھے اس کے ساتھ اس سلسلے میں اس نے مشورہ کیا۔ سب نے یہی رائے دی کہ ان حالات میں ہمیں سیتانیوں کے سرحدی علاقے کی طرف نہیں بڑھنا چاہیے اس لیے کہ جب تک ہم اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں طباش ہے اس وقت تک ہزال اور لیٹا ہوا بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ جائیں گے اور یوں انہوں نے جس طرح گودر کو شکست دی ہے اس طرح وہ اسے بھی شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے سنوٹش نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تیز رفتار قاصد گودر کی طرف بھجوائے اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ باہل کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہی رک جائے ساتھ ہی اس نے یہ بھی پیغام دیا کہ وہ خود بھی لشکر لے کر اس کے پاس آ رہا ہے چنانچہ سنوٹش پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا جہاں اس کے جاسوسوں کے مطابق گودر اپنے بچے کے لشکر کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

حلیوں کا بادشاہ متوشلیش ایک روز اپنے مرکزی شہر خوشاش میں اس میدان سے باہر جس میں نئے لشکریوں کو تربیت دی جاتی تھی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ اس کے دو فرس بیٹے کاؤک اور لوزمان کے علاوہ کچھ سالار بھی وہاں موجود تھے۔ یہاں تک کہ کچھ مجر اس کے پاس پہنچے متوشلیش انہیں پہچان گیا ان کے آنے پر وہ کسی قدر نگر مند ہوا جو نئی وہ گھوڑوں سے اتر کر قریب آئے اسے تعظیم دی متوشلیش نے فوراً انہیں مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

”کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟“

اس پر آنے والوں میں سے ایک متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک ہم کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے لشکر کو

نے اس کی راہ روکی ہے تعداد کے لحاظ سے گودر کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ گودر کو کسی حد تک اطمینان ہوا۔ چنانچہ اس نے وقت ضائع کیے بغیر ہزال کو اپنے راستے سے ہٹا کر دوبارہ اسی رفتار سے باہل کی طرف پیش قدمی کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو استوار کیا صفیں درست کیں پھر آگے بڑھا اس کے بعد وہ خوابوں کے مذاہب میں مرگ کا پیغام دیتے غیر مرئی جذبوں اور رات کے پناہ سکوت میں چنگاریوں کی طرح بھڑک اٹھنے والے آگ و خون کے پیغام کی طرح ہزال کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

دوسری طرف ہزال نے بھی گودر سے جذبوں کا اظہار کیا اور وہ بھی شب کی تاریکی ساعتوں میں سلامتی کے گوشوں کو خون آلود کر دینے والے کرب خیز مذاہبوں، صبر، قوت اور لوٹ لینے والے شورا نگیز نعروں کی گونج کی طرح حلیوں پر حملہ ہوا تھا۔

یوں باہل کی طرف جانے والی شاہراہ پر دونوں لشکر ایک دوسرے پر سیلاب کی ریلیوں، شوق کے ہجوم، ایک اور مستی کی آتشیں برسات کی طرح حملہ آور ہونے لگے۔ ہزال اور اس نکرانے کے نتیجے میں بڑے بڑے حرب آزار اور جنگجو عناصر اپنی روح اور جسم کی تفریق کا شکار ہونے لگے تھے۔ بڑے بڑے آتشیں انقلاب سے بچنے کی طرف ہزال کے سامنے سرنگوں ہونے لگے تھے۔

جس وقت گودر اور ہزال ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرائے تھے اچانک پشت کی جانب سے لیٹا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا چنانچہ اس نے حلیوں کے لشکر کے ایک پہلو پر کھائوں کا مزاج بدلتے، آگاہی کا ہر نشان مٹاتے، وحشی جنگجو عناصر اور نعرہ و صوت کو طوفانوں کے سایوں میں تبدیل کرتے صحر کی دہائی آگ کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

گودر جو اس سے پہلے ہزال پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہا تھا اور یہ امید لگا، بیٹھا تھا کہ ہزال زیادہ دیر تک اس کا سامنا نہیں کر پائے گا، شکست اٹھائے گا اور باہل کی طرف بھاگ کھڑا ہوگا لہذا گودر یہ سوچے ہوئے تھا کہ جب شکست اٹھانے کے بعد ہزال اس کے آگے آگے باہل کی طرف بھاگے گا تو وہ پوری شدت کے ساتھ سامنے کی طرف ہزال اور اس کے لشکر کا تعاقب کرے گا۔ اس نے یہ بھی سوچ رکھا تھا کہ جب ہزال باہل شہر میں داخل ہوگا تو اس کے پیچھے پیچھے گودر بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ

بچے کچھ لشکر کو لے بھاگ کھڑا ہوا۔ ہزال اور لیٹا ہوا نے کچھ دور تک اس کا تعاقب کیا خوراک اور دوسری اشیاء کے ذخائر جو گودر لے کر جا رہا تھا سب پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان کے بعد ہاتھ آنے والی ہر چیز کو سینے ہوئے ہزال اور لیٹا ہوا دونوں سیتانیوں کے ان سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہوئے تھے جہاں طباش اور اس کے بیٹے مولک نے قیام کر رکھا تھا اس سلسلے میں سیتانی طلا یہ گران کی رہنمائی کر رہے تھے۔

اگر حلیوں کا دوسرا سالار سنوٹش بڑا چھوٹا چھوٹا قدم رکھ رہا تھا اور بڑی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اسے اس کے تجربوں نے یہ اطلاع کی کہ گودر کو ایک لشکر نے شکست دی ہے اور گودر پیچھے ہٹ گیا ہے جو تجربہ خیز لے کر آئے تھے۔ ان کے یہ الفاظ سن کر کچھ دیر تک سنوٹش ان کی اطلاع پر اعتبار ہی نہیں آیا پھر غور سے ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! گودر کو آخر شکست دینے والا کون ہے جب کہ سیتانیوں کا سپہ سالار طباش اور باہل کے کاسیوں کا سپہ سالار دونوں ہی سیتانیوں کی سرحدوں پر ہیں جب کہ سیماس کا بیٹا لیٹا ہوا اور خود طباش کا بیٹا مولک بھی ان کے ساتھ ہیں پھر یہی قوت کون سی ابھر آئی ہے جس نے ہمارے گودر جیسے اعلیٰ پاک کے سپہ سالار کو شکست دے دی ہے اور پیچھے ہٹنے، شکست قبول کرنے اور پھر بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔

سنوٹش کے ان الفاظ کے جواب میں آنے والے تجربوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

”بات یہ ہے کہ سیتانیوں اور کاسیوں نے ہمیں دھوکے اور فریب میں رکھا ہے۔ دراصل ہزال اور سیتانیوں کے مرنے والے سیماس کے بیٹے لیٹا ہوا نے یہ سارا کام خراب کیا ہے۔ گودر اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور بڑی رفتار کے ساتھ باہل کا رخ کیے ہوئے تھا کہ ایک جگہ شاہراہ پر کاسیوں کے سالار ہزال نے اس کی راہ روک دی دونوں میں ٹکراؤ شروع ہو گیا اسی ٹکراؤ کے دوران ایک طرف سے لیٹا ہوا ایک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نمودار ہو کر ہمارے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہو گیا اس طرح سامنے سے ہزال اور پہلو سے لیٹا ہوا حملہ آور ہونے کی وجہ سے گودر زیادہ دیر تک دشمن کے آواز کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ اس کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی تھی ساتھ ہی یہ اندازہ لگا کہ ان کے اندر ساری اڑتیں حلیوں ہی کی طرف

کاؤک اور لوزمان پر ڈالی پھر انہیں مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔
 ”میرے بچو! ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر کے گود اور سنوش کی طرف روانہ کرو۔
 ساتھ ہی ایک پیغام میں میری ناپسندیدگی اور ناراضگی کا بھی اظہار کرو کہ انہوں نے
 کیوں میری منصوبہ بندی کے خلاف راستے میں اپنے لشکر کو دھوڑوں میں تقسیم کر کے دو
 مختلف مہموں کا آغاز کر دیا انہیں یہ بھی کہنا کہ اب جو کچھ ہوا سو ہوا اسے فراموش کر دو
 اور جو میں نیا لشکر بھجوا رہا ہوں اسے اپنے ساتھ ملا کر اپنی پوری طاقت اور قوت کے
 ساتھ پہلے سیتانیوں پر چڑھ دوڑو اور انہیں یہ بھی پیغام دینا کہ اگر تم ایسا کرتے ہو تو فتح
 مندی تمہاری ہوگی اور اگر تم سیتانیوں کو فتح کر کے ان کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں
 شامل کر لیتے ہو اس کے بعد باہل کا رخ کرتے ہو تو پھر باہل والے زیادہ دیر تک
 تمہارے سامنے اپنا دفاع نہ کر سکیں گے اور اس طرح سیتانیوں کے بعد کاسیوں کی
 سلطنت بھی ہماری حکومت کا ایک حصہ ہو جائے گی۔“

اس طرح اپنے باپ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے موٹھلیش کے دونوں بیٹے ایک
 خاصا بڑا لشکر تیار کرنے لگے تاکہ اسے گود اور سنوش کی مدد کے لیے روانہ کیا جائے اور
 وہ دونوں مل کر سیتانی اور کاسیوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیں۔ اسی دوران لشکر کو چھوٹے
 سالاروں کے حوالے کر کے گود اور سنوش صلاح مشورے کے لئے اپنے مرکزی شہر پہنچ
 گئے تھے۔



شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔“ آنے والے اس مجر کے ان الفاظ پر موٹھلیش چونکا ہوا
 اس کے دونوں بیٹے کاؤک اور لوزمان بھی پریشان ہوئے تھے۔ جب کہ وہاں شہر
 ہوئے سارے سالاروں کے منہ بھی لٹک گئے تھے یہاں تک کہ موٹھلیش نے غصے اور
 غصے میں پوچھا۔
 ”کھل کر کہو کیا معاملہ ہے؟“

اس پر آنے والے اس مجر نے راستے میں گود کے لشکر کو روکنے لشکر کو دو حصوں
 میں تقسیم کر کے سنوش کو سیتانیوں کی طرف بھیجنے اور گود کے خود باہل کی طرف جانے کی
 ساری منصوبہ بندی سے آگاہ کرنے کے ساتھ یہ تفصیل بھی کہہ دی تھی کہ کس طرح کاسیوں
 کو کاسیوں کے سالار ہڑال اور سیتانیوں کے لیوان کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا
 کرنا پڑا اور گود اپنے بچے کچے لشکر کو لے کر پیچھے بھاگا اور اب یہ کہ سنوش سیتانیوں
 کے سرحدی علاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا وہ بھی پلٹ کر گود سے جا ملا ہے۔
 یہاں تک کہنے کے بعد وہ مجر جب رکا تب بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے
 ہوئے موٹھلیش بول اٹھا۔

”یہ گود اور سنوش دونوں نے کیا حماقت کی، میں نے تو انہیں حکم دیا تھا کہ اپنے
 پورے لشکر کے ساتھ متحد ہو کر پہلے سیتانیوں کے علاقوں کا رخ کرو انہیں شکست دے
 کر ان کے علاقوں کو نیست و نابود کر کے قبضہ کر لو اس کے بعد فتح کے گیت گاتے ہوئے
 باہل کی طرف بڑھو اور باہل کو بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لو۔ انہوں نے یہ کیا
 حماقت کی کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا سنوش آدھے لشکر کو لے کر سیتانیوں کی
 سرحدوں کی طرف بڑھا جب کہ گود نے اپنے حصے کے ساتھ باہل کا رخ کیا۔ اس
 طرح گویا ان دونوں نے اپنے لشکر کو تقسیم کر کے اپنے لشکر کو کمزور اور ناتواں بنا کر رکھ دیا
 اگر وہ اکٹھے رہتے تو یقیناً سیتانیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں بدترین شکست دیتے اور ان
 کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع ہو جاتے بہر حال تفصیل کہو کہ گود سے کون کون نکلا اور
 کیسے اسے شکست ہوئی۔“

جواب میں اس مجر نے سامنے کی طرف سے ہڑال اور پہلو کی طرف سے لیوان
 کے حملہ آور ہونے کی تفصیل کہہ دی تھی جسے سن کر موٹھلیش کچھ دیر تک سر جھکائے کچھ
 سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک گہری نگاہ اس نے اپنے قریب بیٹھے اپنے دونوں بیٹوں

کی چیزوں کے طلب گار بنے ہو اور اس طرح خدا کی نعمتوں کی ناشکری کا ارتکاب اور
 اس کے احسانات کی ناشکری کر کے کفرانِ نعمت کرتے ہو پس اگر واقعی تم کو یہ نعمتیں نہیں
 بھاتیں اور جن چیزوں کا تم نام لے رہے ہو ان ہی کے لئے اصرار کرتے ہو تو وہ کہیں
 سے مل سکتی ہیں۔

موسیٰ کا یہ جواب سن کر بنی اسرائیل خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی
 ہدایت کے سامان کی ابتداء شروع ہوئی وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام سے خداوند
 قدوس نے وعدہ کیا تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں
 گے تو تم کو شریعت دی جائے گی۔ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ خدا کا وعدہ پورا ہو۔ اس لیے
 حضرت موسیٰ وحی الہی کے اشارے سے جبل سینا پر پہنچے اور وہاں عبادت الہی کے لئے
 اعتکاف کیا اس اعتکاف کی مدت ایک مہینہ تھی مگر بعد میں دن بڑھا کر اعتکاف کی مدت
 چالیس دن کر دی گئی۔ اس کی تفصیل مورخین اور مفسرین کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ
 حضرت موسیٰ کا ایک ماہ کا اعتکاف ختم ہوا ایک تو انہوں نے خداوند قدوس سے ہم کلامی
 کی تیاری شروع کی کیونکہ مسلسل ایک ماہ روزے میں ہی بسر کیا تھا اس لیے منہ میں
 بساند محسوس کرتے تھے انہوں نے پسند نہ کیا کہ خدا واحد برتر سے اسی حالت میں ہم کلام
 ہوں لہذا انہوں نے ایک خوشبودار بوٹی کو چبا لیا۔

اس موقع پر فوراً ہی ان پر وحی کا نزول ہوا اور خداوند قدوس نے ٹوکا اور موسیٰ کو
 مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے موسیٰ تم نے روزہ کیوں افطار کیا؟“ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی وجہ بیان کر دی
 تب خداوند قدوس کی طرف سے حکم ہوا۔

”موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو دس دن بڑھا کر چالیس دن کر دو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ
 ہمارے ہاں ایک روزہ دار کے منہ کی بساند بھی منہ کی بساند سے زیادہ محبوب ہے۔“
 چنانچہ آپ نے چالیس دن کا اعتکاف پورا کیا اور اعتکاف پر بیٹھنے سے نکل اور
 جبل سینا پر جانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون کو اپنا
 جانشین بنایا تھا تاکہ وہ ان کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کو راہ حق پر قائم رکھیں اور ہر
 معاملہ میں ان کی نگرانی کریں۔

چنانچہ چالیس دن کا اعتکاف کرنے کے لئے جب جبل سینا پر موسیٰ علیہ السلام پہنچے

بنی اسرائیل کو وادی تیار یا دھت سینا میں ہر وہ چیز خداوند قدوس کی طرف سے
 مہیا کی گئی جس کا انہوں نے مطالبہ کیا۔ ان کے لئے پانی کا بہترین اور دافراہتمام آیا
 گیا اور مورخین لکھتے ہیں کہ پانی کے وہ چشمے جن کا ذکر بنی اسرائیل کے واقعات میں
 آتا ہے بحر احمر کے شرقی بیابان میں سینور سے زیادہ دور نہیں ہیں اور اب بھی عیون موسیٰ
 علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں ان چشموں کا پانی اب کافی حد تک سوکھ گیا ہے اور
 بعض کے آثار بھی قریب قریب معدوم ہو گئے ہیں اور کہیں کہیں ان چشموں پر سمجھوروں
 کے باغات نظر آتے ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل بنی اسرائیل پر خداوند قدوس نے
 احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی اور سینکڑوں برس کی غلامی سے ان کے عزائم کی پستی
 اور اخلاقی کمزوری اور ہمت و شجاعت کے فقدان نے ان پر جو ایک مستقل مایوسی اور
 ناامیدی طاری کر دی تھی، ان خدا کے نشانات نے بڑی حد تک ان کی ڈھارس بندھا کر
 رکھی مگر عجیب فطرتِ قوم کا اس پر بھی کافی اثر نہ ہوا اور انہوں نے اپنی بھوک مٹانے کا
 ایک نیا مظاہرہ کر دیا۔

چنانچہ بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ ایک دن سب جمع ہو کر کہنے لگے۔

”اے موسیٰ! ہم روز ایک غذا کھاتے رہنے سے گھبرا گئے ہیں۔ ہم کو اس دن
 و سب کوئی کی اب ضرورت نہیں ہے۔ اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے زمین سے
 کھیر، مکھڑی، مسور، بہن، بیاز جیسی چیزیں اگائے تاکہ ہم خوب کھائیں۔“
 بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں کے اس مطالبے پر موسیٰ علیہ السلام کو بڑا غضب
 اور غصہ آ یا فرمانے لگے۔

”تم بھی کس قدر احمق ہو کہ ایک عمدہ اور بہترین غذا کو چھوڑ کر معمولی اور گھبراہٹ

خداوند قدوس موسیٰ سے ہم کلام ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔
”اے میرے خدا تو نے مجھ کو لذتِ معش سے نوازا ہے تو پھر لذتِ مشاہدہ سے
کیوں محروم رکھا ہے اس سے بھی سرفراز فرما۔“

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی اس فرمائش کے جواب میں جواب ملا۔

”موسیٰ تم مشاہدہ ذات کی تاب نہ لا سکو گے۔ اچھا دیکھو ہم اپنی ذات کی تجلی کا
ظہور پہاڑ پر کریں گے اگر اس تجلی کو برداشت کیا تو پھر تم یہ سوال کرنا۔“ اس کے بعد طور
پر خداوند قدوس کی تجلی نے ظہور کیا تو پہاڑ کا وہ حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
بھی اس نظارے کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہوں نے خدائے برتر کی حمد و ثنا کی اور اپنے
سوال سے رجوع کیا اور کہا۔

”میں اقرار کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں کہ تیرے جمال کی تجلی عرفان کے نمودار
میں کوئی کئی نہیں۔ نقصان صرف میری ہستی کے عجز و بچاؤ کی وجہ سے چنانچہ اس اعکاف
کے بعد کوہستان طور پر موسیٰ کو تورات عطا کی گئی ساتھ ہی خداوند قدوس کی طرف سے
حکم ہوا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اپنی قوم سے کہنا کہ وہ بھی ان احکام پر اسی
طرح عمل کریں جو عمل نیک جس قدر زیادہ قرب الہی کا سبب بنیں اس کو دوسرے اعمال
پر ترجیح دیں یہ بھی حکم ہوا کہ خداوند قدوس نے اس کتاب میں تمہارے لئے دینی اور
دنیاوی فلاح کی تمام تفصیلات بیان کر دی ہیں اور حلال حرام اور محاسن و مصائب غرض
تمام اوامر و نواہی کو کھل کر بیان کر دیا ہے اور یہی میری شریعت ہے۔“

اس موقع پر نزولِ تورات کے سلسلے میں مفسرین اور مورخین دو گروہوں میں بٹ
جاتے ہیں کچھ کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں جن احکامات کا نزول ہوا وہ تورات تھی جب کہ
نصرانی صاحبِ علم اور ان کی جماعت کہتی ہے کہ اس سے مراد وہ دس احکامات ہیں جو
مذہبِ موسوی میں شریعت یا احکامِ عہد کے نام سے موسوم ہیں یعنی خدا کے سوا کسی کی
عبادت نہ کرو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، وغیرہ لیکن کچھ مفسرین مورخین کہتے ہیں کہ یہ
دوسرا خیال قرآن اور تورات دونوں کی شہادت سے غلط ہے اور قولِ اول ہی صحیح اور
درست ہے اس لیے کہ قرآن عزیز نے سورہ بقرہ میں حضرت موسیٰ کے اعکاف کا ذکر
کرتے ہوئے جب نزولِ احکامات کا تذکرہ کیا ہے تو اس کو کتاب اور فرقان کہا ہے اور

یہ دونوں صفات قرآن عزیز میں تورات کے لئے بولی گئی ہیں تاکہ دس احکام شریعت
کے لئے بہر حال جبلِ سینا یا جبلِ حورب پر موسیٰ کو جو الواح اعکاف کے بعد دی گئیں وہ
تورات کی تھیں۔ اس کے علاوہ اگر انگریزی نسخوں کے ترجموں میں لفظ Law اور
عربی اور اردو نسخوں میں شریعت کو ہی صحیح مان لیا جائے تو پھر یہ لفظ اپنے معنی کی وسعت
میں تورات پر صادق کرتا ہے اور تورات شریعت اور قانون سب کا مصداق ایک ہی چیز
ہے۔

بہر حال اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی اور ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا کہ ہمارا
قانون یہ ہے کہ جب کوئی قوم ہدایت کو پہنچنے اور اس کی صداقت پر دلائل اور روشن حجت
آجائے کہ باوجود بھی سمجھ سے کام نہیں لیتی گمراہی اور باپ دادا کی بری ریت اور رسم
ہی پر قائم رہتی ہے اور اس پر اصرار کرتی ہے تو پھر ہم بھی اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتے
ہیں اور ہمارے پیغام حق میں ان کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں رہتا اس لیے کہ انہوں
نے قبول حق کی استعداد اپنے غرور اور اپنی سرکشی کی بدولت ضائع کر دی۔

جس وقت تورات حاصل کرنے کے لئے موسیٰ جبل طور یا کوہستان سینا کے اوپر
تھے تو اسی اثناء میں ایک اور عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کو حیرت زما بھی کہا جاسکتا
ہے اور انیسویں صدی میں اور جس سے بنی اسرائیل کی ذہنیت اور اخلاق پستی بے نقاب
ہو کر سامنے آتی ہے یعنی جبل حورب پر موسیٰ پروردگارِ عالم سے رازِ دنیا میں مصروف
تھے اور بنی اسرائیل کے لئے آئین الہی یعنی تورات حاصل کرنے میں مشغول تھے اور
بچے وادی سینا میں بنی اسرائیل میں سامری کی قیادت میں خود ہی اپنا معبود ایک گنہ
گناہ کی شکل میں منتخب کر کے اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔

مورخین اور مفسرین اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام
جب جبل سینا پر تورات لینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بنی اسرائیل کو مخاطب
کر کے فرمایا۔

”میرے اعکاف کی مدت ایک ماہ ہے اور مدت پوری ہونے پر فوراً تمہارے
پاس پہنچ جاؤں گا۔ میرا بڑا بھائی ہارون تمہارے پاس موجود ہے۔ یہ تمہارے احوال کے
محرران رہیں گے۔“

مگر کوہستان سینا پر جا کر وہ اعکاف کی تیس دن کی مدت خداوند قدوس کے حکم

سے چالیس دن ہو گئی تو اس تاخیر سے ایک شخص یعنی سامری نے فائدہ اٹھایا۔

اس نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی تاخیر سے مضطرب ہو رہے ہیں،
اس نے کہا کہ اگر تم اپنے وہ تمام زیورات میرے پاس لے آؤ جو تم نے مصریوں
مستعار لیے تھے اور پھر واپس نہ کر سکتے تھے تو میں تمہارے فائدے کی ایک با
کردوں گا۔

سامری گو نظر ہر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر اس کے دل میں انحراف
شرک کی نجاست بھری ہوئی تھی پس جب بنی اسرائیل نے تمام سونے کے زیورات اور
اس کے حوالے کر دیئے تو اس نے ان کو بھی میں ڈال کر گھا دیا اور اس سے ایک گنہ گناہ
یعنی پھڑے کا جسم تیار کیا اور اپنے پاس سے ایک مشبہ خاک اس میں ڈال دی۔ اس
ترتیب سے گنہ سالہ میں آثار حیات پیدا ہو گئے اور وہ پھڑے کی آواز نکالتے ہوئے
بھائیں بھائیں کرنے لگا۔

یہ کام کرنے کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا۔

”اب موسیٰ علیہ السلام سے غلطی اور بھول ہو گئی کہ وہ خدا کی تلاش میں طور پر چلا گیا تھا
معبود تو یہ گنہ سالہ یعنی پھڑا تمہارے پاس ہے۔“

بنی اسرائیل سامری کے اس بہکاوے میں آ گئے اس لیے کہ صدیوں تک مصریوں
کی غلامی نے بنی اسرائیل میں شرک و رسوم کے عقیدہ کو پھیلا دیا تھا اور وہ اسی رنگ میں
کافی حد تک رنگے جا چکے تھے اور گنہ سالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اور ان کے مذہب
میں اس کو بہت اہمیت حاصل تھی اس لیے ان کے ایک بڑے دیوتا حورس کا مندر گا۔ اس
شکل کا تھا اور وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین گائے کے سر پر قائم ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تمام بت پرست اقوام میں گائے کی تقدیس اور گنہ سالہ پرستی
مشترک عقیدے کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے ہندوستان، ایران، عراق، چین اور
جاپان کے بت پرستوں میں اس کی اہمیت یکساں نظر آتی ہے چنانچہ سامری نے بنی
اسرائیل کو ترغیب دی کہ وہ اس کے بتائے ہوئے گنہ سالہ کو اپنا معبود سمجھیں اور اس کی
پوجا کریں تو انہوں نے با آسانی اس کو قبول کر لیا۔

حضرت ہارون نے یہ دیکھا تو بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو یہ تو گمراہی
راستہ ہے مگر انہوں نے حضرت ہارون کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے۔

”جب تک موسیٰ نہ آجائے ہم اس سے باز آنے والے نہیں۔“
جب یہ نوبت سامری کی وجہ سے پہنچی تو خداوند قدوس کی مصلحت کا تقاضا ہوا کہ
موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے مطلع کر دیں اس لیے خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ
کو چھاپا۔ ”موسیٰ تم نے قوم کو پھوڑ کر یہاں آنے میں اس قدر جلدی کیوں کی؟“
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔

”خدا یا اس لیے کہ تیرے پاس جلد حاضر ہو کر قوم کے لئے ہدایت حاصل
کروں۔“

اس پر خداوند قدوس نے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ جس کی ہدایت کے لئے تم
اس قدر مضطرب ہو وہ قوم تو گنہ سالہ پرستی کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا غصے اور ندامت کے ساتھ قوم کی
طرف واپس ہوئے اور جب دیکھا کہ قوم واقعی گنہ سالہ پرستی میں ملوث ہو چکی ہے تب
بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”یہ تم نے کیا کیا مجھ سے ایسی کون سے تاخیر ہو گئی تھی کہ تم نے یہ جو آفت برپا
کی۔ یہ فرماتے جاتے تھے اور غیض و غضب میں کانپ رہے تھے۔ ہاتھ سے تورات کی
الواح بھی گر گئیں۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس استفسار پر بنی اسرائیل نے کہا ہمارا کوئی قصور نہیں ہے
ہم نے مصریوں سے جو زیورات لئے تھے مصر سے جلدی نکلنے وقت وہ زیورات ہم انہیں
واپس نہ کر سکے اپنے ساتھ ہی لے آئے مصریوں کے زیورات کا بوجھ ہم ساتھ لئے
پھرتے تھے سامری نے ہم سے مانگ کر یہ گنہ سالہ بنالیا اور ہم کو گمراہ کر دیا شرک منصب
نبوت کے لئے ایک ناقابلِ برداشت ہے اس لیے اور نیز اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
بہت گرم مزاج تھے چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی ہارون کی گردن پکڑ لی اور داڑھی کی
جانب ہاتھ بڑھایا تو حضرت ہارون نے جواب میں فرمایا۔

”میرے بھائی اس سلسلے میں میری مطلق کوئی خطائیں ہے میں نے ان کو ہر چند
سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہ مانا اور کہنے لگے۔“

”جب تک موسیٰ علیہ السلام نہ آجائیں ہم تیری بات سننے والے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے
مجھ کو کمزور پاکر میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا اگر

مخاطب کر کے فرمایا۔

”یہ بختو! یہ معمولی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ تمہارا معبود صرف وہی ایک خدا ہے جس کا نہ کوئی ساجھی ہے نہ کوئی شریک اور وہ ہر شے کا عالم اور دانا ہے۔“

غیر مذاہب کے لوگ عموماً یہ سوال کھڑا کرتے ہیں کہ یہ سامری کون تھا؟ اگر اس کا نام سامرہ کی طرف منسوب ہے تو پھر سامرہ شہر اس وقت آباد نہیں ہوا تھا جس وقت اللہ کے نبی حضرت موسیٰ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا لہذا قرآن کے اس واقعہ میں سامری کے ذکر کے کیا معنی۔

چنانچہ صاحب علم لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ سامری سامرہ شہر کی جانب منسوب نہیں ہے اور نہ منسوب ہو سکتا ہے اس سے متعلق صاحب علم لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں سامری سے مقصود سیری قوم کا فرد ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سیری نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری ہے اور اب بھی عراق کی سرزمینوں میں ان کو اسی نام سے پکارا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں جو اسے سامری کہہ کر پکارا گیا ہے تو اس سے صاف واضح ہے کہ یہ نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہیں تھا سامری تھا اور اسرائیلیوں میں شامل ہو گا تھا۔ اس سامری کے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے جن کا کوئی تعلق بنی اسرائیل سے نہیں تھا لیکن وہ بنی اسرائیل میں شامل ہو گئے تھے لہذا اسرائیلی کہلاتے تھے۔

جہاں تک سامری یا سامریوں کا تعلق ہے تو تین ہزار سال قبل مسیح سے پہلے جلد اور فرات کے دو آبے میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈال رہی تھیں۔ ان میں سے ایک قوم جو جنوب سے آئی تھی وہ عرب تھے اور دوسری جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شمال سے وارد ہوئی تھی اسے سیری کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اسی قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر سامرہ آباد ہوا جس کا کل وقوع اب تل ابیب میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پیشتر کے بنے ہوئے زیور اور سنہری ظروف تک برآمد ہوئے ہیں۔

اب یہاں ایک اور سوال اٹھتا ہے کہ سیری قوم کی اصل کیا تھی اس بارے میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی لیکن نینوا شہر میں انوریوں کے 666 قبل مسیح کا جو کتب خانہ دریافت ہوا ہے اس میں تختیوں کا ایک مجموعہ لغت کی کتاب کا بھی

ان سے لڑائی کی جائے اور موئین، کالین اور ان کے درمیان جنگ برپا ہو جائے کہیں مجھ پر الزام نہ لگا دیا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لیے میں خاموشی کے ساتھ تیرا منتظر رہا۔ میرے بھائی تو میرے سر کے بال نہ توچ اور نہ داڑھی ہاتھ چلا اس طرح دوسروں کو ہم پر ہنسنے کا موقع ملے گا۔“

اپنے بھائی ہارون کی یہ معقول دلیل سن کر موسیٰ کا غصہ ان کی جانب سے فرو ہوا اور اب سامری کو مخاطب کرتے ہوئے موسیٰ نے کہنا شروع کیا۔

”سامری تو نے یہ کیا سامان بنایا ہے؟“ اس پر سامری جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں نے ایسی بات دیکھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی تھی یعنی غرق فرعون کے وقت جبرائیل گھوڑے پر سوار اسرائیلیوں اور فرعونین کے درمیان حائل تھے میں نے دیکھا ان کے گھوڑے کی سم کی خاک میں اثر حیات پیدا ہو جاتا ہے اور خشک زمین پر سبزہ آگ آتا ہے تو میں نے حضرت جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھری اور اس خاک کو اس مچھڑے میں ڈال دیا اور اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور یہ بھائیں بھائیں کرنے لگا۔“

”سامری کے یہ الفاظ سن کر حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

”اچھا اب تیرے لئے دنیا میں یہ سزا تجویز کی جاتی ہے کہ تو پاگوں کی طرح مارا مارا بھرے گا اور جب کوئی انسان تیرے قریب آئے گا تو تو اس سے بھاگتے ہوئے یہ کہے گا۔ دیکھو مجھ کو ہاتھ نہ لگنا۔ یہ دنیاوی عذاب ہے اور قیامت میں ایسے نافرمانوں اور گمراہوں کے لئے جو عذاب مقرر ہے وہ تیرے لئے وعدہ الہی کی صورت میں پورا ہونے والا ہے۔“

”سن سامری! یہ بھی دیکھ کہ تو نے جس گنہگار کو معبود بنایا ہے اور جس کی پرستش تو نے شروع کر دئی ہے ہم ابھی اس کو آگ میں ڈال کر خاک کریں گے اور اس خاک کو دریا میں پھینکیں گے تاکہ تجھ کو اور تیرے بیوقوف پیروکاروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے معبود کی قدر و قیمت، طاقت اور قوت کا یہ حال ہے کہ وہ دوسروں پر عنایت اور کرم کیا کرتا خود اپنی ذات کو ہلاکت اور تباہی سے نہ بچا سکا۔“

سامری کے لئے یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو

حکم دیا گیا۔

پھر ایک طلائی شمعدان تیار کرنے کا حکم دیا جس میں چھ شاخیں ہوں۔ ایک طرف میں اور دوسری طرف بھی تین رکھی گئیں اس شمعدان میں چار پیالے رکھے کا حکم دیا گیا پوری بوی چیز ایک خیمہ تیار کرنے کا حکم ملا اس کے لئے حکم یہ تھا کہ خیمہ باریک کتان کے آسمان فرمزی سرخ رنگ کے پردوں کا تیار کیا جائے ہر پردے کا طول اٹھائیس گز اور عرض چار ہاتھ ہو یہ پانچوں پردے ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیئے جائیں کہ ایک ایک طرف ان کے حاشیہ میں آسمانی رنگ کے پچاس نکلے ریشمی اور اس کے مقابلے میں دوسری طرف انھیں طلائی لگائی جائیں تاکہ ان کے ملانے سے وہ ایک بڑے کی صورت اختیار کر جائیں اور اس خیمے کے بالائی حصے کے لئے گیارہ پردے بکریوں کے بالوں کے بنائے جائیں جن کی لمبائی میں ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ ہو پانچ پردے ایک میں اور چھ ایک میں ملا دیئے جائیں۔

چھ پردہ خیمے کے منہ کی طرف رکھا جائے اس میں بھی پچاس نکلے اور پچاس شاخیں لگائی جائیں مگر اس کی پچاس شاخیں پتیل کی ہوں۔

اس پردے خیمے کو ڈھانکنے کے لئے بکریوں کی کھال کا ایک بڑا خیمہ بھی تیار کرنے کا حکم دیا گیا پھر ایک پردہ اور باریک کتان کا تیار کرنے کو کہا گیا جو آسمانی فرمزی اور غوائی رنگ کا ہو اور شمشاد کے چار ستونوں پر خیمے کے اندر لٹکا دیا جائے پھر اس کے پیچھے تابوت شہادت اس پر قبہ شہادت رکھ دیا جائے اور میز پر شمعدان کو رکھا جائے یوں اس خیمے کو بنی اسرائیل کے لئے وہی اور عبادت کے لئے مختص کیا گیا۔ گویا یہ اسرائیل کے لئے کعبہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کی طرف منہ کر کے بنی اسرائیل عبادہ قدوس کی عبادت کرتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے اور اس سے قرب الہی حاصل کرتے تھے اس کی تمام خدمات حکم الہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کی گئی تھیں۔

جب یہ چیزیں تیار ہو گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوتے تو بنی اسرائیل ان کے گرد کھڑے ہو جاتے تھے اور ابر کا ایک کھڑا ان پر نمودار ہوتا تھا بنی اسرائیل یہ دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑے تھے اور خداوند تعالیٰ اس ابر کے کھڑے کے لئے بنی اسرائیل کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکامات جاری کرتا تھا اور بنی اسرائیل

ملا ہے جس میں عکادی اور سیری زبان کے ہم معنی الفاظ جمع کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیری زبان کے اصوات عربی حروف کے اصوات سے مختلف نہیں تھے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی دراصل انہی قبائل کے مجموعہ سے کوئی بعیدی تعلق رکھتے ہوں ان کے لئے ہم نے تورات کی اصطلاح سامی اختیار کر لی ہے بہر حال سیری قبائل کا اصل وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اسی قوم کا ایک فرد بنی اسرائیل میں شامل ہو چکا تھا اور بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا اسی کو قرآن پاک نے سامری کے لفظ سے یاد کیا ہے اس کے علاوہ گائے، بیل اور بچھڑے کی تقدیس اور پرستش کا خیال سیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی۔

سامری کا تعلق سامرہ سے نہیں بلکہ سامری قوم سے تھا۔

سامری کا یہ حادثہ پیش ہونے تک خداوند قدوس نے بنی اسرائیل کے لئے عبادت کا طریقہ بھی واضح کر دیا تھا اور اس سلسلے میں موسیٰ کو تین چیزیں یاد کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ پہلی چیز صندوق شہادت تھا۔ حضرت موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق بنایا جائے جس کا طول ڈھائی ہاتھ عرض اور اونچائی ڈیڑھ ہاتھ رکھی جائے اس صندوق میں اندر اور باہر سونے کے پترے چڑھائے جائیں اور اس کے اوپر طلائی کھس اور چار جگہ ڈھلے ہوئے سونے کے دو ایک طرف اور دوسری طرف لگائے جائیں شمشاد کی لکڑی ہی کی دو چوبیس بنا کر ان پر سونا چڑھا دیا جائے اور ان کو اس عرض سے ان حلقوں میں ڈال دیا جائے کہ اس صندوق کو الٹا یا جاسکے اس صندوق کا نام تابوت شہادت رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اسی صندوق شہادت کے ایک حصے کے طور پر ایک تہ سونے کا بنانے کا حکم دیا گیا جس کا طول ڈھائی ہاتھ اور عرض ڈیڑھ ہاتھ ہو اسے تابوت شہادت کے اوپر رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔

دوسری چیز جو بنانے کا حکم ملا وہ شمشاد ہی کی لکڑی کی ایک میز تھی جس کی لمبائی دو ہاتھ چوڑائی ایک ہاتھ اور اونچائی ڈیڑھ ہاتھ رکھنے کا حکم ملا اور اس پر بھی سونے کے پترے چڑھانے کے لئے کہا گیا اگر کے۔ پانچوں طرف بھی طلائی کھس اور چاروں پایوں کے مقابل چار طلائی حلقے لگا کر اس میں چار چوبیس جو سونے سے منڈھی گئی تھیں لگانے کے لئے کہا گیا اور یہ میز خداوند قدوس کے حضور نذر چڑھانے کے لئے استعمال ہونے

ران کو اس حکم سے آگاہ کیا۔
 موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات سن کر وہ سردار تسخراڑاتے ہوئے کہنے لگے۔
 ”اے موسیٰ! کیا تو ہم سے مذاق کرتا ہے بھلا گائے کا ذبح کرنے کا اس معاملے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“
 جواب میں موسیٰ علیہ السلام انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے۔
 ”میں تو اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں شمار ہوں میں بھلا انصاف کے اس معاملے میں کیوں تم سے مذاق کروں گا۔“
 اس پر بنی اسرائیل کے سرداروں میں سے ایک پھر موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”اگر یہ واقعی خدا کا حکم ہے تو جو گائے ہم نے ذبح کرنی ہے کیسی ہو اور اس کی حقیقت کیا ہوئی چاہئے؟“
 اس پر موسیٰ علیہ السلام کو جب گائے کی حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا تو انہوں نے بنی اسرائیل کو بتاتے ہوئے کہا۔
 ”وہ گائے ایسی ہو کہ نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی جوان ہو پس اب جو ہمیں کہا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔“
 اس پر موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ایک اور سردار بول اٹھا۔
 ”اے موسیٰ! تو اپنے خدا سے پوچھ اس ذبح کی جانے والی گائے کا رنگ کیسا ہو؟“
 اس سوال کے جواب میں بھی موسیٰ کو وحی کے ذریعے خداوند قدوس کی طرف سے وہی ہدایت کردی گئی تب موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔
 ”خداوند کریم کا حکم ہے کہ گائے گہرے زرد رنگ کی ہو کہ دیکھنے والے کو خوش دھم لگے۔“
 اس پر بنی اسرائیل کے سرداروں نے پھر حجت بازی کی اور کہنے لگے۔
 ”اے موسیٰ! ہمیں گائے کی کیفیت کے بارے میں ابھی تک شبہ ہے کہ خدا کے حکم سے ہم واقعی کامیاب ہو جائیں گے۔“
 جواب میں موسیٰ انہیں پھر مخاطب کر کے کہنے لگے۔
 ”اے بنی اسرائیل! خدا کا حکم ہے کہ وہ گائے تاجمخت کی ماری، دوتی ہو نہ ہی زمین

اس سے آگاہ ہوتے تھے۔
 جب کبھی بھی بنی اسرائیل میں کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا اور موسیٰ علیہ السلام سے انصاف طلب کرتے تو آپ اسی قید اور قربان گاہ کی طرف آتے اور اس تابوت کے بائیں خاموش کھڑے ہو کر مناجات کرتے تب وحی نازل ہوتی اس کے مطابق مقدمات فیصلہ کیا کرتے تھے۔
 اس دوران بنی اسرائیل میں ایک اور حادثہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہوا یوں کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص نے اپنے بیٹا زاد بھائی کو قتل کر دیا مقتول ایک سرکردہ آدمی تھا اور قاتل نے اسے چھپ کر قتل کیا تھا کسی کو خبر تک نہ ہوئی تھی اور نہ ہی قاتل نے کسی سے سنا۔ یہ تسلیم کیا کہ وہ قتل میں ملوث ہے۔
 آخر اس قتل نے پہلے تو ایک شبے کی شکل اختیار کی پھر یہ معاملہ بگڑتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے بارے میں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل کے لوگ ایک دوسرے پر شبہ کرنے لگے اور اس جنگ کو تہمت کی بناء پر سارے بنی اسرائیل میں اختلافات پیدا ہونے لگے اور قریب تھا کہ وہاں سخت خانہ جنگی اور خون ریزی کی صورت پیدا ہو جاتی کہ بنی اسرائیل کے بڑے بوڑھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے اس معاملے میں انصاف کرنے کی التجاء کی تاکہ بنی اسرائیل کے قبائل خانہ جنگی اور خون ریزی سے بچ جائیں۔
 یہ معاملہ سن کر موسیٰ علیہ السلام عبادت اور وحی کے اس خانے میں داخل ہوئے اور تابوت شہادت کے روبرو کھڑے ہو کر انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔
 ”اے خداوند اس واقعہ نے بنی اسرائیل کے اندر ایک انتشار اور جنگی صورت حال کی کیفیت پیدا کر دی ہے اے خدا تو حکیم اور عظیم ہے اس سلسلے میں میری مدد فرما۔“
 جواب میں موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور حکم دیا گیا۔
 ”بنی اسرائیل سے کہو پہلے ایک گائے ذبح کریں اور ذبح کی ہوئی گائے کے ایک حصے کو مقتول کے جسم سے مس کریں اس طرح ہم مقتول کو دوبارہ زندگی دیں گے اور مقتول خود اٹھ کر اپنے قاتل کی نشان دہی کرے گا۔“
 پس اس وحی کے بعد موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے

اسرائیلی جو گنو سالہ پرستی اور شرک میں مبتلا ہوئے تھے اپنے ہی باپ بیٹے اور بھائیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔
 یہ کام جب ہو چکا تو موسیٰ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی الواح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔
 ”اے میری قوم! یہ الواح مجھے خداوند قدوس کی طرف سے عطا کی گئی ہیں تمہارا فرض ہے کہ ان پر درج احکامات کا اتباع کرو۔“
 بنی اسرائیل تو بہر حال بنی اسرائیل تھے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔
 ”موسیٰ! ہم کیسے یقین کریں کہ یہ تختیاں خداوند قدوس کی طرف سے ملی ہیں صرف تیرے کہنے پر تو ہم ہمیں مان جائیں گے۔“
 ہم تو جب مانیں گے کہ خدا کو ہم خود اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھیں اور وہ یہ کہے کہ ہاں یہ تختیاں میری ہی طرف سے ہیں اور تم اس پر ایمان لاؤ۔“
 اس پر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔
 ”بیوقوفو! احمقو! ایسے سوال نہ کرو۔ ان آنکھوں سے خدا کو کسی نے دیکھا ہے جو تم دیکھ سکو گے یہ باتیں غیر ذمہ دارانہ ہیں۔“
 لیکن بنی اسرائیل نے موسیٰ کی کوئی بات نہ مانی اور اپنے اس اصرار پر بدستور قائم رہے چنانچہ موسیٰ نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل ان کی بات ماننے والے نہیں ہیں تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

میں مل چلائی رہی ہو نہ ہی کھیتوں کو سیراب کرتی رہی ہو بلکہ بے دارغ اور بے دھیر ہو۔“
 اس بار بنی اسرائیل کے سردار کہنے لگے۔ ”اے موسیٰ! اس بار تو صحیح بات لایا ہے پس اب ہم خداوند قدوس کے حکم کے مطابق گائے ذبح کریں گے۔“
 پس انہوں نے جس گائے کی نشان دہی کی گئی تھی ویسی ہی گائے حاصل کی اور اسے ذبح کر دیا پھر اس کے ایک حصے کو گوشت کو مقتول کے جسم کے ساتھ مس کیا گیا ایسا کرنے سے خدا کے حکم سے وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قتل کا سارا واقعہ بیان کر دیا اس طرح قاتل کو بھی اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور یوں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل میں اختلافات پیدا ہو کر جو خون ریزی اور خانہ جنگی کی صورت رونما ہونے والی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔
 بہر حال سامری کے معاملے سے فارغ ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے اور خداوند قدوس کو مخاطب کر کے التجاء کی۔
 ”اے خداوند! مہربان بنی اسرائیل کے جو لوگ گنو سالہ پرستی کے شرک اور بے دینی میں مبتلا ہوئے ہیں ان کی تیرے ہاں کیا سزا ہے۔“
 چنانچہ وحی کے ذریعے خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام پر انکشاف کیا۔
 ”اے موسیٰ! جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔“

پس خداوند قدوس کا یہ حکم ملنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس آئے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تم لوگ جو گنو سالہ پرستی اور شرک میں مبتلا ہوئے ہو تو اس سے تمہاری توبہ کی ایک صورت ہے۔
 اس پر لوگ پوچھنے لگے۔ ”وہ صورت کیا ہے؟“
 جواب میں حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ صورت یہ ہے کہ شرک میں مبتلا ہونے والے مجرموں کو اپنے آپ کو اس طرح ختم کرنا چاہئے کہ جو شخص رشتے میں اس سے زیادہ قریب ہے اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو قتل کرے۔
 چنانچہ بنی اسرائیل کو اس حکم الہی کے سامنے سر جھکا پڑا اور تین ہزار کے قریب

چاہیں گے ویسا ہی کریں گے۔

آخر یہ فیصلہ ہونے کے بعد ان ستر سرداروں کو لے کر موسیٰ جبل سینا کی طرف روانہ ہوئے اور ان ستر سرداروں کو ایک طرف کھڑا کرنے کے بعد موسیٰ آگے بڑھے اور خدا کے حضور ہم کلامی کے لئے التجا کی۔

پس ان ستر سرداروں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا اور دعا کے نتیجے میں جبل سینا پر سفید رنگ کے بادل کی طرح نور نمودار ہوا جس نے موسیٰ علیہ السلام کو گھیر لیا۔

جب یہ بادل نما نور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پوری طرح چھا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حضور گزارش کی۔

”اے میرے اللہ تو سب حالات کا دانا اور مینا ہے۔ ان کی ضد پر ان کے ستر منتخب سرداروں کو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں میرے اللہ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ بھی اس جاب نور سے میری اور آپ کی ہمکاری کو سنیں تاکہ قوم کے پاس جا کر اس کی تصدیق کر سکیں۔“

موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر سرداروں کو بھی جاب نور میں لے لیا گیا اور انہوں نے اپنے کانوں سے موسیٰ اور خداوند قدوس کے کلام کو سنا پھر جب پرہ نور ہٹ گیا اور حضرت موسیٰ نے سرداروں کو دیکھا تو وہ آپس میں مشورہ کرتے ہوئے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور حضرت موسیٰ سے اصرار کرتے ہوئے بولے۔

”جب تک ہم اپنے رب کو بے جاب نہ دیکھ لیں اس وقت تک تو ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

اس احمقانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر غضب الہی حرکت میں آیا اور ایک ہیبت ناک کڑک، چمک اور زلزلے نے ان سرداروں کو آیا اور وہ ستر کے ستر سردار جبل سینا پر چل کر خاک ہو گئے۔

یہ دیکھ کر موسیٰ جدے میں گر گئے اور گرگڑاتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا مانگنے لگے۔

”اے خداوند محترم یہ بیوقوف اگر حماقت کر بیٹھے ہیں تو تو انہیں معاف فرما اپنی رحمت سے اے میرے اللہ ان کی خطا کو بخش دے تاکہ بنی اسرائیل میں واپس جا کر یہ

میرے حق میں گواہی دینے والے ہوں اور میں ان کے اندر تیرے احکام کے فروغ کے لئے کام کر سکوں۔“

پس خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام کی یہ عاجزی بھری التجا اور درخواست کو قبول کر لیا اور اسی وقت خداوند قدوس نے جل کر مرنے والے ان ستر سرداروں کو دوبارہ حیات تازہ بخشی پس یہ ستر سردار جب حضرت موسیٰ کے ساتھ واپس بنی اسرائیل میں آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو اپنے جل مرنے اور پھر حکم الہی سے دوبارہ زندہ ہونے کے واقعات تفصیل سے سنا ڈالے اور انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ حضرت موسیٰ جو کہتے ہیں وہ حق سچ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کے فرستادہ ہیں۔“

ان ستر سرداروں کی گواہی کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ سارے بنی اسرائیل کے لوگ خدا کا شکر بجالاتے اور اپنے اوپر اس کے فضل و کرم کی فراوانی کے پیش نظر فرماں برداری سے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے مگر ہوا یہ کہ انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود خداوند قدوس کے احکامات کو قبول کرنے میں تکرار اور پس پیش شروع کر دی۔

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ رویہ اختیار تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور گزارش کی۔

”میرے اللہ میں نے ہر طرح سے اس ضدی اور ہٹ دھرم قوم کو اطمینان دلانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ حقیقت کو اپنے سامنے دیکھ کر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ اے میرے اللہ انہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھی اور سچی راہ دکھا۔“

موسیٰ علیہ السلام کی یہ التجا سن کر خداوند قدوس کی طرف سے حکم ہوا۔

”اے موسیٰ ان نافرمانوں کے لئے میں تجھے ایک دلیل اور حجت عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس جبل سینا پر تو مجھ سے آ کر گفتگو کرتا ہے اور جس پر تیری قوم کے منتخب ستر مرداروں نے بھی حق کا مشاہدہ کیا اسی کو بہتانی سلسلے کو میں حکم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے زکات کرے اور سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے اور زبان حال سے یہ اعلان کرے کہ موسیٰ علیہ السلام خدا کا سچا نبی ہے اور یہ کہ تورات بلاشبہ خدا کی بچی کتاب ہے اور یہ کہ اگر حق اور صداقت کے دونوں مظہر نہ ہوتے تو یہ عظیم الشان نشانیاں نہ دیکھتے جن کا ظہور قدرت الہی کے سوا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔“

چنانچہ جو بنی خداوند قدوس کا یہ فرمان اور فیصلہ صادر ہوا اور جبل سینا بنی اسرائیل کے سر پر سائبان کی طرح آگیا اور پھر بنی اسرائیل نے جبل سینا سے سنا کہ انہیں پکار کر کہا جا رہا تھا۔

”اے بنی اسرائیل اگر تم عقل و شعور باقی رکھتے ہو اور اگر تم حق و باطل کی تمیز رکھتے ہو تو غور سے سنو کہ میں اپنے رب کا نشان بن کر تم کو یقین دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ موسیٰ نے بارہا مجھ پر کھڑے ہو کر خداوند کریم کے ساتھ گفتگو کا شرف حاصل کیا اور تورات کی صورت میں جو تمہارے لیے رشد و ہدایت کا قانون نازل کیا گیا ہے وہ بھی موسیٰ کو میری پیٹھ پر عطا ہوا۔

غفلت میں پڑنے والو! میری یہ کیفیت اور ہیبت جو تمہارے لیے پریشان کن اور حیران کن بن رہی ہے یہ اس امر کی شہادت ہے کہ جب انسان کے سینے میں دل کی نری تختی سے بدل جاتی ہے تو پھر وہ دل پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے اور رشد و ہدایت اس میں کسی طرف سے بھی سرایت نہیں کر پاتی۔

اے بنی اسرائیل میری طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو میں پتھروں پر مشتمل ایک کوہستان ہوں لیکن اپنے رب کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے کس طرح عبودیت کا مظاہرہ کر رہا ہوں جب کہ تم ہو کہ اپنی انانیت اور خودی کے گھمنڈ میں اپنی کسی حالت میں بھی بدلنے کے لیے تیار ہی نہیں ہو۔“

چنانچہ بنی اسرائیل نے جب جبل سینا کو اپنے اوپر معلق دیکھا اور اس آواز کو اپنے کانوں سے سنا۔ تب ان پر خوف اور وحشت چھا گئی جس کے بعد وہ تورات کے احکام کی طرف متوجہ ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا۔

تب خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ پر وحی نازل ہوئی اور اس میں بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے خداوند قدوس نے فرمایا۔

”بنی اسرائیل جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو احکامات موسیٰ کے ذریعے تم لوگوں کو دیئے گئے ہیں ان کی تعمیل کرو تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن سکو۔“ یہ معاملہ بنی اسرائیل کے لئے ایک بہت بڑی جت اور ایک بہت بڑی دلیل تھی ایک ایسی دلیل جسے دیکھ کر پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا اور خداوند قدوس اور اس کے رسولی کے احکامات کی انکھیں بند کر کے بیرونی کرنے لگتا۔ بنی اسرائیل جو حد سے زیادہ

ضدی اور ہٹ دھرم تھے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طرح طرح کی جتیں اور طرح طرح کی ضد کرتے رہے۔ جب انہوں نے کوہستان سینا کو اپنے اوپر معلق دیکھا اور اس میں سے انہیں آواز بھی سنائی دی اور اس آواز نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور خداوند قدوس کی وحدانیت کی تصدیق کی تب یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بنی اسرائیل جبراً اور قہراً بظاہر تورات کے احکامات کو تسلیم کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔



عتیوں کا بادشاہ متوشیش ایک روز اپنے دونوں بیٹوں کا دک اور لوزمان کے علاوہ بڑے سالار گور، سنوش اور چند دوسرے سالاروں اور امراء کے ساتھ بیٹھا اپنی جنگی تیاریوں پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا چوہدار اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور متوشیش کو تعظیم دینے کے بعد کہنے لگا۔

”مالک ہماری شمال مشرقی سرحدوں کی طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں کچھ اہم خبریں پیش کرنا چاہتے ہیں۔“

اپنے اس چوہدار کے ان الفاظ کے جواب میں متوشیش کچھ فکر مند ہوا وہاں بیٹھے سب لوگ بھی متوشیش کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ متوشیش نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”جو مجھ ہماری شمال مغرب کی سرحدوں سے آئے ہیں انہیں فی الفور میرے سامنے پیش کرو۔“

متوشیش کا یہ حکم پا کر وہ چوہدار پیچھے ہٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ چند لوگوں کو لے کر آیا اور انہیں متوشیش کے سامنے کھڑا کر دیا تھا جب وہ تعظیم دے چکے تب متوشیش نے انہیں مخاطب کیا۔

”کیا تم ہماری شمال مشرقی سرحدوں کی طرف سے کوئی بری خبر لے کر آئے ہو یا اچھی۔“

اس پر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ خبر اچھی نہیں ہے ان علاقوں کی طرف سے آشوری نام کی ایک قوم اٹھی ہے۔ یہ لوگ بڑے جنگجو اور بڑے خونخوار ہیں اب تک وہ بڑی خاموش زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ اب انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے اور وہ لشکر بڑی

کارروائیاں کرنے کے لئے مقرر کر رکھے ہیں انہیں فی الفور واپس بلا لیا جائے اور ایک خاصا بڑا لشکر گور اور سنوٹھ کے علاوہ چند چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں آشوریوں کی راہ روکنے کے لئے مقرر کیا جائے اور اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ایسا نقصان اٹھائیں گے کہ پھر کبھی بھی قوم مستقبل نہیں پائے گی۔“

متوشلیش کے دونوں بیٹوں کے بعد وہاں بیٹھے دوسرے سالاروں اور امراء نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہذا متوشلیش نے گور اور سنوٹھ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ابھی اسی وقت تیز رفتار قاصد سیتانیوں اور کاسیوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دو اور وہاں جو لشکر ہیں ان کے سالاروں کو حکم دو کہ فی الفور اپنے مرکزی شہر پہنچنے والی بات کریں تاکہ ایک خاصا بڑا اورکیل کالنے سے لیس لشکر تیار کر کے آشوریوں پر ضرب لگائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی متوشلیش نے وہ مجلس ختم کر دی تھی گور اور سنوٹھ نے اسی روز تیز رفتار قاصد سیتانیوں اور کاسیوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

جہاں تک اس آشوری قوم کا تعلق ہے تو یہ آشوری لوگ عرب اور ساسی النسل تھے عرب کے صحراؤں سے ہی اٹھ کر یہ روزی رزق کی تلاش میں شمال کے علاقوں کی طرف گئے تھے مورخین کا کہنا ہے کہ پہلے یہ لوگ بابل پہنچے اور بابل میں یہ بڑی چپ چاپ خاموش زندگی بسر کرتے رہے آخر یہ حرکت میں آئے بابل میں اپنی سکونت کو ترک کر کے وہ دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں آباد ہونا شروع ہو گئے جہاں انہوں نے ایک چھوٹی سے سلطنت قائم کر لی تھی جو سلطنت آشور کے نام سے موسوم ہوئی۔

اپنے نام کے حوالے سے وہاں انہوں نے ایک شہر بھی آباد کیا اور اس کا نام بھی آشور ہی رکھا۔ لہذا ان کا پایہ تخت شروع میں یہی آشور شہر تھا بعد میں ایک اور شہر انہوں نے آباد کیا وہ پایہ تخت بنا اور آخر میں مشہور شہر نینوا آشوریوں کا دارالسلطنت مقرر ہوا۔

آشوری زراعت پیشہ تھے لیکن اس نئی مملکت میں قابل کاشت زمین بہت کم تھی اور جو تھی وہ سر زمین بابل کی طرح زرخیز اور شاداب نہ تھی اس لیے انہوں نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنالیا ہر سال موسم بہار میں وہ ہمسایہ ممالک میں تاخت و تاراج اور قتل و غارت گری کرتے جو لوگ ان کے ہاتھوں اسیر ہوتے انہیں غلام بنا لیتے۔

کے بغیر سمندر کے کنارے پہنچ گیا یہیں فونیقی شہروں نے عارضی طور پر آشوریوں کی اطاعت قبول کر لی حالانکہ فونیقی خود بھی عرب اور ساسی النسل تھے۔

دو آہ جلد اور فرات سے شام پر آشوریوں کی صورت میں پہلا بڑا حملہ تھا اور اس کی حیثیت فرعون مصر کے اس حملے کی سی تھی جو سو سال پیشتر شام پر ہوا تھا اس کے بعد آشور ناصر پال کے بیٹے اور جانشین ظلم نصر نے حرید فتوحات حاصل کیں اور اپنے باپ کا کام مکمل کیا۔

اسی ظلم نصر کو قراقر کے میدانوں میں جو وادی عاصی میں واقع ہے، شام کی متحدہ ریاستوں سے جنگ ہوئی۔ اس متحدہ قوت کا رئیس دمشق کا آرا می بادشاہ تھا۔ کچھ دوسرے ہمسایوں نے بھی ان کی مدد کی ظلم نصر نے اس متحدہ قوت کو بدترین شکست دی اور اس فتح مندی پر ظلم نصر نے اپنی فتح کا ذکر ایک کتبے میں ان الفاظ میں کیا تھا۔

”اپنے عہد حکومت کے اٹھارویں سال میں نے دریائے فرات ساہو بی مرتبہ عبور کیا آرامیوں کے بادشاہ تغل قلیل کو اپنی بڑی فوج پر بھروسہ تھا میں نے اس کا تخت الٹ دیا پھر میں نے بعلی راہی کی جانب پیش قدمی کی جو ایک پہاڑی ہے اور سمندر کے اندر چلی گئی ہے میں نے اپنا مجسمہ وہاں نصب کیا پھر صور اور صیدہ کے لوگوں سے خراج وصول کیا۔“

ظلم نصر اور اس کے باپ نے شام کی تسخیر سے جس سلطنت کی بنیاد رکھی تھی اس میں آشوریوں کے ایک اور بادشاہ تغلت پلاسر ثالث اور اس کے جانشین نے اس میں ایک نئی روح پھونکی اسی نے اپنا جنگی مرکز ارفاد شہر میں رکھا اور وہاں سے شام کی از سر نو تسخیر کے لئے ہمیں بھیجتا رہا یا خود لے جاتا رہا اس کے بیٹے ظلم نصر پنجم نے فونیقیہ اور اس کے شہروں کو پامال کر ڈالا جیسا کہ مورخ جوزف فوس نے سامی روایات کی بناء پر بیان کیا ہے صیدہ عک اور صور کے شہروں نے گوان کے خلاف ایک کرلیا تھا وہ چاہتے تھے کہ آشوریوں کی سیاست اور مالی کنٹرول سے آزادی حاصل کر لیں لیکن ایسا کرنا آسان نہ تھا۔

اس لیے کہ آشوریوں کے بادشاہ ظلم نصر نے خشکی پر اتنی فوج جمع کر رکھی تھی کہ جزیرہ صوری کی تاکہ ہندی کنارے کی جانب سے جاری رہی۔ جزائری شہر کے اندر بیٹھے پانی کے کنوئیں موجود تھے۔ لہذا اہل شہر کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں پانچ سال کے عرصہ سے میں بھی شہر حوالے نہ ہوا اور آخر کار دونوں قوتوں کے درمیان صلح کا عہد نامہ ہو گیا۔

خونخاری آندھی اور طوفان کی طرح ہمارے علاقوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر اس لشکر کی راہ نہ روکی گئی تو وہ ایسی تیز یلغار کریں گے کہ ہمارے مرکزی شہر تک پیش قدمی کرتے چلے جائیں گے۔“

یہ خبر سن کر متوشلیش ہی نہیں وہاں بیٹھے سارے سالار اور متوشلیش کے دونوں بیٹے ہی چونک اٹھے تھے پھر متوشلیش نے آنے والوں کو مخاطب کیا۔

”تم جاؤ جا کر آرام کرو لیکن تیار رہنا چند روز تک جو لشکر ہم یہاں سے آشوریوں کی سرکوبی کے لیے بھیجیں گے تم اس لشکر کی رہنمائی کرو گے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ منبر وہاں سے نکل گئے تھے ان کے جانے کے بعد متوشلیش نے فکر مندی کے انداز میں اپنے دونوں بڑے سالاروں گور اور سنوٹھ کی طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”چھاپا ہے اس وقت تم دونوں بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہو جو کچھ آنے والوں نے کہا ہے تم نے بھی سنا ہوا کیا کہتے ہو؟“

اس موقع پر گور اپنے بادشاہ متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری صلاح یہی ہے کہ ہم اس وقت سیتانی اور بابل کے کاسیوں کو فراموش کر دیں اور ان کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمارے جو لشکر گئے ہیں انہیں فی الفور واپس بلا لیا جائے اور ایک جرار لشکر لے کر آشوریوں کا مقابلہ کیا جائے اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔“

گور جب خاموش ہوا تب سنوٹھ کی طرف متوشلیش غور سے دیکھنے لگا تھا سنوٹھ نے بھی گور کے خیالات کی تائید کی تھی اس کے بعد متوشلیش کی نگاہیں اپنے دونوں بیٹوں کاوک اور لوزمان پر جم گئیں انہیں یہاں تک کہ کاوک اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے میرے باپ! گور کا کہنا درست ہے۔ اس وقت ہمارے مرکزی شہر میں جو لشکر موجود ہے اگر اسی کے ساتھ حرکت میں آتے ہیں اور آشوریوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور اگر اس لشکر کو شکست ہوگئی تو یاد رکھیے گا آشوریوں کو کوئی بھی قوت ہمارے مرکزی شہر تک آنے سے روک نہیں سکے گی اور اگر ایسا ہو گیا تو حتیوں کی سلطنت ہی ختم ہو کر وہ جانے کی لہذا ہمارے وہ لشکر جو اس وقت ہم نے سیتانیوں اور کاسیوں کی سرحدوں پر

بعض مورخ آشوریوں کو انتہائی بے رحم اور شقی انقلاب کہتے ہیں۔ قتل و غارت گری کو وہ خداؤں کی منشا کے مطابق سمجھتے تھے آشوریوں کی سنگ دلی کی ایک وجہ مورخین یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کی تعداد کم تھی اور ان کے تابع فرمان علاقے بہت وسیع تھے اس لیے وہ منتشر اقوام کو مرغوب اور مطیع رکھنے کے لئے ان کے ساتھ جابرانہ سلوک اور رویہ رکھتے تھے۔

مورخین آشوریوں کی سلطنت کے عہد کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک عہد سن چندہ سو سے نو سو قبل مسیح کا، دوسرا عہد نو سو سے سات سو پچاس قبل مسیح اور تیسرا عہد سات سو پچاس سے چھ سو سات قبل مسیح تک قائم رہا۔ آشوریوں نے پہلے پہل اپنی عکراں تغلت پلاسر اول کے تحت عظیم الشان سلطنت کے راستے پر قدم رکھا جو کسی حد تک بقل مورخین قبل از وقت تھا تغلت پلاسر نے شام پر حملہ کیا اور اپنے آپ کو پورے امور کا فاتح قرار دیا وہ جبل عاروس سے گزر کر حتیوں کی زمین میں پہنچ گیا اور اعلان کیا کہ حتیوں کے جانشین کی حیثیت سے میں شام کا مالک ہوں نیز جبلہ، اردوس، میدہ اور دوسرے فونیقی شہروں کو بھی میری اطاعت قبول کر لینی چاہئے۔

جبلہ ان دنوں ایک شخص ذکر بعل کے تحت تھا آشوریوں کا نام سن کر وہ بھی لرز کانپ گیا تھا۔ چنانچہ آشوریوں نے بڑے بڑے دیودار کے درخت کٹوائے اپنے دیوتاؤں کا مندر بنانے کی غرض سے انہیں اپنے مرکزی شہر بھیج دیا یہاں پہلی بار آشوری سمندر کے کنارے پہنچے اور انہوں نے بحری گھوڑوں اور ڈولفن کا شکار کیا اور آشوری لشکریوں نے جن کی تیل مار کر نہ صرف اپنی غذا کا اہتمام کیا بلکہ آس پاس کے علاقوں پر وہ رعب اور خوف طاری کر دیا۔

تغلت پلاسر نے دریائے فرات کے پار جتنا علاقہ فتح کیا تھا اس پر بہت جلد آرا می قوم حملہ آور ہو کر قابض ہو گئی یہ آرا می بھی عرب اور ساسی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

چنانچہ آشوری عرب اس بار اپنے دوسرے عکراں آشور ناصر پال کے تحت حرکت میں آئے اور جس قدر علاقے ان سے چھپے تھے کر لیے چنانچہ فتح مندی اور کاسیائی کا جو راستہ اس سے پہلے آشوریوں کے عکراں تغلت پلاسر نے شروع کیا تھا وہی دوسرے عکراں آشور ناصر پال نے شمالی پر حملے کے لئے اختیار کیا ہر وہ جنوب کی طرف مز گیا۔ دریائے عاصی کو عبور کر کے لبنان میں داخل ہو گیا اس طرح کسی بڑی مزاحمت

حکومتوں اور حکمرانوں کو کچل کر ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان آشوریوں کو تاریخ نویسی سے بہت شغف تھا یہ لوگ مٹی کی تختیاں یا لوہے بنائے ان پر خط لکھنے میں حالات و واقعات ضبط تحریر میں لاتے اور آگ میں ان لوہوں کو پکا لیتے تھے اس طرح انہوں نے نہ صرف کتابیں بلکہ کتب خانے مرتب کیے یہ لوہے نیا کی جابی میں مٹی کے بچے دب گئی تھیں جو کھدائی سے نکال لی گئیں۔ یہ قدیم زمانوں کی تاریخ کا بہت بڑا ماخذ ہیں اس قسم کی کئی ہزار لوہیں بیس میں لودر کے عجائب خانے میں موجود ہیں مشہور ترین کتب خانہ آشور بنی پال کا ہے جو کھدائی کے دوران دستیاب ہوا آشوریوں نے مختلف صنائع اور فنون لطیفہ کی بہت سرپرستی کی۔ ان کی سلطنت میں جاری معماري کتبہ نگاری اور نقاشی وغیرہ نے بہت ترقی کی بلکہ حیرت انگیز طور پر ترقی کی۔ مثال کے طور پر ایک جگہ بادشاہ کی شکار گاہ کا منظر نظر آتا ہے اس میں گھوڑوں کی حرکات اور سکنت اس قدر قدرتی ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں اس زمانے میں زرگری اور خاتم کاری کا بھی فن اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ یہ آشوریوں کے مختصر سے حالات ہیں بہر حال حنیوں کے بادشاہ متوشلیش نے انہی آشوریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیانیوں اور کامیوں کے علاقوں سے اپنے سارے لشکر واپس اپنے مرکزی شہر ختوشاش طلب کر لئے تھے لیکن حنیوں کی بد قسمتی جب تک سیتانیوں اور کامیوں کے علاقوں سے متوشلیش کے لشکر اس کے مرکزی شہر ختوشاش پہنچے اس وقت تک حملہ آور آشوری حنیوں کے کچھ علاقوں کو روند کر جابی اور بربادی کا کھیل کھیلے ہوئے اور اپنے لئے بہت سامان حاصل کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر کے واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے گئے تھے اور حنیوں کا بادشاہ متوشلیش دیکھتا رہ گیا تھا۔ اب متوشلیش کے سامنے دو راستے آن کھڑے ہوئے تھے۔ پہلا یہ کہ کیا وہ آندھی اور طوفان کی طرح ترقی کرنے والے آشوریوں کا مقابلہ کرے یا تیانیوں اور کامیوں سے اپنی گزشتہ کامیوں کا انتقام لے ان میں سے سیتانی اور آشوری تو عرب تھے جب کہ کامی کرد تھے بہر حال حنیوں کے بادشاہ متوشلیش کے لئے حالات بڑی نازک صورت حال اختیار کرتے چلے جا رہے تھے۔



اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کر رکھا ہے۔
پس موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمیوں کو چناؤ کیا۔
پس بنی بنی اسرائیل کے بارہ سرکردہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لئے اس سرزمین کی طرف روانہ ہوئے اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ وہ یہ دیکھ کر آئیں کہ وہ ملک کیسا ہے اور وہاں جو عوام بستے ہیں وہ کیسے ہیں؟ زور آور ہیں یا کمزور؟ تھوڑے ہیں یا بہت زیادہ؟ اور جن شہروں میں وہ رہتے ہیں ان کا احوال کیا ہے؟ آیا وہ نیموں میں رہتے ہیں یا قلعوں میں؟ وہاں کی زمین زرخیز ہے یا بخر اس کے اندر درخت ہیں یا نہیں؟
ساتھ ہی ان کو یہ بھی ہدایت کر دی کہ جب وہ اس سرزمین سے لوٹ کر آئیں تو آتے ہوئے اپنے ساتھ وہاں کے پھل لے کر آئیں تاکہ وہ پھل بنی اسرائیل کو دکھا کر انہیں اس سرزمین پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جاسکے پس یہ احکامات پانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر بنی اسرائیل کے وہ بارہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لئے دھب فاران سے روانہ ہوئے تھے۔
جس دور میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے اس وقت ارض فلسطین میں دو شخص بڑے اہم تھے ان میں سے پہلا بلعم بن بعور تھا اور بقول مورخین یہ ایک غیر اسرائیلی عالم تھا اور توریت کی رو سے وہ مستجاب الدعوات شخص تھا۔ جسے ایک خاص موقع پر قبیلہ حوآب کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کے حق میں بدعا کرنے کے لئے بلایا تھا لیکن بقول توریت خدا کے حکم سے اس کی زبان سے بار بار ان کے حق میں دعائی نکلی۔ نیز انہی روایات کی رو سے بعد ازاں بلعم کے کہنے پر مدین کے رہنے والوں نے اپنی عورتوں کو بنی اسرائیل کے پاس بھیجا تاکہ وہ آدھ گناہ ہو کر عتاب الہی کے مورد ہوں چنانچہ اسی پادش میں دوسرے مدینوں کے ساتھ بلعم پر بھی عتاب نازل ہوا جس کا ذکر اور تفصیل بعد میں آئے گی۔

اسرائیلی روایات کے مطابق بلعم بن بعور اور بنو آدم کا بادشاہ بلع بن بعور اور ایک شخص آرام کا باپ کمونیل اور یعقوب کا خضر دین دین ایک ہی شخص تھا۔ قرآن مقدس میں کسی بھی مقام پر بلعم بن بعور کا نام نہیں آیا لیکن بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قرآن مقدس کی اس آیت میں کہ۔

بعد کے دور میں صور کے بادشاہ ایلوامی نے آشوریوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں مصریوں سے بھی اس نے مدد طلب کی۔ اس لیے کہ وہ مصریوں کا حمایتی تھا۔ اس ایلوامی نے طاقت اور قوت پکڑتے ہوئے قبرص کو بھی فتح کر لیا تھا۔ ان دنوں آشوریوں کا بادشاہ مرجون تھا لیکن جب یہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا خیرب یا خاریب آشوریوں کا بادشاہ بنا چنانچہ اسی خیرب نے صور کے حکمران ایلوامی کی بوجھتی ہوئی قوت کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا اور ایلوامی کا مصر سے اتحاد بھی خیرب کو پسند نہیں تھا چنانچہ آشوریوں کا بادشاہ خیرب لشکر لے کر نکلا صور کے بادشاہ ایلوامی پر حملہ آور ہوا۔ مصریوں نے بے شک اس کی مدد کی لیکن آشوریوں نے شکست دے کر ان دونوں قوتوں کو کھنگال کر رکھ دیا اور صیدہ کے بادشاہ آیت بعل کے تحت مرشہر بھی کر دیا اور آیت بعل نے آشوریوں کا فرمانبردار و مطیع اور خراج دینے کا وعدہ کیا

شکست کھا کر صور کا بادشاہ ایلوامی بھاگ کر قبرص چلا گیا اور آشوریوں نے ایلوامی کے گرمائی محل کو آگ لگادی جو لبنان میں واقع تھا اور اس کے پاکستان و باغات پامال کر ڈالے۔ اس کے بعد انہی آشوریوں کے لشکر برصغیر اور نیروز کا سہارا لیتے ہوئے دیودار کے درختوں کے نیچے سستاتے ہوئے بلند چوٹیوں پر چڑھ گئے، جہاں درختوں کے چمٹ میں ایلوامی کا قلعہ تھا۔ اس کے محافظ فوج کے آدمیوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر خیرب کی پیش گاہ میں پہنچایا گیا خیرب نے دریائے کلب کے کنارے ایک چٹان پر ایک نقش چھوڑا تھا جو اب تک موجود ہے جو دیکھا جاسکتا ہے اور وہ اس طرح حملہ آور ہوا تھا جس طرح بھیڑ یا ریوڑ پر حملہ آور ہوتا ہے چنانچہ اس کی یاد اب تک چٹان پر تازہ ہے۔

لیکن کچھ عرصہ بعد جب صیدا کے بادشاہ آیت بعل نے بھی سرکشی اختیار کی اور آشوریوں کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور ان کی اطاعت نہ کی جب آشوری اس کے خلاف بھی حرکت میں آئے حملہ آور ہوئے صیدا شہر کو برباد کر ڈالا اس کی دیواریں سمندر میں گرادی گئیں اور صیدا کا حکمران اپنی جان بچانے کے لئے سمندر میں کود پڑا لیکن آشوری بھی اتنی جلدی ہار ماننے والے نہیں تھے انہوں نے اسے سمندر سے بھی نکال آیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔

یہی آشوری تھے جنہوں نے بعد میں نہ صرف حنیوں بلکہ آس پاس کی ساری

بنی اسرائیل کو مصر سے نکلے ہوئے ایک برس اور دو ماہ گزر چکے تھے اور ابھی تک وہ صحرائے سینا کے بیابانوں کے اندر ہی پڑاؤ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ دھب سینا میں خداوند قدس کی طرف سے اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔
”بنی اسرائیل کے ایسے مردوں کی کتنی کرو جو عمر میں بیس برس سے زائد ہوں اور جنگوں میں حصہ لینے کے قابل ہوں اور ایسے جوانوں کی کتنی اس طرح کی جائے کہ بنی اسرائیل کے ہر قبیلے سے ہر آدمی جو اپنے آبائی خاندان کا سردار ہو اس کتنی کے دوران موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ رہے اور یوں ایک ایک مرد کا نام لے کر کتنی کی جائے۔“
سو خداوند قدس کا یہ حکم پا کر موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون نے اس کا اتباع کرتے ہوئے جب بنی اسرائیل کے ان جوانوں کی کتنی کی جو عمر میں بیس سال سے زائد اور جنگوں میں حصہ لینے کے قابل تھے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو تین قریب ہوئی۔

چنانچہ اس عظیم مرحلے کے بعد پھر خدائے واحد کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔ ”بنی اسرائیل کے ساتھ دھب سینا سے کوچ کرو اور دھب فاران میں جا کر پڑاؤ کرو۔“

پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا بھی اتباع کیا گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور جب دھب فاران میں جا کر وہ خیمہ زن ہوئے جب انہیں پھر خداوند قدس کی طرف سے ہدایت کی گئی۔
”بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمی ارض کنعان کی طرف روانہ کرو تاکہ وہ اس سرزمین کے حالات جان لیں اور اس کے بعد اس سرزمین کے رہنے والوں پر حملہ آور ہو کر بنی اسرائیل اس پر قبضہ کر لیں کیونکہ یہی وہ جگہ ہے جس کے دین

بجائے اس نے ان کے آگے سپردال دی۔

توریت کی رو سے یلعلم بن بعور نے نہ صرف خود گمراہی اختیار کی بلکہ حواریوں کے بادشاہ کو جنوں کی قربانیاں کرنے اور زنا کاری کی بھی تعلیم دی بعض کے نزدیک یلعلم بن بعور علماء بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اسے حضرت موسیٰ نے دعوت دین دینے کے لئے مدین کے بادشاہ کے پاس بھیجا جس نے اسے ترغیب اور بہت سے انعام و اکرام دے کر اپنے پاس بلا لیا اور اس نے دس دن موسیٰ ترک کر دیا بہر حال اس شخص کا ذکر بعد میں پھر آئے گا وہ اس نے کیا کیا کام کیے اور اس کی حقیقت کیا تھی۔

دوسرا شخص جو ان علاقوں میں بڑا اہم تھا وہ اوج بن عنق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ارض کنعان کے اندر بس شہر کا حکمران تھا اور وہ اس قدر طاقتور انسان تھا کہ درجنوں انسانوں کو اپنی بظلوں میں دبا کر اٹھ بھاگتا تھا اس سے متعلق مزید لکھا جاتا ہے کہ اس کا قد اس قدر تھا کہ ناپا ہی نہیں جاسکتا تھا اور بہت کم لوگ ایسے دنیا میں رہے ہونگے کہ اس جیسے طویل القامت ہوں گے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کی روایت یہ بھی ہے کہ اوج بن عنق گزشتہ تین ہزار سال سے زندہ تھا اور اس دور تک بھی جوان اور توانا تھا۔

چنانچہ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے جن بارہ قبیلوں کے بارہ آدمیوں کو ارض فلسطین کا حال جاننے کے لئے روانہ کیا تھا وہ ارض فلسطین کی طرف روانہ ہوئے ان میں دو اشخاص بڑے اہم تھے ایک یوشع بن نون اور دوسرے قالب بن یوحنا جب یہ بسن کی سرزمینوں میں داخل ہوئے تب اوج بن عنق ان کی راہ روک کہ کھڑا ہو گیا اور بنی اسرائیل کے ان بارہ سرکردہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم لوگ اپنے حلیے، لباس اور شکل و صورت سے مقامی نہیں لگتے کہاں سے آئے ہو کدھر کا رخ کر رہے ہو اور ادھر آنے کی وجہ کیا ہے؟“

اس کے اس انکشاف پر یوشع بن نون کہنے لگے۔

”کیا تمہارے سوال کا جواب دینے سے قبل یہ بہتر نہیں کہ ہم جان لیں کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے اور کیوں تم ہم سے اس نوع کے سوال کو پوچھ رہے ہو؟“

اس پر اوج بن عنق نے بڑے غور اور کسی قدر استغہامیہ انداز میں یوشع بن نون کی طرف دیکھا پھر کسی قدر تلخ لہجے میں کہنے لگا۔

”میں اس شہر میں بسن کا حاکم ہوں۔ نام میرا اوج بن عنق ہے اور میں حاکم شہر

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جسے ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس سے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اس سے ان آیتوں کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا۔ اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا رہا لہذا اس کی حالت کتنے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکانے رہے اور اسے جھوڑا دوتب بھی زبان لٹکانے رہے۔ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں تم یہ حکایات ان کو سناتے رہو شاید کہ یہ کچھ غور کریں۔“

ان آیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے طبری نے جو روایات بیان کی ہیں اس کی رو سے یلعلم بن بعور بنی اسرائیل یا مدینہ الجبارین میں سے یا اہل یمن یا کنعانیوں میں سے تھا۔

جب کہ دوسرے عام مفسرین میں سے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ضرور کوئی متعین شخص ہوگا جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی یہ انتہائی اخلاقی بلندی ہے کہ جب کبھی کسی کی برائی کو مثال میں پیش کرتے ہیں تو بالعموم اس کے نام کے تصریح نہیں کرتے بلکہ اس کی شخصیت پر پردہ ڈال کر اس کی بری مثال کا ذکر کر دیتے ہیں تاکہ اسے رسوا کیے بغیر اصل مقصد حاصل ہو جائے۔

اس لیے نہ قرآن مقدس میں بتایا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص کون تھا جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے مفسرین نے عہد رسالت اور اس سے پہلے کی تاریخ کے مختلف اشخاص پر اس کی مثال کو چسپاں کیا ہے کوئی یلعلم بن بعور کا نام لیتا ہے کوئی امیہ بن ابی اسلت کا اور کوئی سیفی بن راہب کا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خاص شخص تو پردے میں ہے جو اس تشبہ میں پیش نظر تھا البتہ یہ تشبہ ہر اس شخص پر چسپاں ہوتی ہے جس میں یہ صفت پائی جاتی ہو۔

وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے آیات الہی کا علم رکھتا تھا یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ اس رویے سے بچتا جسے وہ غلط جانتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح ہے لیکن وہ دنیا کے فائدوں، لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا۔ خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کے

کی حیثیت سے تم لوگوں سے ہر طرح کی پوچھ گوچھ اور تمہارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے جیسے چاہوں سوالات کر سکتا ہوں۔“

جب اوج اپنا تعارف کروا چکا تو یوشع بن نون نے کہنا شروع کیا۔

”اے اوج بن عنق ہمارا تعلق بنی اسرائیل سے ہے تم جانتے ہو گے کہ ہم مصر کی سرزمین میں آباد تھے پھر خدا نے ہمارے اندر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دو پیغمبر معبوث کیے انہوں نے ہمیں مصریوں کی غلامی سے نجات دی اور ہمیں مصر سے نکال کر اس طرف لانے میں کامیاب ہوئے اس وقت بنی اسرائیل دشت سینا سے ہوتے ہوئے صحرائے فاران میں خیمہ زن ہیں اور ہم لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔“

تم ہمیں بنی اسرائیل کے نقیب سمجھو ہم ان سرزمینوں کی طرف اس لیے آئے ہیں کہ یہاں سے اپنے لئے ایسی اطلاعات حاصل کریں جو ہمارے لئے سودمند اور منفعت بخش ہوں اس لیے کہ یہی وہ زمین ہے جسے خدا نے ہمارے تصرف میں دینے کا ہمارے آباء اجداد سے عہد کیا تھا۔“

یوشع بن نون کی اس گفتگو سے اوج بن عنق غصے سے بھڑک اٹھا اور غرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

”تو گویا تم اس غرض سے یہاں آئے ہو کہ ان سرزمینوں سے متعلق معلومات حاصل کرو اور پھر ان پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر لو اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیوں نہ میں تم سب کا خاتمہ کر دوں کہ تم سب یہاں سے نہ معلومات حاصل کر سکو اور نہ واپس جا کر اپنی قوم کو اطلاع کر سکو۔“

یہ کہنے کے بعد اوج بن عنق غضب ناک حالت میں آگے بڑھا اور اس نے اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان بارہ سرکردہ اسرائیلیوں میں سے چھ کو اپنی دائیں بغل میں اور چھ کو بائیں بغل میں دبانے کے بعد اٹھا لیا اس کے بعد وہ مرا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے دیکھا کہ اس کا شوہر اپنی دونوں بظلوں میں بارہ آدمیوں کو دبائے آ رہا ہے تو اس نے حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔

”یہ بارہ آدمی کون ہیں اور انہیں تم کہاں سے پکڑ لائے ہو؟“

اس پر اوج بن عنق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ بارہ بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل مصر سے نکل کر بقول ان کے دشت فاران میں خیمہ زن ہیں اور ان بارہ کو انہوں نے اس غرض سے ادھر بھیجا ہے کہ یہ لوگ یہاں کے بارے میں ضروری اطلاعات ان کو فراہم کریں تاکہ کسی مناسب موقع پر بنی اسرائیل ہم پر حملہ آور ہو کر یہاں قبضہ کر لیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اوج بن عنق رکا پھر استغہامیہ سے انداز میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر تم کہو تو میں ان کو اپنی بظلوں میں ایسا دباؤں کہ ان سب کا خاتمہ کر دوں۔“

اس پر اس کی بیوی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ ہماری اور ہماری قوم کی بہتری ہی میں ہے کہ تو انہیں آزاد کر دے اور یہ واپس جا کر اپنی قوم میں تیری قوت اور طاقت کے چرچے کریں تاکہ بنی اسرائیل کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہ ہو۔“

اپنی بیوی کے اس مشورے پر اوج بن عنق کہنے لگا۔

”زندگی میں پہلی بار تو نے کوئی اچھا اور مناسب مشورہ دیا ہے۔ اس لیے میں ان لوگوں کو آزاد کر رہا ہوں تاکہ یہ واپس جا کر اپنی قوم میں میری طاقت کے چرچے کریں اور خوفزدہ ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی اوج بن عنق نے ان بارہ اسرائیلی سرکردہ لوگوں کو اپنی بظلوں سے گرا دیا اور پھر ان کو ڈانٹنے کے انداز میں کہنے لگا۔

”تم سب یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ اس پردہ بارہ کے بارہ اسرائیلی گرتے پڑتے بھاگے اور اس مکان سے باہر نکل گئے۔“

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے خداوند قدوس کا جو حکم ان بارہ سرکردہ اسرائیلیوں کو ملا تھا وہ ارض فلسطین کی طرف بڑھے ان میں دوسرے اشخاص تھے۔ ایک یوشع بن نون اور ایک قالب بن یوحنا پس یہ بارہ ساتھی چالیس روز تک ارض کنعان میں گزرے اور وہاں سے کچھ پھل بھی حاصل کیے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پھل انہوں نے وادی اشکال کے ایک باغ سے حاصل کیے تاکہ بنی اسرائیل کو یہ پھل دکھائے جائیں اور انہیں اس سرزمین پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جائے جو بارہ پھل انہوں نے وادی اشکال کے باغات سے حاصل کیے تھے ان میں انگور کی ایسی ڈالی بھی تھی جس پر انگور کا اتنا بڑا

443 —

چلاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے۔

”اے موسیٰ! کاش ہم مصر میں ہی مر گئے ہوتے اور اگر ایسا ممکن نہ تھا کاش مصر سے نکلنے کے بعد ہم ان صحراؤں ہی میں ختم ہو گئے ہوتے۔“

”اے موسیٰ! تم ہمیں اس ملک کی طرف لے جا رہے ہو جہاں کے لوگ اپنی تلواروں سے ہمارا قتل عام کریں گے اور ہماری بیویوں اور بال بچوں کو لوٹ کا مال سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیں گے۔ اے موسیٰ! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اور تمہارا خدا ارض کنعان کی طرف جاؤ اور جب تم اس سرزمین کو ہمارے لئے فتح کر لو تو ہمیں اطلاع کر دینا ہم وہاں ان سرزمینوں میں جا کر آباد ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص رکا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

”اے موسیٰ! اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر ہم واپس مصر کا رخ کرتے ہیں۔“

اس شخص کے علاوہ بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگوں نے مزید کہا۔

”ہمیں امید ہے کہ ہمیں مصر ہی واپس جانا پڑے گا۔ سو ہم اپنے میں سے کسی کو اپنا سردار مقرر کرتے ہیں اور آج ہی مصر کی طرف واپس چلے جائیں گے۔“

بنی اسرائیل واقعی مصر واپس جانے کو تیار ہو گئے۔ یوشع بن نون اور قابیل بن یوحنا آگے بڑھے اور ان کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگے۔

”وہ ملک جس کا ہم حال دریافت کر کے آئیں بہت اچھا ہے اور یہ کہ جب ہمارا خدا ہم سے راضی ہے تو وہ ضرور ہمیں اس سرزمین اور اس کے باسیوں پر غلبہ عطا کرے گا۔“

انھوں نے بنی اسرائیل کو سمجھاتے مزید کہا۔

”ارض کنعان ایسی سرزمین ہے جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور خدائے محترم ہمیں ضرور اس سرزمین میں غلبہ عطا فرمائے گا۔“

یوشع بن نون اور قابیل بن یوحنا کے سمجھانے پر بنی اسرائیل واپس مصر جانے سے روک گئے، لیکن انھوں نے آگے بڑھ کر ارض کنعان میں داخل ہونے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس موقع پر بنی اسرائیل کی اس بٹ دھری پر خداوند قدوس نے وحی کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

442 —

گھمٹا تھا کہ دو آدمی ایک لانچی پر لٹکا کر چل سکتے تھے اس کے علاوہ انہوں نے کچھ انار اور انجیر بھی حاصل کیے اس کے بعد وہ دشت فاران کے اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں بنی اسرائیل کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

پس یہ بارہ اسرائیلی جب دشت فاران میں واپس آئے اور ان میں سے ایک نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”جس سرزمین کی طرف آپ نے ہمیں روانہ کیا تھا وہاں واقعی دودھ اور شہد بہتا ہے اور یہ وہاں کا پھل ہے لیکن جو لوگ وہاں جیتے ہیں وہ زور آور ہیں۔ ان کے شہر بڑے بڑے اور فیصل دار ہیں اور ان سرزمینوں کے اندر کنعانیوں کے علاوہ عمالیتی حتی اور اسودی آباد ہیں۔

اس پر قابیل بن یوحنا نے اس آدمی کی بات کاٹتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

”ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم ایک دم جا کر اس سرزمین پر حملہ آور ہوں اور اس پر قبضہ کر لیں کیونکہ ہم اس قابل ہیں کہ اس پر ہم مسلط ہو جائیں۔“

قابیل کے خاموش ہونے پر ایک اور اسرائیلی بول اٹھا۔

”ہم ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان لوگوں پر حملہ کر سکیں۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ زور آور ہیں ہم نے جس قدر بھی لوگ وہاں دیکھے سب قد آور ہیں اور ہم نے وہاں جباروں کی کسل دیکھی ہے اور ان کے سامنے ہم ایسے ہی تھے جیسے مٹے ہوئے ہیں سو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم کنعان میں بسنے والے لوگوں پر حملہ آور ہوں اور انہیں شکست دے کر اس سرزمین پر قبضہ کر سکیں۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”تم لوگ بنی اسرائیل کے سامنے ارض کنعان کی یہ کیفیت بیان نہ کرنا کہ وہاں کے لوگ زور آور اور طاقت ور ہیں اور یہ کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔“

ان بارہ میں سے دو یعنی یوشع بن نون اور قابیل بن یوحنا نے موسیٰ علیہ السلام کے احکامات کا مکمل طور پر اتباع کیا اور ان دونوں میں سے کسی نے بھی بنی اسرائیل کے کسی فرد پر ارض کنعان کی کیفیت بیان نہ کی لیکن باقی دس نے بنی اسرائیل کو کنعانیوں کے حالات تفصیل سے سنا ڈالے۔ اس پر بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ روتے پینے اور چیختے ہوئے کہنے لگے۔

444 —

”بنی اسرائیل کو یہ حکم سنا دو کہ تمہارے بال بچے جن کی بابت تم سے کہا ہے کہ انہیں دشمن لوٹ کا مال سمجھ کر اپنے پاس ٹھہرائے گا۔ اب خدا انہی کو ارض کنعان میں پہنچانے کا اور وہی اُس ملک کی حقیقت کو پہنچائیں گے جسے ان لوگوں نے حقیر جانا ہے۔“

”اور بنی اسرائیل کے موجودہ لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ یہ چالیس برس تک ان بیابانوں اور دشت میں آباد رہتے رہیں گے اور اسی دشت میں مر چک جائیں گے پھر ان کے بچے جوان ہو کر ایک نئے عزم اور ارادے کے ساتھ ارض کنعان میں داخل ہوں گے۔“

ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا گیا۔

”جو بارہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لیے گئے تھے۔ ان میں یوشع بن نون اور قابیل بن یوحنا ہی زندہ رہیں گے۔ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے وہ باتیں نہ کہیں جس سے موسیٰ نے منع کیا تھا لیکن باقی نے چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم کا اتباع نہ کیا تھا تا فریانی کا مظاہرہ کیا تھا اور انھوں نے ارض کنعان کی اصل کیفیت بنی اسرائیل سے بیان کر دی تھی لہذا ان کی سزا یہ ہے کہ وہ چند روز تک ایک دہا میں جلا ہو کر ختم ہو جائیں گے۔“

خداوند قدوس کے یہ احکامات جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سنائے تو اُس وقت اُن پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا لیکن چند ہی دن کے بعد وہ اشخاص ایک دہا میں جلا ہو کر ایک ساتھ مر گئے تو بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو بڑھ چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے ارض کنعان جانے کی مخالفت کرتے تھے بے حد فکر مند ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

”اب ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں اور ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ خدا کے احکامات کا اتباع کریں انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم سامنے والے پہاڑ پر چڑھ کر عہد کرتے ہیں کہ ارض کنعان پر حملہ آور ہونگے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو پھر سمجھاتے ہوئے کہا۔

”جب تم ایک بار بدتمیزی، بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کر چکے ہو اور خداوند قدوس نے تمہارے متعلق احکامات بھی جاری کر دیے ہیں تو تم اس پہاڑ پر چڑھنے کی جلد بازی نہ کرو بلکہ خدا کے اگلے حکم کا انتظار کرو۔“

لیکن حد سے زیادہ مخالفت کرنے والے بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں نے

445 —

موسیٰ علیہ السلام کی بات پر دھیان نہ دیا اور اپنی ہی ذہن میں اُس قریبی پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ اس سے پہلے کیونکہ وہ اللہ کے احکامات سے روگردانی کر رہے تھے اور اس بار بھی موسیٰ علیہ السلام نے انہیں منع کرتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کے آئندہ حکم کا انتظار کرو اور پہاڑ کے اوپر مت جاؤ کیونکہ اس پہاڑ کے دوسری طرف عمالیتی رہتے ہیں جو سکتا ہے وہ تمہیں نقصان پہنچائیں لیکن انہوں نے خدا اور موسیٰ دونوں کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا اس لیے جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو وہی ہوا جو خدشہ موسیٰ نے ظاہر کیا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے ہی عمالیتی ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

وادی فاران یعنی صحرائے سینا میں ہی کچھ ایسے واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے جن کی وجہ سے آپ کی بڑی دل شکنی ہوئی پہلا واقعہ اور حادثہ قارون کا تھا قارون جس کا نام بائبل اور تلمود میں کورنی بیان کیا گیا ہے حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا بائبل کے باب خروج میں جو نسب نامہ بیان کیا گیا ہے اس کی رو سے حضرت موسیٰ اور قارون دونوں کے باپ گئے بھائی تھے یہ بھی چتا چتا ہے کہ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے ہونے کے باوجود فرعون کے ساتھ ملا تھا اور اس کا خاص مقرب بن گیا تھا اور حضرت موسیٰ کی ہجرت کی مخالفت میں فرعون کے بعد دو بڑے مخالفوں میں ایک قارون بھی تھا۔

اس قارون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہ دعویٰ تھا کہ وہ مرچے اور رستے میں اُن کے برابر ہے اگر انہیں موت ملی ہے تو اسے ایسی دولت ملی ہوئی ہے جس پر سب لوگ رشک اور حسد کرتے ہیں چنانچہ اسی رشک اور حسد میں اُس نے اللہ کے نبی حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کا تہیہ کیا اُس کے ذہن پر شیطان سوار ہوا اور اُس نے ٹیٹانی اور ایلیمی کردار ادا کرنے کا تہیہ کیا چنانچہ ایک روز وہ اپنے خیمے سے نکلا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بنی اسرائیل کے خیموں کے شہر کے بیچوں بیچ جنوب کی طرف بڑھا یہ خیمہ گاہ کافی دور تک پھیلی ہوئی تھی کچھ آگے جا کر ایک خیمے کے باہر آ کر وہ رکا اور وہاں بیٹھی وہی ایک معمر خاتون کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”اے خاتون کیا مغزہ اس وقت اپنے خیمے کے اندر موجود ہیں اس سے ایک تہائی اہم کام کے سلسلے میں تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“

اس پر اُس بڑھیا نے اُسے مخاطب کر کے کہا کہ ”تم بلا بھجک خیمے میں چلے جاؤ فی اس وقت اکیلی ہی ہے اور تم اُس سے جو گفتگو کرنا چاہتے ہو رازداری سے کر سکتے

ہو جب تک تم اس رازدارانہ گفتگو سے فارغ نہیں ہوتے میں کسی اور کو اس کے خیمے میں نہیں آنے دوں گی۔“

اس پر قارون خیمے میں داخل ہوا اس نے دیکھا بنی اسرائیل کی وہ مغنیہ واقعی اس وقت خیمے کے اندر اکیلی موجود تھی۔

چنانچہ جب وہ خیمے میں داخل ہوا تب اس نے قارون کا شاندار استقبال کیا اس لیے کہ قارون صاحب ثروت تھا۔ دولت اور جواہرات کے ڈھیر کے ڈھیر اس کے پاس تھے اسی بناء پر مغنیہ نے بھی لالچ میں آخر اس کا استقبال کیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھامے اسے ایک نشست پر بٹھایا پھر پوچھا۔

”اے دولت اور حشمت کے بادشاہ آج تو مجھ جیسی مغنیہ کے خیمے میں کیسے چلا آیا؟“

اس کے استفسار پر قارون کہنے لگا۔

”میں ایک انتہائی اہم کام سے تیرے پاس آیا ہوں اگر تو میرا وہ کام کر دے تو میں تجھے اس قدر مال و دولت سے نواز دوں گا کہ زندگی بھر تجھے اور تیرے اہل خانہ کو روزی کے لیے کوئی تک و نہ کرنا پڑے گی اور میرے بعد بنی اسرائیل کے اندر تم ہی سب سے زیادہ دولت مند اور صاحب حیثیت ہوں گی۔“

اس پر اس نے لچائی ہوئی نگاہوں سے قارون کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

”وہ کون سا کام ہے جس کی بنا پر میں صاحب ثروت ہو سکتی ہوں ذرا کھل کر کہو؟“

اس پر قارون نے عیارانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”اے مغنیہ اگر تو میرے کہنے پر موئی پر بدی اور گناہ کا الزام لگا دے اور بنی اسرائیل میں یہ بات پھیلا دے کہ موئی تمہارے ساتھ بدی میں ملوث ہوئے ہیں تو میں تمہیں اس قدر دولت سے نواز دوں گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتی ہو۔“

اس کے ساتھ ہی قارون نے اپنی کمر سے بندھی ہوئی کافی بڑی چمبی تھیلی اسے مغنیہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تم میرے اس کام کے لیے ہاں بھرتی ہو تو یہ بیگنی رقم ہے جب تم یہ کام گزر دو گی تو میں تمہیں اس جیسی کئی اور تھیلیاں دوں گا۔“

اس عورت نے تھیلی کھول کر دیکھا وہ سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک عجیب سی فرحت بخش ادا میں اس نے سکوں کو دائیں بائیں ٹٹولا اور پھر کہا۔

”میں تمہارا یہ کام کرگزروں گی۔“

چنانچہ قارون نے خوش ہو کر کہا۔ ”مجھے یہ امید تھی کہ تمہارا یہی جواب ہوگا یہ تھیلی تم رکھو اور یہ بتاؤ کہ یہ کام کب سے شروع کرو گی۔“

مغنیہ خوشی میں پھولی نہ ساری تھی لہذا فوراً بول اٹھی۔ ”جب تم کہو اسی وقت کر گزر دوں گی۔“

جواب میں قارون کہنے لگا۔ ”میں تو چاہتا ہوں تم بغیر کسی تاخیر کے یہ کام شروع کر دو۔“

اس پر اس نے اسے اطمینان دلانے کے انداز میں کہا۔

”قارون میں تمہاری خواہش کے مطابق اس کام کی آج سے ابتداء کر دوں گی۔“

اس کی یقین دہانی اور اعتماد حاصل کرنے کے بعد قارون خوش خوش مطمئن ہو کر اٹھا اور وہاں سے باہر نکل گیا تھا۔

اسی روز اس مغنیہ نے بنی اسرائیل کے مرد و زن میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ موئی اس کے ساتھ گناہ میں ملوث ہوئے ہیں۔

پس یہ بات ایک سے دوسرے کان تک تہمت بن کر بنی اسرائیل میں پھیلتی چلی گئی۔ حضرت موئی علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ بات کس نے اڑائی ہے۔

اس پر بنی اسرائیل میں سے کچھ نے کہا کہ یہ بات اس مغنیہ نے اڑائی ہے جو دو کو آپ کے ساتھ ملوث کرتی ہے۔

پس ایک روز حضرت موئی علیہ السلام اس مغنیہ کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے ہدایت فرمائی۔

”تو نے کس بناء پر اور کس کے کہنے پر اتنی بڑی تہمت مجھ پر لگائی ہے۔“

حضرت موئی علیہ السلام کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ انتہائی پریشان اور پشیمان ہوئی پھر

فرت موئی علیہ السلام کی نگاہوں میں اس نے ایسا جلاں دیکھا کہ اس پر ناقابل برداشت نف اور دہشت طاری ہو گئی پس اس نے سچ سچ بتاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”یہ بات مجھ سے کہلوائی گئی ہے اور کہلوانے والا آپ کا چچا زاد بھائی قارون ہے

اس نے سنہری سکوں کی کئی تھیلیوں کے عوض مجھے ایسا کرنے کو کہا اور مجھ پر ایسی بدعتی سوار ہوئی کہ میں نے یہ کام کرنے کی حامی بھری اور اس کے کہنے پر یہ کام کر گزری میں اپنے کیے پر بڑی نادم اور شرمندہ ہوں۔“

اسی قارون نے دوسرا کام یہ کیا کہ اس نے بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنی دولت صرف کر کے اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر یہی کام کرنے لگا کہ اپنی جماعت کے ساتھ وہ خاص شان و شوکت، اپنی دولت اور خزانوں کی نمائش کرتا ہوا روزانہ بنی اسرائیل کے بیچ میں سے گزرتا اس نمائش کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل پر واضح کر دے کہ حضرت موئی علیہ السلام کی تبلیغ کا سلسلہ یونہی جاری رہا تو میں بھی ایک کیسہ جھٹکا رکھتا ہوں جواہر کا مالک ہوں لہذا ان دونوں ہتھیاروں کے ذریعے موئی علیہ السلام کو شکست دے سکتا ہوں۔

بنی اسرائیل نے جب قارون کی اس دنیاوی ثروت اور عظمت کو دیکھا تو ان میں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں انسانی کمزوری نے یہ خیال پیدا کیا کہ اسے کاش یہ دولت ثروت ہمیں بھی نصیب ہوئی مگر بنی اسرائیل کے صاحب علم لوگوں نے فوراً مداخلت کی اور ان سے کہا۔

”خبردار اس دنیاوی زیب و زینت پر نہ جانا اور اس کے لالچ میں گرفتار نہ ہو بیٹھنا غریب تم دیکھو گے کہ اس دولت اور ثروت کا انجام کیسا برا اور ہولناک ہوتا ہے۔“

اس سلسلے میں حضرت موئی علیہ السلام نے قارون کو کی بار سمجھایا کہ تم بنی اسرائیل میں اپنی شان و شوکت اور ثروت کی نمائش سے باز رہو لیکن قارون نے انتہائی تکبر سے بنی اسرائیل کو جواب دیا کہ اے موئی مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں، تمہیں مجھ پر فوقیت صرف یہ ہے کہ تمہیں نبوت عطا ہوئی ہے اور مجھے تم پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ مجھے دولت عطا ہوئی ہے سو ہم دونوں ایک ایک معاملے میں ایک دوسرے پر مسابقت رکھتے ہیں لہذا خدا کی نظر میں برابر ہیں۔

مؤمنین یہ بھی لکھتے ہیں کہ قارون بنی اسرائیل میں سے سب سے بڑا عالم ثروت اور مالدار شخص تھا۔ اس کے خزانے زرو جواہر سے پر تھے اور قوی بیگل مزدوروں کی جماعت بمشکل اس کے خزانے کی کنجیاں اٹھاتی تھی۔ اس ثروت اور سرمایہ داری

اس کو بے حد مغرور بنادیا تھا اور وہ دولت کے نشے میں اس قدر چور تھا کہ اپنے عزیزوں، قرابت داروں اور قوم کے افراد کو حقیر اور ذلیل سمجھتا اور ان سے حقارت سے پیش آتا۔

مؤمنین مزید یہ لکھتے ہیں کہ حضرت موئی علیہ السلام اور ان کی قوم کے افراد نے ایک مرتبہ اس کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بے حد دولت اور ثروت بخشی ہے اور عزت اور حشمت عطا فرمائی ہے لہذا اس کا شکر ادا کر اور مالی حقوق زکوٰۃ، صدقات دے کر غربا، فقراء اور مساکین کی مدد کر خدا کو بھول جانا اور اس کے احکامات کی خلاف ورزی کرنا اخلاق اور شرافت دونوں لحاظ سے سخت ناشکری اور سرکشی ہے اس کی دی ہوئی عزت کا صلہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تو کمزوروں اور ضعیفوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے لگے اور تکبر میں غریبوں اور عزیزوں کے ساتھ نفرت سے پیش آئے۔ قارون کے جذبہ انانیت کو حضرت موئی علیہ السلام کی یہ نصیحت پسند نہ آئی اور اس نے مغرورانہ انداز میں حضرت موئی کو مخاطب کر کے کہا۔

”میری یہ دولت اور ثروت خدا کی عطا کردہ نہیں ہے یہ تو میرے عقلی تجربوں اور علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے میں تیری نصیحت مان کر اپنی دولت اس طرح برباد نہیں کر سکتا۔“

مگر حضرت موئی برابر اپنے فرض تبلیغ کو انجام دیتے ہوئے قارون کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ قارون نے جب دیکھا کہ موئی علیہ السلام کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے تو ان کو زچ کرنے اور اپنی دولت اور حشمت کے مظاہرے سے مرعوب کرنے کے لیے وہ ان کے سامنے اپنی دولت اور ثروت کا مظاہرہ کرنے لگا۔

آخر جب قارون نے اپنی دولت و ثروت کے خوب خوب مظاہرے کر لیے حضرت موئی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لوگوں کی بے عزتی اور تذلیل میں کافی سے زیادہ زور صرف کر لیا تو اب خداوند قدوس کا دست سزا حرکت میں آیا اور مکافات عمل کے فطری قانون نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور قارون اور اس کی دولت پر خدا کا اٹل فیصلہ صادر ہوا یہاں تک کہ قارون سے یہ بھی کہا گیا کہ تو نے ان گنت سنہری سکوں کی تھیلیاں اس مغنیہ کو دے کر کیوں اور کس لیے موئی علیہ السلام کی شخصیت کو داغ لگانے کی کوشش کی جب کہ تو جانتا ہے کہ وہ اس بدی میں ملوث نہیں ہیں پس تجھے تیرے گناہ کی سزا مل کر رہے گی اس پر قارون بھی برہم ہو کر حضرت موئی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کبھی کہتے کہ ان کے خاص حصہ جسم پر برص کے داغ ہیں کبھی کہتے کہ ان کو خاص جگہ کی کوئی خاص بیماری اور مرض ہے یا کوئی دوسرا مرض لاحق ہے۔ تب ہی تو چھپ کر علیحدہ نہاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی یہ غیر ذمہ دارانہ باتیں سنتے اور خاموش رہتے آخر خداوند قدوس کی یہ مرضی ہوئی کہ ان کو اس تہمت سے پاک اور بری کرے۔

چنانچہ ایک روز وہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تیاری کر رہے تھے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر پتھر خدا کے حکم سے اپنی جگہ سے سرکار اور جہاں مجمع میں بنی اسرائیل برہنہ نہار رہے تھے وہاں چل کر پہنچ گیا۔

حضرت موسیٰ گھبراہٹ اور غصے میں اس پتھر کے پیچھے ہی کہتے ہوئے دوڑے۔

”اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے۔“

پتھر جب مجمع کے سامنے ٹھہر گیا تو سب نے دیکھا حضرت موسیٰ کے خلاف بنی اسرائیل جو الزام تراشیاں کرتے تھے وہ غلط تھیں وہ ہر قسم کے عیب سے پاک اور صاف تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اچانک اس واقعہ کا ایسا اثر پڑا کہ غصے میں جھنجھلا کر پتھر پر لاٹھی کے چند وار کر دیئے جس سے اس پر لاٹھی کے نشانات بن گئے۔

اس غریب الوطنی کے دور میں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق مورخین نے ایک اور واقعہ بھی بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ میدانوں میں خیمہ گاہ کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ایک اور موت کا فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور بلا اجازت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلوت کدے میں داخل ہو گیا۔

چنانچہ خلوت کدے میں داخل ہونے کے بعد انسانی صورت میں فرشتے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے موسیٰ اپنے پروردگار کی طرف سے موت کے پیغام اجل کو قبول فرمائیے۔“ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے انسانی صورت میں پہچان نہ سکے لہذا ان کو دو وجوہات کی بناء پر موت کے فرشتے پر غصہ آ گیا۔ اول یہ کہ انسانی صورت میں فرشتہ ان کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کیوں گھس آیا۔ دوسری بات یہ کہ ایک انجمنی اور نا آشنا کو کیا حق پہنچتا تھا

”اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تم اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے تجھے مجھ پر نبوت کی فضیلت ہے اور مجھے تم پر مال و دولت کی۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم اپنی جگہ پاک و صاف ہو میں نے تجھ پر تہمت لگائی ہے تو آؤ ہم باری باری ایک دوسرے کے خلاف بدعا کریں یوں ہم میں سے جو جھوٹا ہوگا اس کا خاتمہ سب کے سامنے ہو جائے گا۔“

حضرت موسیٰ نے قارون کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ اس پر قارون نے کہا پہلے میں بدعا کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بدعا کی مگر اس کا کوئی اثر اور رد عمل نہ ہوا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں بدعا کی تب اس بدعا کے نتیجے میں قارون اپنے سارے مال و دولت، شہمت اور تکبر اور تعصب و ثروت کے ساتھ زمین میں دفن ہو کر غرق ہو گیا۔

قارون کے علاوہ بنی اسرائیل نے دوسرے اور بہت سے مواقع پر اللہ کے رسول حضرت موسیٰ کو طرح طرح سے اذیت پہنچائی۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قول اور عمل دونوں طریقوں سے سخت اذیتیں پہنچائیں حتیٰ کہ بہتان طرازی اور تہمت طرازی سے بھی باز نہ رہے۔

وہ کئی مواقع پر حضرت موسیٰ سے بت پرستی کی فرمائش کر چکے تھے گو سالہ پرستی میں اپنی دلچسپی ظاہر کر چکے تھے اس کے علاوہ وہ بقول توریت ارض مقدس میں داخلے سے انکار کا سبب بن چکے تھے من و سلویٰ پر اپنی ناپسندیدگی کا بھی اظہار کیا غرض کہ ہر معاملے میں ضد اور ہٹ دھرمی اور ہر ایک معاملے میں حضرت موسیٰ سے جابلانہ تکرار کا ایک طویل سلسلہ انہوں نے جاری رکھا جو ان کی زندگی کا جز نظر آتا تھا۔ حضرت موسیٰ ان کے مقابلے میں ضبط اور صبر کے ساتھ ایک قریبی ساتھی کی طرح برداشت کرتے رشد و ہدایت کے کام میں مہمک نظر آتے تھے۔ بنی اسرائیل کی طرف حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کا ایک اور اہم واقعہ بھی موصوفین رقم کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ پر شرم و حیا کا بہت غلبہ تھا حتیٰ کہ وہ اپنے برہنہ بدن کے کسی حصے پر بھی نگاہ نہیں پڑانے دیتے تھے اس کے برعکس بنی اسرائیل کی یہ عادت تھی کہ وہ مجمع عام میں برہنہ ہو کر غسل کرنے کے عادی تھے اس لیے وہ حضرت موسیٰ کو تنگ کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔

کہ انہیں موت کا پیغام دیتا۔ بس انہیں دو وجوہات کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طیش میں آ کر انسانی صورت میں آنے والے فرشتے پر ہاتھ اٹھایا اور اس زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مارا کہ اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔

کہتے ہیں اس پر وہ فرشتہ وہاں سے نکل گیا اور اپنی اصلی صورت میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی اصلی ہیئت میں اللہ سے عرض کی۔

”اے اللہ تیرا بندہ موت نہیں چاہتا۔ اس بناء پر غصے میں میرے منہ پر طمانچہ دے مارا۔“

بس خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ کو وحی کے ذریعے حکم دیا۔

”اے موسیٰ تم کسی بھی نیل کی کمر پر ہاتھ رکھ دو جس قدر بال تمہاری مٹھی میں آجائیں ہم ہم ہر بال کے عوض تمہاری عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیں گے۔“

خداوند قدوس کی اس وحی کے جواب میں حضرت موسیٰ نے دریافت کیا۔

”اے اللہ ان بالوں کے بدلے میں ملنے والے سالوں کے بعد میرا کیا انجام ہوگا؟“

وحی کے ذریعے پھر جواب ملا۔

”آخر کار تو پھر موت ہی آئے گی۔“

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ”اے اللہ طویل سے طویل زندگی کا انجام بھی موت ہی ہے تو پھر آج کیوں نہ آئے۔“ اس کے ساتھ ہی آپ نے التجا کی۔

”اے خداوند قدوس اس آخری وقت میں فلسطین کی مقدس ترین زمین کے قریب ترین کردے جس کا وعدہ تو نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کیا تھا۔“



سید تثنیوں کا بادشاہ متی دوا ایک روز اپنی حسین اور خوبصورت بیٹی کسمیا، بیٹیو تان، بیوی سردام کے ساتھ بیٹھا اپنے گھر یلو موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ قصر کے جس کمرے میں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کمرے کے دروازے پر متی دوا کے محافظ دستوں کا سالار آ کر رکھا، متی دوا کو اس نے تعظیم دی پھر اس کے بعد وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے کہنے سے پہلے ہی متی دوا نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟“ اس پر محافظ دستوں کا سالار متی دوا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک ہمارے کچھ خبر مختلف علاقوں سے خبریں لے کر آئے ہیں جو جو اطلاعات وہ لے کر آئے ہیں وہ سب میں نے ان سے حاصل کی ہیں اگر آپ حکم دیں تو ان کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو جو خبریں میں نے ان سے حاصل کی ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔“

اس پر خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے متی دوا اپنے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”اگر تم ان سے ساری خبریں حاصل کر چکے ہو تو ذرا تفصیل کے ساتھ مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟“

متی دوا کے ان الفاظ پر وہ سالار خوش ہو گیا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ ہمارے خبر چار طرح کی خبریں لے کر آئے ہیں اور چاروں ہی بڑی اہم ہیں۔“

اس پر متی دوا غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کہو وہ چار اہم خبریں کون سی ہیں؟“

اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

حکمران جو عرب ہیں ان سے وہ تعلقات بہتر رکھنے کی کوشش کریں گے۔ مگر کہہ رہے تھے کہ آشوری راہنماؤں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ گاہے گاہے ہتھیوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے اور امید ہے کہ حتیٰ اتنی جرات اور جسارت نہیں کریں گے کہ اپنے علاقوں سے نکل کر آشوریوں کے علاقوں میں داخل ہوں اور ان پر حملہ آور ہوں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو آشوری انہیں تیس تیس کر کے رکھ دیں گے۔“

”چوتھی اور اہم خبر یہ ہے کہ بابل کے بادشاہ برناورس نے اپنا ایک وفد آشوریوں کے مرکزی شہر نیوا کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہ وفد حکمران کی خدمت میں حاضر ہوا ان پر پہلے یہ انکشاف کیا کہ ان علاقوں میں سینیائی اہل مدین اور اموری، آرامی سب ان جیسے عرب ہیں اور وہ آشوریوں کے خلاف کارروائی کی ابتداء کر رہی نہیں سکتے۔ ساتھ ہی آشوری بھی یہ وعدہ کریں کہ وہ اپنے ہمسائے عربوں سے بہتر تعلقات رکھیں گے۔ بابل کے کاسی حکمران چونکہ گرد ہیں لہذا انہوں نے آشوریوں سے یہ بھی التماس کی ہے کہ آشوری ان کے علاقوں، ان کی حدود کا احترام کریں اور خبر کہہ رہے تھے کہ جس وقت بابل کا وفد آشوریوں کے مرکزی شہر نیوا پہنچا تو آشوریوں اور ان کے بادشاہ نے بہترین انداز میں بابل کے ان سفیروں کا استقبال کیا۔ ان کی بڑی تواضع اور آؤ بھگت کی اور بابل کے سفیروں کو یقین دلایا کہ آشوری یہ عزائم نہیں رکھتے کہ وہ آنے والے دنوں میں کاسیوں یا سینیائیوں اور اموریوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ آشوریوں نے بابل کے حکمرانوں کو نہ صرف خیر رسائی کا پیغام دیا بلکہ ان سے برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کیونکہ حتیٰ اپنے آپ کو ان علاقوں میں ناقابلِ تغیر خیال کرتے ہیں اور دوسرے حکمرانوں کی سرحدوں پر شب خون مارتے ہیں لہذا اکثر و بیشتر حتیوں کو اپنا نشانہ بناتے رہیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار کا راجہ اور متی و زا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
اے بادشاہ مجی وہ چار خبریں ہیں جو ہمارے منبر لے کر آئے ہیں وہ سالار جب خاموش ہوا جب متی و زا کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔ میں نے پہلے ہی اپنے کچھ سالاروں کو بلا رکھا ہے اور اس موضوع پر میں ان سے بات کروں گا۔ خبریں ساری ہی اچھی ہیں تاہم ان میں سے ایک تکلیف دہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حتیٰ اب مدین والوں کو اپنا نشانہ بنانے کے درپے

”پہلی اہم خبر یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہمارے خبروں نے بتایا ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد ان دنوں وادیِ سینہ میں قیام و کوچ کرتے ہوئے ارضِ فلسطین کی طرف بڑھ رہے ہیں کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ خدا نے ان کے آباء اجداد سے سرزمین دینے کا ان سے وعدہ کیا تھا لہذا وہ فلسطین میں آباد ہونے کے درپے ہیں۔“

”اے بادشاہ دوسری خبر یہ ہے کہ ہمارا سالار لیمان طباش کے بیٹے مولک کے ساتھ چونکہ خوشامیاش گیا ہے۔ آپ نے ان کے ساتھ کچھ جنگجو دے سنے بھی روانہ کیے تھے اور وہ سب مدین کے تاجروں کی صورت میں خوشامیاش کی طرف گئے تھے اور ایک تجارتی کاروان کی حیثیت سے انہوں نے خوشامیاش سے باہر قیام کیا تھا چونکہ اس مہم کے دوران لیمان نے اپنے باپ کے چاروں قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور جنہیں اس نے موت کے گھاٹ اتارا وہ حتیوں کے بادشاہ متوشلیش کے نامور سالار تھے لہذا ان کے قتل نے متوشلیش کو بڑی طرح برہم کر دیا ہے اور اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ چند روز تک وہ مدین والوں پر ضرب لگائے۔ اس کا کہنا تھا کہ لیمان جو تجارتی کاروان کی صورت میں آیا تھا وہ تجارتی کاروان نہیں تھا وہ سارے جنگجو تھے۔ لیمان چونکہ اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے ساتھ ساتھ اپنی ماں اور متوشلیش کی بیٹی سریان کو بھی نکال کر اپنی حویلی میں لے آیا ہے لہذا حتیوں کے بادشاہ متوشلیش کو بڑا غصہ اور بڑی برہمی ہے۔ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ لیمان جو تجارتی کاروان لے کر گیا تھا جو حقیقت میں ہمارے جنگجو تھے، وہ مدین کے لوگوں سے ساز باز کر کے تجارتی کاروان کی صورت میں خوشامیاش پہنچے اور پھر ان کے ساتھ لیمان اپنے باپ کے قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اپنی ماں سریان کو بھی کامیابی سے لے کر واپس اپنے مرکزی شہر پہنچ گیا۔ اس بناء پر حتیوں کے بادشاہ متوشلیش نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ مغربیہ وہ مدین والوں پر حملہ آور ہوگا اور ان کے سارے علاقوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔

تیسری خبر ہمارے منبر بابل والوں کی طرف سے لے کر آئے ہیں اور یہ تیسری خبر کچھ اس طرح ہے کہ آشوری عرب ارضِ شام میں بڑی تیزی سے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ خبروں کا کہنا ہے کہ طاقت اور قوت پکڑتے ہوئے آشوری سب سے پہلے حتیوں سے ٹکرائیں گے۔ اس لیے کہ آشوری عرب ہیں لہذا...

بعد متی و زا اور اس کا بیٹا یوتان بڑے پر جوش انداز میں طباش، لیمان اور مولک سے گلے ملے جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز متی و زا نے کیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ میری اور میرے اہل خانہ کی سب سے بڑی خوشی ہے آپ لوگ اس وقت قصر کے اندر موجود ہیں کاش اس وقت سیاسی بھی تمہارے اندر موجود ہوتا جسے میں نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور وہ مجھے بے حد عزیز اور محترم تھا۔ بہر حال لیمان تم سے اتنا خوش ہوں کہ اپنی اس خوشی کا اظہار میں اپنے الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا تم نے اپنے باپ کا کیا خوب انتقام لیا اور اپنی ماں کو بھی یہاں لے کر آئے۔ بیٹے! سیاسی اور طباش دونوں بھائی بنے ہوئے تھے اور ان دونوں کے درمیان بھائیوں سے کبھی بڑھ کر چار تھا اسی بناء پر آج جو میں سب سے اہم مسئلہ حل کرنا چاہتا ہوں اس لیے میں نے طباش کو بلایا ہے تاکہ اس کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متی و زا نے ایک نگاہ طہامہ کے پہلو میں بیٹھی سریان پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

”سریان تیری حیثیت بھی میرے ہاں بیٹیوں کی سی ہے آپ لوگوں کو آج اس لیے بلایا گیا ہے کہ نکسیما اور لیمان کی شادی کا مسئلہ حل کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مولک اور یوریمہ کی شادی کا دن بھی مقرر کر دیا جائے۔ اب تم سب یہاں بیٹھے ہو آپس میں صلاح مشورہ کرو جو دن تم لوگ مقرر کرو گے وہ میرے لئے قابلِ قبول ہوگا۔“

اس موقع پر سریان بڑی رازداری سے اپنے پہلو میں بیٹھی طہامہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس کی گفتگو کو لیمان اور یوریمہ دونوں بڑے انہماک سے سن رہے تھے جب کہ سریان کے پہلو میں بیٹھی نکسیما بھی مسکرا رہی تھی پھر سریان نے ٹھوڑی دیر طہامہ سے گفتگو کرنے کے بعد متی و زا کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

”اس موضوع پر اس سے پہلے ہماری تفصیل کے ساتھ گفتگو طباش بھائی اور ان کی بیوی بلسان سے ہو چکی ہے۔ انہوں نے سارا مسئلہ ہم پر چھوڑا ہے کہ جیسا ہم چاہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ ہمارے ہاں اس وقت ہماری بڑی طہامہ زندہ ہیں۔ اس وقت یہ میری ماں بھی ہیں میرا باپ بھی ہیں میرے بچوں کی ماں بھی ہیں اور ان کا باپ بھی۔ لہذا اس موضوع پر میں نے ان سے گفتگو کی ہے یہ آپ کے سوال کا جواب بھی دیں گی۔“

ہیں بہر حال اس موضوع پر میں اپنے سالاروں سے مشورہ کروں گا۔“
اس کے ساتھ ہی متی و زا کے کہنے پر وہ سالار وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد متی و زا کی بیوی سردام اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”لگتا ہے یہ حتیٰ ان علاقوں کے حالات لگا تار خراب اور ابتر رکھنا چاہتے ہیں“ اس پر متی و زا کہنے لگا۔

”مجھے امید ہے کہ اب وہ زیادہ عرصہ تک نہ ان علاقوں میں من مانی کر سکیں گے نہ ان علاقوں کے حالات اپنی مرضی اور اپنی غشاء کے مطابق تبدیل کر سکیں گے۔ اس لیے کہ نیوا کے آشوری اب ایک بہت بڑی قوت بن کر ابھر رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں یہی آشوری اپنے سامنے آنے والی بڑی طاقت اور ہر قوت کو رگیدتے ہوئے نکل جائیں گے۔ ان علاقوں میں اس وقت چونکہ حتیٰ اپنے آپ کو سب سے بڑی طاقت سمجھتے ہیں لہذا میرا اندازہ ہے کہ یہ آشوری سب سے پہلے حتیوں پر ہی ضرب لگائیں گے اور ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے ان کے سارے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہتے کہتے متی و زا صرف خاموش ہی نہیں ہو گیا بلکہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سردام، یوتان اور نکسیما بھی اس کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بے پناہ خوشی کے اظہار میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ اس کمرے میں اس وقت طباش، لیمان، یوریمہ، مولک، سریان اور لیمان کی وادی طہامہ داخل ہوئے تھے۔

طہامہ خاصی بوڑھی ہو چکی تھی۔ یوریمہ اور لیمان دونوں بہن بھائی نے اسے سہارا دے رکھا تھا اور کمرے کی طرف لا رہے تھے۔ اس موقع پر نکسیما اندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئی۔ بڑی تیزی سے آگے بڑھی طہامہ کو بائیں طرف سے یوریمہ نے سہارا دے رکھا تھا اور دائیں جانب لیمان تھا نکسیما، لیمان کی طرف آئی بڑے پیار اور محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ چھوڑ دیں میں وادی کو خود اندر لے کر جاتی ہوں پھر انہیں نشست پر بٹھاتی ہوں۔“ نکسیما کے کہنے پر لیمان ایک طرف ہٹ گیا۔ نکسیما نے خود آگے بڑھ کر طہامہ کو سہارا دیا اس طرح یوریمہ اور نکسیما دونوں نے طہامہ کو ایک نشست پر بٹھا دیا۔ اس کے

سریان جب خاموش ہوئی تب طہامتی وزا کو مخاطب کر کے کہنے لگی
”میں خوش قسمت ہوں آج اپنے پوتے کے سلسلے میں میں یہاں قصر کے اندر
موجود ہوں۔ مجھے اس پر بھی فخر ہے کہ اس سے پہلے میرا بیٹا سیاست سیتانی لشکریوں کا
سالار تھا اور آپ کے پاس اس کا آنا جانا تھا جہاں تک لیمان اور نکسیما، یوریم اور موک
کی شادی کا تعلق ہے تو میں سارا معاملہ آپ پر چھوڑتی ہوں آپ جو بھی دن مقرر کریں
گے ہمارے لئے بالکل قابل قبول ہوگا ہاں ہماری ایک التجا ہے کہ یہ معاملہ سادگی سے
اپنے انجام کو پہنچ جائے اسی میں ہماری خوشی ہوگی۔“

طہامت کے ان الفاظ پر متی وزا ہی نہیں نکسیما، لیمان اور سردام سب کی خوشی کی کوئی
انتہا تھی اس موقع پر متی وزا کی بیوی اور نکسیما کی ماں سردام بول اٹھی اور طہامت کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے یہ جو آپ نے سادگی کی بات کی اس
متعلق میں پہلے ہی نکسیما کے باپ سے بات کر چکی ہوں۔ یقیناً سارا معاملہ سادگی سے
ہوگا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں سردام کے خاموش ہونے پر متی وزا بول اٹھا۔“
”اگر سارا معاملہ سادگی ہی سے طے ہو جاتا ہے تو پھر میں چاہوں گا کہ پرسوں ان
دونوں شادیوں کا اہتمام کر دیا جائے۔“

متی وزا کے اس فیصلے سے طہامت اور باقی سارے لوگوں نے بھی اتفاق کیا تھا جب
ایسا ہو چکا کہ متی وزا نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی پشت پر جو ایک
طلشت لٹک رہا تھا اس پر لکڑی کی ہتھوڑی دے ماری تھی۔ ضرب لگنے سے آواز کی گونج
قصر میں گونج گئی تھی بس اس آواز کا گونجنا تھا کہ کچھ لوگ بڑے بڑے طلشت اٹھائے اس
کمرے میں داخل ہوئے اور شادی کی تاریخ مقرر ہونے پر سب کو طرح طرح کی میٹھی
چیزیں کھلانے لگے تھے۔

کچھ روز ایسا ہی ساں رہا جب سارے برتن سمیٹ دیئے گئے تب متی وزا کہنے لگا۔
”میں اصل کام کے لئے میں نے آپ سب لوگوں کو بلایا تھا وہ مسئلہ تو حل ہو گیا
پرسوں لیمان، نکسیما، یوریم اور موک کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اب میں ایک اور
مسئلے کی طرف آتا ہوں میں چاہتا ہوں اس سلسلے میں طباش، لیمان اور موک سب مل کر
فیصلہ کریں کہ ہمیں کیا قدم اٹھانا ہوگا۔“

جلتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ وہ ہمارے ہم زبان بھی ہیں ہمارے ہم نسل، ہمارے عزیز
اور رشتہ دار بھی ہیں۔“

طباش جب خاموش ہوا تب متی وزا لیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”بیٹے طباش نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔ اب تم کہو۔“

”میرے بھی وہی خیالات ہیں آپ بے فکر رہیں آپ اپنے مجبوروں کو میٹوں کے
علاقوں کی طرف پھیلا دیں اور جس روز ہمارے ہجر یہ اطلاع کریں گے کہ میٹوں کا کوئی
لشکر مدین والوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنے مرکزی شہر ختو شاش سے نکلا ہے۔ اس
روز میں اور موک بھی ایک لشکر لے کر یہاں سے نکلیں گے اور میں آپ کو یقین دلاتا
ہوں کہ ہم میٹوں کو مدین والوں کے علاقے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔“

متی وزا مسکرا رہا تھا لیمان کے جواب پر اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد
متی وزا کے قصر میں سب کے کھانے کا اہتمام کیا گیا تیسرے روز لیمان اور نکسیما، موک
اور یوریم کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔ یوریم اپنے ہاں سے نکل کر طباش کی حویلی میں
چلی گئی تھی جب کہ نکسیما اشوکانی کے قصر شاہی سے لیمان کی حویلی میں منتقل ہو گئی تھی۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی سرکردگی میں جس وقت بنی اسرائیل کا قانس
کے مقام پر قیام ہوا تھا تو یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن مریم کی
وفات ہوئی اور اسی سرزمین میں ان کو دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل آگے
بڑھے اور میدان تہ میں گھومتے پھرتے وہ کوہستانوں کی اس چوٹی کے قریب جا پہنچے جو
جبل حور کے نام سے مشہور ہے۔

چنانچہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ
جبل حور کی اس چوٹی کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی ہوئی اور خداوند قدوس نے
حکم دیا کہ ہارون اور ہارون کے بیٹے الیغیر کو لے کر کوہستان حور کی چوٹی پر جائیں اور
وہاں کچھ دن عبادت میں گزاریں ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ بھی انکشاف کر دیا گیا
تھا کہ اس چوٹی پر ان کے بھائی ہارون کا انتقال ہو جائے گا۔

پس حکم خداوندی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور الیغیر کوہستان حور کی چوٹی
پر آگئے اور وہاں کچھ دن وہ تینوں عبادت میں مصروف رہے۔

اس کے بعد متی وزا نے تھوڑی دیر پہلے اپنے مجبوروں کی لائی ہوئی چار خبریں جو
اسے سنائی گئی تھیں وہ تفصیل کے ساتھ سب سے کہہ دی تھیں۔

”متی وزا جب خاموش ہوا تب طباش بولا اور متی وزا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ یہ حتی من مانی نہیں کر پائیں گے۔ پہلے یہ
لوگ مصر کے فرعون سے ڈرتے تھے ہم پر اور باہل والوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے
ہچکچاتے تھے کہ کہیں پہلے کی طرح فرعون اپنا جبرار لشکر لے کر ہماری مدد کرتے ہوئے
حتیوں پر چڑھ نہ دوڑے۔“

یہاں تک کہتے کہتے طباش کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اس موقع پر متی وزا نے
عجیب سے انداز میں سریان کی طرف دیکھا تھا پھر طباش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طباش میرے عزیز یہ گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ اس وقت
یہاں سریان بھی بیٹھی ہوئی ہے۔“

طباش اس موقع پر مسکراتے ہوئے سریان کی طرف دیکھنے لگا جب کہ سریان کے
چہرے پر بھی ہلکا سا قسم نمودار ہوا پھر وہ متی وزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”طباش بھائی جو کہنا چاہتے ہیں کہنے دیں۔ اس لیے کہ جو کچھ وہ کہیں گے حقیقت
ہی ہوگی۔ آپ میرا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ میں بظاہر حقوں کے بادشاہ متوخلیش کی
بٹی ہوں لیکن یہ مت بھولے کہ میں سیاست کی بیوی اور لیمان کی ماں ہوں میں اب حتی
نہیں سیتانی ہوں۔ میں اب بت پرست نہیں اپنے خدائے واحد کو اس کائنات کا خالق،
منصف اور رازقی سمجھتی ہوں جس پر آپ لوگ ایمان رکھتے ہیں، اس بناء پر طباش بھائی
جو کچھ کہنا چاہتے ہیں انہیں کہنے دیجئے اور آپ یوں جانے جو کچھ طباش بھائی کہیں گے
اسی میں میری رضا مندی اور اسی میں میری خوشی ہوگی۔ اس لیے کہ میں اب حتی نہیں
سیتانی ہوں۔“

سریان کے ان الفاظ پر متی وزا خوش ہو گیا تھا یہاں تک کہ طباش نے پھر کہنا
شروع کیا۔

”میں جانتا ہوں حتی چین سے بیٹھنے والے نہیں ہیں اگر وہ مدین والوں پر حملہ آور
ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ہمیں مدین والوں کی مدد کرنا ہوگی پہلی بات یہ کہ مدین
اے ہمارے ہمسائے ہیں دوسری بات یہ کہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے بھی ہم سے ملنے

اُسی چوٹی پر حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور خدا کے حکم کے مطابق حضرت
موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کے کپڑے اتار کر اپنے پیچھے الیغیر کو پہنا دیئے۔ یہ ایک
طرح سے نشانی تھی کہ ہارون علیہ السلام کی جگہ اب ان کے بیٹے بنی اسرائیل میں قائم مقام
ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کو وہیں حور کی چوٹی پر دفن کر دیا گیا تھا اور اُس
کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا بھتیجا الیغیر کو کوہستانوں کی اس چوٹی سے اتر کر بنی
اسرائیل کے اندر آئے اور ان کو خبر دی کہ ہارون علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو انہوں نے
ہارون علیہ السلام کا سوگ منایا کیونکہ ہارون علیہ السلام اُن پر کمال عنایت کرتے تھے اور بنی
اسرائیل ان سے بے حد محبت رکھتے تھے اس لیے انہیں بے حد صدمہ ہوا تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے چند دن بعد بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
خلاف یہ رنگ لائے کہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ۔

”موسیٰ نے ہارون کو حسد اور رشک کی وجہ سے مار ڈالا ہے۔“

بنی اسرائیل کی الزام تراشیاں اور غیر ذمہ دارانہ گفتگوں کو حضرت موسیٰ کو بے حد
دکھ اور صدمہ ہوا اور آپ نے خداوند قدوس کے حضور اس الزام سے اپنی برأت اور
صفائی کی التجا کی۔

چنانچہ خداوند قدوس نے آپ کی التجا کو قبول کیا اور ایسا ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام
کا تابوت فضاء میں بلند ہوا اور سارے بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے
ہارون اپنے تابوت میں اٹھے اور بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

”مجھے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے ہلاک نہیں کیا بلکہ میں طبعی موت سے ہلکا ہوا
ہوں۔“ اس کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام تراشی بند کر دی تھی۔

اس کے بعد پھر پیش قدمی شروع ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی راہنمائی میں بنی
اسرائیل کو کوہستان حور کی وادیوں سے بحر قلزم کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے تاکہ بنی
ادوم کی سرزمین سے باہر ہوتے ہوئے اپنی منزل کی طرف جاسکیں۔

اس سفر کی دشواریوں اور تکالیف کے باعث بنی اسرائیل ایک بار پھر حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے اور اعتراضات کھڑے کرتے ہوئے کہنے لگے۔

تو کیوں ہمیں مصر سے نکال کر بری موت مرنے کے لئے اور اورانہا، ع، ر

آیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تکرار اور جھگڑنے کے بعد خدا نے اس باری اسرائیل کو ایک عذاب کی کیفیت سے دوچار کر دیا اور وہ یہ کہ جس علاقے میں وہ سفر کر رہے تھے اس میں ان گنت سانپ نمودار ہوئے یہ سانپ ایسے زہریلے تھے کہ جسے کاٹتے تھے وہ وہیں ختم ہو جاتا تھا۔

ان سانپوں کے باعث بے شمار بنی اسرائیل مارے گئے جو حج رہے ان میں سانپوں کے باعث خوف و ہراس کی کیفیت چھا گئی پھر بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے التجا کی۔

”اے موسیٰ علیہ السلام ہم سے گناہ ہوا جو ہم نے ان بیابانوں کے اندر تم سے تکرار اور جھگڑا کیا ہم اپنے اس رویے کی معافی مانگتے ہیں خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں سانپوں کے اس خوف ناک عذاب اور آذیت سے نجات دے۔“

بنی اسرائیل نے معافی مانگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حضور التجا کی رجوع کیا جواب میں اُن کو وحی کی ذریعے حکم ہوا۔

اے موسیٰ پتیل کا ایک سانپ بنا کر اسے عصا کے ساتھ باندھ کر فضا میں بلند رکھو اور اس سرزمین کے اندر سفر جاری رکھو جس کو بھی سانپ کاٹے گا اگر وہ عصا کے ساتھ بندھے ہوئے پتیل کے سانپ کو دیکھے گا تو تندرست ہو جائے گا۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا اور پتیل کا ایک سانپ بنا کر عصا سے باندھ کر فضا میں بلند کر دیا اور یوں ان سرزمینوں کے اندر سفر جاری رہا اُن سرزمینوں میں سفر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آمواریوں کی سرزمین کے قریب جانمردار ہوئے۔

وہاں قیام کر کے موسیٰ علیہ السلام نے آمواریوں کے بادشاہ کو پیغام پہنچایا۔

”ہم بنی اسرائیل مصر سے نکل کر اس طرف آئے ہیں اور تمہاری سرزمین کے اندر سے گزرتے ہوئے آگے جانے کے خواہش مند ہیں لہذا تم ہمیں اپنے علاقوں سے گزرنے کی اجازت دے دو۔ ہماری طرف سے وعدہ ہے کہ تمہارے ملک سے گزرتے ہوئے ہم تمہارے اور باغات میں گھس کر کسی قسم کا نقصان نہ کریں گے اور تمہاری سرزمین کے کنوؤں کا پانی ہمیں گے بلکہ ہم سیدھا آگے نکل جائیں گے اور تمہارے

لوگوں سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے۔“

حضرت موسیٰ کی اس پیشکش کے جواب میں آمواریوں کے بادشاہ یخنون نے تکبر اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اس نے بنی اسرائیل کو اپنے علاقوں سے گزرنے کی اجازت نہ دی بلکہ انا وہ بنی اسرائیل پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر بیٹھا۔

پس اُن بیابانوں میں آمواریوں کے بادشاہ یخنون نے بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا اس طرح آمواریوں اور بنی اسرائیل کے درمیان ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں اسرائیلی فوج مندر رہے اور آمواریوں کو انہوں نے مار بھگا دیا۔

اس جنگ میں کیوں کہ بنی اسرائیل فوج مندر رہے تھے لہذا ان کے حوصلے خوب بڑھ گئے حضرت موسیٰ کے کہنے پر انہوں نے آمواریوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل آمواریوں کو مارتے کاٹتے ان کی سرزمین میں اندر بڑھ چلے گئے۔

اور ان کے مرکزی شہر حیون پر قبضہ کر لیا اس کے بعد بنی اسرائیل آمواریوں کی سرزمین کے مختلف قصبوں کے اندر میں گئے۔

آمواریوں کا ہمسایہ بسن کا حاکم اوج بن عقیق تھا جب اسے خبر ہوئی کہ بنی اسرائیل نے آمواریوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فکرمند ہوا اسے یہ خدشہ ہوا کہ اگر بروقت بنی اسرائیل کی روک تھام نہ کی گئی تو آمواریوں کے بعد وہ اسے بھی زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لہذا اوج بن عقیق نے ایک لشکر تیار کیا اور اسرائیلیوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

اس کے لشکریوں کے حوصلے اس لیے بھی بلند تھے کہ ان کا بادشاہ اوج بن عقیق ان کے درمیان موجود تھا اور وہ ایسا طاقتور انسان تھا کہ اس نے زندگی میں کسی سے شکست کھائی نہ تھی لہذا اُن کو بچی امید تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو شکست دے کر لوٹ مار کا بازار گرم کریں گے۔

چنانچہ ان حالات میں دونوں اقوام کے درمیان جنگ چھڑ گئی شروع شروع میں اوج بن عقیق کے لشکر کا پلہ بھاری رہا کیونکہ اوج ہر اُس اسرائیلی کی گردن کاٹتا ہوا بڑھتا تھا جو اُس کے سامنے آتا تھا یوں وہ بنی اسرائیل کے اندر آگے بڑھنے کے لیے اپنے لشکریوں کا راستہ صاف کرتا جا رہا تھا۔

اوج کے اس عمل سے اس کے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے

اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر بنی اسرائیل کا قتل عام شروع کر دیا یہاں تک کہ اوج کا سامنا حضرت موسیٰ سے ہوا۔

دونوں ایک دوسرے کے آگے سامنے ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے پھر اوج بن عقیق نے تکبر سے کہا۔

”میں تمہیں پہلے حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تمہیں کسی قسم کی حسرت نہ رہ جائے کیونکہ اگر میں نے پہلے حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تو تم اس قابل نہ رہو گے کہ مجھ پر کوئی جوابی کارروائی کر سکو۔“

چنانچہ اوج بن عقیق کی اس پیشکش کے جواب میں وہ اس پر حملہ آور ہوئے۔ چونکہ اوج انتہائی طویل القامت تھا اس لیے حضرت موسیٰ نے اپنا عصا سنبھالا جو اُن کے اپنے قد جتنا لمبا تھا عصا کے برابر حضرت موسیٰ نے حسرت کی اور عصا سے اوج کی پٹری پر ایسی بھرپور ضرب لگائی کہ اوج بن عقیق گرا اور مر گیا۔

اوج کے مرتے ہی اس کا لشکر ہمت چھوڑ بیٹھا اور وہ سب میدان سے نکل بھاگے۔ اس طرح بنی اسرائیل نے بسن کی سرزمین پر بھی قبضہ کر لیا۔

بسن سے ملحقہ موابیوں کی سرزمین بھی جن کا بادشاہ بلقی بن مفرور تھا اسے جب اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل نے بسن کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فکرمند ہوا اس نے اپنے معزز قاصد تیار کیے اور اُن کو مخاطب کر کے کہا۔

”میرے عزیزوں تو ابھی اور اسی وقت بلعم بن بعور کی طرف روانہ ہو جاؤ تم جانتے ہو وہ ایک زائد نیک انسان اور خوابوں کی تعبیر بیان کرنے والا انسان ہے اور ہم سب جانتے ہیں وہ جسے برکت دیتا ہے اسے برکت ملتی ہے اور جس پر لعنت کرتا ہے وہ ملعون ہو جاتا ہے۔“

سو تم بلعم بن بعور کے پاس جاؤ اسے میری تعظیم دو اور التجا کرو کہ میں نے اسے یہاں بلوایا ہے تاکہ وہ بنی اسرائیل کے سامنے جا کر ان پر لعنت کرے ان کے اپنے کرنے سے گمان غالب ہے کہ ہم غالب اور بنی اسرائیل والے مغلوب رہیں گے۔“

پس بلقی بن مفرور کے یہ قاصد جب بلعم بن بعور کے پاس آئے تو اُس سے ان کی

قوم مصر سے نکل کر ان علاقوں کی طرف غلبہ حاصل کرنے کے لیے آئی ہے انہوں نے بسن کے علاوہ آمواریوں کو بھی زیر کر کے ان کی سرزمینوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب ہماری باری آنے والی ہے بلقی بن مفرور نے تمہیں اس لیے طلب کیا ہے کہ تم بنی اسرائیل والوں پر لعنت کرو اور تمہارے ایسا کرنے سے ہم کامیاب اور بنی اسرائیل والے ہمارا دریں گے۔“

بلعم بن بعور نے قاصدوں کی گفتگو غور سے سنی اور کہنے لگا۔

”آئے والے معزز قاصدو تم رات کو یہیں قیام کرو میں رات میں استخارہ کروں گا۔ اگر استخارہ حق میں ہوا تو میں تمہارے ساتھ روانہ ہو جاؤ گا۔“

اس پر وہ قاصد رات بھر قیام کرنے پر رضامند ہو گئے۔

رات کو جب بلعم نے استخارہ کیا تو جواب میں بلقی کی طرف جانے کی نفی آ گئی اس لیے اگلی صبح اس نے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہا۔

میرے عزیز و گزشتہ شب میں نے استخارہ کیا جس کا جواب نفی میں ظاہر ہوا تھا اس لیے میں تمہارے ساتھ نہ جا سکوں گا سو تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بلقی بن مفرور سے میری طرف سے کہہ دینا کہ میں اس کے پاس نہ آ سکوں گا۔

قاصد اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ آئے اور اُسے اطلاع دی کہ بلعم نے ان کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا ہے۔

اس پر بلقی بن مفرور نے اپنے شہر کے معزز ترین اور صاحب حیثیت لوگوں کو جمع کیا اور انہیں بلعم کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے اُسے بلا کر اُس کے پاس لائیں۔

پس جب یہ معززین اور ممتاز لوگ بلعم کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی اس سے وہی درخواست کی جو قاصد پہلے آ کر کر چکے تھے۔

اس پر بلعم بن بعور نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”اگر ہمارا بادشاہ بلقی بن مفرور اپنا گھر اسے سونے اور چاندی سے بھر کر بھی دے دے تو بھی میں اس کی طرف پھر بھی نہ جاؤں اس لیے کہ اس کی طرف جانے کا استخارہ نفی میں نکلا ہے۔“

معززین نے دیکھا کہ بلعم بن بعور کسی طرح بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے

تیار نہیں ہے تو وہ اس کی بیوی سے ملے اور اس کی منت ساجنت کی کہ وہ اس کو مجبور کرے کہ وہ اُن کے ساتھ اپنے بادشاہ یلق بن مفعور کے پاس چلے۔ اس حربے میں یہ لوگ کامیاب رہے اس لیے کہ یلعلم کی بیوی نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے شوہر کو ان کے ساتھ جانے پر رضامند کر لے گی۔

واقعی ایسا ہی ہوا بلعم کی بیوی نے اپنے شوہر سے نجانے کیا کہا کہ بلعم فوراً اپنے گدھے پر سوار ہوا اُن لوگوں کے ساتھ بلق بن مضر کی طرف روانہ ہو گیا۔

بلق بن مصور کی طرف جاتے ہوئے راستے میں تین بار علی بن عبور کا گدھا زمین پر بیٹھ گیا جبکہ علی بن مصور پیدل روانہ ہو گیا۔ گدھے کے تین بار اڑنے سے اس نے یہ اندازہ ضرور لگایا کہ جس کام کے لیے وہ جا رہا ہے یہ مشاء الہی کے خلاف ہے۔

پسِ تعلیم جب اپنے بادشاہ بلق بن مضر کے پاس پہنچا تو وہ سے جبل کی بلندیوں پر لے گیا۔ وہاں سے اُس نے بیلوں اور بھیڑوں کی قربانی گزاری پھر اُس نے تعلیم کو مخاطب کر کے کہا۔

”طعم اپنے سامنے جنوب اور مشرق کی طرف دیکھو یہ جس قدر خیر نصیب ہیں یہ سب اسرائیلیوں کے ہیں۔ پس تم ان کے لئے بددعا کرو تاکہ ہمیں ان سے نجات ملے۔“

اس پر بلم نے تھوڑی دیر تک اپنے سامنے پھیلے بنی اسرائیل کے خیموں کی طرف دیکھا پھر اس نے کسی قدر دیکھے بغیر رقت انگیز انداز میں کہنا شروع کیا۔

”میں اس پر لعنت کیسے کروں جس پر خدا نے لعنت نہیں کی۔ اسے کیسے پھینکاؤں جسے خداوند نے نہیں پھینکا۔ چنانچہ اس کی چوٹیوں پر وہ مجھے نظر آتے ہیں اور پہاڑوں پر سے میں اس کو دیکھتا ہوں۔ دیکھو یہ وہ قوم ہے کہ ان کی اپنی ایسی رہے گی۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر اس کا شمار نہ ہوگا۔ یعقوب کی گرد کے ذروں کو کون گن سکتا ہے کاش میں صافوں کی طرح مردوں اور عاقبت بھی ان جیسی ہو۔“

بلعم کو سن کر بادشاہ بلق بن صفور کہنے لگا۔

بلعم یہ تو نے کیا کہا میں نے تجھے اس لیے بلوایا تھا کہ تو میرے دشمنوں پر لعنت کرے تو نے النّا انہیں برکت ہی برکت دے دی ہے۔

اس پر بلعم کہنے لگا۔ ”صفور کے بیٹے! میں نے وہی کچھ کیا ہے جس میں میرے

خداوند کی رضا مندی ہے۔“

اس کے بعد یحییٰ بن صفور بلعم بن بجور کو ایک دوسرے مقام پر لے گیا وہاں بھی اس نے تیل اور بکریوں کی قربانی کی اور دوسری بار بلعم سے التجا کی کہ بنی اسرائیل پر لعنت کرو۔

اس مقام پر بھی بلعم بن بعور نے کچھ دیر تک بنی اسرائیل کے خیموں کی طرف دیکھا پھر وہ دوبارہ رقت آمیز آواز میں بولا۔

”اے یقین بن مفسور اٹھ! اور غور سے سن اے مفسور کے بیٹے میری باتوں پر کان لگا کہ خدا انسان نہیں کہ وہ جھوٹ بولے۔ نہ ہی وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے کہ جو کچھ اُس نے کیا وہ نہ کہا یا جو کچھ اس نے فرمایا وہ پورا نہ ہوا۔ اے مفسور کے بیٹے دیکھ اور غور سے سن مجھے تو برکت ہی دینے کا حکم ملا ہے۔ اس نے جو برکت دی میں اسے کوئی کر پلٹ سکتا ہوں۔ وہ اسرائیل میں کوئی خواب نہیں دیکھتا خداوند قدس ان کا رب ہے اور بادشاہ کی سی لٹکار ان لوگوں کے اندر ہے خداوند ہی انہیں مصر سے نکال کر اس طرف لایا ہے۔ سوائے یقین بن مفسور ان پر کوئی فوس نہیں چل سکتا نہ ہی بنی اسرائیل کے خلاف کوئی فال کا میاہ ہو سکتی ہے۔“

چنانچہ بلعم میں بنبعو جب خاموش ہوا تو بلق بن مغور پھر کہہ اٹھا۔
بلعم میں نے تو تجھے اسرائیلیوں پر لعنت کرنے کی التجا کی تھی اور تو نے پھر انہیں
برکت ہی برکت دے دی ہے۔“

بلعم پھر کہنے لگا۔

”میں نے وہی کیا جس میں میرے خداوند قدوس کی مرضی تھی۔“

اس پر بلق بن صفور مایوسانہ انداز میں کہنے لگا۔
 ”آؤ میں تمہیں ایک اور جگہ لے چلوں شاید وہاں تم ان پر لعنت کر سکو۔“

بلق اسے دوسرے کو ہستان کی چوٹی پر لے گیا وہاں بھی اس نے بیلوں اور کمروں کی قربانی کی اور تیسری بار التجا کی بلعم بنی اسرائیل پر لعنت کرو۔

”وہی شخص جس کی آنکھیں تھوڑی دیر پہلے خدا کے احکامات کی طرف سے بند ہو گئی تھیں کہتا ہے بلکہ اسی کا کہنا ہے جو خدا کی باتیں سنتا ہے۔ اے نبی اسرائیل تیرے

خیمے کیسے خوشنما اور ایسے پھیلے ہوئے ہیں جیسے وادیاں اور باغات دریا کے کنارے ہوں۔

اے یسوع بن مضر بنی اسرائیل کو عروج حاصل ہوگا۔ خدا انہیں مصر سے نکال لایا ہے۔ وہ ان قوموں کو جو ان کے دشمنوں میں سے ہیں چٹ کر ڈالے گا۔ ان کی ہڈیوں کو توڑ دے گا اور انہیں اپنے تیروں سے چھید کر رکھ دے گا۔ پس اے بنی اسرائیل خدا نے تمہیں برکت دی تمہیں مہارک ہو جو تم پر برکت کرے وہ خود ملعون ہو۔“

بلعم کی اس گفتگو سے بقی طیش میں آ گیا اپنے ہاتھوں سے منہ پیٹنے لگ گیا پھر اُس نے خفگی کی حالت میں بلعم سے کہا۔

”علم میں نے تجھے اس لیے بلایا تھا کہ تو میرے دشمنوں پر لعنت کرے لیکن تو نے تینوں بار برکت دی سو اب میں کہتا ہوں تو اپنے گھر کی طرف بھاگ جا۔ اب میرا تیرا کوئی تعلق نہیں میں نے تو سوچا تھا جب تو بنی اسرائیل پر لعنت کر چکے گا تو میں تجھے اعلیٰ منصب پر فائز کر دوں گا۔ پر تو نے خود کو اس منصب سے محروم ہی رکھا تو خود احمق ہے۔“

جواب میں بلعم کہنے لگا۔

”اے بلق بن صفور میں نے تو پہلی بار ہی تیرے اچھیوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر تو اپنا گھر چاندی اور سونے سے بھر کر بھی مجھے دے دے تو میں اپنی مرضی سے برا اور بھلا کرنے کی خاطر خدا کے حکم سے تجاوز نہ کروں گا بلکہ میں اپنے گھر کی طرف لوٹ جاؤں گا۔ تو اے بلق بن صفور میرے قریب آ تاکہ اس آگاہی کے بعد جو خدا نے مجھے عطا کی ہے میں تجھے یہ بتا دوں کہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں تیری قوم کے آخری دنوں پر کس گز رہے گی۔“

اس کے بعد بلعم سجدے میں گر گیا پھر اس نے بلیق سے کہا۔

”بجور کا بیٹا یلیم جو حق تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے جو اس وقت سجدے میں پڑا ہے جو قادر مطلق کی رضا دیکھتا ہے۔ اے بلق بن منصور تم سے کہتا ہے کہ یعقوب کی نسل سے ایک ستارہ نکلا ہے اور اسرائیل کے اندر ایک عصا اٹھا ہے جو مومؤ بیوں کو مار مار کر صاف کر دے گا چنگہ کرنے والوں کو ہلا کر۔ تم ڈال دے گا اس کے بعد یلیم بن بجور اٹھا اور بلق بن منصور سے کچھ کے بغیر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

وحی کے ذریعے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اشارہ مل گیا کہ اُن کی موت کے دن

قریب آگئے ہیں شب انہوں نے خداوندِ قدوس کے حضور التجا لی۔

”اے خداوندِ قدوس اس آخری وقت میں فلسطین کی وہ مقدس ترین سرزمین قریب تر کر دے جس کا وعدہ تو نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے کیا تھا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اُن کو حکم دیا گیا۔
 ”چونکہ تمہاری موت تم پر طاری ہونے والی ہے، لہذا ہم تمہیں اس سرزمین کا نظارہ
 کرائیں گے جس کا وعدہ ہم نے تمہارے آباء اجداد سے کیا تھا۔“

اس کے ساتھ ہی وحی کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ ”اے موسیٰ اس سرزمین کو دیکھنے کے لئے مواب کے میدانوں سے نکل کر کہستانی سلسلے کی چوٹی اونچے مقام پر جا کھڑا ہو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کی طرف سے یہ وحی آنے پر پوش من لوں کو اپنا قائم مقام بنایا اور بنی اسرائیل کو ہدایت جاری کی کہ جس طرح تم میرا اتباع کرتے، ہے میرے بعد پوش من لوں کو اتباع کرتے رہنا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو پر بنی اسرائیل نے یہ جان لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا آخری وقت آن پہنچا ہے اور وہ اُن سے ہمیشہ کے لیے مجھرنے والے ہیں اس بناء پر بنی اسرائیل غم زدہ اور فکر مند ہو گئے۔

خداوند قدوس کے حکم پر بنی اسرائیل کو ہیئت کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آج کے میدانوں سے نکل کر کوہستانی سلسلوں کے اوپر گئے اور حکیم ربی پر بخور کے مقام پر جا کھڑے ہوئے۔

خداوند نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوٹی پر معجزانہ طور پر ادا کیا۔ وہاں کے مقام تک اور سامنے کی طرف سے سمندر تک جنوب سے ادا کی سرزمین دکھائی اور یہ وادی خرموں کا شہر کہلاتی تھی۔

اس کے علاوہ مولیٰ کریم نے معجزانہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فلسطین کے دیگر مقامات بھی دکھائے اور پھر اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے موسیٰ یہی وہ ملک ہے جس کی بابت ہم نے ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اس سرزمین کو میں تمھاری نسل کو عطا کروں گا۔ سو اب میں نے یہ ملک تمھیں دکھا دیا ہے مگر تم اس ملک میں جاؤ تو اس کے

اخلاقی حیثیت سے انتہائی بدکردار انسان بھی ان کے ساتھ منسلک ہونا پسند نہ کرے۔
اب یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسی کمینہ ہستیوں کو خدا بنائیں، اُن کی پرستش کریں، وہ اخلاق کی ذیل ترین پستیوں میں گرنے سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جو حالات آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے دریافت ہوئے ہیں شدید اخلاق گراؤ کی شہادت باہم پہنچاتے ہیں ان کے ہاں بچوں کی قربانی کا عام رواج تھا۔ ان کے معابد زنا کاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کو دیو داسیاں بنا کر عبادت گاہوں میں رکھنا اور اُن سے بدکرداریاں کرنا عبادت کے اجزاء میں داخل تھا اور اسی طرح کی بہت سی بد اخلاقیات اُن میں پھیلی ہوئی تھیں۔

توریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو جو ہدایت دی گئی تھی ان میں صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ تم اُن قوموں کو ہلاک کر کے ان کے قبضے سے فلسطین کی زمین چھین لینا اور ان کے ساتھ رہنے، بسنے اور ان کی اخلاقی و اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا۔

لیکن بنی اسرائیل جب فلسطین میں داخل ہوئے تو وہ اس ہدایت کو بھول گئے۔ انہوں نے اپنی کوئی متحدہ سلطنت قائم نہ کی وہ قبائلی عصبیت میں مبتلا ہو گئے ان کے ہر قبیلے نے اس بات کو پسند کیا کہ مفتوح علاقے کا ایک حصہ لے کر الگ ہو جائے اس تفرقے کی وجہ سے ان کا کوئی قبیلہ بھی اتنا طاقت ور نہ ہو سکا کہ اپنے علاقے کو شریکین سے پوری طرح پاک کر دیتا۔

آخر انہیں یہ گوارا کرنا پڑا کہ مشرکین ان کے ساتھ رہیں بلکہ ان کے مفتوح علاقوں میں جگہ جگہ ان مشرک قوموں کی چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں بھی موجود ہیں جو کہ بنی اسرائیل سخر نہ کر سکے اور اسی بات کی شکایت زبور میں کی گئی ہے جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور بدی کی پرستش کرنے لگے اور انہوں نے خداوند، اپنے باپ دادا کے خدا کو جو انہیں ملک مصر سے نکال لایا تھا، چھوڑ دیا اور دوسرے معبودوں کی جو اُن کے گرد کے قوموں کے دیوتاؤں میں تھے تیرہ دیوں کرنے اور اُن کو سجدہ کرنے لگ گئے اور خداوند کو غصہ دلا یا وہ خداوند کو چھوڑ کر بعل اور عشتار کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا۔“

سورج غروب ہونے کے لیے جھک رہا تھا لیماں کی حوہلی میں ایک روز اس کی ماں سریان، دادی طماہ اور بہن یوریمائیں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی کہ دیون خانے میں لیماں داخل ہوا۔ آگے بڑھ کر وہ اپنی ماں سریان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس موقع پر سریان کے دوسرے پہلو میں بیٹھی یوریم اپنے بھائی لیماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھائی میں تھوڑی دیر ہوئی یہاں آئی ہوں لیکن آنے کے بعد میرا دل ایسا خوش ہوا ہے کہ بھائی میں آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان خیال کرنے لگی ہوں۔“
یوریم کے ان الفاظ پر لیماں نے چونکنے کے انداز میں اُس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”کیا کوئی انقلاب برپا ہو گیا ہے؟ کیا میرے نام کوئی خواہ خواہ میں کسی معرکے کی کامیابی چسپاں کر دی گئی ہے جو میری بہن میری ذات پر اپنے آپ کو اس قدر خوش قسمت خیال کر رہی ہے۔“

لیماں کے خاموش ہو جانے پر یوریم ابولی اور کہنے لگی۔
”بھائی پہلے یہ بتائیں کہ لشکر کب یہاں سے روانہ ہوگا؟“

اس پر لیماں کہنے لگا۔ ”جو جبر ہمارے بادشاہ متی وزا کے پاس آئے ہیں انہوں نے اطلاع کر دی ہے کہ جیوں کا لشکر اُن کے مرکزی شہر سے نکل کھڑا ہوا ہے لہذا میں اور مولک آج ایک لشکر لے کر شب کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کر جائیں گے اس باہر طہاش ہمارے ساتھ جائیں گے اس لیے کہ متی وزا نے یہ فیصلہ کیا ہے۔“

”بھائی! مولک نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بھی لشکر میں اُس کے ساتھ شامل ہوں مولک کا کہا مانتے ہوئے میں نے ہاں کہہ دی تھی۔ اُس کے بعد میں یہاں آئی اس سلسلے میں میں نے نکسیما سے بات کی اور اُس سے میں نے کہا کہ میں لشکر میں شامل ہو رہی ہوں اور بہت سی عورتیں بھی لشکر میں شامل ہوں گی لہذا تم بھی بھائی کے ساتھ چلو۔“

”بھائی اس موقع پر جو الفاظ نکسیما نے ادا کیے وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں اُس نے کہا۔“

”لیماں مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ میں اُن کے

سے پہلے ہی تمہارا وصال ہو جائے گا۔
اللہ تعالیٰ کے بندے اور حلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے کہنے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی وہیں پر اس وادی کے اندر جو کے مقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا۔

وفات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی زندگی کے ان ایک سو بیس برسوں میں انہوں نے بنی اسرائیل کو راہ راست پر لانے کی مسلسل جدوجہد کی۔

آج تک کسی کو یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کس جگہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات پر بنی اسرائیل اس قدر غم اور دکھ میں مبتلا ہوئے کہ موآب کے میدانوں میں لگاتار تیس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدائی میں روتے رہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتم کے دن ختم ہو گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق یوش بن نون کو اپنا سربراہ مان لیا اور دل و جان سے اُن کے احکامات کا اتباع کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تو یہاں مختلف قومیں آباد تھیں متی، آموری، کنعانی، آرامی، حوری، سیتانی، فلسطینی وغیرہ ان قوموں میں بدترین شرک پایا جاتا تھا۔ ان کے سب سے بڑے معبود کا نام ایل تھا جسے یہ دیوتاؤں کا بادشاہ کہتے تھے اور اسے عموماً سانڈھ سے تشبیہ دی جاتی تھی اس کی بیوی کا نام عشیہ تھا اور اُس سے خداؤں اور خدائیوں کی پوری نسل چلی تھی جن کی تعداد ستر تک پہنچی تھی۔

اُس کی اولاد میں سب سے زبردست بعل تھا جس کو بارش و روئیدگی کا خدا اور زمین و آسمان کا مالک سمجھا جاتا تھا مثالی علاقوں میں اس کی بیوی اناٹ کہلاتی تھی اور فلسطین میں عشتار۔ یہ دونوں خواتین عشق اور افرواش نسل کی دیویاں تھیں ان کے علاوہ کوئی دیوتا موت کا مالک تھا کسی دیوی کے قبضے میں صحت تھی کسی دیوتا کو وبا اور قحط لانے کے اختیارات تفویض کیے گئے تھے اور یہ ساری خدائی بہت سے معبودوں میں بٹ چکی تھی۔

ان دیوتاؤں اور دیویوں کی طرف ایسے ایسے ذلیل اوصاف اعمال منسوب تھے کہ

بنی اسرائیل کی انہی مشرکانہ کاروائیوں کی وجہ سے بنی اسرائیل کے پیغمبر یسعیاہ کے صحیفے میں وہ بنی اسرائیل کو کچھ اس طرح خطاب کرتے ہیں۔

”آہ خطا کار گروہ بدکرداری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداری کی نسل! مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا اسرائیل کے خدا کو حقیر جانا اور گمراہ برگشتہ ہو گئے۔ تم کیوں زیادہ بغاوت کر کے اور مار کھاؤ گے۔“

مزید لکھا۔

”وفا دار بستی کیسی بدکار ہو گئی وہ تو انصاف سے معمور تھی اور راست بازی اس میں بہت تھی لیکن اب خونی رچے ہیں تیرے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رشوت دوست اور انعام طلب ہے وہ قیموں کا انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔ اس لیے خداوند خدا رب الافواج اسرائیل کا قہار یوں فرماتا ہے کہ۔ آہا میں ضرور اپنے مخالفوں سے آرام پاؤں گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔“

اس میں آگے مزید یہ فرمایا۔ ”اور خدا فرماتا ہے کیونکہ صیہون کی بیٹیاں یعنی یروشلیم کی رہنے والیاں تکبر ہیں گردن کشی اور شوخ چٹھی سے خراماں ہوتی ہیں اور اپنے پاؤں سے ناز رفتاری کرتی ہیں اور ہتھکڑوں بھائی جاتی ہیں اس لیے خداوند صیہون کی بیٹیوں کے سرنگے اور ان کے بدن بے پردہ کردے گا تیرے بہادر بیچ زن نہ بچے ہو گئے اور تیرے پہلوان جنگ میں قتل ہو گئے اُس کے چھانک ماتم اور نوحہ گری کریں گے اور وہ اجاز ہو کر خاک پر بیٹھیں گے۔“

بنی اسرائیل کی انہی مشرکانہ کاروائیوں کی وجہ سے کبھی آشوری اُن پر حملہ آور ہوئے کبھی اہل بابل نے اُن کو تیس تیس برس کے رکھ دیا یہاں تک کہ سن پانچ سو ستالیس قبل مسیح میں بخت نصر نے ایک سخت حملہ کر کے اسرائیل کے تمام بڑے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی یروشلیم اور بیکل سلیمانی کو اس طرح پیوند خاک کیا کہ اس کی ایک دیوار بھی اپنی جگہ کھڑی نہ رہی۔ یہودیوں کی بہت بڑی تعداد کو ان علاقوں سے نکال کر ملک ملک میں تتر بتر کر دیا اور جو یہودی اپنے علاقوں میں رہ گئے وہ بھی ہمسایہ قوموں کے ہاتھوں ذلیل و خوار اور پامال ہو کر رہ گئے۔

اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ کب آئے؟“

اس پر لیان کہنے لگا۔ ”بس میں ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی۔ اماں کے پاس آ کر بیٹھا ہوں۔“

نکسما مسکراتے ہوئے آگے بڑھی لیان کے قریب بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

”دراصل میں مطبخ میں مصروف تھی۔ اس بناء پر میں نے آپ کو آتے ہوئے نہیں

دیکھا۔ اب آپ یہ کہیں کہ جس کام کے لیے آپ آئے تھے اس کا کیا بنا؟“

اس پر لیان کہنے لگا۔ ”آئے والی شب کو پچھلے پہر لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“ تھوڑی دیر کے لئے لیان خاموش رہا غور سے نکسما کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر نکسما مسکرائی پھر کہنے لگی۔

”آپ تو میری طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے میں آپ کے لیے نئی اور اچھی

ہوں۔ میں اب آپ کی بیوی ہوں اور گزشتہ کی دن سے آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں۔“

نکسما کے ان الفاظ پر سب نے ایک قہقہہ لگایا یہاں تک کہ لیان اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نکسما میں تمہاری ذات پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ تھوڑی دیر پہلے یوریا کے ساتھ جو تمہاری گفتگو ہوئی اُس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں تمہارے اس فیصلے کی تعریف کرتا ہوں کہ تمہیں میدان جنگ میں میرے ساتھ رہنے کے بجائے گھر پر اماں اور دادی کی خدمت کرنے کے لیے رہنا چاہیے۔ نکسما! تمہارا یہ فیصلہ میری بہن یوریا کے لیے بھی مشعل راہ بنا ہے اور تمہارے اس فیصلے پر میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔“

نکسما مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”اس میں فخر کرنے کی کون سی بات ہے میدان جنگ میں میری کوئی کارکردگی ملوث نہیں ہے۔ جب کہ گھر پر اماں سریان اور دادی طماہ کی خدمت کرنا میرے فرائض اولین میں شامل ہے لہذا میں میدان جنگ کے بجائے اپنی اس حویلی کو ترجیح دیتی ہوں جہاں میں نے اماں سریان اور دادی طماہ کی خدمت کرتی ہے۔“

اس پر لیان کہنے لگا۔

”اچھا بھوک لگی ہے اگر کھانا تیار ہو گیا ہے تو آؤ۔“

ساتھ لشکر میں شامل ہوں تو میں انکار تو نہیں کر سکتی۔ تاہم میں اس موقع پر اُن سے یہ کہوں گی کہ ان کے ساتھ لشکر میں شامل ہونے کی نسبت میرا گھر میں رہنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اُس کا کہنا تھا کہ گھر میں اس وقت دادی اور اماں ہیں دادی اب اتنی بوڑھی ہو چکی ہیں کہ اُن کو سہارا دے کر چلانا پڑتا ہے اور اماں سریان اکیلی یہ کام نہیں کر سکتی اس لیے کہ وہ خود کمزور ہو چکی ہیں لہذا میں خود دادی کو سنبھالتی ہوں۔“ نکسما کا کہنا تھا کہ اگر لیان نے مجھ سے یہ کہا کہ میں لشکر میں شامل ہوں تو میں اُن سے یہ التجا کروں گی کہ مجھے گھر میں رہنے دیں تاکہ میں اپنی اماں سریان کے علاوہ دادی کی دیکھ بھال اور خدمت کر سکوں اور دادی کو ادھر ادھر جہاں وہ کہیں لے جاسکوں۔ اُس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر میں آپ کے ساتھ لشکر میں شامل ہوگی تو پھر میری غیر موجودگی میں گھر کے حالات ابتر ہونے کا اندیشہ ہے۔ دادی کو اماں سریان نہیں سنبھال پائیں گی اماں سریان کو خود دیکھ بھال کی ضرورت ہے لہذا میدان جنگ کی نسبت میرا اپنے گھر میں رہنا زیادہ ضروری ہے۔

”بھائی نکسما کی اس گفتگو سے میری اپنی آنکھیں بھی کھل گئیں اس لیے کہ مولک کی ماں بلسان بوڑھی ہے وہ کام نہیں کر سکتیں لہذا میں بھی مولک سے کہوں گی کہ اماں بلسان کی خدمت کے لیے لشکر کے بجائے میرا گھر رہنا زیادہ ضروری ہے۔“

یوریا جب خاموش ہوئی تب سریان کچھ دیر تک بڑے غور سے لیان کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”میرے بیٹے تو خوش قسمت ہے کہ تجھے نکسما جیسی بیوی ملی ہے دیکھ عونا بیویاں اسے شوہروں کے ساتھ میدان جنگ میں جاتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہیں اور ہر کام پر ترجیح دیتی ہیں لیکن نکسما میری اور اماں کی خاطر یہاں رہنا چاہتی ہے تاکہ وہ ہماری خدمت کر سکے بیٹے اس موقع پر میں تم سے یہ کہوں گی کہ کبھی کسی بھی موقع پر کوئی ایسی حرکت یا ایسی بات نہ کرنا جس سے نکسما کی دل بکھنی ہو۔ میں جانتی ہوں وہ بڑی حساس لڑکی ہے اس کے علاوہ تم سے دیوانہ وار محبت بھی کرتی ہے۔ اس بناء پر میں اسے یہی کہوں گی کہ ایسی بیوی کی قدر کی جانی چاہیے۔“

سریان یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو گئی اس لیے کہ اُسی لمحہ مسکراتے ہوئے نکسما دیوان خانے میں داخل ہوئی تھی اور لیان کو وہاں دیکھتے ہوئے بے پناہ خوشی کا

اس موقع پر سب سے پہلے یوریا اٹھی اور اپنی ماں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں میں اب جاتی ہوں۔ مولک بھی آگئے ہوں گے۔ مجھے انہیں کھانا دینا ہوگا اس لیے کہ میں کھانا تیار کر کے یہاں آئی تھی۔“

سریان، طماہ، لیان اور نکسما میں سے کسی نے اُسے روکا نہیں۔ اس لیے کہ اُس نے جا کر سب کو کھانا دینا تھا۔ اس بناء پر یوریا اٹھ کر چلی گئی۔ نکسما نے سب کے لئے دوپٹے کھانا لگایا بڑے پرسکون ماحول میں سب نے کھانا کھایا۔ آنے والی شب کو نکسما نے خود لیان کے کوچ کی تیاری مکمل کرائی اور شب کے پچھلے حصے میں لیان، مولک اور طباش ایک لشکر لے کر مدین والوں کی سرحد کی طرف روانہ ہوئے تھے تاکہ جہیوں کو اُن کے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں۔

مدین والوں کی سرحد پر اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے کے بعد طباش، لیان اور مولک نے ایک دن اور ایک رات اپنے لشکریوں کو مکمل آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس سے قبل سرحدوں کی طرف آتے ہوئے لیان اور مولک کے مشورہ کرنے کے بعد طباش نے جہیوں کے علاقوں کی طرف سے اپنے تجربہ پھیلا دیئے تھے تاکہ وہ جہیوں کے لشکر کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں چنانچہ اگلے روز طباش نے لیان، مولک اور دیگر سارے سالاروں کو اپنے پاس طلب کر لیا جب سب جمع ہو گئے تب خصوصیت کے ساتھ لیان اور مولک کی طرف دیکھتے ہوئے طباش کہنے لگا۔

”میرے عزیز بیٹو! جو لشکر ہم جہیوں کی راہ روکنے کے لئے لے کر آئے ہیں اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور یہ تقسیم آج ہی مکمل کر لی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں جب ہمارے تجربہ خبر دیں کہ جہیوں کا لشکر ہمارے قریب آ گیا ہے۔ تب ہم اپنے کام کی ابتداء کریں شروع میں ہم ٹھونک کر ہم جہیوں کے سامنے نہیں آئیں گے اس لیے کہ ماضی کی ساری جنگوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ جی ہم سے کئی گنا بڑا لشکر لے کر ان علاقوں کا زور کریں گے۔“

انہیں ناگامی اور بد قسمتی سے دوچار کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ جب وہ سرحدوں کے قریب آئیں تو میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اُن کے سامنے کھڑا ہوں گا ایک طرح سے اُن کی راہ روکوں گا لیان چپہ لے سالاروں اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ

دائیں جانب اور مولک بائیں جانب ہوگا۔

چنانچہ میں تو جہیوں کے لشکر کے سامنے آؤں گا لیکن تم دونوں اپنے اپنے حصوں کے ساتھ سامنے نہیں آؤ گے گھات میں رہو گے چنانچہ جی جب یہ اندازہ لگائیں گے کہ سیدتانوں نے ایک معمولی سے اور ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ جہیوں کی راہ روکنے کی کوشش کی ہے تو وہ بڑے خوش ہوں گے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہوں گے۔

میں اُن کے حملے کو روکوں گا۔ جب میں ایسا کروں گا اُسی وقت تم دونوں بھی اپنی گھات سے نکلو گے، دائیں جانب سے لیان، بائیں جانب سے مولک اپنے اپنے حصے کے ساتھ جہیوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ اگر ہم سامنے دائیں اور بائیں سے تھوڑی دیر کے لیے ہی جہیوں پر ضربیں لگانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر لکھنا جی مندی اور کامیابی ہماری ہوگی اور ہم جہیوں کو ذلت آمیز شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔“

لیان مولک اور دوسرے سالاروں نے طباش کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہذا اُسی وقت لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور لشکریوں کو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ جہیوں پر کیسے ضرب لگانی ہے اور کیسے اُن پر حملہ آور ہونا ہے۔

سیدتانی تجربوں نے جب طباش، لیان اور مولک کو یہ خبر دی کہ جہیوں کا لشکر صرف دس میل کے فاصلے پر رہ گیا ہے اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ تب لیان اور مولک دونوں دائیں بائیں گھات میں چلے گئے جب کہ طباش نے اپنے حصے کے ساتھ دشمن سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

چنانچہ جہیوں کا لشکر جب قریب آیا، تب طباش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اُن کی راہ روک کر کھڑا ہوا۔ اپنے سامنے چھوٹے سے لشکر کو دیکھ کر جہیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ انہوں نے وقت ضائع نہیں کیا اُسی وقت اپنی مہین درست کر کے وہ اعضاء شکنی طاری کرتے ہوا کے تیز جھونکوں کے خروش سینوں میں تلاطم برپا کرتے آگ و خون کے پیغام اور خونبار منزلوں کی نشاندہی کرتے بے روک طوفانوں کے سرکش جھونکوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے طباش بھی خوشی کو غم، شرف کو مایوسی، آسودگی کو تنگی میں تبدیل کرتے مایوسی کے بخور پر آشوب زخموں اور دہکتی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دائیں جانب سے لیان اپنے حصے کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ

اپنی ہر چیز سمیٹ کر اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ اُن کے اس طرح میدان جنگ کو چھوڑ کر جانے کی ایک بہت بڑی وجہ ہے اس لیے کہ جس روز آپ کا اور اُن کا ٹکراؤ ہوا تھا اور اُس روز کی شب کو جب دونوں لشکروں نے پیچھے ہٹ کر پڑاؤ کیا تھا تو حنیوں کے پڑاؤ میں تیز رفتار قاصد آئے، جنہوں نے حنیوں کے بادشاہ متوشلیش کا یہ پیغام دیا تھا کہ وہ لشکر فی الفور اپنے مرکزی شہر خوتوشاش کی طرف چلا آئے۔ اس لیے کہ آشوری عربوں نے ایک بار پھر نینوا کی سرزمینوں سے نکل کر حنیوں پر حملہ کر دیا تھا اور اُن کے علاقوں کے اندر درتک انہوں نے لوٹ مار اور شکست و ریخت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس لشکر کو حنیوں کے بادشاہ نے اس لیے واپس بلایا تھا تا کہ آشوری عربوں کو حنیوں کی سلطنت کے اندر دینی حصوں کی طرف بڑھنے سے روکا جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ منجر جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لیمان طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عم! جو کام ہم کرنا چاہتے تھے وہ آشوریوں نے کر دکھایا۔ لگتا ہے آشوری آہستہ آہستہ اپنی طاقت اور قوت بڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور انہوں نے اپنی قوت کی زور آزمائی کے لیے سب سے پہلا ہدف حنیوں ہی کو چنا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ آنے والے دور میں یقیناً آشوری، حنیوں پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے رکھ دیں گے اور مجھے یہ بھی اُمید ہے کہ اب حتی کبھی بابل، سیتانیوں یا مدین لوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت و جسارت نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ اب اُن کے لئے ایک اور بہت بڑا دشمن آشوریوں کی شکل میں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ لگتا ہے جن علاقوں اس وقت آشوریوں کا قبضہ اور اُن کی حکومت ہے اُس پر وہ اکتفا نہیں کر رہے۔ میرا ہنا اندازہ ہے کہ وہ بار بار حنیوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اور اُن کے علاقوں کی لوٹ رکتے ہیں تو ایسا کر کے وہ شاید حنیوں کے لشکریوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگاتا رہتے ہیں اور جس روز وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے میرا دل کہتا ہے وہ حنیوں کی سلطنت کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔

دوسری طرف حتی بھی کھل کر آشوریوں کے سامنے آنے سے ہچکچا رہے ہیں۔ اُن پر خطرہ ہے کہ ایک بار اگر انہیں کھلے میدانوں میں آشوریوں سے ٹکست کا سامنا کرنا پڑے تو پھر آشوریوں کو اپنے مرکزی شہر خوتوشاش تک روک نہ سکیں گے اور اُن کی

بھی حنیوں پر قلب کو دریدہ جسم کو ریزہ ریزہ کرنی کھڑی اذیتوں کی کثرت زندگی کی گراں مسافتوں میں نظر نظر سیراب کرتے دشتوں کے زخموں کی طرح جلد آدھ ہو گیا تھا۔

لیمان کے پیچھے ہی پیچھے مولک بھی بائیں جانب سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ بھی حنیوں کے پہلو پر ہر قدم پر خوف، ہر نفس کو تا آسودہ کر دینے والے جذبوں، برہم مزاج آندھیوں اور موت کے پیغام دہی دکھ کی جتنی تہائیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے زیت کے قرینے بولبول ہونا شروع ہو گئے تھے جسم ریزہ ریزہ ہونے کی ابتدا کر چکے تھے ذلت کا مہیب بحران بن کر موت چاروں طرف رقص کرنے لگی تھی قضا کے گہرے لحوں کی پورش جسموں کی فصیلیں بڑی تیزی سی شکست کرنے لگی تھیں۔

دونوں لشکر شام تک ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے لیکن جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا لہذا طباش، لیمان اور مولک پیچھے ہٹ کر اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے بلکہ حنیوں نے بھی ذرا پیچھے ہٹ کر اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔

دوسرے روز طباش، لیمان اور مولک پھر غم ٹھوٹک کر جب حنیوں کے سامنے آنا چاہتے تھے تب اُن کے منبروں نے خبر دی کہ رات کی تاریکی میں حتی لشکر اپنا سب کچھ سمیٹ کر واپس اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا ہے۔

حنیوں کے لشکر کے اس رد عمل پر طباش، لیمان اور مولک بڑے پریشان ہوئے۔ اُن کی واپسی کی وجہ نہ جان سکتے تاہم احتیاطاً انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ رکھا۔

دوسرے روز جب وہ حنیوں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے تب اُن کے کچھ منبر پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ وہ سیدھے اُس طرف گئے جہاں طباش، لیمان اور مولک دیگر سالاروں کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ منبر جب اُن کے سامنے گئے تب طباش نے غور سے اُن کی طرف دیکھا پھر اُن کو مخاطب کیا۔

”میرے ساتھیوں کی تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟“

اس پر اُنے والوں میں سے ایک مسکرایا اور کہنے لگا۔

”یقیناً ہم اچھی ہی خبر لے کر آئے ہیں۔ دراصل حتی بڑی جلدی میں راتوں رات

سلطنت کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا۔“

بہر حال منبروں کی لائی ہوئی اس خبر پر کہ آشوریوں نے حنیوں پر حملہ کر دیا ہے اس بناء پر حنیوں کا لشکر واپس چلا گیا ہے۔ سب نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا۔ طباش کے کہنے پر لشکر نے چند دن مزید احتیاط کی خاطر وہاں قیام کیا۔ اُس کے بعد یہ بات جب واضح ہو گئی کہ اب حتی دوبارہ ان علاقوں کا رخ نہیں کریں گے تب طباش، لیمان اور مولک اپنے لشکر کے ساتھ فتح اور کامرانی کے گیت گاتے ہوئے واپس اپنے مرکزی شہر اشوکانی کا رخ کر رہے تھے۔

(تمت بالخیر)